بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

دوسرا حصہ

سرسید کی لائف، اُنکی تصنیفات اور اُنکے کاموں کا ریویو

سرسید کی ترقی کے اسباب

ہمارے ملک میں ترقی کا لفظ زیادہ تر عہدہ یا منصب کی ترقی پر اطلاق کیا جاتا ہے
مگر اس موقع پر نہ ایسی ترقی سے ہماری غرض متعلق ہے اور [illegible] ہمارے نزدیک سرسید نے عہدہ [illegible] کے
لحاظ سے ترقی کا کوئی ایسا درجہ حاصل کیا ہے جو اُنکی اعلیٰ لیاقتوں کے مقابلہ میں کچھ وزن [illegible]
میرے ایک دوست سے ایک لائق انگلشمین نے سرسید کا ذکر کرتے وقت کہا کہ اگر یہ شخص یورپ
میں پیدا ہوتا تو کسی بڑی امپائر میں وزیر اعظم کے درجہ تک پہنچتا۔ کرنل گریہم نے سرسید کی لائف میں

الطاف حسین حالی

حیات جاوید

حصہ دوم

ایک مثال قابل تقلید سمجھتے ہین اسلیے اُنکی ترقی کے اسباب کی تفتیش کرنا غالباً فائدہ سے خالی نہوگا۔
سرسید کی لائف مین۔ جیساکہ اُنکے ابتدائی حالات پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ بہت سی
ایسی خصوصیتین پائی جاتی ہین جن پر اُنکی ترقیات کی بنیاد قائم کیجا سکتی ہے۔ قطع نظر اُن جسمانی
اور اخلاقی قابلیتون کے۔ جنکے بخشنے مین قدرت نے بہت بڑی فیاضی کی تھی اور جنکے بغیر کوئی
شخص بڑا آدمی نہین ہوسکتا۔ اتفاقاتِ حسنہ نے بھی اُنکے ساتھ کچھ کم مساعدت نہین کی۔ وہ
ایک ایسے خاندان مین پیدا ہوے جسمین قدیم خاندان کی نیکیان اور نئے خاندان کی اولوالعزمی
اور ہمت مجتمع تھی۔ اُنکی ددھیال سلطنت کے ایک قدیم متوسل گھرانے کی یادگار تھی اور اُنکی
ننھیال ایک ایسے خاندان سے علاقہ رکھتی تھی جسنے اپنی ذاتی لیاقت حسن تدبیر اور علم و فضل سے
اپنے اقران و امثال مین امتیاز حاصل کیا تھا [illegible] زمانہ کے سانچے مین ڈھالا تھا۔ وہ
خوش قسمتی سے بچپن مین زیادہ تر اپنی ننھیال ہی مین رہے اور وہین تعلیم و تربیت [illegible]
نے اپنے نانا کا عہد اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے لائق ماموون کی صحبت برتی۔ اُنکی
سنجیدہ اور دانشمند بی بی تھین جنکی تعلیم و تادیب سرسید جیسے جوہرِ قابل کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی تھی۔
اُنھون نے حسنِ اتفاق سے ایسی حالت مین نشو و نما پائی کہ نہ اُنکی حد سے زیادہ روک ٹوک ہوئی
اور نہ اُنکو بالکل مطلق العنان چھوڑا گیا؛ وہ پڑھتے لکھتے بھی تھے اور ہر قسم کے کھیل بھی کھیلتے تھے مگر
اپنے رشتہ دارون کے سوا غیر جنس کے لڑکون سے کبھی نہ ملنے پاتے تھے نہ اُنپر تعلیم کا ایسا بوجھ ڈالا گیا تھا
کہ قوای جسمانی مضمحل ہوجائین اور نہ اُنکی ڈور ایسی ڈھیلی چھوڑی گئی تھی کہ جدھر منہ اٹھ گیا چل نکلے۔
اُنکے والد ایک آزاد منش اور تعلقات دنیوی سے الگ تھلگ رہنے والے آدمی تھے۔ گھر کے

انکو باعتبار پولٹکل لیاقت کے سرسالار جنگ ول سے دوسرے درجہ پر رکھا ہے ؛ مگر اخبار برا ڈایرو
مطبوعہ ۱۳ - فروری ۱۸۹۶ء مین اُسپر یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ " سید احمد خان کو سرسالار جنگ سے دوسرے درجہ
رکھنے مین ایک ممتاز ہندوستانی جنٹلمین کی قدر و قابلیت کا غلط اندازہ کیا گیا ہے جسکی تمام زندگی شمالی ہندوستان
کے واسطے برکت اور رحمت رہی ہے "

بہرحال بیان سرسید کی جس ترقی کے اسباب بیان کرنے مقصود ہین وہ
ترقی نہین بلکہ وہ ترقی ہے جو بعض اوقات کسی شخص کو نہ عہدہ اور منصب کے لحاظ سے اور نہ مال
دولت وجا[illegible]ت کے اعتبار سے بلکہ اعلیٰ اور اشرف خصائل [illegible]نی کے لحاظ [illegible]
اپنے خاندا[illegible] بلکہ تمام قوم اور ملک مین ممتاز کر دیتی ہے ۔
[illegible]ری زندگی کے واقعات جو پہلے حصہ مین بیان ہو چکے [illegible]
پر دیکھا ہے تو بھی اُنسے اسقدر ضرور ثابت ہوگا کہ ایک مسلمان جو قومی تنز[illegible]
جسنے ایک مُردہ دار الخلافۃ کی پژمردہ سوسائٹی مین ہوش سنبھالا اور [illegible]
نشوونما پائی - اُسنے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ نہایت جانکاہ محنت ، دلی شوق اور بے نظیر استقلا
گورنمنٹ کی خیر اندیشی ، ملک کی خیر خواہی ، قوم کی خدمت اور مذہب کی حمایت مین بسر کردی ۔ [illegible]
[illegible] ضرور یہ سوال [illegible] کہ کس چیز نے یہ غیر معمولی تحریک اُسکے دل مین پیدا کی ؟
[illegible] عدہ طول طویل زمانہ تک ایسے استقلال کے ساتھ اپنے ارادون پر قائم رہا ؟ اگرچہ اس
سوال کے جواب مین صرف یہ کلام معجز نظام پیش کرنا کافی ہے کہ " کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ (یعنی ہر شخص
اُس کام مین جسکے و[illegible] [illegible] آسانی دیگئی ہے) لیکن چونکہ سرسید کی بایوگرفی کو ہم آیندہ نسلون کے [illegible]

اور تعصب کے توبرتو پردے انکی آنکھوں پر پڑ جاتے ۔ نئے طریقہ کی تعلیم بھی اُن نتائج تک پہنچانیوالی نہ تھی جو سرسید سے ظہور مین آئے ۔ یوروپ کی اعلے درجہ کی سویلزیشن اور حیرت انگیز ترقیات جو ایک ہندوستانی طالب علم کے دل پر تعلیم کے ساتھ ساتھ نقش ہوتی جاتی ہین - وہ آخرکار اُسکو اپنے ملک کی ترقی سے مایوس کر دیتی ہین ؛ یہان تک کہ وہ اُن کوششون کو جو ہندوستانیون کی ترقی اور اصلاح کے لیے کیجاتی ہین محض بےسود اور لاحاصل جاننے لگتا ہے ۔ پس کہا جا سکتا ہے کہ سرسید کا پرانی تعلیم مین ادھورا رہنا اور نئی تعلیم سے آشنا نہونا منجملہ اُن اتفاقات حسنہ کے تھا جنھون نے قوم کی اصلاح کے عظیم الشان کام پر ہاتھ ڈالنے سے اُنکو جھجکنے نہین دیا ۔

اگرچہ یہ تمام باتین جو اوپر بیان کی گئین بلاشبہہ ایسی ہین جنکو سرسید کی ترقی مین بہت کچھ دخل معلوم ہوتا ہے مگر اُنمین سے ایک بات بھی ایسی نہین جسکو انکی ترقی کے اصلی اسباب مین شمار کیا جائے ؛ کیونکہ یہی باتین اکثر اوقات ترقی کی سدِراہ دیکھی گئی ہین ۔ ایسے ملک مین جیسا کہ ہندوستان ہے اور خاصکر ہماری مُردہ قوم مین جس قسم کے حیرت انگیز اور عظیم الشان کام سرسید سے ظہور مین آئے ہین اور جیسی جلیل القدر خدمتون مین اُنھون نے اپنی زندگی کا ایک مُعتدبہ حصّہ نہایت استقلال کے ساتھ بسر کیا ہے اُنکو محض اتفاقیہ امور کی طرف منسوب نہین کیا جا سکتا ۔

بعض اوقات خیال کیا جاتا ہے کہ سرسید کا اپنی بی بی کے انتقال کے بعد دوسری شادی نکرنا اور چالیس برس تجرد اور بےتعلقی کی حالت مین رہنا ہی اُنکے تمام بڑے بڑے کامون کی بنیاد تھی ؛ اگر وہ دوسرا نکاح کر لیتے تو ہرگز اُنکو ان کامون کے سرانجام کرنے کا موقع نہ ملتا ۔ مگر اس تقدیر پر

انتظام اولاد کی پرورش اور تربیت کا مدار زیادہ تر بلکہ بالکل سرسید کی والدہ پر تھا جو باوجود طنطنہ اور رعب وداب کے نہایت متحمل و بردبار تھین ۔ پس وہ بے جا تشدد اور سختی ۔ جو اولاد کی تعلیم و تربیت کے بارے مین اکثر والدین سے ظہور مین آتی ہے اور جس سے رفتہ رفتہ اولاد کے دل مین خود اپنی حقارت اور ذلت بیٹھ جاتی ہے ۔ سرسید پر کبھی نہین گذری ۔

جوانی کے آغاز مین سرسید کو بچپن کی نسبت کسی قدر زیادہ آزادی حاصل ہوئی وہ اکثر رنگین جلسون مین شریک ہوتے اور شہر کے نوجوان امیر زادون سے ملنے جلنے لگے ۔ سوسائٹی کا پرچھاوان اُنپر بھی پڑا اور پڑنا چاہیے تھا ۔ مگر ہونہار نوجوانون کی لغزشین بھی اُنکی اصلاح کا باعث ہوتی ہین ۔ وہ ایک ٹھوکر کھا کر ایسے چوکنا ہوجاتے ہین کہ کبھی عمر بھر ٹھوکر نہین کھاتے ۔ بھائی [illegible] الٹی افسردگی چھائی کہ ... سے ہو و لعب سے دست بردار ہونا پڑا ۔ مگر وہ [illegible] آتشگیر مادہ بھرا ہوا تھا وہ آخر کار مشتعل ہوئے بغیر نہ رہا ۔ وہی سودا جو عنفوان شباب مین [illegible] کی شکل مین ظاہر ہوا تھا تیس برس بعد حُبّ قومی کے لباس مین جلوہ گر ہوا اور میر کا یہ شعر سرسید کے حال پر منطبق ہوگیا

"دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا ... اب جس جگہ کہ داغ ہے یان آگے درد تھا"

جس حد تک سرسید کی تعلیم ہوئی اُسکو بھی اُنکی ترقی کا مؤید سمجھا جا سکتا ہے ۔ اُنھون نے جیسا کہ پہلے حصہ مین بیان ہوچکا ہے قدیم یا جدید کسی طریقہ مین پوری تعلیم نہین پائی ۔ اگر وہ پرانے طریقہ کی تعلیم پوری کرلیتے اور علوم قدیمہ کا رنگ اُنپر چڑھ جاتا پھر ممکن نہ تھا کہ کسی دوسرے رنگ کے قبول کرنے کی قابلیت اُنمین باقی رہتی ۔ وہ تقلید کی بندشون مین جکڑبند ہوجاتے

اسی طرح یہ بھی امکان سے خارج ہے کہ یوروپ کے رفارمرون اور وطن دوستون کے حالات کتابون مین پڑھکر یا زبانی سنکر ہندوستان مین بھی ویسی ہی ملک کے جان نثار اور قوم کے مصلح پیدا ہو جائین ۔

اصل یہ ہے کہ ایشیائی طرز حکومت جو ایک طاقت کو اعتدال سے زیادہ بڑھانے والی اور اُسکے سوا تمام طاقتون کو فنا کرنے والی ہے اور جو ہندوستان مین بھی تمام ایشیائی ملکون کی طرح ابتدای آفرینش سے ایک عنوان پر چلی آتی تھی اُسنے ایشیا کی کسی قوم بلکہ کسی متنفس مین قومیت کی روح باقی نہین چھوڑی ۔ ایک بڑے حکیم کا قول ہے کہ شخصی حکومت مین صرف ایک شخص (یعنی بادشاہ) ملک کا خیر خواہ ہو سکتا ہے اور بس ۔ جان سٹوارٹ مل لکھتے ہین کہ " اگر رعیت کو ایسا بنا دو کہ وہ ملک کے لیے کچھ نہ کر سکے تو اُسکو ملک کی کچھ پروا نہ رہیگی " اگرچہ ہندوستان مین سو برس سے طرز حکومت بدل گئی ہے جسکا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ لوگون مین ملک اور قوم کی بھلائی کا خیال اور جوش پیدا ہو ؛ مگر جو سکون اور انجماد ہندوستان کی قومون مین صدہا پشت سے متوارث چلا آتا ہے اور جو اُنکے آب و گل مین خمیر ہو گیا ہے اُسکو برٹش طرز حکومت جیسی کہ وہ ہندوستان مین ہے ایک صدی مین زائل نہین کر سکتی ۔ یہی وجہ ہے کہ یوروپ کی نظیرین سُن سُن کر جو اکثر ہندوستانیون کے دل مین بعض اوقات ملک اور قوم کی بھلائی کا جوش دفعتاً اُٹھتا ہے کچھ زیادہ دن نہین گذرتے کہ وہ آندے کی طرح بیٹھ جاتا ہے ۔

البتہ مذہب ایک ایسی چیز ہے جو ہر ملک مین اور خاصکر ایشیائی ملکون مین مذہبی آدمیون کو نہایت استقلال کے ساتھ تمام عمر اپنے ارادون پر ثابت قدم رکھ سکتا ہے ۔ یہ مذہب ہی مین

یہ سوال باقی رہتا ہے کہ وہ کیا چیز تھی جسنے ایک چالیس بیالیس برس کے توانا تندرست ؛
ذی استطاعت اور سب سے بڑھکر یہ کہ مسلمان شخص کو نکاح ثانی سے باز رکھا اور تجرد کی
ناگوار اور تلخ زندگی پر قانع کر دیا ؟

البتہ ایک اور بات لحاظ کے قابل ہے جو سرسید کی لائف پر غور کرتے وقت لوگون کے
ذہن مین ضرور متبادر ہوتی ہو گی ؛ یعنی یہ کہ جب سے انگریزی تعلیم ہندوستان مین پھیلی ہے اور
یوروپ کے اُن نامور لوگون کے حالات سے جنھون نے ملک اور قوم پر اپنی جانین قربان کی ہین
ہندوستان کے لوگ واقف ہوے ہین اُسوقت سے ہندوستان مین بھی کم و بیش قومیت
اور قومی ہمدردی کا خیال لوگون کے دل مین پیدا ہوتا جاتا ہے۔ پس یہ بات بالکل قرین قیاس ہے
[illegible] جو کچھ ملک یا قوم یا مذہب کی خدمت مین لیا وہ اُنھین یورپ [illegible] کے ریفارمرون
کے حالات سنکر اُنکی ریس سے کیا ہو۔ لیکن اول تو جسوقت سرسید کو
ملک اور [illegible] کی خدمت یا مذہب کی حمایت کا خیال پیدا ہوا اُس وقت تک انگریزی تعلیم ہندوستان
مین نہایت محدود تھی اور مسلمانون مین بالکل نہ تھی۔ دوسرے اگر بالفرض یہ بات مان بھی لیجاے
تو صرف اسی قدر مانی جا سکتی ہے کہ یوروپ کی تاریخ سے اُنکے دل مین بھی حب وطن اور قومیت کا
خیال ایسا ہی پیدا ہو گیا ہو جیسا کہ ہندوستانی تعلیم یافتہ نوجوانون کے دل مین ایک دودھ کا سا
اُبال پیدا ہو جاتا ہے مگر اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ خیال ایسا پک جائے کہ ایک ہندوستان کا
مسلمان قوم کی دُھن مین اپنے تئین فنا کر دے۔ جسطرح حالتِ موجودہ مین یہ ممکن نہین کہ یوروپ کے
موجدون اور مخترعون کے حالات سُن سُن کر ہندوستان مین بھی ویسے ہی موجد اور مخترع پیدا ہونے لگین

اور قومی خدمتین سرانجام کرائی ہین۔ ہمارے نزدیک جہان تک کہ اُنکی لائف شہادت دیتی ہے اور جسقدر کہ اُنکے حالات۔ افعال۔ اور اقوال سے ظاہر ہوتا ہے اُنکی تمام ترقیات کا منبع۔ اُنکے کل مقاصدِ عالیہ کا محرک اور اُنکی ہر منزل کا رہبر مذہب کے سوا اور کوئی چیز قرار نہین پا سکتی۔

اسلام کی حقیت کا یقین اور بانی اسلام کی محبت اور عقیدت گویا سرسید کی گھٹی مین پڑی تھی۔ دارالخلافہ کا اخیر دَور تھا اور مسلمانون کو آخرت کی امیدون کے سوا جنکا اسلام وعدہ کرتا تھا کوئی امید دنیا مین باقی نہ رہی تھی اسلیے وہ مذہب کو زیادہ مضبوط پکڑتے جاتے تھے۔ خصوصًا شریف اور ممتاز خاندانون مین مذہبی فرائض کی پابندی اور مذہبی باتون کا چرچا بہت زیادہ تھا۔ شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ۔ جو اُس زمانہ مین دیندار مسلمانون کا ملجا و ماوے تھی۔ اُسکے ساتھ سرسید کو ایک خاص تعلق تھا۔ اُنکے والدین خانقاہ کے مشائخ سے کمال ارادت و عقیدت رکھتے تھے؛ اور اسلیے سرسید بچپن ہی سے اپنے والد کے ساتھ خانقاہ مین جانے لگے تھے؛ اور ایک مدت دراز تک اُنھون نے وہان کا رنگ صحبت اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اُنکی والدہ کے سوا اُنکے تمام ننھیال والے جہان اُنھون نے نشو و نما پائی شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان کے معتقد تھے۔ پس سرسید نے آنکھ کھولکر اپنے سارے گھر مین مذہب ہی کا دور دورہ دیکھا تھا؛ گویا مذہب ہی کی آغوش مین انھون نے پرورش پائی تھی اور مذہب ہی کی گود مین ہوش سنبھالا تھا۔ علوم جدیدہ جس عمر مین مذہب سے مقابلہ اُچاٹ کرسکتے ہین اُس عمر مین سرسید پر اُنکی پرچھائین تک نہین پڑی تھی بلکہ زیادہ تر اُنکی آنکھ اُسوقت کھلنی شروع ہوئی جب مذہب کی جڑ پتال تک پہنچ چکی تھی، اور جبکہ سائنس کو بجایے اسکے کہ مذہب کے ساتھ جنگ کرے اُس سے صلح کرنی ضرور تھی۔

طاقت ہے کہ انسان نہایت سخت ریاضتون مین اپنی زندگی بسر کردیتا ہے، تمام لذات کو
اپنے اوپر حرام کردیتا ہے، آگ مین تپتا ہے، برف مین گلتا ہے، گھر بار لٹا دیتا ہے اور ہر ناقابل
برداشت تکلیف اُٹھاتا ہے۔ مگر مذہب بھی کیسا ہی سچا اور خدا کا بھیجا ہوا ہو طرز حکومت کا تابع ہوتا ہے
اُسمین جتنی باتین طرز حکومت کے مقتضا کے موافق ہوتی ہین وہ رواج پاتی ہین اور باقی حصہ
ناقابل عمل سمجھکر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً خود مختار سلطنت جس مین کوئی بات شخصیت سے
خالی نہین ہوتی۔ اُس مین مذہب بھی ذاتی اور شخصی بھلائیون کے سوا اور کچھ نہین سکھاتا۔ وہ
صرف ایسی نیکیان سکھاتا ہے جنکا نفع یا تو نیکی کرنے والے کی ذات پر ختم ہوجاتا ہے اور یا صرف
خاص خاص شخصون کو پہنچتا ہے۔ وہ کبھی ایسی نیکیون کی ترغیب نہین دیتا جنسے بلا واسطہ
تمام ملک یا تمام بنی نوع کو فائدہ پہنچے۔ مذہب کی یہ حالت ایسی پایدار اور مستحکم ہوجاتی ہے کہ
خود مختار سلطنت کا دورہ ختم ہوجانیکے بعد بھی صدیون تک وہ اسی حالت پر قائم رہتا ہے۔ پچھلے
جس شاہراہ پر اگلون کو چلتا دیکھتے ہین آپ بھی آنکھین بند کرکے اُسی شاہراہ پر پڑ لیتے ہین۔
دائین بائین آنکھ اُٹھاکر نہین دیکھتے۔ مگر بعض اوقات زمانہ کی ضرورتین خود مذہبی فرقہ مین
کوئی ایسا شخص پیدا کردیتی ہین جسکو مذہب کی چھان بین کرنی پڑتی ہے اور مذہب کا وہ متروک
حصہ جو موجودہ زمانہ کے موافق ہوتا ہے اُس پر عمل کرنا اور اُسکو رواج دینا پڑتا ہے۔ زمانہ کی
ضرورتین اُسکی آنکھین کھولتی ہین اور بانی مذہب کی محبت اور عقیدت اُسکو مذہب کی حقیقت
کھولنے پر مجبور کرتی ہے اور خود مذہب اُس مین استقلال پیدا کرتا ہے جسکی بدولت وہ قوم کی
خلاف اپنی کٹھن منزل طے کرتا ہے۔ یہین سے اُس چیز کا سراغ چلتا ہے جسنے سرسید تمام ملکی

مگر مذہب نے اجازت دی اسلیے انگریزی نوکری بے تامل اختیار کرلی ۔ مذہب ہی سے یہ سوال کیاکہ غیر قوم اور غیر مذہب گورنمنٹ کی نوکری محض دفع الوقتی و ایام گذاری کے طور پر کرنی چاہیے ؟ یا تہ دل سے اُسکے فرائض ادا کرنے چاہییں ۔ مذہب نے جواب دیا کہ نوکری کا پورا معاوضہ لینا اور اُسکے فرائض تہ دل سے ادا نکرنا خدا و رسول کی مرضی کے خلاف ہے اسلیے نوکری کے فرائض نہایت ایمانداری اور سچائی کے ساتھ سرانجام کیے ۔ مذہب ہی سے پوچھا کہ غیر قوم کی حکومت مین رعیت کو اُسکی خیرخواہ اور وفادار رعایا بنکر رہنا ضرور ہے یا نہین ۔ مذہب نے جواب دیا کہ کوئی گناہ اس سے بڑھکر نہین کہ جس گورنمنٹ کے سایۂ حمایت مین رعیت کو ہر طرح کا امن اور آزادی حاصل ہو اُسکی رعیت اپنی گورنمنٹ کی وفادار اور خیرخواہ نہ ہو؛ لہذا اپنی تمام زندگی گورنمنٹ کی وفاداری اور خیرخواہی مین صرف کردی ۔ مذہب ہی سے یہ پوچھا کہ غیر مذہب قومون کے ساتھ صدق دل سے دوستی، میل جول اور کھانا پینا دین حق کی پاکیزگی اور تقدس کے موافق ہے یا نہین ۔ مذہب نے جواب دیا کہ موافق ہی نہیں، بلکہ نہایت ضرور ہے؛ کیونکہ اسلام نفاق سے بدتر اور رذیل تر کسی خصلت کو نہین بتاتا اسلیے ہمیشہ انگریزون اور تمام غیر مذہب قومون کے ساتھ اُسی صداقت اور خلوص کے ساتھ میل جول رکھا جیساکہ مسلمانون کے ساتھ رکھنا چاہیے ۔

واقعۂ ۱۸۵۷ء نے جب ہندوستان کے مسلمانون کو نہایت سخت صدمہ پہنچایا اور اُنکے پنپنے کی بالکل امید نہ رہی اس سے سرسید کے دل پر ایسی افسردگی اور مایوسی چھائی کہ اُن کا ارادہ ہندوستان کے تعلقات قطع کرکے کسی دوسرے ملک مین جاکر رہنے کا ہوگیا ۔ اُسوقت بھی اُنھون نے مذہب ہی سے یہ سوال کیا کہ قوم کی آگ مین کودنا بہتر ہے یا اپنی جان بچاکر اور کسی گوشہ مین بیٹھکر

چونکہ سرسید کا تمام خاندان دو ایسے خانوادون سے عقیدت رکھتا تھا جو نہ صرف دلّی بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانون مین جامع شریعت و طریقت سمجھے جاتے تھے اسلیے اُنکا گھر بہت سی ایسی جاہلانہ رسمون اور بیہودہ اوہام اور لغو عقائد سے پاک تھا جنمین اکثر جاہل مسلمانونکے خاندان گرفتار ہوتے ہین۔ چنانچہ سرسید کہتے تھے کہ "اِس زمانہ مین بھی۔ جب کہ میرے مذہبی خیالات محققانہ اصول پر مبنی ہین۔ مین اپنی والدہ کے عقائد مین ایک آدھ بات کے سوا کوئی عقیدہ اپنے اصول کے خلاف نہین پاتا" یہی عقائد ابتدا سے سرسید کے دل مین ڈالے گئے تھے اور اسلام کی یہی صورت اُنھون نے آنکھ کھولکر دیکھی تھی۔ گویا ہوش سنبھالتے ہی اُنھون نے اپنا قدم تحقیق کی پہلی سیڑھی پر پایا تھا۔ پھر مولانا اسمعیل شہیدؒ کی تصنیفات نے اُنکے خیالات کی اور زیادہ اصلاح کی اور اُنکو کسی قدر تقلید کی بندشون سے آزاد کیا۔ مگر جب تک قدیم سوسائٹی کا رنگ اُنپر غالب رہا مذہبی خیالات مین کوئی بڑا انقلاب واقع نہین ہوا؛ وہ انھین سنت و بدعت تقلید و عدم تقلید کے جھگڑون مین اُلجھے رہے اور اسلام کے اشرف و اعلے مقاصد کو صرف اُنھین شخصی کامون مین منحصر جانتے رہے جنکا نفع یا تو خود کام کرنے والے کی ذات کو اور یا خاص خاص شخصون کو پہنچتا ہے۔ مگر آخر کار زمانہ کی ضرورتون نے اُنکی آنکھین کھولین اور خود اُس یقین نے۔ جو اسلام کی حقیت کی نسبت اُنکی گھٹی مین پڑا تھا۔ اُنکو اسلام کی حقیقت اور اُسکے اصلی مقاصد تک پہنچا دیا۔ جو باتین دین حق کی پاکیزگی اور تقدس کے خلاف معلوم ہوئین اُنکو چھوڑا اور جو اُسکے مطابق پائین اُنکو پکڑا اور زید و عمرو کی مخالفت کا خوف یک قلم دل سے اُٹھا دیا۔ ہر ایک معاملہ مین خود مذہب کو نہ کہ زید و عمرو کو اپنا رہبر بنایا۔ جو سوال پیش آیا اُسکو بلا واسطہ مذہب ہی سے پوچھا اور جو کچھ وہان سے جواب ملا اُسکو سر پر رکھا۔ لوگ انگریزی نوکری پر اعتراض کرتے تھے

حد سے زیادہ گرے ہوے ہین اور گرتے چلے جاتے ہین اور مسلمانون کی ذلت بعینہٖ اسلام کی ذلت ہے
اگر چندے روز اُنکا یہی حال رہا تو ہندوستان مین اُنکا عدم اور وجود برابر ہوجائیگا اور اسلام اس ملک سے
رخصت ہوجائیگا۔ اسلیے اُنھون نے قوم کو اول دنیا ہی کی طرف متوجہ کیا اور جو ذریعے اُنکی دنیوی
ترقیات کے تھے اُنکے لیے مہیا کیے۔ سب سے زیادہ اُنکی ترقی کا مدار انگریزی تعلیم پر سمجھا اسلیے۔ گو ایک زمانہ
نے انگریزی تعلیم کی مخالفت اور مزاحمت کی۔ مگر اُنھون نے اُسکو قوم مین جاری کرکے چھوڑا۔ مذہبی
اوہام اور غلط خیالات جو دنیوی ترقی کے مانع تھے اپنی پرزور تحریرون سے اُنکی غلطی ثابت کی،
سوشل اور اخلاقی خرابیان جو قوم مین شایع تھین جن پر غیر قومین ہنستی تھین اور جو دنیوی عزت
اور وقار کی منافی تھین اُنکی اصلاح مین جہانتک ممکن تھا کوشش کی، قوم کی طرف سے جو گورنمنٹ
کو پولٹکل بدگمانیان تھین اُنکو رفع کیا، گورنمنٹ کی طرف سے جو قوم کے دل مین مغایرت یا وحشت
یا جھجک تھی اُسکو دور کیا، انگریز جو اسلام کو ایک نہایت مہیب اور خوفناک مذہب خیال کرتے تھے
اور اسلیے مسلمانون کی طرف سے مطمئن نہ تھے۔ اُنکو اسلام کی اصلی صورت دکھائی اور ثابت کیا کہ اگر
دنیا مین کوئی مذہب عیسائیون کا دوست، عیسائی مذہب کا حامی، بائیبل کی تصدیق کرنیوالا
اور اُسکے اصول سے مطابقت رکھنے والا ہے تو وہ صرف اسلام ہے اور بس، ہندو مسلمانون مین
جہانتک کہ ممکن تھا اتحاد و اتفاق پیدا کرنے مین کوشش کی کیونکہ دونون قومون کی عزت اسی
بات پر موقوف تھی اور موقوف ہے کہ آپس مین مل جلکر رہین، جتنے مدرسے اور انسٹیٹیوشن قائم کیے
اُنمین دونو قومون کو شریک کیا اور اُنسے دونو کے فوائد ملحوظ رکھے، ہمیشہ اپنے پبلک اسپیچون مین
دونو قومون کو اسی بات کی نصیحت کی کہ ہندوستان کی عزت اتفاق مین ہے، مسلمانون کے مختلف فرقے

خدا کی یاد کرنی بہتر ہے ؟ مذہب نے جواب دیا کہ اسلام کا اصل اصول بلکہ خود اسلام محض قوم کی خیرخواہی اور ہمدردی ہے اور بس ۔ مذہب نے اُنکو بتایا کہ بانیِ اسلام جسکی اطاعت اور اتباع تمام امت پر فرض ہے اور جسکی نسبت قرآن ناطق ہے کہ "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" اُسنے دنیا مین آکر کیا کیا ؟ اپنی تمام عمر ملک اور قوم کی خیرخواہی مین بسر کی، وہ گمراہ تھے اُنکو ہدایت کی، وہ وحشی تھے اُنکو انسان بنایا، وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اُنمین اخوت اور دوستی کی بنیاد ڈالی، وہ آپس کی خانہ جنگیون مین پھنسے ہوے تھے اُنمین ملک گیری اور کشورکشائی کا مادہ پیدا کیا، اُنکا دین اور دنیا دونون درست کیے، اُنکی خیرخواہی اور اصلاح مین سخت شدائد اور تکلیفین اپنے نفس پر برداشت کین، ملک کی محبت کو جزو ایمان قرار دیا اور کہا کہ "حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ" قوم کی محبت پر تمام امت کو مجبور کیا اور فرمایا کہ "حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِیْمَانِ" قوم کی سرداری کو قوم کی خدمت مین منحصر ٹھیرایا اور کہا کہ "سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ" اخیر دم تک امت یعنی قوم ہی کا خیال رکھا اور اُمّتی اُمّتی کہتا دنیا سے رخصت ہوا ۔

سرسید نے مذہب کی یہ ہدایت سنکر تمام ارادے فسخ کیے اور اس اصول کو مضبوط پکڑ لیا ۔ اُنھون نے دنیوی تعلقات کو جنکے بغیر قوم کی خیرخواہی اور قوم کو نفع پہنچانا غیر ممکن تھا قطع تعلق سے ہزار درجہ بہتر سمجھا اور اپنی تمام زندگی اور طاقت اور استطاعت اور اپنے تمام قوے کو نفس واپسین تک قومی خدمت اور قومی خیرخواہی کے لیے وقف کر دیا ۔ اُنھون نے مذہب ہی سے یہ پوچھا کہ قوم کی اصلی اور حقیقی خیرخواہی کس چیز مین ہے ؟ مذہب نے جواب دیا کہ مسلمانون کے اعزاز سے اسلام کو معزز کرنا اور دنیا کے ذریعہ سے دین کو تقویت دینی ۔ مذہب ہی نے اُنکے دل مین ڈالا کہ مسلمان دنیوی عزت مین

اپنے ذمہ لیا اور اپنی سمجھ اور علم اور عقل کے موافق قرآن کی تفسیر لکھنی شروع کی۔

یہان تک جو کچھ ہمنے لکھا یہ محض بے سروپا قیاسات نہین ہین بلکہ خود سرسید نے اپنی تحریرون مین جابجا اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے خصوصاً وہ آرٹکل جو تہذیب الاخلاق مورخہ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ ہجری مین "ایک نادان خداپرست اور دانا دنیادار" کے عنوان سے لکھا ہے اُس سے ہمارے مذکورہٗ بالا بیانات کی بخوبی تائید ہوتی ہے اُسکے علاوہ ہم ہمیشہ اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے کہ سرسید قومی خدمات اُسی سرگرمی اور ذوق وشوق کے ساتھ انجام دیتے تھے جیسے ایک مرتاض اور نفس کش زاہد عبادت الٰہی بجالاتا ہے۔ نہ بیماری اور ضعیفی اُنکے ذوق وشوق کو کم کرتی تھی اور نہ گرمی یا سردی کی شدت یا اور کسی ہرج مرج سے اُنکی ہمت قاصر ہوتی تھی۔ چالیس برس برابر اُنھون نے مخالفتین جھیلین، اُنکے کفر کے بے شمار فتوے لکھے گئے، اُنکو دہری ملحد کافر اور دجال سب کچھ کہا گیا، اُنکو بارہا قتل کی دھمکیان دی گئین، صدہا گمنام خطون مین مغلظ گالیان لکھکر بھیجی گئین، اخبارون اور رسالون مین جہانتک ہوسکا اُنکی توہین کی گئی؛ مگر وہ اپنی دھن مین اُسیطرح لگے رہے اور اپنا کام اُسی ذوق وشوق کے ساتھ کیے گئے۔ بلکہ جسقدر مخالفت بڑھتی گئی اُسیقدر کاوش اور سرگرمی زیادہ ہوتی گئی لوگ اُنکو برا کہکر اور گالیان دیکر اسقدر خوش نہوتے ہونگے جسقدر کہ وہ برا سنکر اور گالیان کھاکر خوش ہوتے رہے۔ اُنکی بہن کے انتقال کی خبر اُنکو اُسوقت ملی جب کہ وہ قومی کانفرنس کی کارروائی مین مصروف تھے۔ جب تک جلسہ اپنے معمولی وقت پر برخاست نہ ہوا وہ بہن کی تجہیز وتکفین مین شریک نہ ہوے۔ جوان بیٹے کی موت سے اُنکو سخت صدمہ پہنچا؛ پندرہ بیس روز تک قلب کی حرکت نہایت سست رہی اور یہ صدمہ آخر تک

جنمین مذہبی نزاع اور جھگڑون نے پھوٹ ڈال رکھی ہے اور اسلیے وہ روز بروز ضعیف اور حقیر ہوتے جاتے ہین - جہانتک ممکن تھا اُنمین اتفاق والتیام کی بنیاد ڈالی ، مدرسۃ العلوم مین مسلمان فرقہ کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا اور ہر فرقہ کے طالب علمون کو ایک مسجد مین نماز پڑھنے کی ہدایت کی ، اپنے سنی دوستون کو شیعون کے خلاف کتابین لکھنے سے روکا اور خود جو ابتدائے عمر مین اس قسم کی چھیڑ چھاڑ کی تھی اُس سے ہمیشہ کے لیے اجتناب کیا ، باوجودیکہ اُنکو اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے مذہب کے متعلق صدہا باتین جمہور کے خلاف لکھنی پڑین مگر بغیر سخت ضرورت کے کبھی کوئی نئی بات زبان سے نہین نکالی ، کبھی جمہور اہل اسلام کے مقابل کوئی جدید فرقہ کھڑا کرنا اور آپ اُس کا سرگروہ بننا نہین چاہا ، کبھی مخالفین کے اعتراضات کا جواب پلٹ کر نہین دیا ، یہ سب کچھ اسلیے کیا کہ قوم مین اختلاف اور نزاع بڑھنے نہ پائے اور میل کا بیل نہ بن جائے ۔

جسوقت سرسید نے مسلمانون مین انگریزی تعلیم جاری کرنے کا ارادہ کیا اُسوقت مذہب ہی نے اُنکو اس یقین پر قائم رکھا کہ جو صدمہ یورپ مین عیسائی مذہب کو تعلیم سے پہنچا ہے وہ اسلام کو ہرگز نہین پہنچ سکتا ۔ اور جب کہ انگریزی تعلیم اُنمین جاری ہوگئی اور اُسکو روز بروز ترقی ہونے لگی اُسوقت بھی مذہب ہی نے اُنکو یہ سوجھایا کہ جب تک سائنس اور اصول اسلام مین تطبیق نہ کیجائے تب تک اُن کورے اور سادہ لوح طالب علمون کی طرف سے اطمینان نہین ہو سکتا جو مذہبی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہین اور اسلیے اُنکے دل مین مذہب کی طرف سے سوء ظن پیدا ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے ۔ مذہب ہی نے اُنکو ڈرایا کہ اگر تعلیم سے اسلام کو کچھ صدمہ پہنچا تو اُسکا مظلمہ خاص کر اُس شخص پر ہوگا جسنے قوم مین تعلیم جاری کی ۔ چنانچہ اس عظیم الشان کام کو بھی اُنھون نے

بخلاف اسکے مدرسہ کی امداد مین وہ اپنی طاقت اور استطاعت سے بمراتب بڑھکر خرچ کرتے رہتے تھے
غدر سے پہلے جب کہ وہ بجنور مین صدرامین تھے اُنھون نے کئی مسجدون کی تعمیر اور مرمت کرائی، اپنے
پاس سے بھی روپیہ صرف کیا، اور اپنے دوستون اور عزیزون سے بھی لیکر لگایا، مگر غدر کے بعد جب
سہارنپور کی جامع مسجد کے لیے اُنسے چندہ طلب کیا گیا تو اُنھون نے چندہ دینے سے صاف انکار کیا
اور لکھ بھیجا کہ "مین خدا کے زندہ گھرون کی تعمیر کی فکر مین ہون اور آپ لوگون کو اینٹ مٹی کے گھر کی تعمیر کا خیال
ہے" ان باتون سے صاف پایا جاتا ہے کہ سرسید کی کل مذہب کے ہاتھ مین تھی مذہب جہان چاہتا تھا
اُنسے خرچ کراتا تھا اور جہان چاہتا تھا اُنکا ہاتھ روک دیتا تھا کیونکہ مذہب کے سوا کوئی ایسا زبردست
حاکم نہین ہے جو انسان کی طبیعت کے اقتضا پر غالب آجائے اور ایک ہی شخص کو ہمیشہ کے لیے
ایک جگہ غایت درجہ کا فیاض اور دوسری جگہ حد سے زیادہ ممسک اور تنگدل بنادے؛ جیسا کہ
بعض صحابہ کا حال تھا کہ کہین اُنکی داد و دہش کے آگے حاتم کی فیاضی ہیچ معلوم ہوتی تھی اور
کہین اُنکی کفایت شعاری اور جُز رسی پر حد سے زیادہ تعجب ہوتا تھا۔

سلہ مارچ [illegible] مین جب کہ سر شیر محمد خان بہادر رئیس پالن پور کالج کے ملاحظہ کو علیگڑھ مین آئے اور ٹرسٹیون کی طرف سے سرسید
نے اُنکو ایڈریس دیا - اُسوقت کالج کی خیر خواہی کے جوش مین سرسید نے ایک ایسا کام کیا جسکو سنکر ہر شخص تعجب کریگا رئیس
ممدوح نے چلتے وقت پچاس روپیہ سرسید کے پوتے سید مسعود کو اور پچاس محمد بشیر کو جو نواب محسن الملک کا عزیز ہے اور پچاس روپئے دونون صاحبون
کے ملازمون کو علاوہ پانسو روپیہ چندہ کالج کے دیے تھے - دونو بچون نے تو خوشی سے کہدیا کہ ہم دونو کے سو روپیہ کالج کی مسجد کی تعمیر مین
صرف کیے جائین مگر سرسید نے نوکرون کا روپیہ بھی لینا چاہا نواب محسن الملک نے تو اپنے نوکرون کے انعام کو اُنسے لینا ہرگز پسند
نہ کیا اور پچاس روپئے اُنھین کو دیدیے مگر سرسید نے حجت شرعی تمام کرنے کو نوکرون سے کہا کہ اگر تمکو ہماری نوکری منظور ہے تو جو انعام نواب صاحب
نے تمکو دیا ہے وہ کالج مین دیدو ورنہ ابھی اپنا حساب کرلو۔ وہ بیچارے نوکری کیونکر چھوڑ سکتے تھے اُنھون نے مجبور پچاس روپئے سرسید
کو دیدیے اور سرسید نے بے تکلف اُنسے روپیہ لیکر کالج فنڈ مین جمع کرلیا ۱۲

فراموش نہ ہوا؛ با اینہمہ وہ اپنی قومی خدمات مین برابر مصروف رہے اور ایک ات اور ایک شق سے زیادہ جو کہ دلّی کی آمد و رفت مین صرف ہوا انھون نے باوجود ایسے سخت صدمہ کے کوئی قومی کام ملتوی نہ کیا اور ایسے مواقع کو تا بمقدور کبھی پاس نہین آنے دیا جن سے بیٹے کا داغ تازہ ہو اور قومی خدمات مین حرج واقع ہو. دلّی مین انھین خیالات سے وہ جنازہ کے ساتھ نہ گئے اور دفن کرنے مین شریک نہین ہوے. لوگون کو سخت تعجب ہوا اور بعضون نے بڑے بڑے اعتراض کیے اور حق یہ ہے کہ اُنکے اعتراض بالکل بجا تھے کیونکہ "من جھل شیئاً عاداہ" الغرض یہ سب باتین شہادت دیتی ہین کہ اُنکے تمام کامون کی محرک کوئی ایسی روحانی اُمنگ تھی جس پر دنیا کے معمولی خلجان غالب نہین آسکتے تھے اور جسقدر جسمانی اُمنگین کم ہوتی جاتی تھین وہ امنگ بڑھتی جاتی تھی.

اس مقام پر یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ سرسید کی فطرت مین جیساکہ اُنکے حالات اور اُنکے کامون سے معلوم ہوتا ہے - غایت درجہ کی فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی تھی یہان تک کہ بعض اشخاص غلطی سے اُنکو حد سے زیادہ مسرف اور فضول خرچ خیال کرتے تھے جو لوگ اُنکے حالات سے واقف ہین اُنکو معلوم ہے کہ جب تک مسلمانون مین تعلیم پھیلانے کا خیال اُنکے دل مین پیدا نہین ہوا تھا وہ ہمیشہ اپنی بساط سے بہت بڑھکر غریبون اور مسکینون کے ساتھ سلوک کرتے تھے اور کبھی اُنکی آمدنی مین سے ایک حبّہ پس انداز نہ ہوتا تھا لیکن ہم دیکھتے ہین کہ جب سے اُنکو تعلیم اہل اسلام کا خیال ہوا اُنھون نے اس قسم کے شخصی سلوک اور احسان بالکل بند کردیے جو کچھ اُنکے ضروری اخراجات سے بچا وہ اُنھون نے مدرسہ کے سوا اور کہین صرف نہین کیا سائل اُنکے دروازہ سے ہمیشہ ناکام پھرتے تھے، تعلیم کے سوا کسی اور رفاہ عام کے چندہ مین بھی وہ شریک نہین ہوتے تھے

سرسید کی ملکی خدمات اور اُنکے نتائج

اس عنوان کے تحت مین ہم سرسید کی سرکاری، ملکی اور قومی، تینون قسم کی خدمات کا ذکر کرینگے؛ مگر پیشانی پر ہمنے ان تمام خدمات کو ملکی خدمات کی لفظ سے تعبیر کیا ہے؛ کیونکہ سرسید کو گورنمنٹ کی خیرخواہی اور حسن خدمت کی بدولت ملک اور قوم کی بھلائی کرنے مین بے انتہا مدد پہنچی ہے؛ اور اسلیے ہم ایسی سرکاری خدمات کو بھی ملکی خدمات مین شمار کرتے ہین۔ اسی طرح ملک کے کسی فرقہ کو جو زمانہ کے انقلاب سے پست ہوگیا ہو۔ اُبھارنا اور اُسکے ہم وطنون مین اسکا اعزاز ازسرنو قائم کرنے مین کوشش کرنا، درحقیقت ملک کے ایک ایسے عضو ماؤف کی اصلاح کرنا ہے جسکے سبب سے اُسکے تمام صحیح اعضا معرض خطر مین ہون۔

سرکاری خدمات

سب سے پہلے ہم سرسید کی سرکاری خدمات پر۔ جو اُنکی تمام ترقیات کی پہلی سیڑھی اور اُنکے تمام کارنامون کا ایک زبردست آلہ رہی ہین۔ نظر ڈالتے ہین؛ اور اپنی قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانون کو۔ جو گورنمنٹ سروس کے ذریعہ سے اعزاز حاصل کرنا چاہتے ہین۔ نصیحت کرتے ہین، کہ اُنکو سرسید کی راستبازی، دیانت، وفاداری اور شریفانہ۔ نہ غلامانہ۔ اطاعت سے جس پر وہ ملازمت کے زمانہ مین اور اُسکے بعد ہمیشہ کاربند رہے۔ سبق لینا چاہیے؛ کیونکہ حسن خدمت کی کوئی مثال اور کوئی نمونہ اُنکو اس سے بہتر دستیاب نہین ہوسکتا۔

جس زمانہ مین سرسید نے انگریزی نوکری اختیار کی اُسوقت مسلمانون کو انگریزون کے اخلاق، عادات، طرز معاشرت اور انگلش گورنمنٹ کی طرز حکومت سے بہت ہی کم واقفیت تھی؛

گرچہ اسمین شک نہین کہ سرسید نے جتنے بڑے بڑے کام کیے وہ عقل سلیم اور رائے صائب کی ہدایت سے کیے اور اسلیے کہا جاسکتا ہے کہ اُنکے تمام کارہای نمایان اُنکی دانشمندی اور رائے صائب کے نتیجے تھے نہ مذہب کے۔ لیکن اول تو جو شخص مذہب اور عقل کو لازم و ملزوم جانتا ہو اُسکے کسی کام کی نسبت یہ نہین کہا جاسکتا کہ وہ عقل کا نتیجہ تھا نہ مذہب کا دوسرے عقل کا کام صرف اسقدر ہے کہ وہ راہ راست بتادیتی ہے مگر اُس راہ پر چلنا اور ثابت قدم رہنا اور نہایت استقلال کے ساتھ اُسکی تمام منزلین طے کرنا جب تک کہ مذہب کا سہارا نہو غیر ممکن ہے۔

اس بحث کو جو ہمنے اسقدر طول دیا ہے اس سے شاید لوگون کو یہ خیال ہو کہ ہم سرسید کے مخالفین کو اُنکے مسلمان یا پابند مذہب ہونے کا یقین دلانا چاہتے ہین مگر فی الواقع ہمارا یہ مقصد نہین ہے کیونکہ جس مذہب کو سرسید مذہب سمجھتے تھے اور جس اسلام کو وہ اسلام جانتے تھے مخالفون کے نزدیک نہ وہ مذہب مذہب تھا اور نہ وہ اسلام اسلام۔ بلکہ ہمارا مقصد اس طولانی بحث سے صرف اس بات کا ظاہر کرنا ہے کہ ایشیائی ممالک مین جہان وطنیت اور قومیت کا خیال بالکل نہین ہے، جو شخص مذہب کا پابند نہو وہ ہرگز ملک یا قوم کی بھلائی کا کوئی بڑا کام نہین کرسکتا۔ پس ہماری قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانون کو جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہین - یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ اسلام پر ثابت قدم نہونگے ممکن نہین کہ قوم کی بھلائی کا کوئی بڑا کام کرسکین۔ یوروپ اور امریکہ مین اب تک جسقدر ترقیات اور اصلاحات ظہور مین آئی ہین اُنکے بانی مبانی تقریباً تمام وہی لوگ نکلینگے جو مذہب کے سخت پابند تھے ؛ لوتھر، کالون، بیکن، ملٹن، نیوٹن، گلیس، بنجمن فرنیکلن، جارج سٹیفن، واشنگٹن، ہمپڈن، سیٹنی وغیرہ وغیرہ سب مذہب کے نہایت پابند تھے۔

اسکے بعد اُنھون نے تمام زمانۂ ملازمت مین اس قاعدہ کو ہمیشہ نصب العین رکھا کہ جو کام سرکار کی طرف سے اُنکو تفویض ہوا اُسکے متعلق کافی واقفیت بہم پہنچائی اور اُسکے فرائض بہ تجربہ کار آدمیون کی طرح سرانجام کیے۔ یہان تک کہ سروس کا زمانہ ختم ہونیکے بعد بھی جتنے کام گورنمنٹ نے اُنسے لینے چاہے اُنکو کمال جانفشانی اور محنت سے اور نہایت بصیرت اور اطلاع کے ساتھ انجام دیا۔ مجلس لیجسلیٹو کونسل کی ممبری اُنھون نے ایسی لیاقت کے ساتھ کی کہ اُنسے پہلے کسی ہندوستانی ممبر نے نہین کی تھی۔ اُنسے پہلے ظاہرا کسی نیٹو ممبر نے کوئی مسودۂ قانون پیش نہین کیا تھا۔ اُنھون نے تین مفید قانون بنائے جنمین سے صرف دو پیش ہوے اور دونو پاس ہو گئے۔ کونسل کے اکثر مباحثون مین باوجود انگریزی نہ جاننے کے نہایت سنجیدہ اور لیگل اسپیچین کین اور محض اپنی اعلے لیاقت کے سبب دو ویسراؤن کے عہد مین دوبار منتخب ہوے اُنکی ایک اسپیچ کی نسبت جیساکہ پہلے حصہ مین بیان ہو چکا ہے خود لارڈ لٹن نے اپنی زبان سے کہا کہ مین نے ایسی قابلانہ اسپیچ کبھی نہین سنی۔ اسی طرح ایجوکیشنل کمیشن مین جیسی مبسوط اور مفصل شہادت اُنھون نے دی اور جو روشنی تعلیمی معاملات پر اُنکی شہادت نے ڈالی اُس سے زیادہ کسی کی شہادت مین نہین سنی گئی۔ غرض کہ اُنھون نے سرکاری کام کو کبھی بیگاریون کی طرح نہین کیا بلکہ ہر ایک خدمت کے فرائض نہایت تندہی اور جانفشانی سے ادا کیے۔ اسی سبب سے اُنکے افسر ہمیشہ اُنکے مداح اور شکرگزار رہے۔

جہان تک ہمکو معلوم ہے اُنھون نے کبھی اپنی ترقی یا کسی خدمت کے صلہ کی صراحۃً یا کنایۃً اپنے افسرون سے درخواست نہین کی؛ بلکہ ہمیشہ اپنی کارگزاری اور حسنِ خدمت سے اُنکے دل مین جگہ کی اور خود اپنے کامون کو اپنا سفارشی بنایا۔ ۱۸۶۴ء مین جب کہ سر سید کو بمقام علیگڑھ

اور دہلی اور اُسکے نواح کے مسلمان عموماً انگریزی نوکری اور انگریزی تعلیم سے متنفر تھے ۔ خصوصاً جو خاندان قلعۂ دہلی سے کچھ تعلق رکھتے تھے اُنکو انگریزی نوکری کا کبھی خواب بھی نظر نہ آتا ہوگا ۔ چنانچہ سرسید نے جب سرکاری ملازمت کی خواہش ظاہر کی تو اُنکے تمام عزیز او ررشتہ دار اس ارادہ سے مانع آئے مگر چونکہ اُنکے نانا دبیر الدولہ نے بعض سرکاری خدمات انجام دی تھین اور اُنکے خالو خلیل اللہ خان اُسوقت ایک ممتاز انگریزی خدمت پر مامور تھے اسلیے اُنھون نے قلعۂ دہلی کے تبرک پر قناعت نہ کی بلکہ انگریزی نوکری اختیار کرلی ۔

کام پورا [illegible] شوق

- سرسید نے ابتداے ملازمت ہی مین یہ نکتہ بخوبی ذہن نشین کرلیا تھا کہ کسی کام کے ملنے سے پہلے اُس کام کی لیاقت اور اُسکے فرائض کی اطلاع حاصل کرنی ضرور ہے ۔ چنانچہ ۱۸۳۷ء مین جب مسٹر رابرٹ ہملٹن نے اُنکو عدالت سشن کا سررشتہ دار[1] مقرر کرنا چاہا تو اُنھون نے اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا اور صاف کہدیا کہ جس کام کی مین اپنے مین لیاقت نہین پاتا اُس کو کیونکر قبول اور اُسکے فرائض ادا کرسکتا ہون ؟ جب وہ آگرہ کی کمشنری مین نائب منشی کے عہدہ پر مقرر ہوگئے تو اُنھون نے بہت جلد قوانین مالی سے واقفیت حاصل کرلی اور ترتیب دفتر کا ایک دستور العمل بنایا جسکے مطابق تمام دفتر کمشنری آگرہ کا مرتب کیا گیا ۔ پھر عدالت منصفی کے [illegible] قوانین کا ایک خلاصہ تیار کیا جسکو صاحب کمشنر آگرہ نے گورنمنٹ مین پیش کرکے اُنکے لیے عہدہ منصفی کی سفارش کی ۔

[1] چونکہ سررشتہ داری عدالت سشن کے قبول کرنے سے سرسید نے اس خوف سے انکار کیا تھا کہ مبادا اُسکے فرائض اُنسے ادا نہوسکین اس لیے مسٹر رابرٹ ہملٹن نے جو سفارش کی چٹھی مسٹر لنڈزی کے نام لکھکر سرسید کو آگرہ بھیجا تھا اُسمین اُنکو عالی خاندان اور ہوشیار ہونیکے علاوہ ڈرپوک بھی لکھا تھا ۔ اس چٹھی کو کرنل گریم سرسید کی لائف مین نقل کرکے لکھتے ہین کہ سرسید مین اب کوئی علامت ڈرپوک ہونے کی نہین ہے ۔ اسکے بعد وہ عارف جنگ کے معنی باشرافت دار الملک کہتے ہین کہ غدر کے موقع پر سید احمد نے اس خطاب کا کافی ثبوت دیا ہے ۱۲

سالانہ رپورٹ مین انکی نسبت لکھا تھا کہ " شہر اور ضلع بنارس کو سید احمد خان ایک ایسا شخص ملا ہے جسپر وہ نہایت اعتماد رکھتے ہین اور جسکو فریب یا دھوکا نہین دے سکتے ۔

غدر سے پہلے جو اکثر یورپین افسرون نے سرسید کی نسبت اپنی چٹھیات مین راے ظاہر کی ہے اُسمین زیادہ تر اُنکے علو خاندان لیاقت اور دیانت داری کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے زیادہ وہ ہندوستانیون کے کیرکٹر سے اُسی وقت بخوبی واقف ہو سکتے ہین جب کوئی امتحان کا موقع پیش آئے ۔ یہان ہم صرف ٹامس مٹکاف صاحب رزیڈنٹ وکمشنر دہلی کی چٹھی مورخہ ۱۴ جولائی سنہ ۱۸۵۳ء کا ترجمہ نقل کرتے ہین وہ لکھتے ہین کہ " سید احمد خان معزز خاندان کے ممبر ہین اور نواب دبیر الدولہ خواجہ فرید خان مرحوم کے ۔ جو شاہنشاہ اکبر شاہ مرحوم کے وزیر اعظم تھے ۔ نواسے ہین ۔ اور مین اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ ایمان داری اور لیاقت مین بہت اعلے درجہ کا کیرکٹر رکھتے ہین "

اس باب مین سرسید کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ اُنکی سروس ختم ہونے پر باوجودیکہ گورنمنٹ بہت خوشی سے اُنکو کاچھ گھنے کی مہلت دینی چاہتی تھی مگر اُنھون نے زیادہ مہلت لینی مناسب سمجھی کیونکہ مدرسۃ العلوم قائم ہو چکا تھا جسکے لیے چندہ جمع کرنے کی از بس ضرورت تھی اور وہ عام طور پر چندہ وصول کرنا ملازمت کی حالت مین خلاف احتیاط سمجھتے تھے ۔ چنانچہ جب تک اُنھون نے پنشن نہین لی بنارس مین اپنے دوستون کے سوا کسی سے چندہ طلب نہین کیا ۔

اگرچہ سرسید نے اُس دربار کے سایہ مین پرورش پائی تھی جو ایک قدیم ڈسپاٹک گورنمنٹ کی یادگار تھا ۔ جہان آزادی کے پر جلتے تھے اور خوشامد کا بازار گرم تھا ۔ نیز اُسوقت شمالی ہندوستان مین انگریزی عملداری کا ابتدائی زمانہ تھا اور اسلیے برٹش گورنمنٹ مین بھی اُسوقت تک ایشیائی

کے سی اس آئی کا خطاب دیا گیا اُسوقت صاحب کلکٹر علیگڈھ مسٹر کینڈی نے سرسید کی تعریف مین جو لمبی تقریر کی تھی اُسمین یہ بھی کہا تھا کہ "یہ وہ شخص ہے جسنے اپنے واسطے کبھی کچھ نہین چاہا بلکہ ہر چیز اپنے ملک کے واسطے چاہی" پروفسر آرنلڈ ایم اے جو دس برس علیگڈھ کالج مین سرسید کے پاس رہے اُنھون نے لاہور کے ماتمی جلسہ مین جو سرسید کی وفات پر اسپیچ دی تھی اُسمین یہ بھی کہا تھا کہ "گورنمنٹ کی طرف سے جو اعزاز یا خطاب اُنکو ملا وہ ہمیشہ بے طلب ملا اور مین آج تک کسی ایسے شخص سے نہین ملا جو اُنسے زیادہ شریفانہ زندگی بسر کرنے والا اور اُنسے زیادہ بے لاگ اور بے غرض ہو"

دیانت داری کی صفت اُنکی تمام پبلک سروس مین ایسی نمایان رہی ہے جیسے آفتاب مین روشنی۔ صُہیب رومی کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهِ" (یعنی صہیب ایسا نیک بندہ ہے کہ اگر وہ خدا سے نہ ڈرتا تو بھی اُسکی نافرمانی نہ کرتا) یہی حال سرسید کے تدیّن کا تھا۔ وہ نہ کسی حاکم کے خوف سے اور نہ شرعی امتناع کی وجہ سے بلکہ محض اپنی طبیعت کے اقتضا سے کوئی کام دیانت داری کے خلاف نہین کر سکتے تھے۔ غدر سے پہلے اُنکا تدیّن بہت خوفناک صورت مین ظاہر ہوتا تھا۔ اہل مقدمہ کو یہ جرات تو نہ ہوتی تھی کہ اُنکے سامنے کچھ نذرانہ پیش کرین، یا ایسا پیغام بھیجین؛ البتہ کبھی کبھی ناواقف لوگ دورانِ مقدمہ مین اُنکے مکان پر صرف ملنے کے بہانے یا کوئی سوغات لیکر چلے جاتے تھے۔ سوغات کا قبول کرنا تو درکنار۔ ہمنے سنا ہے کہ وہ سوغات لانے والے سے اسقدر بدگمان ہوجاتے تھے کہ اُسکا اثر مقدمہ کے فیصلہ تک پہنچتا تھا۔ آخر اہل مقدمہ نے اثنائے تحقیقات مین اُنسے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ جھوٹے مقدمے بنانے والے اور جھوٹی گواہیان دینے والے اُنکے نام سے کانپتے تھے۔ نہ اُنسے اپنون کو رعایت کی توقع تھی اور نہ غیرون کو۔ صاحب جج بنارس نے

اور برخلاف عام اشخاص کے انکے ساتھ خاص طور کا برتاؤ برتتے ہین - جب صاحب جج نے یہ معقول عذر سنا پھر کبھی انپر ایسا بے جا دباؤ نہین ڈالا -

سنہ ۱۸۵۰ء مین جب کہ وہ پہلی بار مسٹر کرک کی جگہ صدر امین مقرر ہوکر رہتک گئے ہین اسوقت رہتک مین عجب کھلبلی پڑی ہوئی تھی - مسٹر گتری قائم مقام مجسٹریٹ نے بے شمار مقدمے بد اعمالی اور رشوت ستانی کے مسٹر کرک پر دائر کرا رکھے تھے - مخبری کا بازار گرم تھا - جو لوگ گتری صاحب کے ہان کرک کے برخلاف مخبری کرتے تھے اُنسے سب لوگ دبتے تھے - خان بہادر غلام نبی خان مرحوم جو اسوقت وہان نائب سررشتہ دار کلکٹری تھے انکا بیان ہے کہ "سید صاحب نے وہان جاکر کئی کام صاحب مجسٹریٹ کی مرضی کے بالکل برخلاف کیے اور کبھی انکا دباؤ نہین مانا - ایک شخص بابر خان نامے قصبۂ رہتک کا نمبردار جسکو راقم بھی جانتا ہے - گتری صاحب کا بڑا مقرب تھا جسنے کرک کے برخلاف انکو بہت مدد دی تھی - اُسنے کسی دیوانی کے مقدمہ مین سید صاحب کے اجلاس مین جھوٹی گواہی دی - اُنھون نے فوراً اُسکو ماخوذ کیا - ہر چند گتری صاحب نے اُسکی رہائی کے لیے سفارش کی مگر سید صاحب نے سفارش نہین مانی اور اُسکو دورہ سپرد کردیا جہان سے اُسکو تین برس کی قید کا حکم ہوا"

پھر میونسپل کمیٹی کے ایک مقدمہ مین گتری صاحب ایک ٹھیکہ دار کی جائداد بعلت مطالبۂ کمیٹی نیلام کرنی چاہتے تھے اور تمام ممبران کمیٹی سوا سید صاحب کے اُنسے متفق الرائے تھے - سر سید نے اسوقت کے قانون کے مطابق یہ رائے دی کہ کمیٹی بدون حاصل کرنے ڈگری دیوانی کے اپنے اختیار سے ٹھیکہ دار کی جائداد کے نیلام کرنے کی مجاز نہین ہے - جب سب نے اس رائے سے اختلاف کیا تو اُنھون نے اپنی رائے مدلل تحریر کرکے کمیٹی مین بھیجدی - آخر گتری صاحب کو بصد اکراہ اُنھین کی رائے کے موافق عمل کرنا پڑا"

منشی صاحب ہی کا یہ بھی بیان ہے کہ "جب سے گتری صاحب نے مسٹر کرک کو تنگ دی تھی صدر امینی کی

طرز حکومت کی تمام خاصیتین موجود تھین : اہلکار خوشامد کو اہلکاری کا زیور سمجھتے تھے اور اسوجہ سے یوروپین حکام اور افسر ہندوستان مین آکر خوشامد پسند بنجاتے تھے ۔ باوجود اسکے سرسید کا برتاؤ اپنے افسرون کے ساتھ ابتدا سے اخیر تک نہایت آزادانہ رہا ۔ وہ اپنے افسرون کا ادب اور تعظیم اور کار سرکار مین اُنکی اطاعت جیسی کہ چاہیے ہمیشہ کرتے تھے مگر اُنکا بیجا دباؤ کبھی نہین مانا اور بے موقع کبھی اُنکی ہان مین ہان نہین ملائی ۔ غدر سے بہت پہلے ۔ جب کہ دلّی مین جان پاٹن گبنس سشن جج اور سرسید منصف تھے ۔ قسمت دہلی کے دو جاگیردار بھائیون مین ۔ جنمین سے ایک سرسید کا گہرا دوست تھا ۔ جاگیر کی بابت سخت نزاع تھا اور اُنکا جھگڑا گورنمنٹ مین پیش تھا ۔ دوسرے بھائی نے صاحب جج سے شکایت کی کہ میرے بھائی کو سید احمد خان بہکاتا اور ہر قسم کی مدد دیتا ہے ۔ اُسکو آپ سمجھادین کہ جب تک ہمارا جھگڑا عدالت سے طے نہو جائے وہ میرے بھائی سے ملنا چھوڑ دے ۔ جان پاٹن گبنس کے طنطنے اور رعب و داب کی تمام قسمت مین دھاک تھی اور اُنکے کسی ماتحت کی یہ مجال نہ تھی کہ اُنکا کہنا نہ مانے ۔ اُنھون نے ایک روز سرسید کو بلاکر سمجھایا کہ جب تک یہ نزاع رفع نہو تم اپنے دوست سے ملنا چھوڑ دو ۔ سرسید نے صاف کہدیا کہ مین بے شک آپکا ماتحت ہون سرکاری معاملات مین جو کچھ آپ ہدایت کرین اُسکی بسر و چشم تعمیل کرونگا مگر میرے ذاتی تعلقات مین آپ کو دخل دینا نہین چاہیے ۔ اگر آپ کہین کہ تم چندروز کو اپنی مان یا بہن سے ملنا چھوڑ دو تو مین کیونکر آپ کے حکم کی تعمیل کرسکتا ہون ۔ اگرچہ انگریزون مین ہندوستان کی آب و ہوا تحکّم اور خوشامد پسندی پیدا کردیتی ہے مگر چونکہ آزادی اُنکی گھٹی مین پڑی ہوئی ہوتی ہے وہ ایسے آزاد شخصون کی آخرکار قدر کرنے لگتے ہین

لکھا تھا - ٹرکی اور مسلمانون کے تعلقات کی نسبت لکھتے ہین کہ "اس مضمون پر سرسید نے کوئی مذبذب اور مشتبہ آواز نہین نکالی - اُسنے بھی اور مسلمانونکی طرح سلطان ٹرکی کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور اُسکے تنزل پر افسوس کیا + + + وہ کہا کرتا تھا کہ عصاے سلطنت مسلمانون کے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور اُسکو یہ خوف تھا کہ مبادا مسلمان بھی پولٹکل بے وقعتی کی اس حالت تک پہنچ جائین جو یورپ مین یہودیون کی حالت ہے - اسی لیے ٹرکی کے ہر ایک صدمہ پر وہ ویسے ہی سچے دل سے رنج والم کرتا تھا جیسا کہ ہر مسلمان کرتا ہے - لیکن اس ہمدردی کی بدولت جو اُسکو اپنے معزز ہم مذہبون کے ساتھ تھی - وہ قیصر ہند کی وفاداری اور حسانمندی سے یکسر وتش نہین ہوسکا

اسکے سوا سر سید نے اپنی تمام ملازمت کا زمانہ جس بے تعصبی اور کشادہ دلی سے بسر کیا وہ فی الحقیقت ہمارے ملک مین ایک ایسی مثال ہے جو نایاب نہین تو کمیاب ضرور ہے - اُنھون نے عدالت کی کرسی پر بیٹھکر ہر قوم اور ہر مذہب کے آدمی کو ہمیشہ ایک نگاہ سے دیکھا ؛ اور کبھی ایک جج ہونے کی حیثیت سے اپنی قوم اور اپنے مذہب کے آدمی کو دوسری قوم اور دوسرے مذہب کے آدمی پر ترجیح نہین دی - بلکہ ایسی ترجیح دینے کو ایک نہایت کمینہ خصلت اور ننگ انسانیت تصور کیا - اُنکی بے تعصبی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ غدر کے موقع پر - جیسا کہ پہلے حصہ مین مفصل بیان ہو چکا ہے - باوجودیکہ ضلع بجنور کے ہندو مسلمانون مین کمال عداوت تھی - وہان کے تمام ہندو تعلقہ دارون نے سرکار سے کمال خوشی اور آرزو کے ساتھ یہ درخوست کی کہ جب تک ضلع مین امن نہو سید احمد خان اور ڈپٹی رحمت خان کو ضلع سپرد کیا جائے ، اور اُنھین کو ضلع کا حاکم بنایا جائے - تاریخ سرکشی بجنور مین سر سید نے جہان ہندو چودھریون کا حال لکھا ہے اُس سے اُنکی غایت درجہ کی بے تعصبی ظاہر ہوتی ہے - باوجودیکہ ہندو چودھریون اور اُنکے ساتھیون کی طرف سے مسلمانون پر

اُسوقت لوگون کی نظر مین نہین رہی تھی۔ خصوصاً ملازمانِ کچہری ضلع اُسکو لاشئی محض سمجھنے لگے تھے۔ اتفاق یہ کہ ایک شخص۔ جسکا باپ صاحب ضلع کے محکمہ مین سرشتہ دار تھا۔ صدر امینی مین بزمرۂ محرران نوکر تھا؛ اور اس گھمنڈ پر کہ میرا باپ صاحب مجسٹریٹ کی ناک کا بال ہے۔ اپنا کام نہایت بے پروائی سے کرتا تھا۔ سرسید نے اُسکو بعلت غفلت و بے پروائی کے معطل کر دیا۔ ہر چند ضلع والون نے سفارش کے لیے بہت کچھ ہاتھ پانو مارے مگر اُنھون نے کچھ التفات نہ کیا۔ یہان تک کہ وہ دیوانی کی تعطیل مین دلّی چلے گئے؛ مگر تعطیل سے واپس آکر کسی کے کہنے سے نہین بلکہ اُسکے باپ کے بُڑھاپے کا خیال کر کے اُسکو پھر بحال کر دیا"

یہ واقعات اُس زمانہ کے ہین جبکہ سرسید یورپین حکام کی نظر مین ایک ہندوستانی عہدہ دار سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے تھے؛ اور جو وقعت اور اعتبار اُنکو ایام غدر کی خدمات کے بعد انگلش حکام اور خود انگلش گورنمنٹ مین حاصل ہوا اُسکا عُشر عشیر بھی اُسوقت حاصل نہ تھا۔ مگر اُس حالت مین بھی اُنھون نے اپنی آن کو کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیا؛ اور اپنے فرائض منصبی نہایت آزادی اور دلیری سے ادا کرتے رہے۔ منشی غلام نبی خان مرحوم کہتے تھے کہ "منی صاحب۔ جو مسٹر کرک کے مقدمات کی تحقیقات کے لیے اڈیشنل کمشنر ہو کر رُہتک گئے تھے جب سرسید اُنسے ملے تو وہ اُنکی ملاقات سے نہایت خوش ہوے؛ اور اُنکی غیبت مین لوگون سے کہا کہ ہمنے ہندوستانی افسرون مین ایسا صاف اور آزاد طبیعت کوئی افسر نہین دیکھا۔ اسی وجہ سے سرسید کا منی صاحب سے اسقدر ربط بڑھ گیا تھا کہ آثار الصنادید کا انگریزی ترجمہ۔ جو مسٹر رابرٹس جنٹ مجسٹریٹ دہلی نے ناتمام چھوڑ دیا تھا۔ اُسکے پورا کرنے کا وعدہ اُنھون نے سرسید سے کیا۔ چنانچہ جب صاحب موصوف مراد آباد مین جج ہو کر گئے تو بہت سا ترجمہ اُنھون نے کرایا"

تھیوڈور ماریسن اُس آرٹکل مین۔ جو اُنھون نے سرسید کی وفات کے بعد نکولٹکل ورکس پر

تحصیل کے لیے ایک سکالرشپ ہمیشہ کے واسطے "سید احمد خان سکالرشپ" کے نام سے مقرر کی تھی جو ابتک برابر جاری ہے۔

انتظام قحط ضلع مراد آباد کا مفصل حال ہم پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین اسی کے ضمن مین وہ واقعہ جو راجہ جیکشن داس صاحب نے مجھسے خود بیان کیا تھا اور جس سے اُنکو سرسید کی بے تعصبی کا یقین ہوا تھا ملاحظہ کے قابل ہے کہ رسالہ "لائل محمڈنز اوف انڈیا" کو دیکھکر اُنھون نے سرسید کو ایک سخت متعصب مسلمان خیال کیا تھا مگر مراد آباد کے محتاج خانہ مین ہر مذہب اور ہر ملت کے اُونے ادنے کنگلون کی خدمت گزاری مین اُنکو دیوانہ وار سرگرم دیکھکر وہ حیران اور اُنکی بے تعصبی کے دل سے قائل ہو گئے۔

غدر کے زمانہ مین جس خلوص اور سچائی کے ساتھ گورنمنٹ کی وفاداری خیر خواہی اور یوروپین مردون عورتون اور بچون کی جان کی حفاظت اُنسے بن آئی اسکو ہم مفصل پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین یہان صرف سرجان اسٹریچی کے چند الفاظ نقل کیے جاتے ہین جو اُنھون نے ۱۸۸۳ء مین ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت محمڈن کالج کمیٹی کے ایڈریس کے جواب مین سرسید کی خدمات کا ذکر کرتے ہوے کہے تھے اُنھون نے کہا کہ "کسی شخص نے اُس سے زیادہ شریفانہ طور پر دلیری اور وفاداری کا ثبوت برٹش گورنمنٹ کے ساتھ نہین دیا جیسا کہ ۱۸۵۷ء مین اُنھون نے (یعنی سید احمد خان نے) دیا۔ کوئی لفظ بھی ایسا استعمال نہین کرسکتا جس سے اُنکی جان نثاری کا کافی طور پر اظہار ہوسکے" اسی اسپیچ مین اُنھون نے یہ بھی کہا کہ "شمال مغربی اضلاع مین اُنسے زیادہ کوئی روشن ضمیر جج نہین ہوا" اور مسٹر شکسپیر نے اپنی رپورٹ مین اقرار کیا تھا کہ "اگر صدر امین (یعنی سید احمد خان) بیچ مین واسطہ نہوتا تو ہماری جانین

سخت ظلم اور زیادتیان ہوئی تھین - اسپر بھی چونکہ وہ فی الواقع بغاوت کے الزام سے پاک تھے اسلیے اُنکو اس الزام سے بالکل بری کیا ہے - [illegible] واقعات کے بیان کرنے مین مذہبی یا قومی تعصبات کو - جو اُسوقت تمام ملک مین وبا کی طرح پھیلے ہوے تھے - مطلق کام نہین فرمایا -

جب سرسید ملازمت سے کنارہ کش ہو کر بنارس سے روانہ ہونے کو تھے تو وہان کے ہندو اور مسلمان رؤسا نے بشمول یوروپین حکام کے اُنکو ایک وداعی ایڈریس دیا تھا جسمین اُنکی سرکاری، ملکی، اور قومی خدمات کے علاوہ خاص کر اُنکے بے لاگ انصاف اور بے تعصبانہ فیصلون کی نہایت تعریف تھی - سرسید نے اُسکے جواب مین کہا کہ "اگر مین نے قانون کی تعمیل انصاف کے ساتھ بلا لحاظ کسی کے رتبہ اور قوم اور رنگ یا مذہب کے کی تو اُسکے لحاظ سے مین کسی شکریہ کا مستحق نہین ہون - مجھکو تمام عمر اس بات کی فکر رہی ہے کہ جو بڑا فرض مجھکو تفویض ہوا ہے اُسکو ایمانداری کے ساتھ انجام دون - مین اپنے فرائض اور ذمہ داریون کو ہمیشہ خوب سمجھتا رہا ہون؛ اور دنیا کی دولت اور عزت پر سچ بات کو اور خدا تعالی کی خوشنودی کو انسان کی قدردانی اور تعریف پر ہمیشہ ترجیح دیتا رہا ہون - مین نے ہمیشہ اپنے تئین خدا تعالی کا جواب دہ سمجھا ہے: نہ کہ انسان کا - گو مین نے اپنی رائے مین غلطی کی ہو - مگر ہمیشہ اپنے ایمان کی ہدایت پر عمل کیا ہے - باوجود اسکے مجھکو اس بات کے دیکھنے سے کچھ کم خوشی حاصل نہین ہوئی کہ جو کوششین مین نے سب لوگون کے حق مین انصاف کرنیکی کی ہین اُنکی قدرشناسی میرے ہموطنون نے کی ہے"

اُنھین دنون مین جبکہ سرسید بنارس سے رخصت ہونے والے تھے شہر کے ہندو اور [illegible] مان شرفا نے اُنکی یادگار قائم کرنے کے لیے ایک کمیٹی منعقد کی تھی جسکے پریسیڈنٹ راجہ شمبھو نرائن سنگھ بہادر تھے - اس کمیٹی مین راجہ صاحب موصوف نے سرسید کی یادگار کے طور پر بنارس کالج مین طبیعیات کی

اور نیز انکی اُس روشن ، مہذب اور بے غرضانہ محنت کی نسبت بھی جو اُنھون نے اپنی پرائیوٹ لائف مین اپنے ہموطنون کے فائدہ کے واسطے کی ہے "

اس موقع پر ہائی کورٹ نے چاہا تھا کہ سرسید کی خدمات کی نسبت ایک خاص شکریہ گورنمنٹ گزٹ مین مشتہر کرایا جائے ۔ مگر چونکہ یہ ایک غیر معمولی طریقہ تھا اسلیے عمل مین نہین آنے پایا ۔ لیکن پایونیر نے غالبًا رجسٹرار ہائی کورٹ کے اشارہ سے اس شکریہ کے الفاظ چھاپ کر مشتہر کردیے تھے

کتاب " بلڈرز اوف دی انڈین امپائر " جس مین سرسید کو ارکانِ سلطنت ہندوستان مین سے ایک رکن شمار کیا گیا ہے ۔ اُنکی ممبری کونسل کے زمانہ کی طرف اشارہ کرکے یہ لکھا ہے کہ " اُن طریقون مین سے جو لارڈ لٹن نے ہندوستانیون کو عزت اور ذمہداری کے مناصب پر ترقی دینے کے لیے اختیار کیے تھے کوئی طریقہ انکے استحقاق کے اسقدر ہردل عزیز نہین ہوا جیسا کہ شایستہ مسلمانون کے اس واجب التعظیم لیڈر (یعنی سید احمد خان) کا لیجس لیٹو کونسل مین مقرر کرنا ہوا ہے ۔ اس اعزاز کو ہندو اور مسلمانون نے مساوی طور پر سید احمد خان کی دیانت داری ، بےغرضانہ اور شریفانہ برتاؤ اور اُنکی قابلیتون کا صلہ تسلیم کیا ہے "

مسٹر ایچ جی کین ممبر پارلمنٹ نے اخبار " ہوم ورڈ میل " مین سرسید کی نسبت اپنی یہ رای ظاہر کی کہ " سید احمد خان ۔ جس سے مین نے ۱۸۵۸ء مین ۔ جب کہ وہ لیجس لیٹو کونسل کا ممبر تھا ۔ واقفیت حاصل کی تھی ۔ ایک اعلیٰ قسم کا شخص ہے جسکو ہندوستان کا ایک انگلش منتظم اپنے ساتھ رکھنے کی خاصکر مشکل اور خطرہ کے وقت " خواہش کریگا ۔ وہ ایک خاندانی ، تعلیم یافتہ ، لائق ، وفادار اور پوری انرجی اور مستقل طبیعت کا آدمی ہے ۔ وہ تاج برطانیہ کا ایک خیرخواہ اور دوست سبجکٹ ہے ؛ مگر باایں ہمہ وہ انگریزی گورنمنٹ کے نقصون سے بھی بخوبی واقف ہے "

نواب محمود خان کی شکار ہو جاتین" اسی رپورٹ مین اُنھون نے سرسید کی دانشمندی، بے مثل ایمانداری اور سرگرمی پر شہادت دی تھی ۔

بنارس کے سول جسٹس ایڈمنسٹریشن رپورٹ ۱۸۷۵ء مین صاحب جج بنارس نے آنکی نسبت لکھا تھا کہ "شہر اور ضلع بنارس کو سید احمد خان ایک ایسا شخص ملا ہے جس پر وہ نہایت اعتماد رکھتے ہین اور جسکو فریب یا دھوکا نہین دے سکتے ۔ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے مین نہایت باقاعدہ اور اُنکی طرف متوجہ رہنے والا ہے اور اُسکے فیصلے نہایت احتیاط اور غور سے کیے ہوے ہوتے ہین ۔ وہ مقدمہ کے ہر ایک پہلو اور ہر ایک جانب پر اسطرح غور کرتا ہے کہ عدالتِ اپیل کے فیصلہ کے واسطے کچھ باقی نہین رہتا ۔ اُنکے اس بہت بڑے تجربہ سے جو ہر قسم کے جوڈیشل امور مین اُنکو حاصل ہے ۔ مین نے خود بہت فائدہ اُٹھایا ہے "

ہائی کورٹ کے ججون نے سرسید کی درخواست پنشن گورنمنٹ مین بھیجتے وقت حسب ذیل رپورٹ کی تھی "سید احمد خان کے اوصاف اور قابلیت بحیثیت ایک پبلک سرونٹ کے ہز آنر پر بخوبی روشن ہین ۔ مگر یہ عدالت بوجہ بالادست عدالت ہونے کے ۔ جسکے سید احمد خان ماتحت رہے ہین ۔ اُنکی ذہانت، محنت، قابلیت اور ہوشیاری کی بلند اور بے داغ شہرت کو ۔ جو اُنھون نے اپنے طول طویل زمانۂ ملازمت مین تمام جاعتون کے درمیان حاصل کی ہے بطور شہادت کے درج کر دینا چاہتی ہے ؛ اور نیز اُس نقصان پر افسوس ظاہر کرنا چاہتی ہے جو پبلک سروس کو ۔ جو اُنھون نے اسقدر عزت اور شرافت کے ساتھ انجام دی ہے ۔ اُنکی کنارہ کشی سے پہنچیگا "

نواب لفٹنٹ گورنر کی طرف سے جو اس رپورٹ کا جواب موصول ہوا وہ یہ ہے "سید احمد خان کا استعفا منظور کرنے مین ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے مجھکو ہدایت کی ہے کہ اُنکی جانب سے مین اُن کی ہائی اپینین سید احمد خان کی اُس قابلیت اور ہوشیاری کی نسبت ظاہر کرون جو پبلک سروس مین اُنکے امتیاز کا باعث ہوئی ؛

اسی کتاب کی نسبت ۱۸۸۸ء مین سر آکلنڈ کالون لفٹننٹ گورنر نے ٹرسٹیان محمدن کالج کی ایڈریس کے جواب مین یہ الفاظ کہے تھے کہ "جو واقعات سب سے پہلے مجھکو۔ اُسوقت پیش آئے جب کہ مین اول مرتبہ ہندوستان مین آیا تھا۔ منجملہ اُنکے ایک یہ بات تھی کہ میرے دوست سر سید احمد خان نے ایک ایسے معاملہ مین مجھسے اعانت کی خواہش کی جو اُسوقت اُنھون نے شروع کیا تھا' اور جسکی طرف اُنکی دلی توجہ مائل تھی۔ اُنھون نے مجھسے یہ فرمایش کی تھی کہ مین اُنکو ہندوستانی زبان سے انگریزی زبان مین اُس رسالہ کا ترجمہ کرنے مین مدد دون جو اُنھون نے اُن افسوسناک واقعات کے اسباب کی نسبت تحریر کیا تھا جو ۱۸۵۷ء مین ظہور مین آئے۔ مین کہہ سکتا ہون کہ آپ مین سے اکثر صاحبون نے اُس رسالہ کو دیکھا ہوگا۔ اُنھون نے مجھسے اس امداد کی درخواست کرکے مجھپر ایک ایسا احسان کیا جو ہندوستان مین میرے دَورِ ملازمت کے خاتمہ تک قائم رہیگا۔ کیونکہ اُنھون نے اُس رسالہ مین خاصکر بعض ایسے خیالات پر زور دیا تھا جنکی پوری قوت کو مَین اُسکے بعد اپنے تجربہ کی رو سے بخوبی سمجھ سکا ہون۔ سر سید احمد نے اُس مین اشارہ کیا تھا کہ جو بات انگریزون اور ہندوستانیون دونو کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خیالات اور حالات کو بخوبی سمجھین۔ اُنھون نے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ زیادہ تر اُن واقعات کی بنیاد۔ جن پر وہ بحث کر رہے تھے۔ بجاے ناراضی کے غلط فہمی تھی۔ پس اگر انگریز اور ہندوستانی ایک دوسرے کے خیالات کے سمجھنے مین ثابت قدمی کے ساتھ کوشش کرینگے تو اُنکے باہمی تعلقات بہت زیادہ مربوط و مستحکم ہوجائینگے اسکے بعد اُنھون نے کہا کہ "انھین خیالات سے ہمارے ہندوستان کے انتظامی مسائل حل ہونگے اور انھین خیالات کی دوسری صورت علیگڈھ کالج ہے"

مسٹر تھیوڈور ماریسن نے جو سر سید کی وفات کے بعد اُنکے پولٹیکل ورکس پر ایک آرٹکل لکھا تھا اُسمین وہ اسی رسالۂ اسباب بغاوت کی نسبت لکھتے ہین کہ "انگریزون مین بہت سے اس بات کے

مسٹر تھیوڈور بک نے جو ۲۹ - مارچ ۱۸۹۸ء کو سرسید کی وفات پر اپیچ دی تھی اُس مین اُنھون نے یہ بھی کہا تھا کہ " دس برس کا عرصہ ہوا کہ سر آکلنڈ کالون نے - جب کہ وہ لفٹنٹ گورنر تھے مجھسے کہا تھا کہ دوکسی زندہ شخص نے - عام اس سے کہ وہ انگریز ہو یا ہندوستانی - برٹش گورنمنٹ کے استحکام سلطنت ہندوستان کے بارہ مین اسقدر کوشش نہین کی ہے جسقدر کہ سرسید نے کی ہے "

رسالۂ اسباب بغاوت اور یورپین لوگون کی رائین

رسالۂ اسباب بغاوت - جسکا لکھنا ایک حیثیت سے ملک و قوم کی بے نظیر خدمت اور دوسری حیثیت سے تاج برطانیہ کی حقیقی خیرخواہی کا کام تھا - سرسید کی اُن جلیل القدر خدمات مین سے ہی جنسے وہ ارکان سلطنت مین شمار کیے جانے کے مستحق ہوے ہین ۔ وہ اپنے ایک خط مین جو ولایت سے مولوی سید مہدی علی خان کو بھیجا ہے لکھتے ہین کہ " مین انڈیا آفس مین صاحب سکرٹری وزیر ہند کے پاس گیا تھا ۔ اُنھون نے مجھکو کونسل کے کاغذات مین میری کتاب اسباب بغاوت مع تمام کمال انگریزی ترجمہ کے دکھلائی ۔ اُسے دیکھکر میرا بہت دل خوش ہوا ۔ جو کچھ رائین اُسکی بدولت قرار پائین اُنکا بیان بے فائدہ ہے ۔ اہل ہند نا قدردان دوست کُش اور اپنے خیرخواہ کے دشمن ہین ۔ مگر مین خوش ہون کہ میرے ہموطنون کی بھلائی ہوئی "

اسی حال کو اُنھون نے زبانی مجھسے اسطرح بیان کیا کہ " ولایت مین - سر جان [illegible] سکرٹری وزیر ہند سے پرائیوٹ ملاقات ہوئی تو اُنکی میز پر ایک دفتر کاغذات کا موجود تھا ، اُنھون نے ہنسکر کہا کہ تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے ؟ یہ تمھارا رسالہ اسباب بغاوت اصل اور اُسکا انگریزی ترجمہ ہے اور اُسکے ساتھ وہ تمام مباحثے ہین جو اُسپر پارلمنٹ مین ہوے مگر چونکہ وہ تمام مباحثے کانفیڈنشل تھے اسلیے وہ نہ چھپے اور نہ اُنکا ولایت کے کسی اخبار مین تذکرہ ہوا "

اور ہندوستانی اور یوروپین جو ملازم سرکار نہ تھے وہ ویسرائے اور پریزیڈنسیون کی لیجسلیٹو کونسلو مین شریک کیے گئے''

اخبار سینٹ جیمس بجٹ نے اسی کتاب پر یہ ریمارک کیا تھا کہ" سید احمد خان کی مستحکم وفاداری جو اس یقین پر مبنی ہے کہ انگریزی حکومت اُسکے ملک کے واسطے سراسر مفید ہے - وہ اُسکے اُن خیالات اور رایون کو نہایت سنگین کردیتی ہے جو اُسنے بڑے جوش اور فصاحت کے ساتھ کتاب اسباب بغاوت مین بیان کیے ہین . یہ کتاب انگریزون کے واسطے ابتک نہایت دلچسپ اور فائدہ مند ہے . خود سید احمد خان دو دفعہ وایسرای کی کونسل مین لارڈ لٹن اور لارڈ رپن کے عہد مین ممبر رہا ہے ؛ اور اُسکی وہ خواہش جو ہندوستانیون کے کونسل مین شریک ہونے کی تھی پوری ہوئی ہے . لیکن ابھی اُسکی اس شکایت مین زور ہے کہ حاکم اور محکوم دونو طرفداری اور غلط فہمی ہونیکے سبب ہنوز ایک دوسرے سے جدا ہین . اور یہ اکثر صورتون مین عدم ہمدردی یا بالاتر قوم کی طرف سے عمدہ اخلاق ظاہر نہونے کے سبب ہوتا ہے . یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک خیالی شکایت ہے ؛ لیکن اگر ہم یہ خیال کرین کہ ہم عملی لوگ ہین ؛ اسلیے ہمکو خیالی شکایتون پر توجہ نہ کرنی چاہیے ؛ تو بے شک ہم اُس غلطی مین گھر جائینگے جسکی سید احمد خان شکایت کرتا ہے . ہمارے نزدیک سید احمد خان کی شکایتون کا اثر بہت جلد اور بہت وسعت کے ساتھ پھیلا ہے بہ نسبت اُن شکایتون کے جو لال موہن گھوس اور اُسکے اسکول کے نوجوان آدمی نہایت فصاحت کے ساتھ کرتے ہین ''

کرنل گریہم - جنھون نے سرسید کی لائف لکھی ہے - وہ اس کتاب کی نسبت لکھتے ہین کہ

"اگرچہ ہم مین سے بعضے لوگ سید احمد کی اسباب بغاوت سے متفق نہون مگر یہ رسالہ - جسکو ہماری خیرخواہ اور وفادار مسلمان شرفا مین سب سے لائق ترین شخص نے لکھا ہے - فی نفسہ بدرجۂ غایت مفید ہے ؛ کہ اُس سے ہندوستانی طرز خیالات کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے ''

اگرچہ کرنل موصوف کے بیان کے موافق ممکن ہے کہ کچھ انگریز ایسے ہون جو اس رسالے کے مضامین

بڑے خواہشمند تھے کہ فتح کے بعد (ہندوستانیون سے) دل کھولکر انتقام لین اور اُنکے غصہ کی آگ مسلمانون کے برخلاف خاصکر بڑھی ہوئی تھی جنکی نسبت بہت سے لوگون کا یہ خیال تھا کہ وہ غدر کے محرک ہوے ہین + + + + اُس وحشیانہ حالت مین جبکہ شدید تر خیالات کے پھیلنے کا احتمال تھا ایک ایسی حق بات کا - جو عام پسند نہ تھی - مونہہ سے نکالنا کوئی آسان بات نہ تھی + + + + ۱۸۵۸ء مین یہ دلیری کے الفاظ تھے ؛ باوجود اسکے سرسید کے دلائل کے عام نتیجے کی سچائی اُسی وقت سے تسلیم کر لی گئی ہے اور جو لوگ سرسید کے اُس برتاو پر - جو اُسنے نیشنل کانگرس کے ساتھ کیا الزام لگاتے ہین اُنکے لیے اس بات پر غور نا مفید ہوگا کہ اُسنے اتنی مدت پہلے جتنی کہ ۱۸۵۸ء سے ابتک گذری ہے - گورنمنٹ پر زور ڈالا تھا کہ لیجس لیٹو کونسل مین دیسیون کے داخل کرنے کی نہایت ضرورت ہے .

ہوم نیوز کی رائے

انگلستان کے مشہور اخبار ہوم نیوز نے اس کتاب کی نسبت لکھا تھا کہ " سید احمد خان نے جو غدر کے اسباب تحریر کیے تھے اُنمین سے بعضی نہایت قیمتی اور عملدرآمد کے قابل تجویزین پیش کی تھین جو حکام ہندوستان نے کسی اور ذریعہ سے حاصل نہین کین . اُسنے نہایت دلیری کے ساتھ اپنی راے اس مضمون پر ظاہر کی . یہ بات محتاج بیان نہین ہے کہ حکمران گروہ مین اُسکی راے نے نہایت اثر پیدا کیا . وہ اُن اسباب کے بیان کرنے سے خائف نہین ہوا جنکی طرف غدر کو بخوبی منسوب کیا جا سکتا ہو ؛ اور جنکی صحت تجربہ سے پورے طور پر ثابت ہو چکی ہے "

برمنگھم ڈیلی گزٹ کی رائے

برمنگھم ڈیلی گزٹ نے سرسید کی اسی کتاب کا کسی قدر خلاصہ لکھکر یہ تحریر کیا تھا کہ " ان شکایتون کو اس طرح رفع کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی سے لیکر تاج برطانیہ سے متعلق کیگئی ؛

---

[1] اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ رسالہ اسباب بغاوت کے دیکھنے کے بعد یہ تبدیلی عمل مین آئی ہے کیونکہ ملکہ معظمہ کا اشتہار جس مین اس تبدیلی اعلان کیا گیا تھا سرسید کی کتاب چھپنے سے پہلے شایع ہو چکا تھا پس اس سے یہ مراد ہے کہ جس بات کی آرزو سرسید نے اس کتاب مین ظاہر کی تھی وہ اُنکی کتاب کے چھپنے ہونے سے پہلے ہی پوری کر دی گئی ۱۲

ہم دل سے اپنے تئین اسقدر مبارک [illegible] سکین جسقدر کہ سر سید احمد خان کی لائف پر، وہ ابتدائے آخر دم تک سرکار انگریزی کے راج کا پکا دوست رہا اور جو خدمتین اُسنے کین اُنکی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہوگا"

یہان تک ہمنے سرسید کی سرکاری خدمات، اور جو وقعت اور اعتبار اُنھون نے اُن خدمات کی بدولت ایک ایسی قوم کی حکومت مین حاصل کیا۔ جسکی نظر مین ہندوستانیون کا جچنا شاید محال سے کچھ ہی کم ہوگا، اُسکو بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ بیان کردیا ہے۔ اب ہم اُنکی ملکی اور قومی خدمات پر نظر ڈالتے ہین جنکی نظیر کم سے کم ہندوستان کی تاریخ مین مشکل سے دستیاب ہوگی۔

اگرچہ پہلے حصہ مین سرسید کے ہر قسم کے واقعاتِ زندگی کے ضمن مین اُنکی ملکی و قومی خدمات کا ذکر اپنی اپنی جگہ تفصیل کے ساتھ ہوچکا ہے؛ مگر ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اُنکو ایک [illegible] مین نہایت اختصار کے ساتھ منتظم کرکے ناظرین کو خاص طور پر اُنکی طرف متوجہ کیا جائے؛ اور اُنکے متعلق جو امور پہلے حصہ مین بیان نہین ہوسکے، یا جو نتائج اُن خدمات پر مترتب ہوئے؛ اُنکو بھی [illegible] کردیا جائے۔

مگر [illegible] ہم اس کتاب مین ایک ایسے شخص کی خدمات کا ذکر کررہے ہین جسکے اختیار [illegible] کے موافق کوشش و تدبیر کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ نہ اُسکے ہاتھ مین سلطنت اور حکومت [illegible] کہ اپنے ملک اور قوم کے واسطے جو چاہے سو کرگذرے؛ اور نہ ملک اور قوم کے دل [illegible] ے مین تھے کہ جو نیک صلاح اُنکو بتائے اُس سے کسی کو اختلاف یا انکار نہو۔ پس ہمکو سرسید [illegible] ن لائف مین۔ بہ نسبت اسکے کہ اُسکی کوششون سے ملک اور قوم کو کیا کیا فائدے پہنچے۔ زیا [illegible] تر یہ دیکھنا چاہیے کہ اُسنے اُنکے فائدے کے واسطے کیا کیا کوششین کین۔ اسی لیے

بالکل یہ تسلیم کرتے ہوں یا اُسکے بعض مضامین سے اختلاف رکھتے ہوں؛ لیکن اسمین شک نہین کہ گورنمنٹ نے۔ جیساکہ مذکورہ بالا انگریزی اخبارون مین تصریح کی گئی ہے۔ سرسید کی بہت سی تجویزون کے موافق عمل درآمد اور اکثر شکایتون کا تدارک کیا۔ مثلاً سب سے بڑی چیز۔ جسکو سرسید نے کتاب مذکور مین بغاوت کا اصلی سبب قرار دیا تھا۔ وہ ہندوستانیون کا قانونی کونسل مین شریک نہونا تھا۔ جسکے سبب سے گورنمنٹ کے خیالات رعایا پر اور رعایا کے خیالات گورنمنٹ پر ظاہر نہونے پاتے تھے۔ گورنمنٹ نے فوراً اس شکایت کا تدارک کیا؛ یعنی سنہ ۱۸۶۰ء مین یہ رسالہ گورنمنٹ مین پیش ہوا اور ۱۸۶۱ء مین ہندوستانی رئیس لیجس لیٹو کونسل کی ممبری پر نامزد کیے گئے چنانچہ جنوری ۱۸۶۲ء کے اجلاس کونسل مین ہم پہلی ہی بار مہاراجہ نرندر سنگھ رئیس پٹیالہ، راجہ دیونراین سنگھ رئیس بنارس، اور راجہ ڈنکر راو دیوانِ ریاست گوالیار کو شریک پاتے ہین۔ اگرچہ اُسوقت ہندوستانیون کا کونسل مین شریک ہونا محض برائے نام تھا؛ مگر سرسید نے درحقیقت یہ بیج بویا تھا اس پودے کا جواب کسی قدر بارآور ہونے لگا ہے؛ اور اُنکا یہ احسان تمام ملک پر ہمیشہ رہیگا۔ یا مثلاً کتاب مذکور مین یہ بھی شکایت کی گئی تھی کہ ہندوستانیون کو بڑے بڑے ذمہ داری کے عہدون پر مقرر نہین کیا جاتا۔ اس شکایت کا دفعیہ بھی گورنمنٹ نے بہت جلد کیا۔ کتاب مذکور کے پیش ہونے سے ایک برس بعد یعنی ۱۸۶۲ء مین پہلی ہی بار پنڈت شمبوناتھ ہائی کورٹ کلکتہ کے جج مقرر ہوے اور اُسکے بعد رفتہ رفتہ اکثر اعلےٰ عہدے جو پہلے کبھی ہندوستانیون کو نصیب نہین ہوے تھے ملنے لگے۔

لندن کے نامور اخبار پال مال گزٹ مین سرسید کی وفات پر اُنکی پولٹکل خدمات کی نسبت یہ ریمارک کیا تھا کہ ”سرکار انگریزی اور باشندگان ہند کے تعلقات کی کہانی مین کوئی باب ایسا نہین ہے

بادشاہ کی ایک دھندلی تصویر کا اُجالنا مقصود تھا - اُنسے فوق العادت محنت کرائی •
لیکن یہ سب کام ایسے تھے کہ اگر سرسید کی کوششین انھین کامون پر ختم ہو جاتین تو شاید
انکو ایک محبّ وطن کی خدمات کا درجہ نہ دیا جاتا ؛ مگر جب اُنکی آیندہ مسلسل خدمات پر جنکا
سلسلہ اُنکے اخیر دم تک برابر جاری رہا - نظر کیجاتی ہے تو لامحالہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُنکے یہ
معمولی کام اُسی طلائی زنجیر کی ابتدائی کڑیان تھین جو زمانہ مستقبل مین اُنکی ملکی اور قومی
خدمات سے ترتیب پانے والی تھی •

پہلے حصہ مین جو سرسید کے ہر قسم کے کام تاریخوار بیان کیے گئے ہین اُنپر غور کرنے سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص مین جس درجہ کی عملی قوت پیدا کی گئی تھی وہ اُن کامون پر بس کرنیوالی
نہ تھی جو وہ ابتداے حال مین وقتاً فوقتاً سرانجام کرتے رہے . باوجودیکہ عدالت کا کام - جو اُنکو سپرد تھا
اور جسکو وہ کمال تندہی اور نہایت غور و فکر سے انجام دیتے تھے - فی نفسہ ایک تھکا دینے والا کام تھا
بااینہمہ وہ بعینہ ایک مستسقی کی طرح - جسکی پیاس چُلّو دو چُلّو پانی سے نہین بجھتی اور وہ کنوین یا دریا
کی طرف د[illegible] ہے - ہمیشہ کسی بڑے کام کی تلاش مین رہتے تھے . غدر سے پہلے - جیسا کہ پہلے حصہ مین بیان
ہو چکا [illegible]ون نے مختلف قسم کے بہت سے کام سرانجام کیے مگر اُنکی پیاس کسی طرح نہ بجھی آخر وہ وقت
پہنچا [illegible]ہ اُنکی طبیعت کے اصلی جوہر ظاہر ہونے والے تھے . ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ نے - جیسا کہ سرسید کے
کسی د[illegible] کا قول ہے - اُنکے دل پر وہ کام کیا جو لوتھر کے دل پر بجلی کے گرنے نے کیا تھا . جسطرح سورج
کی گرمی سے [illegible] کا خاص حصہ اپنے حیز طبعی سے بلند ہو جاتا ہے اسی طرح غدر کی آنچ نے سرسید
کو اپنے طبقہ [illegible] الاثر کر دیا . دلی مرادآباد اور بجنور کے مسلمان خاندانون کی تباہی اور بربادی دیکھکر

نے سرسید کی کامیاب اور بار ور کوششون کے ساتھ اُن کامون کا بھی ذکر کیا ہے جنسے کوئی معتدبہ
نتیجہ پیدا نہین ہوا، یا جو بسبب نامساعدت وقت کے ادھورے رہ گئے؛ تاکہ لوگون کو اچھی طرح
معلوم ہو جائے کہ اس شخص کی ساری عمر کس دُھن اور کس اُدھیڑبُن مین گذری ہے۔

ہمدردی

ہمدردی کا اصل مادہ ظاہراً انسان اور تمام حیوانات مین یکسان پیدا کیا گیا ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ دیگر حیوانات کی ہمدردی۔ اُس حد سے جو اُنکی فطرت مین لکھی گئی ہے
کبھی آگے نہین بڑھ سکتی؛ برخلاف انسان کے کہ کبھی اُسکی ہمدردی ایک چھوٹے سے حلقہ مین
محدود رہتی ہے اور کبھی بیرونی اسباب سے وہ نہایت وسیع ہو جاتی ہے۔ لیکن ہمیشہ اُسکا تعلق
اول گھر کی چار دیواری سے شروع ہوتا ہے؛ پھر جسقدر انسان مین بیرونی اسباب سے متاثر ہونے
کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وہ تعلق بڑھتا جاتا ہے۔ سرسید کے واقعات زندگی سے
بہ آسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اُنمین ہمدردی کا مادہ اور بیرونی اسباب سے منفعل ہونیکی قابلیت
معمولی آدمیون سے بمراتب بڑھکر پیدا کی گئی تھی۔ محبت جو کہ ہمدردی کا ... ہے اُنکی
طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ محبت کی پہلی سیڑھی ... ہے؛
سُو اسکی شہادتین اس کتاب مین جا بجا ملینگی۔ خاندان کے بع... ...ت ہے
سو دلی کے ساتھ جو دلبستگی اُنکو تھی اور جو آخر کو حسرت کے ساتھ بدل ... ...سکا ثبوت
بھی اس کتاب مین متعدد مقامات پر ملیگا۔ اسی وطن کی محبت کا اقتضا ...ن نے
اُنکو اس اُجڑے دیار کے پُرانے کھنڈرون اور قدیم یادگارون کی تحقیقات ...ن بے تہا
مشقتین اُٹھانے پر مجبور کیا اور آئین اکبری کی تصحیح مین۔ جس سے دلی کے ...ل ترین

آخرکار اُنکو وہ ارادہ فسخ کرنا اور قوم کی آگ مین کودنا پڑا ۔ اُس وقت جو کیفیت اُنکے دل پر طاری تھی اُسکا کسی قدر اندازہ اُس اُردو مناجات کے پُردرد الفاظ سے ہو سکتا ہی جو ملکہ معظمہ کا اشتہار معافی شائع ہونے کے وقت اُنھون نے بعد ادائے دوگانہ شکر الہی کے پندرہ ہزار مسلمانون کے مجمع مین بمقام مرادآباد پڑھی تھی اور جسکو ہم پہلے حصہ مین بجنسہ نقل کر چلے ہین ۔

الغرض اس مہم کے سر کرنے کے لیے جب کبھی جو تدبیر اُنکے خیال مین گذری اُسکو اُنھون نے کیے بغیر نہین چھوڑا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ مین اُنکو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جب تک ہندوستان مین مغربی طریقۂ تعلیم عام نہ ہوگا اُس وقت تک رعایا اور گورنمنٹ مین جو منافرت چلی آتی ہے وہ رفع نہ ہوگی ۔ چنانچہ مرادآباد مین آتے ہی اُنھون نے اول ایک اسکول جسکو تعلیم کے میدان مین اُنکا پہلا قدم سمجھنا چاہیے قائم کیا ۔ پھر اُنھین د[illegible]ن مین جیساکہ پہلے حصہ مین بیان ہو چکا ہے ایک رسالہ جسمین ورنیکلر اسکو[illegible] سخت اعتراض کیے تھے اور گورنمنٹ کو نہایت شد و مد کے ساتھ مشورہ دیا تھا [illegible]ہ اگر [illegible]وستان کے ساتھ فی الواقع بھلائی کرنی چاہتی ہے تو اُنکو انگریزی زبان مین سی[illegible]ے ۔ اُردو اور انگریزی دونون زبانون مین چھاپ کر شایع کی ۔ پھر رسالہ اسباب بغاوت کے ذریعہ سے گورنمنٹ ہند اور پارلیمنٹ کو اُن تمام شکایتون سے جو ازرا غلط فہمی یا واجبی طور پر گورنمنٹ کی طرف سے ہندوستانیون کے دلون مین متمکن تھین اور اُن کے ظاہر ہونے کی کوئی سبیل نہ تھی ۔ نہایت دلیری

جس جوش کے ساتھ ہمدردی کی لہر اُنکے دل مین اُٹھی وہ فی الواقع حیرت انگیز تھی ۔ اُسوقت اُنکا حال بعینہ اُس شخص کا سا تھا جسکے گھر مین آگ لگ کر گھر کا ایک حصہ جل گیا ہو اور باقی حصون کے بچانے کے لیے دیوانہ وار ادھر اُدھر ہاتھ پانو مارتا پھرتا ہو ۔ اُنھون نے خیال کیا کہ جو مسلمان غدر کی روندن مین آچکے اور جو خاندان بگڑ چکے اُنکو مدد پہنچانی تو اب امکان سے خارج ہے مگر جو باقی ہین اور جو ہندوستان کی آبادی کا ایک چوتھائی حصّہ ہین اُنکو کس طرح غدر کے آیندہ خوفناک نتیجون سے بچایا جائے ؟ گورنمنٹ تمام ہندوستان کے مسلمانون سے بدگمان ہوگئی ہے ، مسلمان گورنمنٹ کے شدید انتقام اور سخت سزاؤن سے ۔ جو غدر کے بعد ظہور مین آئین ۔ اُسکی مہربانی اور شفقت سے بالکل مایوس ہوگئے ہین ، جن غلط فہمیون کے ہندوستانی شکار ہوے ہین اُنکی شعاعین بدستور جاری ہین ، جس جہالت اور تعصب نے یہانتک نوبت پہنچائی وہ اسی طرح ہندوستانیون اور خاص کر مسلمانون کے سر پر سوار ہے ، حکمران قوم مسلمانون کو دشمنی کی نگاہ سے دیکھتی ہے ، انگریزی اخبارون مین برابر مسلمانون کے برخلاف آرٹکل لکھے جاتے ہین جنسے انگریزون کا دل روز بروز مسلمانون سے زیادہ پھٹتا جاتا ہے ، کچھریان اور دفتر مسلمانون سے خالی ہوتے جاتے ہین ، فوج مین اُنکی بھرتی موقوف ہوگئی ہے ، وہ دربارون مین کم بلائے جاتے ہین ، غرض کہ تمام آثار اس بات پر گواہی دیتے ہین کہ اب مسلمانون کا ہندوستان مین عزت اور امن کے ساتھ رہنا غیر ممکن ہے ۔

ان تمام باتون پر نظر کر کے اول اول تو سرسید کا جی چھوٹ گیا تھا ، اور ایک بار اُنھون نے ہندوستان سے کسی دوسرے اسلامی ملک مین جاکر بود و باش کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا ، مگر

مرادآباد ہی مین سرسید کو یہ خیال ہوا کہ جو غلط فہمیان عیسائی ملکون مین اسلام اور اہل اسلام کی نسبت ابتدائے شیوع اسلام سے آج تک چلی آتی ہین اور جو تیرہ سو برس تک پکتے پکتے تمام دنیا کے عیسائیون کی طرح انگریزون کے نزدیک بھی مثل علوم متعارفہ کے مسلم الثبوت ٹھیر گئی ہین جب تک وہ رفع نہونگی (اور اُنکا رفع ہونا کچھ ہنسی کھیل نہین ہے) اُسوقت تک مسلمان ہمیشہ انگریزون کی نظرون مین کھٹکتے رہینگے اور جو تدبیر مسلمانون کی صفائی کے لیے کیجائیگی وہ اُس دوا کی طرح جو بغیر ازالۂ سبب کے کسی مرض کے علاج مین استعمال کیجائے بے سود ثابت ہوگی۔ اگرچہ یہ بہت بڑا کام تھا جسکا بوجھ سید احمد خان جیسی حیثیت کے آدمی سے اُٹھنا ناممکن معلوم ہوتا تھا لیکن وہ جو مشہور ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہوتا ہے جونہین سرسید کو یہ خیال پیدا ہوا معاً سرکار سے اُنکی مدتون کی چڑھی ہوئی تنخواہ جو غدر کے زمانہ مین بند رہی تھی اور لٹے ہوے اسباب کا معاوضہ اُنکو مل گیا۔ اُنھون نے فوراً جیسا کہ پہلے حصہ مین مفصل مذکور ہے اس عظیم الشان کام کی بنیاد مرادآباد ہی مین ڈالدی اور بائبل کی تفسیر لکھنی اور ساتھ کے ساتھ چھپوانی شروع کردی۔ جس بنیاد پر اور جس غرض سے سرسید نے اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور جو اثر اُسکے شایع ہونے سے عیسائیون کے دل پر ہوا اُسکا ذکر مجملاً ہم پہلے حصہ مین کرچکے ہین اُس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ کام فی الحقیقت ہندوستان کے مسلمانون کے حق مین کسقدر مفید اور نتیجہ خیز تھا۔ لیکن کچھ تو ایسلیے کہ مسلمانون مین اُسکی کچھ قدر نہوئی اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ سرسید کی توجہ اُس سے مفید تر اور اعلے تر کامون کی طرف منعطف ہوگئی اُس تفسیر کی صرف دو جلدین چھپ کر رہگئین۔

پھر یہ سمجھکر اُنھون نے دوسری طرح سے ہندوستانیون اور انگریزون مین میل جول

اور صفائی کے ساتھ ظاہر کیا ۔

انتظام قحط و یتیمون کی حفاظت

اسی ہمدردی کے جوش مین جو اُسوقت اُنکے دل مین موجزن تھا اُنھون نے صاحب کلکٹر مراد آباد سے خود درخواست کر کے قحط کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور جہانتک اُنکی دسترس تھی ہندو مسلمانون کے یتیم بچون کو مشنیریون کے چنگل سے بچانے مین کوشش کی ۔ پھر اُسی زمانہ مین جب کہ

رسالہ لائل محمڈنز آف انڈیا

مسلمانون کے برخلاف انگریزی اخبارون مین زیادہ بوچھار ہونے لگی تو اُنھون نے ایک سہ ماہی رسالہ موسوم بہ لائل محمڈنز آف انڈیا اُردو اور انگریزی مین ۔ جیسا کہ پہلے حصہ مین بیان ہو چکا ہے ۔ نکالنا شروع کیا ۔ اسی زمانہ مین اُنھون نے سنا کہ ایک مسلمان کو اس

رسالہ لفظ نصاریٰ

جرم مین کہ اُسنے انگریزون کو لفظ نصاریٰ سے تعبیر کیا تھا سخت سزا دی گئی ہے ۔ یہ سنتے ہی اُنھون نے ایک رسالہ اس لفظ کی تحقیق پر لکھکر اُردو اور انگریزی مین شایع کیا جسمین نہایت خوبی سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ مسلمان انگریزون کو از راہ تحقیر کے نصاریٰ نہین کہتے بلکہ قرآن کی رو سے اُنکے ہان کوئی لقب انگریزون کے لیے اس سے زیادہ معزز نہین ہے

ب ۔ نے کا طریقہ

ؔ اسی رسالہ مین جہان اُنھون نے ہندوستانیون کے کونسل مین شریک نہونے کی شکایت کی ہے وہان اس اعترا[ض کا جواب دیا ہے]
کہ ہندوستانی جو جاہل اور بے تربیت تھے کونسل مین کیونکر شریک کیے جا سکتے تھے ۔ اصلاح دیا ہے کہ کونسل مین رعایا کے
ہمنے علحدہ بیان کیا ہے اُسکو ملاحظہ کرنا چاہیے ۔ پھر جو خط کہ سرسید نے ولایت سے سید مہدی علی خان کو لکھے ہین اُنسے
کہ وہ ولایت ہی مین طریقۂ انتظام سلطنت ہندوستان پر ایک مبسوط کتاب لکھنی چاہتے تھے ۔ مگر جب راقم نے بذریعۂ خط [illegible] کے اُنسے اس
کتاب کا حال دریافت کیا تو اُنھون نے ایک لمبی تحریر بھیجی تھی جسکا ماحصل یہ تھا کہ اس کتاب کے لکھنے کے وقت یہ ارادہ تھا کہ انڈیا کونسل کے ہر ممبر سے بھی
ہر ایک پوائنٹ پر اس باب مین گفتگو کیجائے مگر کونسل مذکور کے تمام ممبر انگریزی مین گفتگو کرتے تھے اور مین اُردو مین ۔ نہ وہ میری بات سمجھتے تھے
اور نہ مین اُنکی ۔ اسلیے کافی معلومات ملنے کا کوئی سامان میسر نہ آیا ۔ پھر ہر ایک ممبر سے گفتگو کرنے کے لیے کرایہ کی گاڑی پر جانا پڑتا تھا ۔ جب گفتگو ہو
گاڑی کو باہر ٹھہرا رکھنا پڑتا تھا اور ان اخراجات کا تحمل ناممکن تھا اسی لیے جو چند یاد داشتین اور مسودے لکھے تھے وہ سب معدوم کر دیے گئے ۔

پھر اسی سوسائٹی کی درخواست پر جو کہ اُسنے ایڈریس مورخہ ۷ مئی ۱۸۶۸ء مین بحضور سر ولیم میور لفٹننٹ گورنر بمقام علیگڑھ پیش کی تھی ہز آنر نے وعدہ کیا کہ جو کتابین دیسی زبان مین تصنیف و تالیف یا ترجمہ کیجائینگی اُنمین گورنمنٹ ضرور امداد دیگی ۔ چنانچہ ۲۶- اگست ۱۸۶۸ء کو یعنی ایڈریس کے پیش ہونے سے ساڑھے تین مہینے بعد گورنمنٹ شمال مغرب نے وہ انعامی اشتہار جاری کیا جسکا ہندوستان پر ہمیشہ احسان رہیگا اور جسنے تیس برس کے عرصہ مین ملک کو اس سرے سے اُس سرے تک دیسی زبانون کی تصنیفات سے مالامال کردیا ۔ اگرچہ انعام سے کچھ زیادہ آدمی مستفید نہین ہوے اور اشتہار کی میعاد چند سال بعد گذر گئی لیکن اس اشتہار کا اثر اُس تمام گروہ مین جو دیسی زبانون مین تصنیف و تالیف کی کم و بیش لیاقت رکھتا تھا مگر اُس لیاقت کو کام مین لانا نہین جانتا تھا- برقی قوت کی طرح دوڑ گیا ۔ اُنھون نے اپنی تصنیفات سے ملک کو بھی فائدہ پہنچایا اور وہ خود بھی حق تصنیف سے فائدہ اُٹھا سکے ۔ خصوصاً اُردو لٹریچر صرف اسی تحریک کی بدولت جو اشتہار مذکور نے ملک مین عموماً پیدا کردی تھی تھوڑے عرصہ مین توقع سے بہت زیادہ ترقی کرگیا۔

اسی ایڈریس مین جو کہ سر ولیم میور کی حضور مین پیش کیا گیا تھا یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ منجملہ اُن کتابون کے- جو اُردو زبان مین سوسائٹی تیار کررہی ہے- دو کتابین سید احمد خان لائف آنریری سکرٹری تیار کررہے ہین ایک اُردو لٹریچر کی تاریخ یا فہرست جسمین تمام کتابون کا- جو ابتدا سے آج تک چھپی ہین- نام ، اُسکے مصنف کا حال ، تصنیف کا زمانہ ، طرز بیان اور مختلف مقامات سے اُسکی عبارت کے چند نمونے اور بعض مضامین کا خلاصہ ہوگا ۔ دوسری اُردو ڈکشنری ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتاب کی شروع کرنے کی نوبت نہین پہنچی لیکن اُردو ڈکشنری جو سر سید نے

اور اُس منافرت کے دور کرنے کی - جو ۵۷ء کی بغاوت نے حاکم و محکوم مین پیدا کر دی تھی - بنیاد ڈالی۔
اس سے ہماری مراد سائنٹفک سوسائٹی کا قائم کرنا ہے جو اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ لٹریری و علمی کتابین انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کرا کر مغربی لٹریچر اور مغربی علوم کا مذاق اس وطن مین پیدا کیا جائے علمی مضامین پر سوسائٹی مین لکچر دیے جائین رعایا کے خیالات گورنمنٹ پر اور گورنمنٹ کے اصول حکمرانی رعایا پر ایک ایسے اخبار کے ذریعہ سے ظاہر کیے جائین جو اُردو اور انگریزی دونون زبانون مین شایع ہوا کرے ہندو مسلمان اور انگریز تینون قومون کے ممبر اُسمین شامل کیے جائین اور اسطرح قومی مغایرت اور مذہبی تعصبات اور جو جھجک ہندوستانیون کے دلون مین انگریزون کی طرف سے ہے اُسکو آہستہ آہستہ کم کیا جائے۔

قطع نظر اُن اہم مقاصد کے جنکے لیے یہ سوسائٹی قائم ہوئی تھی اُس سے اور بہت سے ضمنی فائدے نہ صرف شمالی ہندوستان بلکہ ملک کے اکثر حصون کو پہنچے ہین۔ شمالی ہندوستان مین جہانتک ہمکو معلوم ہے کوئی قومی انسٹیٹیوشن یا قومی مجلس جو ذکر کے قابل ہو اس سوسائٹی سے پہلے قائم نہین ہوئی تھی۔ پھر ۳۵ برس کے عرصہ مین جسقدر سوسائٹیان، انجمنین اور سبھائین ... مین پھیلین وہ سب اُسکے بعد اور اُسی کی ریس سے قائم ہوئین اور اسی سوسائٹی کے اخبار نے تمام دیسی اخبارون کا رنگ بالکل بدل دیا۔ اُنمین بجاے اسکے کہ کچھ بیہودہ اور اکثر بے سر و پا بعید از قیاس خبرین درج ہوتی تھین - پولٹکل سوشل اور علمی و اخلاقی مضامین بھی خبرون کے ساتھ چھپنے لگے اور بجاے اسکے کہ وہ محض دیسیون کے دل بہلانے کے اوزار تھے - اُنکو یہ دن نصیب ہوا کہ گورنمنٹ اُنکی آواز پر کان لگانے لگی۔

عقل کے دشمن سائنٹفک سوسائٹی کی بڑی مخالفت کرینگے اور کوئی درجہ سعی کوشش کا واسطے شکست کر دینے سوسائٹی کے باقی نہ چھوڑینگے پس مین چاہتا ہون کہ آپ سوسائٹی کی طرف زیادہ متوجہ ہون اور اُسکے سنبھالنے اور ممبرون کے بڑھانے مین زیادہ کوشش فرمائین "

سوسائٹی قائم کرنے کے بعد جب تک کہ سرسید اپنی منزل مقصود تک نہین پہنچے جو کام ملک اور قوم کی بھلائی کا اُنکو معلوم ہوا اُسی ذوق و شوق اور سرگرمی کے ساتھ جو اُنکی جبلت مین داخل تھا اُسکو سرانجام کیا ۔ سنہ ۶۴ مین اُنھون نے غازیپور مین محض قومی چندہ سے بڑی دھوم دھام کے ساتھ ایک مدرسہ قائم کیا جسکی اُٹھان مدرستہ العلوم کی ابتدا سے کچھ ہی کم سمجھنی چاہیے اور جو اب تک وکٹوریا اسکول کے نام سے غازیپور مین جاری ہے ۔ پھر سنہ ۶۶ مین اُنھون نے علیگڑھ آکر برٹش انڈین ایسوسیئیشن ۔ جسنے اب نیشنل کانگرس کی صورت مین جون لیا ہے ۔ قائم کی جسکا مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی اپنے حقوق کی خواہش اور اپنے درد دل اور اپنی شکایتون کے اظہار کے لیے براہ راست پارلیمنٹ اور گورنمنٹ ہند سے تعلق پیدا کرین ۔ اگرچہ جس مقصد کے لیے یہ ایسوسیئشن قائم ہوئی تھی وہ ۔ اس سبب سے کہ ملک مین اُسکے چلانے کی قابلیت نہ تھی ، اور سرسید جو اُسکے بانی مبانی تھے ۔ وہ یک انار و صد بیمار کے مصداق تھے ۔ حاصل نہوا ؛ مگر اُسکے ذریعہ اکثر مفید ¹ مین کی گئین اور اُنمین سے اکثر مین کامیابی ہوئی ؛ جیسے مسافران ریل کی تکلیفات کی شکایت ، کتابون کے محصول مین تخفیف کی درخواست ، ورنیکلر یونیورسٹی قائم کرنیکی سلسلہ جنبانی وغیرہ ۔ پھر سنہ ۶۷ مین بمقام بنارس اُنکو یہ خیال ہوا کہ ہومیوپیتھک سے زیادہ کوئی طریقہ علاج کا ملک کے لیے مفید نہین ہے ۔ چنانچہ اُنھون نے جہانتک اُنکی قدرت مین تھا ۔ اُس کی حمایت

قیام مدرسہ غازیپور

برٹش انڈین ایسوسیئیشن

سوسائٹی ہومیوپیتھک بنارس

الگ بھی شروع کی تھی اُسکا نمونہ سوسائٹی کے اخبار مین چھپا ہوا اور اُسپر بعض یورپین فاضلون کے عمدہ ریمارکس موجود ہین ۔ اگرچہ سرسید نے ان دونون کامون مین سے کوئی کام پورا نہین کیا لیکن اس سے اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ملک اور قوم کی تمام مقدم ضرورتین جنمین سے بعض ابتک بھی لوگون کو محسوس نہین ہوئین ۔ اس شخص نے اب سے تیس بلکہ چالیس برس پہلے بخوبی محسوس کرلی تھین یہانتک کہ جب کوئی اُن ضرورتون کا پورا کرنے والا نظر نہ آتا تھا تو باوجودیکہ سر پر ہزار سودا ہونے کے خود ہی اُس کام کے سرانجام کرنے کو کھڑا ہو جاتا تھا ۔

مگر درحقیقت یہ سب سوسائٹی کے ضمنی نتائج تھے اور جس بڑے مقصد کے لیے وہ قائم کی گئی تھی اُسکا گھر ابھی بہت دور تھا اور محض سوسائٹی اُس درد کی دوا نہین ہوسکتی تھی باینہمہ سرسید نے سوسائٹی کے ترقی دینے مین کوئی دقیقہ کوشش و تدبیر کا فروگذاشت نہین کیا یہان تک کہ سالانہ چندہ اور قیمت اخبار کی تعداد دس ہزار آٹھ سو پچاس روپیہ سالانہ تک پہنچ گئی ؛ ضلع کے رئیسون کو اُسکی امداد پر آمادہ کیا ، گورنمنٹ کو اُسکی طرف توجہ دلائی ، خود اپنی بساط سے بڑھکر اُسکو مالی مدد پہنچائی ، اُسکی عالیشان عمارت اپنے اہتمام اور نگرانی مین بنوائی ، اُسکی مستقل آمدنی کے لیے عمدہ عمدہ تدبیرین کین ، لائق لائق آدمی ترجمہ کے کام کے لیے مقرر کیے ، قریب چالیس کے چھوٹی بڑی علمی اور تاریخی کتابیں انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کرائین ، غازیپور علیگڑھ بنارس جہان کہین رہے سوسائٹی کے اخبار کو اپنے عمدہ مضامین سے برابر مدد پہنچاتے رہے یہانتک کہ ہندوستان چھوڑنے کے بعد بھی سوسائٹی کی دُھن برابر لگی رہی - چنانچہ ولایت جاتے ہوے جو خط کہ اُنھون نے مولوی سید مہدی علی خان کو عدن سے بھیجا تھا اُسمین لکھتے ہین کہ " مجھکو علاوہ مفارقت احباب کے یہ رنج بڑا ہے کہ میرے پیچھے لوگ

سوسائٹی کی ترقی میں کوشش

بلاواسطہ اطلاع حاصل کرے ۔ اور بدگمانی اور خوف [illegible] اور اطمینان کے ساتھ بدل جائے [illegible]
اسوقت اس رسالہ پر بہت لے دے ہوئی اور سرسید کو [illegible] گئے پر جیسی کہ امید تھی سب کچھ کیا گیا مگر
آخرکار اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانون کے ایک جم غفیر نے جنکی انگریزون تک رسائی اور اُنکے ساتھ ربط ضبط
تھا یہ آن بالکل توڑ ڈالی ۔

اس رسالہ کے علاوہ سرسید نے اَور طرح طرح سے انگریزون اور مسلمانون مین موانست پیدا کرنے
کرنے کی کوشش کی ۔ مسلمانون کی جھجک نکالنے کے لیے اُنھون نے اوّلاً خود انگریزون کے ساتھ معاشرت
اور مواکلات اختیار کر کے قوم کے واسطے ایک مثال قائم کی اور رفتہ رفتہ اپنے دوستون کی سوسائٹی مین
اس طریقہ کو وسعت دیکر اُسکا اثر دور دور تک پھیلا دیا ۔ تہذیب الاخلاق اور انسٹیٹیوٹ گزٹ مین
اُنھون نے بہت سے آرٹکل اسی مضمون پر لکھے ۔ انگریزون کو اُنھون نے سب سے پہلے نہایت شد و مد کے ساتھ
رسالۂ اسباب بغاوت مین متنبہ کیا تھا کہ اُنکو ہندوستانیون کے ساتھ دوستی اور صداقت کا برتاو رکھنا
ضرور ہے ۔ اسکے بعد ہمیشہ اپنی تحریرون اور پبلک اسپیچون مین اس بات کی تمنا ظاہر کرتے رہے
کہ ہمارے اور انگریزون کے سوشل تعلقات برادرانہ اور دوستانہ ہونے چاہیین نہ حاکم محکومانہ ۔
اس موقع پر ہم سرسید کی ایک مختصر اسپیچ جو اُنھون نے علیگڑھ مین ایک ڈنر پر مسٹر بلنٹ ممبر پارلیمنٹ
کا جام صحت پروپوز کرتے وقت ۱۸۸۳ء مین کی تھی اور جسمین یہی تمنا خاص مسلمانون کی طرف سے
ایک لطیف پیرایہ مین ظاہر کی گئی تھی ۔ بجنسہ نقل کرتے ہین سرسید نے کہا " ہمکو نہایت خوشی ہے
کہ مسٹر بلنٹ نے ہمارے ملک کو دیکھا ۔ ہماری قوم کے مختلف گروہون سے ملے ۔ ہمکو امید ہے کہ اُنھون نے ہماری
قوم کو تاج برطانیہ کا لائل اور کوئن وکٹوریا امپرس اوف انڈیا کا دلی خیرخواہ پایا ہوگا ۔ اگر ہماری کسی آیندہ [illegible]

اور ترویج واشاعت مین کوشش کی ؛ اُسکی تائید کے لیے ایک کمیٹی قائم کی - جسکے وہ خود سکریٹری تھے ؛ ایک ہومیوپیتھک ہسپیٹل کھولا ، اس طریقۂ علاج کی ہسٹری اور اُسکے اصول پر لکچر دیے اور ایک رسالہ لکھکر شائع کیا پھر ۶۸ء مین سرسید ہی کی سلسلہ جنبانی سے تمام اضلاع شمال مغرب مین تعلیمی کمیٹیان مقرر کی گئین جنمین ہر ضلع کے زمیندارون کو تعلیم کے انتظام ، نگرانی اور اخراجات پر بحث اور گفتگو کرنے کا اختیار دیا گیا ۔ پھر بنارس ہی مین اُنھون نے اُردو زبان اور فارسی خط کی حمایت مین - جو بظاہر خاص مسلمانون کی طرفداری کا ، مگر درحقیقت تمام شمالی ہندوستان کی بھلائی کا کام تھا بے انتہا کوشش کی ؛ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہندوستان کے دفاتر سرکاری مین اُردو زبان اور فارسی خط بدستور بحال و برقرار رکھا گیا ۔ اور ہزارہا ہندو مسلمان - جو بذریعۂ اردو تحریر اور فارسی خط کے سرکاری نوکری کرتے تھے یا نوکری کے امیدوار تھے اور جنکو بڈھے طوطے کی طرح اب بھاشا زبان اور ناگری حرفون کا سیکھنا اور اُنمین امتحان دینا ایسا ہی مشکل تھا جیسا جنم کا بدلنا - اس ناگہانی طوفان کے ریلے سے بچ گئے اور اُردو زبان جسنے کئی صدیون کی ترقی کے بعد ایک مستقل زبان کا درجہ حاصل کیا تھا اور جو ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر ٹکڑے مین برابر بولی اور سمجھی جاتی تھی وہ اس صدمہ سے جو کورٹ کی زبان اور خط کے بدلنے سے اُسکو پہنچے ، الحق محفوظ رہی ۔ اسکے سوا بنارس ہی مین اُنھون نے احکام طعام اہل کتاب پر ایک بغرض صحیح لکھا کہ مسلمان - جنکا مذہب انگریزون کے ساتھ کھانا کھانے سے مانع نہین ہے ، بلکہ محض رسم و رواج کی قید نے اُنکو آج تک انگریزون سے دور دور رکھا ہے - اُنکی یہ جھجک دور رکاوٹ جاتی رہے ، اُنکو حکمران قوم کے ساتھ زیادہ میل جول کا موقع ملے ، ہر ایک قوم دوسری قوم کے اصلی خیالات سے

تعلیمی کمیٹیان

اُردو زبان کی حمایت

مسلمانون اور انگریزون مین میل جول پیدا کرنا

انگلش نیشن ہمارے مفتوحہ ملک مین آئی ۔ مگر مثل ایک دوست کے نہ بطور ایک دشمن کے ۔ ہماری بھی خواہش
ہندوستان مین انگلش حکومت صرف ایک زمانہ دراز تک ہی نہین بلکہ اٹرنل ہونی چاہیے ۔ ہماری یہ خواہش
انگلش قوم کے لیے نہین ہے بلکہ اپنے ملک کے لیے ۔ ہماری یہ آرزو انگریزون کی بھلائی یا اُنکی خوشامد کی وجہ سے
نہین ہے بلکہ اپنے ملک کی بھلائی و بہتری کے لیے ہے ۔ پس کوئی وجہ نہین ہے کہ ہم مین اور اُنمین سمپتھی نہ ہو ۔
سمپتھی سے میری مراد پولٹکل سمپتھی نہین ہے ۔ پولٹکل سمپتھی تانبے کے برتن پر چاندی کے ملمع سے زیادہ کچھ وقعت
نہین رکھتی ۔ اسکا اثر دونو (فریق) کے دلون مین کچھ نہین ہوتا ۔ ایک فریق جانتا ہے کہ وہ تانبے کا برتن ہے
دوسرا فریق سمجھتا ہے کہ وہ جھوٹے ملمع کی قلعی ہے ۔ سمپتھی سے میری مراد برادرانہ دوستانہ سمپتھی ہے ۔

سرسید کہتے تھے کہ "یہ اسپیچ جب اخبار مین سر ایلفرڈ لائل لفٹنٹ گورنر کی نظر سے گذری اور اُسکے
بعد مین اُنسے ملا تو اُنھون نے فرمایا کہ تمنے یہ عجب طرح کی اسپیچ دی تھی ، مین نے کہا شاید عجیب ہو مگر غلط نہین تھی"
غالباً ہر ناظر کو اسپیچ مذکور کے اس فقرہ پر تعجب ہوا ہوگا کہ "انگلش حکومت کے قائم ہونے مین ہم اور وہ
مثل قینچی کے دو پلڑون کے شریک تھے" شاید عام لوگ سرسید کی اس تلمیح سے آگاہ نہون ؛ اس لیے
اُسکا جو مطلب ہم سمجھے ہین اُسکو مختصر طور پر بیان کرتے ہین ۔ غالباً سرسید نے اس فقرہ مین
ہندوستان کے اُن تاریخی واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ ممالک ہندوستان
کی ابتدائی انگریزی فتوحات اور سرکار کمپنی کے رعب داب اور اُنکی پالسی کو مسلمان امیرون اور
نوابون کی تائید اور آشتی سے بہت مدد ملی ہے ؛ جیسے پلاسی کی لڑائی مین میر جعفر کا بمقابلہ
سراج الدولہ کے لارڈ کلایو کا ساتھ دینا ، شاہ عالم کا مرہٹون کے مقابلہ کے وقت اپنے
تئین لارڈ لیک کی حفاظت مین سپرد کر دینا ، اور نظام حیدر آباد کا لارڈ ولزلی کی صلاح ماننا

[illegible] تو وہ صرف انگریزون کی طرف سے یگانگی کی خواہش ہوگی۔ جسکی نسبت بلاشبہ مین کہونگا کہ ہماری خواہش پورے طور پر پوری نہین ہوئی"

"مسلمانون کی یہ خواہش۔ کہ مسلمانون مین اور انگلش نیشن مین یکجہتی قائم ہو۔ کوئی عجیب بات نہین ہے۔ کبھی کوئی ایسا زمانہ نہین گذرا کہ ہم مسلمانون مین اور انگلش نیشن مین کوئی معرکہ ایسا گذرا ہو کہ ہم مین اور اُنمین کوئی بنائے مخاصمت قائم ہوئی ہو! اُنکو ہمسے بدلا لینے کی رغبت ہو، اور ہمکو اُنکے عروج اقبال سے رشک و حسد ہو۔ کروسیڈ کے زمانہ مین۔ جو ایک زمانہ ہر قسم کی عداوتون کے برانگیختہ ہونے کا تھا۔ انگلش کو بہت ہی کم اُن معرکون سے تعلق تھا"

"یہ بات سچ ہے کہ ہمنے ہندوستان مین کئی صدیون تک شاہنشاہی کی، یہ بھی سچ ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کی شان و شوکت کو بھول نہین سکتے، لیکن اگر یہ خیال کسی شخص کے دل مین ہو کہ ہم مسلمانون کو انگلش نیشن کے ساتھ۔ اس وجہ سے کہ اُنھون نے ہماری جگہ ہندوستان کی حکومت حاصل کی۔ کچھ حسد و رشک ہے تو وہ خیال محض بےبنیاد ہوگا۔ وہ زمانہ۔ جسمین انگریزی حکومت ہندوستان مین قائم ہوئی۔ ایسا زمانہ تھا کہ بچاری انڈیا بیوہ ہو چکی تھی۔ اُسکو ایک شوہر کی ضرورت تھی۔ اُسنے خود انگلش نیشن کو اپنا شوہر بنانا پسند کیا تھا تاکہ گاسپل کے عہد نامہ کے مطابق، وہ دونو ملکر ایک تن ہون۔ مگر اسوقت اسپر کچھ کہنا ضرور نہین ہے کہ انگلش نیشن نے اس پاک وعدہ کو کہان تک [illegible]"

"ہندوستان مین ہمنے اپنے ملک کی بھلائی کے واسطے انگلش حکومت قائم کی۔ ہندوستان مین [illegible] حکومت قائم ہونے مین ہم اور وہ مثل قینچی کے دو بلڑون کے شریک تھے۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اُن دونون مین کس نے زیادہ کام کیا ہے۔ بس ہم مسلمانون کی نسبت ایسا خیال کرنا۔ کہ ہم انگلش حکومت کو ایک ناگواری سے دیکھتے ہین۔ محض ایک غلط خیال ہوگا"

ساوات کے باب میں صحیح نہ تھا۔ سرسید کو نہایت تعجب ہوا کہ ... سخت ندامت ہوئی کہ جو کچھ
[illegible]ون کو یقین دلایا گیا تھا وہ غلط ہوگیا۔ یہ اُسی وقت دربار کے میدان میں پہنچے اور قصداً اوپر کی
[illegible]ن میں ایک کرسی پر جا بیٹھے۔ بابو نے آکر انکو بھی ٹوکا یہ وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مسٹر
[illegible]سن ہمسن سکرٹری گورنمنٹ سے جو وہین دربار کے ٹکٹ بانٹ رہے تھے سارا حال بیان کیا۔
[illegible]نھون نے بھی اس امر کو ناپسند کیا اور سرسید سے کہا کہ آپ اسکا ذکر مسٹر پالک سے کرین اتنے ہی مین
مسٹر تھارن ہل صدر بورڈ کے حاکم اعلے وہین چلے آئے۔ جب اُنکو یہ قصہ معلوم ہوا تو وہ سرسید پر
نہایت افروختہ ہوے اور کہا کہ تم لوگون نے غدر مین کونسی برائی تھی جو ہمارے ساتھ نہین کی؟ اب تم
یہ چاہتے ہو کہ ہمارے اور ہماری عورتون کے ساتھ پہلو بہ پہلو دربار مین بیٹھو۔ سرسید نے کہا اسی سبب سے
تو یہ ساری خرابیان پیدا ہوئین کہ آپ لوگ ہندوستانیون کو ذلیل سمجھتے رہے۔ اگر انکو اس طرح ذلیل
نہ سمجھا جاتا تو کیون یہانتک نوبت پہنچی۔ تھارن ہل صاحب اور زیادہ برہم ہوے۔ آخر
مسٹر جیمیس ہمسن نے سرسید کو سمجھایا کہ اس گفتگو سے کچھ فائدہ نہین۔ سرسید وہان سے اپنے ڈیرے
مین چلے آئے اور دربار مین شریک نہین ہوے۔ لیکن یہ خبر نواب لفٹنٹ گورنر کو پہنچی تو انھون نے
بھی دربار کی ترتیب اور انتظام کو ناپسند کیا اور یہ حکم دیا کہ اسوقت زیادہ تبدیلی تو نہین ہوسکتی لیکن
ہر ضلع کے حکام کو چاہیے کہ اپنے اپنے ضلع اور قسمت کے ہندوستانی رئیسون اور افسرون
کے ساتھ نیچے کی لین مین بیٹھین۔ دربار کے بعد جو یورپین افسر سرسید سے ملتا تھا اس واقعہ کو
پوچھتا تھا اور جب وہ بیان کرتے تھے تو بگڑتا تھا۔ لاچار انھون نے وہان زیادہ ٹھہرنا مناسب
نہ سمجھا اور رات کو وہان سے سوار ہوکر علیگڑھ چلے آئے۔ مگر چند روز بعد لوکل گورنمنٹ کے سکرٹری کی

اور تمام فرانسیسیون کی فوج کو اپنی قلمرو سے یکقلم موقوف کرنا وغیرہ وغیرہ ۔

آگرہ کے دربار مین سرسید کا جوش

ایک اور موقع پر اسی سودا کے جوش مین کہ ہندوستانیون کے ساتھ انگریزون کا برتاؤ اچھا نہین ہے سرسید ایک ایسی جرأت کر بیٹھے جسکی بدولت آخرکار انکو گورنمنٹ سے معافی مانگنی پڑی ۔ فروری ۱۸۶۷ء مین - جب کہ ڈرمینڈ صاحب اضلاع شمال مغرب مین لفٹنٹ گورنر تھے - آگرہ مین ایک بہت بڑی نمایش ہوئی تھی اور سرسید بھی منتظم کمیٹی کے ایک ممبر تھے ۔ اس کمیٹی مین انکے سوا اور بھی چند معزز ہندوستانی انگریزون کے ساتھ شامل تھے اور تمام ممبرون کو یکسان اختیارات دیے گئے تھے ۔ کسی طرح کا تفاوت انگریزون اور ہندوستانی ممبرون مین نہ تھا ۔ نمایش کی اخیر تاریخ دربار کے لیے مقرر تھی اور دربار کا انتظام مسٹر پالک کلکٹر ضلع آگرہ کے سپرد تھا ۔ صاحب موصوف نے نمایشگاہ کے قریب ایک میدان مین درباریون کے لیے کرسیان اسطرح بچھوائین کہ جو مقام کسی قدر بلند تھا کرسیون کی ایک لین تو اُس مقام پر لگائی اور اسپر ایک شامیانہ بھی جس سے دھوپ کی روک ہو کھچوا دیا ۔ اور دوسری لین اُسی کے متوازی مگر اُس سے ذرا نیچی جگہ پر لگوائی جس پر شامیانہ وغیرہ کچھ نہ تھا ۔ سرسید نے اکثر ہندوستانی درباریون کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اس دفعہ پر گورنمنٹ کو یہ منظور ہے کہ انگریزون اور ہندوستانیون مین کچھ تمیز نہ رکھی جائے اور سب کے ساتھ یکسان برتاؤ کیا جائے ۔ درباریون مین سے ایک معزز ہندوستانی شاید دربار سے ایک دن پہلے پھرتے دربار کے میدان کی طرف جا نکلے اور اتفاق سے اوپر کی لین مین ایک کرسی پر بیٹھ گئے ۔ ایک بابو نے آکر انکو وہان سے اُٹھا دیا اور کہا کہ آپ کے واسطے نیچے کی لین لگائی گئی ہے ۔ وہ وہان سے سیدھے سرسید کے پاس آئے اور حال بیان کیا اور یہ کہا کہ آپ کا خیال انگریزون اور ہندوستانیون کی

مفصل چٹھی لکھکر بھیجی جسمین اصل منشا اپنی اُس جسارت کا بیان کیا تھا ۔ اس چٹھی کے آنے کے بعد مسٹر پالک اُنکی طرف سے بالکل صاف ہوگئے تھے ۔

الغرض سرسید کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ہندوستانیون کے ساتھ کوئی برتاؤ انگریزون کی طرف سے ایسا نہو جو ہندوستانیون کی ذلت کا باعث ہو ۔ خصوصاً مسلمانون کی جانب سے انگریزون کی بدگمانی رفع کرنے مین اُنھون نے کوئی دقیقہ کوشش و تدبیر کا فروگذاشت نہین کیا ۔ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی سالانہ جلدون مین شاید ہی کوئی جلد ایسی نکلے جسمین اُنکے متعدد آرٹکل اس مضمون پر لکھے ہوے موجود نہون ۔ خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کا ریویو ۔ جو اُنھون نے ۱۸۷۱ء مین بمقام بنارس لکھا تھا اور جسکا مفصل ذکر پہلے حصہ مین ہو چکا ہے ۔ سرسید کی اُن جلیل القدر خدمات مین سے ہے جسکے شکر سے ہندوستان کے تمام مسلمان عموماً اور وہابی مسلمان خصوصاً کبھی عہدہ برآ نہین ہوسکتے ۔ چونکہ اس ریویو مین سرسید نے اپنے وہابی ہونے کا اقرار کیا تھا ۔ اسلیے انگریزون کی بدگمانی وہابیون کی نسبت بالکل جاتی رہی تھی ۔ منشی غلام نبی خان مرحوم کہتے تھے کہ " غالباً ۱۸۸۲ء مین جب مسٹر گریفن ڈپٹی کمشنر لاہور نے منشی قادر بخش خان تحصیلدار چونیان کو جنرل سپنز پولیس کی رپورٹ پر بجرم وہابیت زیر مواخذہ کرکے صاحب فنانشل کمشنر کے پاس بھیجا اور مسٹر ڈیوس کو جو اسوقت کمشنر تھے ۔ یہ معلوم ہوا کہ قادر بخش خان کا وہی مذہب ہے جو سید احمد خان کا ہے تو انھون نے فنانشل کمشنر سے سفارش کرکے اُنکی تبدیلی قصور مین کرادی ۔ اسکے بعد جب اُنکی تبدیلی قصور سے ہونے لگی تو مسٹر ڈائن اسسٹنٹ کمشنر قصور نے اُنکو جو سرٹیفکٹ بغرض صفائی کے دیا تھا اُسمین بڑا ثبوت اُنکی صفائی کا یہ لکھا تھا کہ یہ شخص وہی مذہب رکھتا ہے جو سید احمد خان صدر الصدور اضلاع شمال مغرب کا مذہب ہے ۔ اور اسلیے

بھی سرسید کے نام پہنچی جسمین اُنسے اس بات کا جواب طلب کیا گیا تھا کہ دربار مین کیون نہین
شریک ہوے ؟ اور بلا اجازت کس لیے علیگڑھ چلے گئے ؟ سرسید نے آگرہ سے بلا اجازت چلے آنے
کا سبب لکھ بھیجا اور دربار مین شریک نہ ہونے کی معافی چاہی۔ اسکے بعد پھر وہان سے کچھ باز پرس
نہین ہوئی۔ مگر اس نمایش سے پہلے جو لارڈ لارنس مرحوم وایسرائے و گورنر جنرل نے آگرہ مین
دربار کیا تھا وہان سرسید کو ایک طلائی تمغا دیے جانے کا حکم دیا تھا اور وہ تمغا اب تیار ہوا تھا
چونکہ سرسید نمایش کے دربار مین شریک نہین ہوے تھے اسلیے نواب لفٹنٹ گورنر نے وہ تمغا
صاحب کمشنر قسمت میرٹھ کو دیدیا تاکہ وہ میرٹھ جاتے ہوے علیگڑھ مین سرسید کو اپنے ہاتھ سے
تمغا پہناتے جائین صاحب کمشنر جب علیگڑھ کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو سرسید حسب الحکم وہان
موجود تھے اُنکو ایک طرف لیجا کر بسبب اُس رنجش کے جو تھارن ہل صاحب سے اُنھون نے سخت
گفتگو کی تھی یہ کہا کہ اگرچہ مین اپنے ہاتھ سے تمکو تمغا پنہانا پسند نہین کرتا لیکن گورنمنٹ کے حکم سے
مجبور ہون۔ یہ کہکر سرسید کو تمغا پنہانا چاہا سرسید نے یہ کہکر کہ مین بھی گورنمنٹ کے حکم سے مجبور ہون اُنکے
آگے سر جھکا دیا اور تمغا پہنکر چلے آئے۔ ہمنے معتبر ذریعہ سے سُنا ہے کہ اُنھین دنون مین گورنمنٹ کا
ارادہ سب ججون کی تنخواہ مین معقول اضافہ کرنے کا تھا مگر سرسید کی اس کار[illegible] یہ اضافہ
مدت تک ظہور مین نہین آیا اور سرسید کے ساتھ اور لوگ بھی۔ جو اُنکے ہم عہدہ تھے [illegible] محروم رہے
نواب محسن الملک کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بہت دن بعد مسٹر پالک سے جب کہ وہ کمشنر تھے ایک
دن سرسید کا ذکر آیا اُنھون نے نہایت چین بہ جبین ہوکر کہا کہ وہ بڑا مفسد اور باغی ہے اور آگرہ
کی نمائشگاہ کا وہ تمام قصہ بیان کیا۔ مین نے یہ حال سید صاحب کو لکھ بھیجا اُنھون نے مسٹر پالک کو

اور جو اس کتاب کے لکھتے وقت مخدومی مولوی سید زین العابدین خان نے راقم کو عنایت کیے ہین۔ صاف
پایا جاتا ہے کہ ایک شخص قوم کے سوز مین انگارون پر لوٹ رہا ہے۔ کبھی یوروپ کی ترقی کے مقابلہ مین
مسلمانون کی پستی و تنزل کا اندازہ کرکے نہایت مایوسی کے الفاظ لکھتا ہے، کبھی کسی انگریزی اخبار مین
کوئی مضمون مسلمانون کے برخلاف دیکھکر پیچ و تاب کھاتا ہے، کہین یہ صلاح دیتا ہے کہ ہندوستان
مین کوئی انجمن مسلمانون کی طرز معاشرت کی اصلاح کے لیے جلد قائم کرنی چاہیے، کبھی اسی غرض سے
کوئی قومی اخبار یا میگذین ہندوستان مین جاری کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے، کبھی انگریزی مین ایسی
کتابین لکھوانے پر کمر باندھتا ہے جنمین یورپ کے مؤرخون کے اُن بیجا اعتراضات کا جواب دیا جائے۔
جو اُنھون نے مسلمان بادشاہون یا خلیفون پر وارد کیے ہین اور جنکا اثر ہندوستان کے مسلمانون
کی پولٹکل حالت پر بہت بُرا پڑتا ہے۔ اور اس کام کے لیے ہندوستان سے چندہ طلب کرتا ہے، کبھی
ایسی کتابین لکھوانے کا ارادہ کرتا ہے جنسے مسلمانون کو اپنی گذشتہ عظمت کا خیال پیدا ہو اور اُنکو
سلف کی ترقی اور اپنے تنزل کا اندازہ کرنے سے غیرت آئے، کبھی کسی ہندوستان کے مسلمان کے
اعزاز کی خبر سنکر نہایت خوشی ظاہر کرتا ہے اور کبھی کسی ایسے قانون کے نافذ ہونے پر جس سے ہندوستانیون
کے حقوق کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے افسوس کرتا ہے۔ یہان ہم چند فقرے مذکورہ بالا خطون مین
ناظرین کی اطلاع کے لیے بطور نمونہ کے نقل کرتے ہین۔

ایک خط مین اُس عربی مدرسہ کا۔ جو دلی مین منشی امو جان مرحوم کے مکان مین قائم کیا گیا تھا
ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہین "جان من و جناب من! ایسے ایسے مدرسون سے کچھ فائدہ نہین ہے، افسوس ہے
کہ مسلمان ہندوستان کے ڈوبے جاتے ہین اور کوئی اُنکا نکالنے والا نہین۔ ہاے افسوس! امرت تھوکتے ہین

اسکی نسبت بدخواہی سرکار کا اشتباہ محض لغو ہے ''

ولایت کا سفر جو سر سید نے ۱۸۶۹ء مین کیا اگرچہ بظاہر اس غرض سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کو تعلیم کے لیے انگلستان لیجا کر اُسکے آرام و آسایش و تعلیم و تربیت کا انتظام اپنی آنکھون کے سامنے کرین اور اُسکی طرف سے ہر طرح کا اطمینان حاصل کرکے واپس چلے آئین ؛ مگر جن شغلون اور جن منصوبون مین اُنھون نے سترہ مہینے لندن مین بسر کیے اُنسے صاف پایا جاتا ہے کہ بیٹے کی تعلیم کا صرف ایک بہانہ تھا ورنہ اصل منشا اس سفر دور و دراز کا قوم کی خیرخواہی اور اسلام کی حمایت کے جوش کے سوا کچھ نہ تھا ۔ اُسوقت اسلام اور مسلمانون کی لگن مین سر سید کا حال بعینہٖ اس شعر کا مصداق تھا

'' ترکتُ للنّاس دنیاھُم و دینھُمُ شغلاً بحبّکَ یا دینی و دنیائی ''

مذہب اسلام کی خدمت جو کچھ کہ وہان اُنسے بن آئی اُسکا ذکر ہم اگلے عنوان مین کرینگے یہان صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ اس سفر کے آغاز سے لیکر انجام تک برابر اُنکو مسلمانون کی لَو کسقدر لگی رہی ہے ۔ اُنکے سفرنامہ سے جسکا نمونہ پہلے حصہ مین دکھایا جا چکا ہے اور اُنکے آرٹکلون سے جو وقتاً فوقتاً وہ سوسائٹی کے اخبار مین چھپنے کے لیے ولایت سے ہندوستان مین بھیجتے رہے ہر شخص باسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان سے جاتے وقت جو حالت کہ وہ مسلمانون کی دیکھ گئے تھے اُس سے اُنکے دل پر عجب بے چینی اور قلق کا عالم تھا ؛ خصوصاً اُنکے دل کی کیفیت اور تلاطم اُن پرائوٹ خطون کے دیکھنے سے بالکل آنکھون کے سامنے آجاتی ہے جو اُنھون نے اپنے ہمدرد اور دلی دوست سید مہدی علی خان کو ولایت سے بھیجے ہین

ولایت مین مسلمانون کی خیرخواہی سا جوش الفت

اُنکے آرٹکلون سے مسلمانون کی خیرخواہی کا اظہار

اُنکے پرائوٹ خطوط

[1] شاعر اپنے محبوب کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ لوگون کو اُنکی دنیا اور اُنکا دین مبارک ہو میرا تو دین بھی تو ہی ہے اور دنیا بھی تو ہی "

" دو بڑے واقعے دنیا مین ہوے ہین جنسے مسلمانون کو نہایت بڑا تعلق ہے ؛ ایک واقعہ فتح اندلس کا ہے - جسمین سات سو برس تک مسلمانون کی عیسائیون پر حکومت رہی ہے اور جو انصاف اور تعلیم و تربیت مسلمانون نے اُس قوم کی کی نہایت ہی عجیب و قابل فخر ہے ۔ دوسرا واقعہ کروسیڈ کا ہے یعنی آٹھ لڑائیان جو مسلمانون اور عیسائی قوم میں بیت المقدس پر ہوئین ۔ مین نے اُن عالم صاحب (یعنی جان ڈیون پورٹ) سے کہا ہے کہ ان دونون واقعون کی دو مختصر تاریخین وہ لکھدین اور اُنکی راے مین جو سچ اور انصاف ہو اور جسکا قصور اُنکی منصفانہ راے مین ہو سب لکھین - اور چونکہ وہ نہایت منصف اور بہت بڑا عالم ہے اور جرمن لیٹن فرنچ گریک زبان جانتا ہے اور سب مصنفون کی کتابین پڑھکر راے قائم کرتا ہے صرف انگریزی کتابون پر اُسکو بھروسا نہین ہے اسلیے امید ہے کہ جیسی بلا تعصب اُسنے یہ کتاب (یعنی اپالوجی) لکھی ہے ویسی ہی وہ بھی لکھیگا ۔ ان دونو کتابون کے چھپنے اور تیار ہونے مین آٹھ سو روپیہ تخمیناً صرف ہوگا ، فی کتاب چار سو روپیہ ۔ بس مین چاہتا ہون کہ آپ وہان کے احباب سے آٹھ سو چندہ کرکر میرے پاس بھیجدین ۔ چندہ کرنے مین شہرت نہین چاہیے ؛ صرف احباب مخلصین سے چندہ ہو ۔ مثلاً آپ میر ظہور حسین ، زین العابدین ، مرزا رحمت اللہ ، اور اور احباب سے ملاقات کرین اور زبانی بات چیت کرین اور جو جسکی توفیق ہو اُس سے لیکر جمع کرین "

مولوی سید مہدی علی خان کے لیے ہندوستان مین صاحب کمشنر نے خلعت کے لیے گورنمنٹ مین رپورٹ کی ہے اسکی مبارک باد کے بعد سرسید اُنکو لکھتے ہین " بھائی مہدی ! تم پایونیر اخبار الہ آباد کے ایک آرٹکل کا ترجمہ سنو وہ لکھتا ہے کہ " آج کل ہندوستان مین خاندان مسلمانون کے روز بروز گھٹتے جاتے ہین ۔ چنانچہ صرف بنگال مین تمام سلطنت کے ملازمین مین چند مسلمان ہین ؛ وہ بھی ضعیف ہین ؛ جلد پنشن لینگے ؛ اور اُنکی جگہ یقینی کوئی مسلمان نہین ہونیکا ؛ اور آیندہ بجز چپراسی اور دفتری کے کوئی مسلمان معزز عہدہ پر

[illegible] ۔ ہاے افسوس ہاتھ پکڑنے والے کا ہاتھ جھٹک دیتے ہین اور مگر کے مونھ مین ہاتھ دیتے ہین ۔ اے بھائی مہدی کچھ فکر کرو اور یقین جان لو کہ مسلمانون کے ہونٹون تک پانی آگیا ہے ۔ اب ڈوبنے مین بہت ہی کم فاصلہ باقی ہے ۔ اگر تم یہان آتے تو دیکھتے کہ تربیت کسطرح ہوتی ہے ؟ اور تعلیم اولاد کا کیا قاعدہ ہے ؟ اور علم کیونکر آتا ہے ؟ اور کس طرح پر کوئی قوم عزت حاصل کرتی ہے ۔ انشاءاللہ تعالی مین یہان سے واپس آنکر سب کچھ کہونگا اور کرونگا ! مگر نیچر کافر ' مردود ' گردن مروڑی ہوئی مرغی کھانے والے ' کفر کی کتابین چھاپنے والے کی کون سنیگا ''

ایک اور خط مین اسطرح لکھتے ہین " جس کتاب[1] کے چھاپہ ہونے کا اشتہار مین نے بھیجا تھا وہ تمام ہوگئی ہفتہ یا دو ہفتہ کے بعد اُسکے نسخے آپکے پاس بھیجونگا ' آپ دیکھینگے کہ مصنف نے کیسا انصاف اور کیسا سچ اختیار کیا ہے ! گو بعض خیالات اُسکے ہمارے خیالات کے مطابق نہون ۔ وہ مسلمان نہین ہے انگریز ہے ۔ جب آپ اُس کی کتاب دیکھینگے تو جانینگے کہ وہ انگریز ہزارون مسلمانون سے بہتر ہے "

" اب ایک اور بات ضروری ہے جو لکھتا ہون ۔ انگریزون نے مسلمان بادشاہون اور مسلمان حکومتون کی تاریخین نہایت ناانصافی اور تعصب سے لکھی ہین اور کوئی برائی نہین ہے جو مسلمانون کی طرف منسوب نہ کی ہو ۔ ہماری قوم کے جوان لڑکے انگریزی مین اُنھین تاریخون کو پڑھتے اور دیکھتے ہین ۔ جس سے بڑا نقص پیدا ہوتا ہے اور جو بات کہ ازراہ ناانصافی اور تعصب کے مسلمانون کی نسبت لکھی گئی ہے اُسکو وہ سچ اور واقعی سمجھتے ہین ۔ اسلیے ایسی قسم کی انگریزی کتابون کا پیدا ہونا جنمین مسلمانون کا حال نہایت سچائی اور انصاف سے لکھا گیا ہو نہایت مفید بلکہ نہایت ضروری ہے "

[1] یہاں اُس کتاب کا ذکر ہے جو جان ڈیون پورٹ نے اسلام کی حمایت مین لکھی تھی اور جسکو لندن مین کوئی پبلشر نہین چھاپتا تھا مگر سرسید نے وہان پہنچکر اور اپنے روپیہ سے اُسکو چھپوا کر ہندوستان مین بھیجا اور یہان دو شخصون نے اُسکے الگ الگ ترجمے کیے ۔ اگرچہ ڈیون پورٹ کی انگلستان مین کچھ وقعت نہ تھی اور اُسکی کتاب مین اور مصنفون کے اقوال نقل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا مگر چونکہ سرسید نے اس سے پہلے کسی یورپ مین مصنف کی ایسی تحریر جسمین اسلام کی اسقدر حمایت کی گئی ہو نہین دیکھی تھی اسلیے اُنکو اسکے شایع کرنیکا خیال ہوا ۔۱۲

الغرض سرسید کے تمام منصوبے - جو وہ ابتدا سے مسلمانون کی بھلائی کے لیے برابر باندھتے رہتے تھے
اس راے پر آکر ختم ہو گئے کہ ہندوستان مین چلکر قوم کی تعلیم کے لیے ایک محمڈن کالج یا محمڈن یونیورسٹی
قائم کیجائے ۔ اُنھون نے دیکھا کہ مسلمانون کی سوشل اور پولٹکل حالت درست کرنے کے لیے ایسوسیئیشن
قائم کرنی یا کاغذ کی ناو سے اس دریا کو طے کرنا کسی طرح ممکن نہین ۔ بلکہ جب تک اُنمین انگریزی تعلیم
پھیلائی جائیگی اُنکی بھلائی کی تمام تدبیرین ایسی ہی فضول اور بیکار ثابت ہونگی جیسے کسی کھیت
مین تخم ریزی سے پہلے آب پاشی کرنا ۔ اُنھون نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اپنی تمام زندگی اس کام پر وقف
کردیجیے ۔ چنانچہ اس مقصد کے متعلق تمام ابتدائی مدارج جو ولایت مین طے ہونے ممکن تھے اُنھون نے
وہین طے کر لیے ۔ ایک پیمفلٹ جسمین ہندوستان کے موجودہ نظام تعلیم پر اعتراض اور بجاے اُسکے
جو طریقۂ تعلیم اُنکے نزدیک ہندوستان کی حالت کے مناسب تھا اُسکو بیان کیا تھا - لندن مین شائع
کیا تاکہ جنکی راے اُسکے خلاف ہو وہ اخبارون کے ذریعہ سے ظاہر کرین ۔ نیز کیمبرج یونیورسٹی
کو خود جاکر نہایت توجہ سے دیکھا اور اُسکے تمام جزئی و کلی حالات پر غور کی ۔ پھر مسلمانون اور
نیز گورنمنٹ کی اطلاع کے لیے اُردو اور انگریزی مین اشتہار چھپوا کر سید مہدی علی خان کے پاس
اشاعت کی غرض سے ہندوستان مین بھیجے اور ہندوستان مین آکر نہایت باقاعدہ اور دانشمندانہ
طریقہ سے اُس منصوبہ کے پورا کرنے پر کمر باندھی جو اُنکی سالہا سال کی غور و فکر کا آخری نتیجہ تھا ۔ ادھر تو
کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی - جسکی کوششون سے آخر کار مدرسۃ العلوم قائم ہو گیا -
اور اُدھر قوم کو جگانے اور تعلیم کی طرف مائل کرنیکے لیے پرچہ تہذیب الاخلاق نکالا ۔ سرسید ان دو نو
کامون کا مفصل حال ہم پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین یہان ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ تہذیب الاخلاق نے

نہین ہوگا " دیکھو جو مین کہتا تھا اور جسکا غم کرتا تھا اب سب لوگ وہی کہتے ہین ۔ یہ آرٹکل بہت بڑا ہے لیکن سے ستیاب ہو تو منگا کر بالکل سنو ۔ بہرحال جو عزت تمکو خدا دے وہ تمام قوم کی عزت ہے ۔ اور مجھکو دوہری خوشی ہے ایک قومی دوسری خاص محبت و محبوبیت کی ۔ اللہ تعالی ہمیشہ با اقبال رکھے "

مولوی امداد العلی جو سرسید کے سخت مخالف تھے اُنکو ہندوستان مین سٹار آف انڈیا کا خطاب ملنا تجویز ہوا ہے یہ خبر سنکر سرسید مولوی مہدی علی خان کو لکھتے ہین " بلا تصنع مین آپسے عرض کرتا ہون کہ مولوی امداد العلی صاحب کی نسبت سٹار اوف انڈیا تجویز ہونے سے بے انتہا خوشی ہوئی ۔ عین آرزو مسلمانون کی ترقی اور عزت کی ہے ۔ چشم ما روشن و دل ما شاد ۔ اُنکا یہ فرمانا کہ ۔ سید احمد نے انگریزون کا جھوٹا کھا کر سٹار اوف انڈیا لیا اور اُنھون نے موچھون پر تاؤ دیکر ۔ (نہین نہین بھول گیا اُنکے موچھین[1] نہین ہین) ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر ۔ میرے سر اور آنکھون پر ۔ خدا کرے ایک اُنکو اور ہزار اور مسلمانون کو یہ دن نصیب ہو ۔

اول کئی خطون مین مولوی مہدی علی خان کو اس بات کی تاکید لکھی ہے کہ میرے واپس آنے سے پہلے ایک ایسوسیئشن مسلمانون کی طرز معاشرت کی اصلاح کے لیے قائم کرو اور ایک اخبار اسی مقصد کے لیے ایسوسیئشن کی طرف سے ایسا اور ایسا نکالو ؛ اور چنان کرو اور چنین کرو ۔ پھر جب اس سے بھی کچھ کامیابی ہوتی نہین دیکھی تو ممانعت کردی ۔ بعد ممانعت کے ایک خط مین لکھتے ہین کہ " اگر بالتخصیص مسلمانون کی تربیت کے لیے جداگانہ مدرسہ مقرر ہو جائے تو ایک رحمت ہمارے لیے ہے ۔ کوئی رات نہین جاتی کہ ایسے مدرسہ کے تقرر کی باتین اور تجویزین بیان نہین ہوتین ۔ مگر بغیر دس لاکھ روپیہ نقد کے ممکن نہین ہے " اسی طرح سرسید کے تمام خطون مین ۔ جو ولایت سے اُنھون نے سید مہدی علیخان کو لکھے ہین ۔ اسلام اور مسلمانون کا دکھڑا رونے کے سوا کوئی مضمون نظر نہین آتا ۔

---

[1] مولوی امداد العلی اتباع سنت کے خیال سے موچھین نہین رکھتے تھے یہ اسکی طرف اشارہ ہے ۱۲

دوسری طرف مسلمانون کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا بھی تھا جنکی افسردہ اور مایوس طبیعتین
دافزون تنزل کے سبب ڈوبتی ہوئی ناؤ کی طرح کوئی ایسا سہارا ڈھونڈھ رہی تھین
سے اُنکی ڈھارس بندھی اور کوئی امید کی صورت نظر آئی۔ تہذیب الاخلاق نے اس
کے دل پر فی الواقع وہ کام کیا جو مرہم زخم پر یا ٹھنڈا پانی پیاسے پر کرتا ہے۔ اس گروہ نے
وہ اپنے تئین ناچیز اور ایک نہایت کس مپرس حالت مین سمجھ رہا تھا اور دنیوی ترقیات
دروازے اپنے چارون طرف مسدود پاتا تھا۔ دیکھا کہ ایک ناصح شفیق کمال دلسوزی
اُنکو نیند سے جگاتا ہے، اُنکی غفلت پر ملامت کرتا ہے، اُنکے اسلاف کے کارنامے سُناکر
غیرت دلاتا ہے اور اُنکو ترقی کرنے کا گُر بتاتا ہے۔ یہ گروہ اُسکی آواز پر اس طرح دوڑا جیسے کسی
سری فوج کا کوئی سردھرا پیدا ہو جائے اور وہ اُسکے اشارہ پر ادھر اُدھر سے سمٹکر اُس کے گرد
جائے۔ غرض کہ موافق اور مخالف دونو فریق ہمہ تن اُسکی طرف متوجہ ہو گئے دوسرا اسلیے
کی آواز غور سے سنین اور پہلا اسلیے کہ اُسکی آواز کسی کو سننے ندین۔ تعجب یہ ہے کہ جسقدر اُسکی
فقت سے قوم کو فائدہ پہنچا اُسی کے قریب قریب اُسکی مخالفت نے لوگون کو فائدہ پہنچایا۔
جہان تہذیب الاخلاق مدرسۃ العلوم کی طرف لوگون کو بلاتا تھا اور جسقدر وہ انگریزی
کی ضرورتین اُنکے ذہن نشین کرتا تھا اسی قدر مدارس اسلامیہ قائم کرنے کا جوش مسلمانون
بڑھتا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی کی تحریک سے بے شمار اسلامی مدرسے ہندوستان مین قائم
گئے اور برابر ہوتے چلے جاتے ہین۔ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوئے شاید تین برس گذرے تھے
مولوی سخاوت علی صاحب نے انبہٹہ مین ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا۔ مدرسہ قائم کرنے کے بعد

مسلمانون پر کیا اثر کیا اور مدرستہ العلوم سے انکو ابتک کیا فائدہ پہنچا اور آیندہ کن فائدون کے پہنچنے کی توقع ہے ۔

ہندوستان مین دیسی اخبارون اور میگزینون کی حالت کچھ تو اس وجہ سے کہ اُنمین کوئی ایسا کرشمہ نہین ہوتا جو پبلک مین کچھ جنبش پیدا کرے اور زیادہ تر ہندوستانیونکی مُردہ دلی کے سبب۔ جیسی کہ ابتک رہی ہے وہ سب پر ظاہر ہے ۔ یوروپ مین یہی اخبار اور میگزین قومون کے دلون کے مالک ہین اور اُنکے جذبات اور خیالات پر حکومت کرتے ہین ۔ مگر ہمارے ملک مین۔ سوا اسکے کہ لوگ اُنکو ایک دل کا بہلاوا جانتے ہین۔ وہ کسی مرض کی دوا نہین سمجھے جاتے ۔ ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ تہذیب الاخلاق سے۔ جو ایک سب سے زیادہ افسردہ اور دل مردہ قوم کے بیدار کرنیکے لیے نکالا گیا تھا۔ کیا امید ہو سکتی تھی ؟ باوجود اسکے جو نتیجے اُس سے پیدا ہوے وہ نہایت تعجب انگیز ہین ۔

تہذیب الاخلاق کا اثر

بات یہ ہے کہ جسوقت یہ پرچہ جاری ہوا اُسوقت مسلمانون پر بسبب اُس انقلاب کے۔ جسنے غدر کے بعد اُنکی حالت دگرگون کردی تھی۔ دو مختلف حالتین طاری تھین ۔ ایک طرف مذہبی تعصبات اور مذہبی جوش و خروش۔ جو اِدبار اور تنزل کے زمانہ کے ہتھیار ہین نہایت زورون پر تھے اور تہذیب الاخلاق کا جزو اعظم وہ مضامین تھے جنکو مذہبی تعصبات کے ساتھ وہی نسبت تھی جو آگ کو بارود کے ساتھ ہوتی ہے ۔ پس جیسی کہ امید تھی تہذیب الاخلاق نے متعصب مولویون کے گروہ مین تلاطم پیدا کردیا اور مذہبی مناظرہ کے ہتھیار جو مدت دراز سے کام مین نہ آنے کے سبب زنگ خوردہ پڑے تھے اُنکو کام مین لانے کا موقع ملا ۔

ہرگز مناسب نہین ہے لیکن چند سال سے ایسے آثار نظر آتے ہین کہ زمانہ جو سب سے بڑا رفارمر ہے
کی اصلاح کیے بغیر نہ رہیگا ۔ چنانچہ ندوۃ العلما - جسکا پانچوان اجلاس سال گذشتہ مین ہوچکا ہے
اس غرض سے قائم ہوئی ہے کہ مسلمانون کے قدیم سلسلۂ درس کی زمانۂ حال کی ضروریات کے
موافق اصلاح کرے ۔ اور اگر ذرا غور کرکے دیکھا جائے تو خود ندوۃ العلما کا وجود اُسی نتیجہ کی ایک شاخ ہے
جسکے لیے تہذیب الاخلاق جاری کیا گیا تھا ۔ وہی کانپور - جو تہذیب الاخلاق اور سرسید کی مخالفت
کا سب سے بڑا مرکز تھا اور جہان سے تہذیب الاخلاق کے برخلاف نور الانوار نور الآفاق اور امداد الآفاق
اور کیا اور کیا مدت دراز تک شایع ہوتے رہے - وہین سے علما کی یہ جماعت اس غرض سے اُٹھی ہے
کہ مسلمانون کی قدیم طرز تعلیم زمانۂ حال کی طرز تعلیم کے سانچے مین ڈھالیجائے اور اسی لیے اکثر علما
اُس سے بدگمان ہوگئے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ مجلس سید احمد خان کے اشارہ سے قائم ہوئی ہے
ایسا تو نہین سمجھتے لیکن اتنا ضرور کہتے ہین کہ "ھذا ایضاً من برکات البرامکہ" بے شک
مسلمانون کی اصلاح کا خیال اُنکے دل مین سید کی چیخ پکار نے پیدا کیا ہے اور اگر وہ اپنے ارادون پر
ثابت قدم رہے اور لومۃ لائم سے خوف زدہ نہ ہوے تو رفتہ رفتہ ضرور وہ اپنے موجودہ خیالات سے
آگے بڑھینگے اور جن باتون کی درحقیقت قوم کو ضرورت ہے اُنکی طرف متوجہ ہونگے ۔

نواب محسن الملک نے ایجوکیشنل کانفرنس کے ایک اجلاس مین گفتگو کرتے وقت ندوۃ العلما
کی رویداد سے اُسکے بعض ممبرون کی تقریر کا خلاصہ نقل کیا تھا جو تہذیب الاخلاق جدید کی پہلی
جلد مین چھپ گیا ہے اُسکے دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ جو کچھ سرسید نے تہذیب الاخلاق
کی ابتدائی جلدون مین علوم جدیدہ کی ضرورت کے متعلق لکھا تھا ، یا قرآن کی بعض آیتون کی تفسیر

اُنھون نے جیسا کہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱ جلد ۴ مین منقول ہے ایک موقع پر کہا کہ "اگرچہ پہلے بھی ہمکو اپنی قوم کی بھلائی کی فکر تھی مگر کوئی تقاضا کرنیوالا اور بار بار جگانیوالا نہ تھا۔ اب تہذیب الاخلاق نے یہان تک چونکنا اور آگاہ کیا جسکے سبب اس قصبہ مین بھی ایک مدرسہ قائم ہوگیا۔ خدا اس پرچہ تہذیب الاخلاق کو ہمارے لیے ہمیشہ مبارک رکھے" اُنھون نے یہ بھی کہا کہ "ہمارے مدرسہ انبہٹہ اور ہمارے ضلع کے کل مدارس دیوبند، سہارنپور اور گنگوہ کو بڑی تسلی ہے کہ یہ سب مدرسے اس مدرستہ العلوم مسلمانان سے جسکے قائم کرنے کی کوشش ہورہی ہے مستفیض ہونگے؛ گویا علی گڑھ ہمارے مدرسون کے طلبا کا قصر امید ہے۔ اگر درحقیقت ہم اپنی ترقی کرینگے تو وہ قصر ہمارے لیے ہے۔ پس کسقدر ہمکو اُسکے بانیون کا شکرگذار ہونا چاہیے۔

اس قول کے نقل کرنیکے بعد سرسید تہذیب الاخلاق مین لکھتے ہین کہ "سب سے اخیر مدرسہ جو ہماری تحریرون کے اثر سے قائم ہوا وہ مدرسہ ایمانیہ لکھنؤ ہے۔ جس مین بشمول دیگر علوم معینہ کے مذہب شیعہ اثنا عشریہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور اس سے خیال ہوتا ہے کہ ہماری کوششون نے شیعہ اور سنی دونو کے دل کو جگا دیا ہے" مرسہ۔ ز

جس مضمون مین یہ حال لکھا ہے وہ ۱۸۷۴ء کا لکھا ہوا ہے جسکو اب چوبیس برس کا عرصہ گذر چکا ہی۔ اس عرصہ مین اور بے شمار مدارس اسلامیہ زیادہ تر اسی خیال سے قائم ہوے ہین کہ انگریزی تعلیم جسکی بنیاد مسلمانون مین تہذیب الاخلاق نے ڈالی ہے اُسکے اثر سے مسلمانون کو بچایا جائے۔ یہ خیال فی نفسہ صحیح ہو یا غلط مگر اسمین شک نہین کہ تہذیب الاخلاق ہی نے مسلمانون مین یہ جوش پیدا کیا ہے اور اسطرح سرسید کی چیخ پکار نے اپنے مخالفون مین بھی وہ اسپرٹ پیدا کر دیجسپر قومی ترقی کا دارومدار ہے

اگرچہ تمام مدارس اسلامیہ جو ہندوستان مین ابتک قائم ہوے ہین اُنمین آ ماک کوئی تبدیلی زمانہ کے مقتضا کے موافق ظہور مین نہین آئی اور وہ قدیم ڈگر ابتک نہین چھوڑی گئی جو اس زمانہ کے

ترقی کی سدراہ تھین اُنکے دور کرنے پر علے الاعلان کمر نہ باندھتا تو ظاہر ہے کہ اُسکی مخالفت بالکل نہوتی اور اسلیے جو عمدہ نتیجے اُسکی مخالفت سے پیدا ہوے وہ ظہور مین نہ آتے ۔ نیز جسقدر اُسکی مخالفت کم ہوتی اُسیقدر اُسکے مددگارون کا جوش کم ہوتا اور اسلیے وہ مخالف اور موافق دونو کے حق مین کوئی معتدبہ نتیجہ پیدا نہ کرسکتا ۔ یہی سبب تھا کہ جون جون اُسکی مخالفت زیادہ ہوتی گئی اُسی قدر لوگ اُسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتے گئے اور اُسی قدر اُسکا منتر زیادہ کارگر ہوتا گیا ۔

اُسنے ۔ جب کہ مسلمان اپنے اسلاف کے حال سے بیخبر تھے ۔ نہایت مؤثر طریقون کے ساتھ اُنکو اُنکے بزرگون کی علمی اور عقلی فتوحات سے آگاہ کیا تاکہ اُنمین وہ حمیت پیدا ہو جو اولاد کے دل مین اپنے آبا و اجداد کی بڑائی سننے سے پیدا ہونی چاہیے اور وہ اپنے موجودہ تنزل کا مقابلہ زمانہ سلف کی ترقیات کے ساتھ کر کے خود ترقی کی طرف مائل ہون ۔ اگرچہ تہذیب الاخلاق کو اس مقصد مین پوری ...ئی کہ اُسنے مسلمانون مین فخر و مباہات کا جوش توقع سے زیادہ پیدا کر دیا لیکن ...ن بحر لی موانع کے سبب ۔ جو گری ہوئی قومون کو مدت تک اُکسنے نہین دیتے ۔ اُنکے تک اُنمین وہ حرکت پیدا نہین ہوئی جو سلف کے کارنامے سنکر ایک غیور قوم مین خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اور اُنکو پستی تنزل کے ننگ و عار سے نکلنے پر آمادہ کر دیتی ہے ۔ تاہم جسقدر بیس بائیس برس کے عرصہ مین کم و بیش ترقی کا خیال ہندوستان کے مسلمانون مین پیدا ہوا ہے اُسکو اسی تہذیب الاخلاق کا نتیجہ سمجھنا چاہیے ۔ ... مسلمانون نے زمانہ کی مخالفت پر جس شد و مد کے ساتھ کمر باندھی تھی وہ اُسوقت تک کہ زمانہ اُنکو پیس نہ ڈالے ۔ ہرگز کھُلنے والی نہ تھی ۔ تہذیب الاخلاق جس کوٹھے پر چڑھنے کی تاکید کرتا تھا صرف اُسکے بتانے ہی پر اکتفا نہین کرتا تھا بلکہ اُسکا زینہ بھی اپنے ساتھ رکھتا تھا ۔ وہ ایک

[illegible] مطابق کی تھی اور جسپر انکی تکفیر کیجاتی تھی۔ ہمارے علما کی رایون پر اُسنے کس قدر اثر کیا ہے اور اُنکے خیالات کو کہان سے کہان تک پہنچادیا ہے اب وہ تسلیم کرتے ہین کہ ہمارا قدیم علم کلام جو اُس زمانہ کے فلاسفہ کے مقابلہ کے لیے مدون ہوا تھا اس زمانہ مین اُسکا مدارس اسلامیہ مین پڑھانا بے فائدہ ہے ؛ اب فلاسفۂ زمانۂ حال کے مقابلہ کی ضرورت ہے اور اسیلیے انگریزی زبان کا سیکھنا اور علوم جدیدہ سے واقف ہونا ضرور ہے ۔ پہلے جو ہمارے علما علوم جدیدہ کے پڑھنے سے اسلیے منع کرتے تھے۔ کہ اُنسے اصول اسلام مین شبہات پیدا ہونگے اور الحاد اور دہریت پھیلیگی - اب برخلاف اُسکے وہ بھی وہی کہنے لگے ہین جو بیس برس سے برابر سرسید کہتے چلے آتے تھے ۔ چنانچہ ایک عالم نے ندوۃ العلما مین یہ کہا کہ "مذہب اسلام ایسا ریتے کا گھر نہین جسپر نئے فلسفہ کا ریلا کچھ اثر کرے اور نہ کبھی پچھلی صدیون مین کچھ اثر کیا ہے ۔ فلسفہ بدلتا رہا ہے اور بدلتا رہیگا پر آسمانی مذہب کبھی نہ بدلیگا ۔ اسلام کا کوئی دنیاوی فلسفہ نہین نہ کوئی ہیأت و ریاضی ہے وہ تو صرف انسان کی اخلاقی و روحانی تعلیم کرنیوالا" پھر کہا کہ "اسلام نے تاریخ کا بھی بطرز مورخانہ ذمہ نہین لیا ہے بلکہ اُنھین واقعات کا ذکر کیا ہے جو انسان کے لیے عبرت و خبرت پیدا کرین ۔ اگر بطلیموس کی ہیأت ثابت ہوجائے تو کیا ۔ اور فیثاغورس کی قائم ہوجائے تو کیا ، جزو لا یتجزی باطل ہوا تو کیا ، اور ثابت ہوا تو کیا ، خلا کا بطلان ہوا تو کیا اور اثبات ہوا تو کیا ، ہمارے بزرگون نے یونانی فلسفہ کے حملے روکنے کے لیے ایسے ایسے مسائل علم کلام مین داخل کیے تھے جنکو آج کل محض جودت طبع کے لیے ہم لوگ پڑھتے ہین ؛ نہ وہ ہمارا مذہب تھا نہ کتاب و سنت اور مشکوۃ نبوت کا فرمودہ تھا سب کچھ بگڑ جائے تو ہماری بلا سے "

اگر تہذیب الاخلاق لوگون کی مخالفت کے خوف سے صلح کل کا طریقہ اختیار کرتا اور جو غلطیان مسلمانونکی

کی طرح بے حس و حرکت کر دیا تھا اُس سے اُنکو مطلع کیا اور صرف مطلع ہی نہین کیا بلکہ لاکھون کے
خیالات بدل دیے اور تدبیر و کوشش کی طرف اُنکا رخ پھیر دیا۔ اسی پرچہ نے اُنکو اپنے دست
و بازو پر بھروسا کرنا اور گورنمنٹ کا سہارا چھوڑنا سکھایا اور سلف ہلپ کا اصول جسکے بغیر کوئی
قوم ترقی نہین کر سکتی اُنکے ذہن نشین کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ قومی کامون مین ایک پیسہ
صرف کرنا نہین جانتے تھے وہ سیکڑون اور ہزارون صرف کرنے لگے۔ کوئی شخص انکار نہین کر سکتا
کہ کامون مین چندہ دینا کم سے کم ہندوستان کے مسلمانون کو صرف تہذیب الاخلاق نے
یا دوسرے لفظون مین سید احمد خان کی تحریرون اور اسپیچون نے سکھایا ہے اور اس بات کا
بھی انکار نہین ہوسکتا کہ مسلمان جو روپیہ دو روپیہ مہینے سے زیادہ اولاد کی تعلیم مین خرچ کرنا
نہین جانتے تھے وہ اسی شخص کی چیخ پکار سے اب پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ روپیہ مہینا بیدریغ
ان کی تعلیم مین خرچ کرتے ہین اور ولایت کی تعلیم کے لیے ایک ایک لڑکے پر بیس بیس
تیس تیس ہزار صرف کر دیتے ہین ۔ سرسید کے مخالف جو ہمیشہ مستثنے نتیجون کو اعتراض کا
ذریعہ گردانتے ہین اس مقام پر ضرور مسلمان لڑکون کی وہ مثالین پیش کرینگے جنکو ولایت جانے
سے بجاے فائدہ کے نقصان پہنچا ہے۔ مگر ایسے مستثنیات سے تو خدا کے کام بھی خالی نہین پائے جاتے۔

باران کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست — در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ہمکو اس باب مین اُن شاذ و نادر مثالون پر نظر کرنی نہین چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے
کہ سرسید نے مسلمانون کے خیالات مین کسقدر تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ جو روپیہ وہ پہلے اولاد کی
بیاہ شادیون کی بیہودہ رسمون مین خرچ کرنے کے عادی تھے یا جس روپیہ سے جاہل اور نالائق اولاد کے لیے

ہاتھ سے لوگون کو ترقی کی طرف بُلاتا تھا اور دوسرے ہاتھ سے مدرسۃ العلوم کی تصویر اُنکے سامنے پیش کرتا تھا۔ اسی لیے اُسکی کوششین بالکل اکارت نہین گئین۔

تہذیب الاخلاق ہی نے لوگون مین یہ خیال پیدا کیا کہ یوروپ کے مصنفون نے جو غلطیان اسلام کی حقیقت ظاہر کرنے یا اسلام کی تاریخ لکھنے مین کی ہین اُن غلطیون کو رفع کیا جائے اور اُنکا منشا ظاہر کیا جائے۔ اگرچہ سرسید اپنی متعدد تصنیفات مین جیسا کہ اس کتاب مین جابجا ظاہر کیا گیا ہے اس موضوع پر بہت کچھ لکھ چکے تھے اور آیندہ مصنفون کے لیے یہ رستہ صاف کر چکے تھے مگر اُنکی تحریرات عام طور پر شایع نہین ہوئی تھین۔ تہذیب الاخلاق ہی کی تحریک سے لائق لائق مسلمان اس کام پر کھڑے ہوے بہت سے مضامین تہذیب الاخلاق مین اسی موضوع پر لکھے گئے اور اُنکے سوا عمدہ عمدہ متعدد کتابین انگریزی اور اُردو مین علحدہ شایع کی گئین۔ اس تحریک کا سب سے عمدہ نتیجہ مسلمانون کے حق مین یہ ہوا کہ بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان۔ جنسے ہم خود واقف ہین یا جنکے احوال ذریعون سے معلوم ہوا ہے۔ اُن اعتراضون کو دیکھکر جو انگریزی کتابون مین اسلام اور مسلمانون پر وارد کیے گئے ہین اسلام سے برگشتہ ہو چلے تھے؛ کوئی عیسائی ہونے کا ارادہ رکھتا تھا اور کوئی سرے سے مذہب ہی کو لغو سمجھنے لگا تھا؛ مگر تہذیب الاخلاق کے مضامین دیکھکر جو شبہات اسلام کی طرف سے اُنکے ذہن مین خطور کرتے تھے وہ یکقلم زائل ہو گئے اور اُنکے دل کا دغدغہ بالکل جاتا رہا۔ اب وہ اسلام پر پختہ یقین رکھتے ہین اور اپنے اُن پراگندہ خیالات سے نادم ہین۔

تہذیب الاخلاق نے تعصبات کو بہت کم کر دیا، تقلید کی بندشین ڈھیلی کر دین، توکل، قناعت اور تقدیر کے جو غلط معنی لوگ سمجھے ہوے تھے اور جس غلطی نے اُنکو نکمّا اور کاہل اور جامد

برابر نکلتا رہا۔ لٹریری خوبی کے لحاظ سے جسقدر عمدہ مضامین ان سات برس کے پرچون مین شایع ہوے پھر ویسے نہین ہوے اور جو نتائج کہ ہمنے اوپر بیان کیے ہین وہ زیادہ تر انھین سات برس کے پرچون سے علاقہ رکھتے ہین۔

اس پرچہ کو جاری ہوے صرف تین برس کا عرصہ گذرا تھا کہ سرسید کے ایک انگریز دوست نے جیسا کہ جلد ۴ نمبر ۱ مین مذکور ہے اُنکو لکھا تھا کہ "تہذیب الاخلاق نے یہ ثابت کردیا کہ اُردو زبان مین بھی ہر قسم کے مضامین اور خیالات عمدگی اور سادگی سے ادا ہوسکتے ہین اور یہ بھی ثابت کیا کہ مذہب اسلام ایسا تنگ و تاریک رستہ نہین ہے جیسا کہ ابتک سمجھا جاتا ہے"

یہ کہنا کچھ مبالغہ مین داخل نہین ہے کہ سوشل اخلاقی اور مذہبی مضامین جس سادگی اور لطافت اور شایستگی کے ساتھ اس پرچہ مین لکھے گئے ویسے کبھی کسی اُردو زبان کے پرچہ مین نہین لکھے گئے۔

اسی پرچہ نے مسلمانون کے مذہبی لٹریچر مین جو صدیون سے بند پانی کی طرح بیحس و حرکت چلا آتا تھا دفعۃً تموج پیدا کردیا۔ تہذیب الاخلاق سے پہلے ہندوستان مین جو کچھ مذہب کے متعلق لکھا گیا تھا اسمین سرسید کے سوا بہت ہی کم لوگون کی تحریرون مین آزادی کا عنصر پایا جاتا تھا، تعصب اور تقلید نے اُجتہاد کی سوتین بالکل بند کردی تھین، علماے سلف کے اقوال اور اُنکی رایون کو نقل کردینا ہی تصنیف و تالیف کی معراج تھی، غیرمقلد جو بہت آزادی کا دم بھرتے تھے اُنکی جولانگاہ بھی صرف چند مسائل فقہیہ متعلق بہ عبادات تھے اور بس، پادریونکے مقابلہ مین اسلام کی حمایت کرنے کا طریقہ اسکے سوا اور کچھ نہ تھا کہ جو اعتراضات وہ مذہب اسلام پر قرآن اور حدیث کے حوالون سے کرتے اُسی قسم کے اعتراضات عیسائی مذہب پر توریت وانجیل کے حوالون سے کیے جاتے تھے" یوروپین سویلزیشن اور یوروپین سائنس کے حملے جو اسلام پر ہورہے تھے اول تو اُنسے مسلمان عالم محض بیخبر تھے اور اگر اُنکو خبر بھی ہوتی تو تقلید کی بدولت اُنمین یہ قابلیت باقی نہ رہی تھی کہ ان نئے حملون کو دفع کرنیکے لیے نئے ہتھیار ایجاد کرین، مناظرہ کا طریقہ اسقدر نامہذب و رخراب ہوگیا تھا

یا بہ جو اُنکی عیاشی اور بے تہذیبی یا کاہلی اور سستی کا سامان مہیا کر جاتے تھے اب وہ روپیہ اُنکی لیاقت اور اصلی عزت اور اقتدار بڑھانے مین صرف کرنا سیکھ گئے ہین ۔

تہذیب الاخلاق ہی نے اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو مسلمانون کو مدت دراز کے بعد قومیت کے معنی یاد دلائے ہین ۔ قومیت جو درحقیقت ایک لفظ اسلامی اُخوّت کا مرادف ہے اُسکے مفہوم سے ہندوستان کے مسلمانون کو بالکل ذہول ہوگیا تھا ' اُنمین بھی مثل ہندوؤن کے ذاتون کی تفریق پیدا ہوگئی تھی اور ایک ذات کو دوسری ذات کے ساتھ قومی حیثیت سے کچھ تعلق نہ سمجھا ۔ پٹھانون کو یہ استحقاق نہ تھا کہ وہ مغلون کی فتوحات پر فخر کرسکین اور سادات اس بات کا حق نہین رکھتے تھے کہ بنی امیّہ یا بنی عباس کے کارنامون پر نازان ہون ۔ اسکے مذہبی فرقون کے سوا اختلاف نے اُنمین ایک دوسری طرح کا تفرقہ ڈالدیا تھا جسکے سبب سے وہ رابطہ جو تمام اہل قبلہ مین بسبب اتحاد اسلامی کے متحقق ہونا چاہیے باقی نرہا تھا ۔ تہذیب الاخلاق نے ان دونو کے دور کرنے کی بنیاد ڈالی اور ہندوستان کے لاکھون مسلمانون مین کم سے کم یہ خیال ضرور پیدا کردیا کہ ذاتون کے تفرقہ یا مذہبی طریقون کے اختلاف سے قومی اتحاد مین کچھ فرق نہین آتا اور ہمارے نزدیک یہ کہنا کچھ غلط نہین ہے کہ قوم ، قومیت ، قومی ہمدردی اور قومی عزت کے الفاظ جن وسیع معنون مین کہ اب ہندوستان مین عام طور پر بولے جاتے ہین یہ درحقیقت سرسید ہی کی تحریرون نے جو اول سوسائٹی اخبار مین اور اُسکے بعد تہذیب الاخلاق مین شایع ہوئین لوگون کو بولنے سکھائے ہین ۔

اردو لٹریچر کو بھی اس پرچہ سے کچھ کم فائدہ نہین پہنچا ۔ یہ پرچہ جیسا کہ پہلے حصہ مین ... ہو چکا ہے چھبیس برس کے عرصہ مین تین دفعہ مختلف وقتون مین جاری ہوا مگر سب سے زیادہ عرصہ تک صرف پہلی دفعہ یعنی سات برس

پیدا ہوگیا اور اُنھون نے قومی چندہ سے متعدد کالج کھول لیے۔ پھر خود مدرسۃ العلوم مین کوئی قاعدہ ایسا نہین رکھا گیا جسکی رو سے وہ مسلمانونکے لیے مخصوص سمجھا جائے اُس مین ابتدا سے آجتک ہندو مسلمان عیسائی بنگالی پارسی سب قومون کے طالب علم برابر پڑھتے رہے ہین۔ چنانچہ ۱۸۷۸ء سے ابتک جسقدر ہندو طالب علم محمدن کالج اور اسکی لاکلاس سے مختلف امتحانون مین کامیاب ہوے ہین اُنکی تعداد یہ ہے۔

گریجوئٹ	انڈر گریجوئٹ	انٹرینس	ال ال بی	وکالت ہائی کورٹ	وکالت ضلع	میزان
۲۲	۶۷	۸۷	۸	۲	۵	۱۹۲

اور متعدد ہندو گریجوئٹ اسی کالج کے بیرسٹری یا مڈیسن مین ولایت جاکر کامیاب ہوچکے ہین۔ پس یہ کہنا کچھ بناوٹ مین داخل نہین ہے کہ محمدن کالج نہ صرف مسلمانون کی بلکہ تمام ہندوستان کی بھلائی کے لیے قائم کیا گیا ہے اور اُس سے غیر قومونکو بھی برابر فائدہ پہنچتا رہا ہے۔ لیکن اسمین شک نہین کہ سرسید کا بڑا مقصد اس کالج کے قائم کرنے سے یہی تھا کہ کسی طرح مسلمانون کی حالت درست ہو اور وہ انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہون۔

مگر یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ قطع نظر اُن سخت مخالفتون کے۔ جو مدرسۃ العلوم قائم کرتے وقت پیش آئین اور جنکا حال ہم آیندہ عنوان مین لکھینگے۔ مسلمان پہلے ہی انگریزی تعلیم سے متنفر تھے۔ ابتدا سے ہندو اور مسلمانون کے خیالات مین جو تفاوت انگریزی تعلیم کے متعلق تھا اُسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ۱۸۲۴ء مین جبکہ گورنمنٹ نے کلکتہ مین ہندوؤن کے لیے ایک سنسکرت کالج قائم کیا تو ہندوؤن نے ایک عرضداشت اس مضمون کی گذرانی کہ ہمکو اس بات کی ضرورت نہین ہے کہ گورنمنٹ ہمارے لیے سنسکرت کی تعلیم کا سامان مہیا کرے بلکہ اُسکو چاہیے کہ جہانتک ممکن ہو انگریزی تعلیم کی اشاعت مین کوشش کرے۔ برخلاف اسکے ۱۸۳۵ء مین۔ جب کہ واقعہ مذکور پر گیارہ برس گذر چکے تھے اور ہندوؤن کا

کہ کتابون کے نام تھے "جوت" "آرہ" "درہ" "قبقاب" اور کفشاپ رکھے جاتے تھے ؛ تہذیب الاخلاق نے جہانتک کہ اُس سے ہو سکا تعصب کی جڑ کاٹی، تقلید کی بندشین توڑین، مذہبی تحریرون مین آزادی کی روح پھونکی، مذہبی حمایت کا فرسودہ طریقہ جو اس زمانہ مین کچھ بکار آمد نہ تھا اُسکی جگہ دوسرا طریقہ جو زمانہ کے مناسب حال تھا جاری کیا، مناظرہ کے ناپسندیدہ طریقہ کی اصلاح کی اور اپنے طرز بیان سے اُس طریقہ کی ایک مثال قائم کی جسکی قرآن نے ہدایت کی تھی کہ " وَجَادِلهُمْ بِالَّتِی هِیَ اَحسَن "

اردو شاعری میں انقلاب

اُردو شاعری جسمین دو سو برس سے ایک ہی قسم کے خیالات برابر دوہرائے جا رہے تھے اُسنے بھی زیادہ تر اسی پرچہ کی تحریک سے کروٹ بدلی نئے نئے میدانون مین شعرا قدم رکھنے لگے، مبالغہ اور جھوٹ کی جگہ حقائق و واقعات کے خاکے کھچنے لگے اور شاعری بجاے اسکے کہ محض ایک دل لگی کی چیز سمجھی جاتی تھی ایک کام کی چیز بننے لگی

سب سے عمدہ نتیجہ جو اس پرچہ کے اجراسے مترتب ہوا اور جسکے لیے درحقیقت یہ پرچہ جاری کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ مسلمان جو قدیم سے انگریزی تعلیم کی سخت مخالفت کرتے چلے آتے تھے آہستہ آہستہ اُنکی جھجک نکلنی شروع ہوئی یہانتک کہ لاکھون مسلمان ہندوستان مین اب ایسے موجود ہین جو انگریزی تعلیم کو اپنی اولاد کے حق مین نہایت ضروری جانتے ہین اور سمجھتے ہین کہ بغیر اسکے ملک مین عزت سے رہنا ناممکن ہے۔

سب سے بڑی ملکی اور قومی خدمت ۔ جو سرسید سے بن آئی اور جسکا احسان بظاہر صرف مسلمانونکی قوم پر مگر درحقیقت ہندوستان کی تمام اقوام پر ہے ۔ وہ مدرسۃ العلوم کا قائم کرنا ہے ۔ ہندوستان کی ایک ایسی قوم کا جسکی تعداد قریب چھ کرور کے ہے ۔ تعلیم سے محروم رہنا تمام ملک کے لیے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین ایسا ہی مضر تھا جیسا ایک عضو رئیس کا ماؤف ہونا انسان کے تمام اعضاے رئیسہ کے لیے خطرناک ہوتا ہے ۔ اسکے سوا صرف مدرسۃ العلوم کی ریس سے شمالی ہندوستان کے ہندوؤن مین قومی تعلیم کا جوش حد سے زیادہ

بالکل نہین ہے اور دنیا مین عربی کے سوا کوئی علمی زبان نہین ہے ۔

اسکے سوا اور بہت سے موانع تھے جنکی تفصیل کی یہان گنجایش نہین ۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ جسوقت سرسید نے محمدن کالج قائم کرنے کا ارادہ کیا اُس وقت مسلمانون مین انگریزی تعلیم کی کیا حالت ہوگی ؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ۱۸۵۸ء یعنی اُسوقت سے ۔ جبکہ کلکتہ مدراس اور بمبئی یونیورسٹیان قائم ہوئین ۔ ۱۸۷۵ء یعنی اُسوقت تک ۔ کہ علیگڈھ مین ابتدائی اسکول کھولا گیا ۔ تمام ہندوستان مین مسلمان گریجوئٹس کی تعداد صرف بیس تک پہنچی تھی جنمین ۱۷ بی اے اور ۳ ام اے تھے حالانکہ اُس وقت تک ہندو گریجوئٹس کی تعداد ۸۴۶ تک پہنچ گئی تھی جنمین ۷۱۵ بی اے اور ۱۳۱ ایم اے تھے ۔ نیز جو نفرت یا نامناسبت اور اجنبیت مسلمانون کو انگریزی تعلیم سے چلی آتی تھی اُس سے اس کا اندازہ بھی اچھی طرح ہوسکتا ہے کہ اگر بالفرض اُنکو تعلیم کا خیال پیدا بھی ہوجاتا تو بھی اُنہین انگریزی تعلیم کے ساتھ دلبستگی اور مناسبت پیدا کرنے کے لیے کسقدر عرصہ درکار تھا ؟ اور وہ کتنی مدت مین اس قابل ہوسکتے تھے کہ اپنی ہموطن قومون کے ساتھ جو چالیس برس پہلے سے انگریزی تعلیم پر دلدادہ اور اُسکے حاصل کرنے مین سرگرم تھین تعلیمی دوڑ مین شریک ہون ۔

ان تمام باتون پر نظر کرنے کے بعد جو نتائج نہایت قلیل عرصہ مین علی گڈھ محمدن کالج سے ظہور مین آئے اُنکو نہایت غنیمت سمجھنا چاہیے ۔ علیگڈھ محمدن اسکول ۱۸۷۵ء مین اور محمدن کالج ۱۸۷۸ء مین کھولا گیا تھا اور کالج کے نتائج ۱۸۸۰ء سے نکلنے شروع ہوے اُسوقت سے ۱۸۹۸ء تک ۔ کہ جسکو ۱۹ برس سے زیادہ مدت نہین گذری ۔ اُسنے صرف اپنے مسلمان طلبہ مین سے

شوق پیدا ہوگیا تھا۔ کلکتہ کے مسلمانون نے جسوقت یہ سُنا کہ گورنمنٹ تمام ہندوستان مین انگریزی تعلیم پھیلانا چاہتی ہے تو انھون نے ایک عرضی تیار کی جسپر آٹھ ہزار مسلمان رئیسون اور عالمون کے دستخط تھے اور جسکا ماحصل یہ تھا کہ گورنمنٹ کا انگریزی تعلیم پر اسقدر توجہ کرنا صاف دلالت کرتا ہی کہ اُسکا ارادہ ہندوستانیون کو عیسائی بنانے کا ہی۔

قطع نظر مذہبی خیالات کے مسلمان زیادہ تر اسوجہ سے بھی انگریزی تعلیم کے مخالف تھے کہ ابتدائے اشاعت اسلام سے وہ جس ملک مین گئے اور جہان جاکر رہے مستثنے صورتون کے سوا کبھی اُنکو غیر ملک اور غیر قوم کی زبان سیکھنے کی طرف توجہ نہین ہوئی وہ جہان جاتے تھے اپنی زبان اور اپنا علم ادب اپنے ساتھ لیجاتے تھے جسطرح اسپین مین جاکر اُنھون نے اسپینش زبان یا ایران مین ژند زبان نہین سیکھی اسی طرح ہندوستان مین آکر اس ملک کی زبانون کے سیکھنے کی طرف توجہ نہین کی اور اسلیے غیر زبانون کے سیکھنے کی فی الواقع اُنمین قابلیت نہ رہی تھی۔ برخلاف اسکے ہندوون نے مسلمانون کے عہد مین غیر زبان سیکھنے کا ملکہ اپنے مین بخوبی پیدا کر لیا تھا۔ جو قومین ملازمت پیشہ تھین وہ اپنی اولاد کو کم سے کم فارسی زبان سیکھا نہایت ضروری جانتی تھین اور اکثر شوقین لوگ فارسی کی تکمیل کے لیے عربی بھی سیکھتے تھے۔

پس مسلمانون کو جسقدر کہ مذہبی خیالات انگریزی تعلیم سے مانع تھے اُس سے زیادہ اُنکی طبیعی نامناسبت جو تیرہ سو برس سے اُنمین متوارث چلی آتی تھی ایک اجنبی زبان کے سیکھنے کی سد راہ ہوتی تھی مدارس انگریزی مین انگریزی زبان کے سوا اور بھی بعض سبجکٹ ایسے تھے جن سے ہندوستان کے مسلمانون کو کچھ مناسبت نہ رہی تھی۔ جغرافیہ جسمین اُنکے اسلاف نے اگلے زمانہ مین بے انتہا ترقی کی تھی اب وہ اُسکو محض لغو جاننے لگے تھے۔ تاریخ کا حال بھی اسکے قریب قریب تھا۔ ریاضی سے فی الواقع مسلمانونکو کچھ لگاؤ باقی نہ رہا تھا۔ مسلمانون کے ذہن مین عموماً یہ بات تہ نشین تھی اور اب تک ہے کہ انگریزی زبان مین منطق اور حکمت و فلسفہ

مسلمانون نے انگریزی تعلیم کے لیے ہندوستان مین کھول لیے جسکا ایک صریح نتیجہ یہ ہے کہ سنہ ۱۸۷۵ء سے
لیکر اسوقت تک محمڈن کالج کے طالب علم یونیورسٹی کے اعلے امتحانون مین شریک ہونے لگے
اور انکی شہرت سے تمام ہندوستان کے مسلمانون مین انگریزی تعلیم کا ولولہ پیدا ہوا یعنی سنہ ۱۸۸۱ء
تک جو کہ چھبیس برس کا زمانہ ہوتا ہے تمام ہندوستان مین مسلمان گریجوٹس کی تعداد صرف ۴۳
تک پہنچی تھی مگر سنہ ۱۸۸۲ء سے سنہ ۱۸۹۳ء تک یعنی صرف بارہ سال مین تمام ہندوستان کے مسلمان
گریجوٹس کی تعداد ۴۳ سے بڑھکر ۳۹۹ تک پہنچ گئی اور سنہ ۱۸۹۴ء سے سنہ ۱۸۹۶ء تک یعنی تین سال
مین صرف الہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے ۱۸۵ مسلمان بی اے اور ام اے
کے امتحانون مین کامیاب ہوے اور اگر بدقسمتی سے وہ مشکلات جو گذشتہ دس برس سے طالب علمون
کو پیش آرہی ہین اور جنھون نے خاصکر مسلمانون کی چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا دیا پیش نہ آتین
تو اور بھی زیادہ عمدہ اور بہتر نتیجے ظہور مین آتے ۔

اسکے سوا جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ قومی تعلیم کی چال
ابتدا مین نہایت سست اور دھیمی ہوتی ہے ۔ کم عمر لڑکے جنمین قومی تعلیم کی بنیاد قائم
ہوتی ہے باوجودیکہ انکو حد سے زیادہ ترغیب اور اشتعالک کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنے
دائین بائین کوئی سامان ایسا نہین دیکھتے جس سے انکو تعلیم مین کچھ مدد مل سکے ، یا اسکی طرف
کافی توجہ ہو ۔ نہ قومی سوسائٹی مین ان باتون کا چرچا ہوتا ہے جنسے تعلیم کا شوق اور اسکے
ساتھ لگاؤ پیدا ہو ، اور نہ خاندان کے چھوٹے بڑون مین کوئی ایسا نظر آتا ہے جس سے مدرسہ
کی پڑھائی مین کسی قسم کی اعانت کی توقع ہو ۔ برخلاف اسکے جب قوم مین تعلیم کی بنیاد پڑجاتی ہے

۱۲۶ گریجوٹ اور ۱۷۴ انڈرگریجوٹ پیدا کیے ہین ۔

جو طالب علم کہ محمدن کالج کی لا کلاس مین لکچر سنتے ہین وہ ۱۸۹۰ء سے قانونی امتحانون مین شریک ہونے لگے ہین اُسوقت سے ابتک صرف مسلمانون مین سے ۱۴ ال ال بی کے امتحان مین اور ۵ وکالت کے امتحان مین کامیاب ہو چکے ہین ۔

اور اگر اُس سخت گیری پر۔ جو آٹھ سات برس سے قانونی امتحانون مین ہونے لگی ہے۔ نظر کیجائے تو اس قلیل عرصہ مین مذکورۂ بالا نتائج خاصکر مسلمانون کے حق مین بہت غنیمت ہین ۔

مگر محمدن کالج کے فوائد کو صرف اُن نتائج ہی مین منحصر نہ سمجھنا چاہیے جو خاصکر اُسکے طالب علمون نے یونیورسٹی کے مذکورۂ بالا امتحانون مین حاصل کیے ہین بلکہ اُسکا اثر ہندوستان کے تمام حصون اور تمام صوبون تک پہنچا ہے اور اسکا کسی قدر اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ لفٹنٹ گورنر بنگال نے ۱۸۹۶ء کے آغاز مین ایک موقع پر مسلمانان بنگالہ کی تعلیم کے متعلق یہ کہا تھا کہ "۱۸۸۱ء مین جب مین نے بنگال کو چھوڑا تھا تو صوبہ مذکور کے تمام مدرسون اور کالجون مین ایک لاکھ پچاسی ہزار مسلمان طالب علم تھے اور اپنے واپس آنے پر مجھکو معلوم ہوا ہے کہ اس تعداد کی نوبت قریب چار لاکھ نوّے ہزار کے پہنچ گئی ہے" چونکہ ۱۸۸۱ء سے زیادہ تر محمدن کالج کا چرچا ہندوستان مین ہوا ہے اور صوبۂ بنگال مین ظاہرا کوئی زبردست تحریک مسلمانونکی تعلیم کے لیے نہین ہوئی اسلیے سوا اسکے کہ تہذیب الاخلاق کی اشاعت اور محمدن کالج کی شہرت سے یہ نتیجہ پیدا ہوا ہے اور کوئی بات خیال مین نہین آتی ۔

نیز اسی کالج کی ریس اور اسی کے بانی کی چیخ پکار سے متعدد[1] کالج اور بے شمار اسکول خاص

---

[1] جیسے لاہور امرتسر اور کراچی کے محمدن کالج یا حیدرآباد اور بہاولپور کے اسٹیٹ کالج ۔

محمدن کالج کا اثر ملک کے دوسرے حصون پر

طالب علم تعلیم کے لیے ولایت نہ جاتے ہون - ایک معتدبہ تعداد ولایت کے تعلیم یافتہ بیرسٹرون اور سول سرونٹس وغیرہ کی جنکا پہلے بنگالیون اور پارسیون کے سوا کسی قوم مین وجود تھا اکثر قومون مین پیدا ہوگئی ہے جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور جیسا کہ نواب محسن الملک نے اپنے لاہور کے لکچر مین بیان کیا ہے اسوقت صرف محڈن کالج کے ۳۱ طالب علم بیرسٹرایٹ لا ہین اور ۴ ولایت مین ڈاکٹری کی تعلیم پارہے ہین ۔

اس حالت کا مقابلہ جب شمالی ہندوستان کی اُس حالت سے کیا جاتا ہے - جبکہ سرسید نے پہلے ہی بار ولایت جانے کا ارادہ کیا تھا اور جب کہ ہمارے ملک کے ہندو اور مسلمان دونو مذہبی خیالات کے سبب یوروپ جانیکو عیسائی ہو جانے سے کم نہین سمجھتے تھے اور غیر ملکون کے سفر کے بالکل عادی نہ تھے - تو دونون حالتون مین زمین وآسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے ۔ اور اسمین شک کرنیکی ظاہرا کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ جس طرح مسلمانون مین ولایت کی تعلیم کا خیال صرف سرسید کی تحریک سے پیدا ہوا اسی طرح شمالی ہندوستان کے ہندؤون مین یہ خیال اسی شخص کی بدولت پھیلا ہے۔

باوجودیکہ ہندو سنہ ۱۸۲۰ء سے انگریزی تعلیم مین مصروف تھے مگر وہ ایسے چپ چاپ یہ رستہ طے کر رہے تھے جیسے تنا خور آدمی ایک کونے مین بیٹھکر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے اور پڑوسیون کو خبر نہین ہونے دیتا ؛ یہان تک کہ پچاس برس گذر گئے اور مسلمانون مین کسی قسم کی جنبش پیدا نہین ہوئی ۔ مگر سرسید کی چیخ پکار صرف مسلمانون ہی کو جگانیوالی نہ تھی بلکہ اُسنے شمالی ہندوستان کے دونو صوبون مین اس سرے سے اُس سرے تک تعلیم کا غل ڈالدیا - اگرچہ ہندوستان کی تعلیم پر ہندو پہلے ہی سے متوجہ تھے اور سرسید کی تحریک نے سوا اسکے کہ اُنکی ترقی کی رفتار کسی قدر تیز کردی

تو انکی گریہ و زاری [illegible] گھر کے در و دیوار سے بھی آوازین سنائی دیتی ہین۔ اسیلیے امید ہے کہ اگر مسلمانون مین تعلیم کا شوق اسی نسبت سے آیندہ بھی بڑھتا رہا جیسا کہ گذشتہ ۲۳ برس مین بڑھتا رہا ہے تو انکی ترقی کی رفتار روز بروز زیادہ تیز ہوتی جائیگی۔

ولایت کی تعلیم کا خیال شمالی ہندوستان مین پیدا ہونا

ولایت کی تعلیم کا خیال شمالی ہندوستان کے ہندو مسلمانون مین درحقیقت اُسوقت سے پیدا ہوا ہے جبکہ سرسید اپنے بیٹون کو ساتھ لیکر انگلستان گئے ہین۔ اُس سے پہلے ہندوستان سے کوئی مسلمان اور شمالی ہند سے کوئی ہندو یا مسلمان ولایت مین تعلیم کے لیے نہین گیا تھا۔ اگرچہ سرسید کو اس سفر کی جرأت زیادہ تر اُس اسکالرشپ کے سہارے سے ہوئی تھی جو سید محمود کی تعلیم کے لیے گورنمنٹ نے عنایت کیا تھا لیکن چونکہ وہ خود بھی مع اپنے بڑے بیٹے کے ۱۷ مہینے ولایت مین ٹھیرے تھے اور سید محمود کی تعلیم ختم ہونے تک ایک خدمتگار برابر پانچ برس اُنکے ساتھ رہا تھا اور بعض ایسے اخراجات بھی جو اورون کو اُٹھانے نہین پڑتے تھے سرسید کو برداشت کرنے پڑے تھے اسیلیے علاوہ دس ہزار روپیہ کے جو گورنمنٹ نے عطا کیا تھا پچاس ہزار روپیہ اُنکو اپنی جائداد اور کتابین بیچکر اور رخصت کے زمانہ کی تنخواہ کٹوا کر گویا اپنے پاس سے خرچ کرنا پڑا۔ اگرچہ سرسید کو اُس سے بہت بڑی زیرباری ہوئی مگر ہندوستان کے لیے آیندہ ولایت جانے کی راہ کھل گئی۔ سرسید نے اسی پر اکتفا نہین کیا کہ بیٹے کو ولایت مین تعلیم دلا کر ملک کے لیے ایک مثال قائم کر دی بلکہ جیسا پہلے حصہ مین مذکور ہو چکا ہے انھون نے متعدد تدبیرین ہندوستانیون کے اور خاصکر مسلمانون کے ولایت بھیجنے کے لیے کین جنکا نتیجہ آج ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ کلکتہ بمبئی اور مدراس کے علاوہ شمالی ہندوستان مین کوئی سال ایسا نہین جاتا جسمین کچھ ہندو یا مسلمان

انگریزی تعلیم سے جسقدر حصہ کہ اُنھون نے اس عرصہ مین لیا ہے وہ حصہ نہ لیتے تو آج سرکاری دفتر اور محکمے اُنسے گویا بالکل خالی پاتے اور ہندوستانی ریاستون مین بھی وہ شاید خال خال ہی نظر آتے۔

ذمہ داری کے عہدے پہلے ہندوستانیون کو اونے درجہ کی تعلیم یا سعی سفارش وغیرہ کے ذریعہ سے ملجاتے تھے۔ اب سوا اسکے کہ گورنمنٹ اپنے خاص اختیارات سے کسی مستثنےٰ آدمی کو دیدے گریجوئٹس کے سوا کبھی کو نہین مل سکتے۔ کومپیٹیشن کے قاعدہ نے ایجوکٹیڈ کلاس کے سوا۔ ہر درجہ کے آدمیون کو عمدہ خدمات سے گویا بالکل محروم کردیا ہے۔ اور جسقدر ملازمت کے امیدوارون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اُسی قدر ملازمت کی شرطین روز بروز زیادہ سخت ہوتی جاتی ہین۔ سیکڑون مڈل پاس اور انٹرینس پاس آٹھ آٹھ دس دس روپیہ ماہوار کی نوکری ڈھونڈھتے پھرتے ہین اور مشکل سے فیصدی دس کامیاب ہوتے ہین۔

۱۸۸۰ء مین جبکہ محمدن کالج کی عمر دو تین برس سے زیادہ کی نہ تھی، سرسید نے جو متعدد مضامین پنجاب یونیورسٹی اور مشرقی تعلیم کے خلاف لکھے تھے انمین ایک جگہ لکھتے ہین "جب صدر عدالت دیوانی ہائیکورٹ نہین ہوئی تھی مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے نہایت ذی علم و لائق شخص وکالت کرتے تھے اور ایسے کامیاب تھے کہ ... انپر رشک کرتا تھا دفعۃً ۱۸۶۶ء مین صدر عدالت دیوانی ہائی کورٹ ہوگئی اور یورپین زبان نے اپنا راج کیا۔ وہ بارآور درخت علوم مشرقی اور مشرقی زبان کے جنکی پھننگ آسمان تک پہنچی تھی اسطرح کُملا کر زمین پر گر پڑے جیسے کوئی نیا نازک پودا پالے کے صدمہ سے جھلس جائے۔ اب ہائی کورٹ مین جاکر علماے علوم مشرقی کا حال دیکھو کہ اُنپر مکھیان بھنکتی ہین۔ نہ وہ اپنی ذات کا کچھ فایدہ کرسکتے ہین، نہ ملک کا، نہ قوم کا۔ تمام عہدون میسے مشرقی علوم و مشرقی زبان خارج ہوگئی ہے۔ دیوانی عہدون مین جنکی بنیاد وکالت کے امتحان پر قائم ہوتی ہے مشرقی علوم

کوئی بڑا نمایان اثر اُسپر نہین کیا - لیکن اسمین شک نہین کہ ولایت کی تعلیم کا خیال اگرچہ صرف
مسلمانون کی رئیس اور سرسید کے شور وغل سے پیدا ہوا - مذہبی رکاوٹین ہمارے ملک کے ہندوون
مین اور ہندوون سے بہت زیادہ تھین ؛ چنانچہ بعض شریف ہندو اسی جرم مین کہ انھون نے
ولایت مین جاکر تعلیم پائی برادری سے خارج کردیے گئے - لیکن چونکہ تعلیم نے انکو ذکی الحس
کردیا تھا اور زمانہ کا ساتھ نہ دینے کے مُضر نتائج سے وہ خوب واقف تھے - اسلیے انھون نے وہ تمام
قیدین جو ترقی کے مانع تھین توڑ ڈالین اور مسلمانون کو ولایت کی تعلیم مین بھی اپنے سے آگے
نہین بڑھنے دیا ۔

سرکاری ملازمت مین مسلمانون کی تعداد کا بڑھنا

سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت مین جس قدر ترقی مسلمانون نے محمدن کالج کی تعلیم کے
ذریعہ سے بواسطہ یا بلاواسطہ کی ہے اُسکا اندازہ اس طرح پر کرنا صحیح نہین معلوم ہوتا کہ اس کالج کے
قائم ہونے سے پہلے مسلمان ملازمون کی تعداد کیا تھی اور اُسکے قائم ہونے کے بعد کہانتک پہنچ گئی ۔
یا یہ کہ ہندوستان کی دیگر قومون کے ساتھ صیغۂ ملازمت مین اُنکو پہلے کیا نسـ [illegible] ی اور اب کیا ہے؟
بلکہ ہمارے نزدیک اُسکا اندازہ اس طرح ہونا چاہیے کہ اگر محمدن کالج قائم نہوتا اور سرسید کی
تحریک سے تمام ہندوستان کے مسلمانون کو تعلیم کا خیال پیدا نہو جاتا تو آج کے مسلمان سرکاری
محکمون یا ہندوستانی ریاستون مین ملازم پائے جاتے ؟

سرکاری ملازمت کی جو شرطین گذشتہ بیس سال مین وقتاً فوقتاً قرار پاتی رہی ہین
اور انھین کے قریب قریب ہندوستانی ریاستون مین بھی قیدین لگتی چلی جاتی ہین اُنپر لحاظ
کرنے سے اس بات مین کچھ شبہ باقی نہین رہتا کہ اگر ابتک مسلمان اسی خواب غفلت مین سوتے اور

امتیاز حاصل کیا ہے اُنکی گنتی بتائی جائے تاہم اُن لوگون کی اطلاع کے لیے جو انگریزی تعلیم یا محمدن کالج کی علت غائی ملازمت کے سوا اور کسی چیز کو نہین سمجھتے محمدن کالج کے اُن طالب علمون کی فہرست[1] جو بالفعل سرکاری یا غیر سرکاری عہدون پر ہندوستان کے مختلف حصون مین مامور ہین یا عنقریب مامور ہونے والے ہین نواب محسن الملک کی ایک تحریر سے اس مقام پر نقل کرتے ہین

امپیریل سروس	۱	ڈپٹی کلکٹر و اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر	۱۱	سررشتہ دار و ہیڈ کلارک وغیرہ	۶۴
سول سروس	۲	جج	۲	ملازمان سررشتہ تعلیم	۳۱
بیرسٹرایٹ لا	۲۱	منصف	۷	ملازمان ریاستہاے[عہ] ہندوستانی	۴۹
سول سرجن	۱	تحصیلدار	۲۰	وکلا	۳۷
جو ڈاکٹری کے لیے ولایت مین تعلیم پارہے ہین	۴	انسپکٹر و سب انسپکٹر پولیس	۲۹	ملازمان فوج	۷
جو ڈاکٹری کے لیے لاہور مین تعلیم پارہے ہین	۵	نائب تحصیلدار	۱۶	میزان	۳۲۴
جو پولیس اسکول الہ آباد مین تعلیم پارہے ہین	۵	اسسٹنٹ سب ڈپٹی اور ہیم ایجنٹ	۲		
		اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ نمک و اسٹیشن ماسٹر وغیرہ	۱۰		

عہ منجملہ اُنکے ایک جج ہائی کورٹ اور ایک سکرٹری ہوم ڈپارٹمنٹ حیدرآباد ہے ۱۲

علی گڑھ محمدن کالج کے جو نتائج اوپر بیان کیے گئے اگرچہ ان کو مسلمانون کی اُس پست حالت کے لحاظ سے جو بیس بائیس برس پہلے تھی اور جو روز بروز زیادہ پست ہوتی جاتی تھی

[1] اس فہرست مین ہندو اور مسلمان سب شامل ہین مگر ہندو خال خال ہین باقی کل مسلمان ہین صرف وکلا مین ہندوون کی تعداد کسی قدر زیادہ ہے ۱۲

و مشرقی زبان کی قدر دپرسش نہین رہی ہے ۔ ہمنے سنا ہے کہ ہائی کورٹ کی وکالت کے امیدوارون کی فہرست
مین ایک بھی مسلمان نہین ۔ یہ بھی سنا ہے کہ ایک لائق تحصیلدار عالم علوم مشرقی کو امیدواران ڈپٹی کلکٹری کی فہرست
مین اسلیے جگہ نہین مل سکی کہ وہ انگریزی نہین جانتا تھا "

سرسید کا یہ مضمون ۱۸۶۹ء کا لکھا ہوا ہے جسکو سترہ برس کا زمانہ گذر چکا ہے اور جسکے
بعد سرکاری عہدون کی شرطین آج تک برابر سخت ہوتی چلی آئی ہین - اس سے صاف ظاہر ہے
کہ اس عرصہ مین جو تھوڑی بہت ترقی مسلمانون نے انگریزی تعلیم مین کی ہے اگر اسکا اب تک
کچھ ظہور نہوتا تو سرکاری معزز عہدون پر شاذونادر ہی کسی مسلمان کی صورت نظر آتی اور ہانٹر صاحب
نے جو ۱۸۷۱ء مین صوبہ بنگال کی نسبت لکھا تھا کہ "تمام بنگالہ مین چند مسلمان عہدہ دار ہین جو جلد پنشن
لینگے اور اُنکی جگہ یقینی کوئی مسلمان نہین ہونیکا اور آیندہ بجز چپراسی اور دفتری کے کوئی مسلمان معزز عہدہ پر
نہین دکھائی دیگا " بعینہ وہی حال صوبہ پنجاب اور اضلاع شمال مغرب واودھ کا ہوجاتا کہ
سرکاری عہدون پر کسی مسلمان کی شکل دکھائی ندیتی پس یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کم سے کم شمالی
ہندوستان مین جسقدر تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان سرکاری عہدون پر نظر آتے ہین - عام اس سے
کہ وہ محمدن کالج کے تعلیم یافتہ ہون یا کسی اور کالج کے - یہ سب اُسی شور وغل کا نتیجہ ہے
جو سرسید نے ولایت سے آکر محمدن کالج قائم کرنے اور مسلمانون کو اُسکی طرف متوجہ کرنے کی
غرض سے تمام ملک مین ڈالدیا ۔

اگرچہ اس صاف اور صریح نتیجہ پر خیال کرنیکے بعد اس بات کی ضرورت باقی نہین رہتی
کہ خاصکر محمدن کالج کے جن مسلمان طالب علمون نے گورنمنٹ سروس یا ہندوستانی ریاستونکی ملازمت مین

ملازمت سرکاری مین محمدن کالج کے طالب علمون کی تعداد

محقق اور موجد و مخترع پیدا ہونے لگین جیسے انگلستان فرانس اور جرمنی مین پیدا ہوتی ہین
مگر یہ سب ناشدنی باتین ہین جنکو ہندوستان کی آب وہوا راس آتی معلوم نہین ہوتی۔

لیکن اگر تعلیمی نتائج سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو محمدن کالج مین ضرور ایسی خصوصیتین
موجود ہین جنکے لحاظ سے اُسکو ہندوستان کے دیگر کالجون کی نسبت زیادہ مفید کہا جاسکتا ہے
از انجملہ ایک نہایت صاف اور صریح خصوصیت کالج مذکور کی یہ ہے کہ اُسمین ہر سال جسقدر روپیہ
اسکالرشپون مین خرچ کیا جاتا ہے ظاہرا ہندوستان کے کسی گورنمنٹ کالج یا پرائیوٹ کالج مین
صرف نہین کیا جاتا ۔ کیونکہ مسلمانون کی مالی حالت کے لحاظ سے یہان سب جگہ سے زیادہ اس بات مین
کوشش کیجاتی ہے کہ جہان تک ممکن ہو غریب طالب علمون کو جو شوقین اور ہونہار معلوم ہوتے ہون
رشپون کے ذریعہ سے تعلیم مین مدد دیجائے اور تابمقدور غریب اور آسودہ حال طلبہ تقریباً یکسان
حالت مین طالب علمی کا زمانہ بسر کرین ۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء سے لیکر ۱۸۹۶ء تک یعنی چھ سال مین کچھ
کم ستائیس ہزار روپیہ اس کالج کے طلبہ کو اسکالرشپون اور وظیفون مین دیا گیا ہے ۔ اگر ذیمقدور
مسلمانون کو منتظمان کالج کی نسبت ایک سوان حصہ بھی قوم مین تعلیم پھیلانے کا خیال ہو تو مذکورہ
لا رقم سے دس حصہ زیادہ روپیہ اس مدمین صرف ہوسکتا ہے

سامان تربیت

لیکن بڑی خصوصیت اس کالج کی سامان تربیت ہے جسکو بانی کالج نے ہمیشہ تعلیم
سے زیادہ اہم اور ضروری سمجھا ہے اور جسکے بغیر فی الواقع تعلیم کا عدم اور وجود برابر ہے ۔ یہی وہ چیز ہے
جسکا ہماری درسگاہون مین کبھی خیال نہین کیا گیا اور اسی لیے ہم لوگ تربیت کے مفہوم سے
جیسی کہ چاہیے واقفیت نہین رکھتے ۔ اگرچہ کالج کے بانیون نے تربیت کے متعلق بہت کچھ تحریرین

بہت غنیمت سمجھنا چاہیے لیکن ان نتائج سے محمدن کالج کی کوئی ایسی خصوصیت ظاہر نہین ہوتی جسکی
رو سے اُسکو ہندوستان کے اور کالجون پر ترجیح دیجا سکے یا اُسکو مسلمانون کے حق مین زیادہ مفید
سمجھا جائے۔ سوا اسکے کہ اس کالج مین ہندوستان کے اور کالجون کی نسبت مسلمان طلبہ کی تعداد
کسی قدر زیادہ پائی جاتی ہے کوئی تفاوت تعلیم اور نتائج تعلیم کے لحاظ سے محسوس نہین ہوتا۔
نہ یہان کے طالب علمون نے آجتک فضیلت اور علمی لیاقت مین اور کالجون کے طلبہ پر کوئی صریح
فوقیت دکھائی ہے اور نہ یہ ثابت کیا ہے کہ یونیورسٹی کے نتائج امتحان مین اس کالج کے تعلیم یافتہ
بہ نسبت دیگر کالجون کے زیادہ کامیاب ہوتے ہین پس تاوقتیکہ کوئی وجہ امتیاز کی نہ بتائی جائے
یہ نہین کہا جا سکتا کہ ہندوستان مین مسلمانون کے لیے اس سے بہتر اور اس سے مفید تر کوئی انسٹیٹیوشن نہین ہے

بات یہ ہے کہ نفس تعلیم کے لحاظ سے ہمارے ملک کے کالجون کو جب تک کہ اُنکی باگ ہندوستان
کی موجودہ یونیورسٹیون کے ہاتھ مین ہے ایک دوسرے پر ترجیح دینی ناممکن ہے ایک سانچے سے
ایک ہی سے پرزے ڈھلکر نکلتے ہین اور جس قسم کا بیج بویا جاتا ہے ویسی ہی جنس پیدا ہوتی ہے

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ... آنچہ استادِ ازل گفت ہمان میگویم

بارہا خود مدبران سلطنت نے ایجوکیشنل دربارون مین کہا ہے کہ سرکاری کالج اور یونیورسٹیان
کامل تعلیم دینے سے قاصر ہین۔ پس جو تعلیم کا اصلی مقصد ہونا چاہیے اُسکو سرِ دست ہندوستان کے
کسی کالج مین ڈھونڈھنا لاحاصل ہے ہان اگر ہندوستانیون مین اتنی ہمت اور اُسکے ساتھ
قدرت بھی ہو کہ وہ بھی یوروپ کے کالجون اور یونیورسٹیون کی طرح اپنے پرائیویٹ کالجون مین
نیا سسٹم جاری کرین یا اپنی یونیورسٹی الگ قائم کرین تو ممکن ہے کہ اس ملک مین بھی ویسی ہی

منسوب کیجاتی ہین ؛ جیسے مذہبی تعصبات ، باہمی نزاع ، رشک و حسد ، غیبت ، بدگمانی ، کاہلی ، تن آسانی ، تضییع اوقات ، ادای فرائض مین سستی کرنا ، غصہ ، بے اعتدالی ، نافرمانی وغیرہ وغیرہ اور کچھ شک نہین کہ انمین سے اکثر خصلتین مسلمانون مین بہ نسبت دیگر اقوام کے زیادہ دیکھی جاتی ہین ۔ یہی باتین جب چھوٹے بڑون مین دیکھتے ہین تو اُنکی طبیعتون مین آہستہ آہستہ سرایت کرتی جاتی ہین اور آخر کار اُنکی طبیعت ثانی بنجاتی ہین ۔

انھین خرابیون کے تدارک کے لیے محمڈن کالج مین بورڈنگ سسٹم قائم کیا گیا ہی ۔ مگر پہلے اس سے کہ ہم اس سسٹم کے فوائد اور یہ کہ اُسکو طلبہ کی تربیت مین کیا دخل ہی بیان کرین ۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جسطرح تعلیم کے نتیجے اعداد کے ذریعہ سے دکھائے جاسکتے ہین اسطرح تربیت کے نتائج نہین دکھائے جاسکتے ۔ نیز تعلیم کا اثر دفعۃً اور نمایان ہوتا ہے اور تربیت کا اثر نامعلوم اور بتدریج ہوتا ہے ۔ جس طرح دھوپ اور ہوا اور پانی کی تاثیر سے پودے جو آہستہ آہستہ نشو و نما پاتے ہین اُنکا نمو کرنا مالی کے سوا ہر شخص کو فوراً محسوس نہین ہوتا اسی طرح تربیت کے نتائج بدیہی طور پر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوتے ہین ۔ چونکہ کالج اور بورڈنگ ہوس کو قائم ہوے کچھ بہت عرصہ نہین گذرا اسلیے یہان ہمکو زیادہ تر یہ دکھانا مقصود ہے کہ محمڈن کالج مین مسلمان طلبہ کی تربیت کا کیا سامان مہیا کیا گیا ہے ؟ وہ کہان تک اُنکی حالت کے مناسب ہے ؟ اور اُس سے آیندہ کن نتائج کی توقع ہوسکتی ہے ؟ نہ یہ کہ اس طریقہ تربیت سے ابتک کیا نتیجے مترتب ہو چکے ہین ؟

سب سے زیادہ ضرورت مسلمانون کی موجودہ اور آیندہ نسلون مین اتفاق و یکجہتی و قومی ہمدردی پیدا کرنے کی ہے جسکے نہونے سے تمام قوم روز بروز مضمحل اور تباہ و برباد ہوتی جاتی ہے ۔

اور تقریرون مین بیان کیا ہے باوجود اسکے اکثر لوگ تربیت کے مفہوم سے ابتک ناواقف ہین اور
اسی واسطے محمدن کالج کے کھیلون پر اور طالب علمون کے لباس وغیرہ پر اعتراض کرتے ہین ۔ اسی
خیال سے ہم چاہتے ہین کہ اس مطلب کو زیادہ وضاحت سے بیان کرین ۔ کیونکہ سرسید کی لائف مین
اس سے زیادہ کوئی مہتم بالشان واقعہ نہین ہے کہ انھون نے مسلمانون کی درسگاہ مین تربیت کی
بنیاد ڈالی ہے ۔

ہمارے ہان تربیتِ اولاد کا آلہ زیادہ تر تعلیم و تلقین، نصیحت و پند، زجر و توبیخ، یا زدو کوب
کو سمجھا جاتا ہے ۔ مگر یہ تمام وسائل جب تک کہ لڑکے ایک معتدبہ زمانہ تک عمدہ سوسائٹی مین نہ رہین
اکثر صورتون مین محض فضول اور بیکار ثابت ہوے ہین ۔ مذکورہ بالا وسائل سے اول تو اکثر
صورتون مین مضر نتائج پیدا ہوتے ہین اور اگر کوئی عمدہ اثر دلون پر ہوتا بھی ہے تو وہ نقش بر آب
کی طرح جلد زائل ہو جاتا ہے ۔ لیکن سوسائٹی کے اثر سے عمدہ اخلاق رفتہ رفتہ طبیعت ثانی بنجاتے ہین
اسی سوسائٹی کے اثر سے اہل یوروپ کے اخلاق اصولاً ایک سانچے مین ڈھلے ہوے معلوم
ہوتے ہین اور اسی سوسائٹی کے میسر نہونے سے ہم لوگون کے اخلاق و عادات مین باہم زمین و
آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے ۔

ہمارے لڑکے جب کسی درسگاہ مین آتے ہین تو بجاے اسکے کہ انکو کچھ سکھایا اور یاد کرایا جائے
زیادہ تر اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ اپنے گھرون سے سیکھکر آئے ہین اسکو بالکل انکے
دلون سے بھلا دیا جائے ۔ قطع نظر ان عام خرابیون کے جو ہندوستانیون کے اخلاق اور معاشرت
مین عموماً پائی جاتی ہین ہم خاصکر ان چند خصلتون کا ذکر کرتے ہین جو بالخصوص مسلمانون کے ساتھ

اُن کتاب کے کیڑون کے جو اپنے تمام قوای دماغی کتاب کی نذر کر دیتے ہین اور زندہ دلی و شگفتگی اور تمام اُمنگین اور چاؤ بلکہ بعض صورتون مین اپنی زندگی تک تعلیم پر قربان کر دیتے ہین - جب کالج کو چھوڑین تو لکھنے پڑھنے کے سوا وہ دنیا کے تمام کامون کے لائق ثابت ہون ۔

وہ ہندوستان کی عام حالت کے برخلاف - جہان ایک شخص کا سپاہی اور عالم ہونا گویا اجتماع ضدین سمجھا جاتا ہے - تعلیم یافتہ بھی ہون اور سپاہی بھی ۔ وہ اُن فرسودہ دماغون کی طرح - جنھین کثرتِ مطالعہ سے تحمّل اور برداشت کی طاقت نہین رہتی - چڑچڑے ، نازک مزاج ، اور بد دماغ نہ بنجائین ۔ اگر اُنکو یوروپین افسرون کی ماتحتی مین رہنے کا اتفاق ہو تو محنت اور جفاکشی کے موقعون پر اُنکا ساتھ دینے سے عاجز اور اُنکی نظر مین ذلیل نہون ۔ وہ ملکی اور فوجی دونو قسم کی خدمات کے لیے انتخاب ہوسکین ۔ اگر اُنکو نوکری میسر نہ آئے تو اپنے دست و بازو پر بھروسا کرکے ہر کام پر ہدڈالنے کی جرأت کرسکین ۔ اُنمین ایسی مستعدی پیدا ہوجائے کہ بیکاری اور آرام طلبی - جو مسلمانون کی قومی خصلت بنگئی ہے اور جسکے سبب سے عرب مین "ہندی بطّال" [1] ایک مثال ہوگئی ہے اُنکو وبال معلوم ہونے لگے ۔ وہ غیر ملکون کے سفر سے نہ ہچکچائین ۔ وہ سختیون کے جھیلنے کے عادی ہوجائین ۔ انھین اغراض کے لیے محمڈن کالج مین ریاضت جسمانی پر زیادہ زور دیا گیا ہی ۔ اور حق یہ ہے کہ محض تعلیم سے کوئی قوم ترقی نہین کرسکتی جب تک کہ اُسمین دلیری اور مستعدی کا عنصر پیدا نہو ۔ لارڈ ڈفرن اپنے عہد حکومت مین جب محمڈن کالج کے ملاحظہ کو آئے اور ایڈریس مین کرکٹ وغیرہ کا ذکر سُنا تو اُسکا جواب دیتے وقت اُنھون نے طالب علمون سے مخاطب ہوکر کہا تھا کہ "ہماری قوم نے

[1] عربی مین بطّال نکمے اور بیکار آدمی کو کہتے ہین ۱۲

یہ امید رکھنی - کہ وعظ و نصیحت سے ۔ یا اخبارون اور رسالون مین اتفاق کے فوائد پر بڑے بڑے آرٹکل لکھنے سے ، یا اس مضمون پر زوردار اور مؤثر نظمین شایع کرنے سے مسلمانون مین اتفاق پیدا ہو جائیگا - ایسی ہی بات ہے جیسے حُب کے عمل سے دشمنون مین دوستی پیدا کرنی ۔ اُنمین اتفاق پیدا ہونے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ اُنکی نسلین اتفاق کے سایہ مین نشوونما پائین اور ایک مدت تک ایسی سوسائٹی مین زندگی بسر کرین جہان مختلف خاندانون ، مختلف صوبون اور مختلف مذہبون کے لڑکے ایک ہال مین کھانا کھائین ، ایک مسجد مین نماز پڑھین ، ایک فیلڈ مین مردانہ کھیل کھیلین ، ایک میدان مین گھوڑے دوڑائین ، ایک کلب مین ڈبیٹ کرین ، ایک کالج مین پڑھین اور ایک حاطہ مین دن رات سگے بھائیون کی طرح شیر و شکر ہوکر رہین اور اسطرح اتفاق کی حلاوت مان کے دودھ کی طرح اُنکی رگ و پے مین سرایت کرجائے ۔

ریاضت جسمانی

ریاضت جسمانی - جسکا سامان محمدن کالج مین ہندوستان کے تمام کالجون سے زیادہ مہیا کیا گیا ہے اور جسمین یہان کے طالب علمون نے تمام ملک مین بڑی شہرت حاصل کی ہے - اکثر لوگ اعتراض کرتے ہین کہ اس سے طالب علمون کی طبیعت تعلیم سے اُچاٹ ہو جاتی ہے اور کالج مین رہنے سے جو اصل مقصود ہے وہ حاصل نہین ہوتا ۔ مگر جس قوم کی تقلید سے ہم اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلواتے ہین اُنکے ہان ریاضت جسمانی تعلیم کا جزو غیر منفک سمجھی جاتی ہے ۔ لیکن صرف اُنکی تقلید ہی سے ریاضت جسمانی کو محمدن کالج مین ضروری نہین ٹھیرایا گیا بلکہ اسلیے اُسکا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے کہ جو طالب علم یہان سے نکلین وہ قوم مین مستعدی اور جفاکشی کی مثال ہون اور سُستی اور کاہلی جو مسلمانون کی ایک قومی خصلت سمجھی جانے لگی ہے بجاے اسکے وہ اُنمین چستی و چالاکی کی بنیاد ڈالین ۔ وہ - برخلاف

وقت کا خیال

یہ خیال بھی صحیح نہین ہے کہ کرکٹ فٹ بال ورجمناسٹک وغیرہ کے شوقین تعلیم مین کوشش نہین کرتے یا لکھنے پڑھنے سے اُنکا دل اُچاٹ ہوجاتا ہے ۔ کیونکہ ہمنے سنا ہے کہ جس کالج ٹیم نے پچھلے دنون مین بمبی اور پارسی ٹیم اور پٹیالہ ٹیم پر دو نمایان فتحین حاصل کی تھین اُمین کئی گریجوئٹ تھے اور باقی جتنے کالج کلاسون مین پڑھتے تھے وہ سب تعلیم کے لحاظ سے بھی اپنی جماعتون مین اچھے سمجھے جاتے تھے۔

ایک اور فائدہ بورڈنگ سسٹم سے طالب علمون کے لیے یہ سمجھا گیا ہے کہ بورڈنگ ہوس مین رہنے سے اُنکو ضبط اوقات کی عادت پڑتی ہے ۔ ہندوستان مین سب سے زیادہ مسلمانون کی اولاد تضییع اوقات کرنیوالی مشہور ہے ؛ حالانکہ جس قوم کی گورنمنٹ سے ہمارے نوجوان نوکریون کے خواستگار ہین اُسکا ایک ایک فرد وقت کو اپنی دولت بلکہ اپنا دین وایمان سمجھتا ہے ۔ اور فی الحقیقت جو لوگ وقت کی کچھ قدر نہین کرتے نہ وہ دین کے فرائض ادا کر سکتے ہین نہ دنیا کے ۔

وقت کی پابندی بھی وعظ ونصیحت سے یا کتابون مین اُسکی خوبیان پڑھنے سے یا کسی نفع کی امید یا نقصان کے خوف سے نہین ہوتی ؛ بلکہ ایک مدت تک اُسکی مشق کرنے سے ہوتی ہے ۔ محمدن کالج کے بورڈنگ ہوس مین جو صغیر سن لڑکے ایک الگ وارڈ مین رہتے ہین اُنکی ابتدا ایسی ڈالی گئی ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ وہ کالج سے نکلکر ہمیشہ اوقات کے پابند رہینگے ۔

صبح کے پانچ بجے سے رات کے نو بجے تک وہ مختلف فرائض مین جکڑے رہتے ہین ۔ نماز پڑھنا ، قرآن پڑھنا ، ہواخوری کرنا ، یا گیند بلا کھیلنا ، مارننگ سکول ، نائٹ اسکول اور بڑے اسکول مین پڑھنا ، کھانا کھانا ، مطالعہ دیکھنا اور سونا یا سوکر اُٹھنا ، غرض ہر ایک کام کے لیے خاص اوقات مقرر ہین جنمین بیماری کے سوا کبھی فرق نہین آنے پاتا ۔ ظاہر ہے

پہلی فتح کرکٹ کے میدان مین حاصل کی تھی " ایک حکیم کا قول ہے کہ " قومی قوت صحت پر منحصر ہے " اور چونکہ صحت بغیر ریاضت جسمانی کے قائم نہین رہ سکتی اسلیے یہ کہنا چاہیے کہ قومی قوت ریاضت جسمانی پر منحصر ہے ۔

خصوصًا جس قوم کو خدا نے ہم پر حکمران کیا ہے اور جنکی پسند اور انتخاب کے ساتھ ہماری تمام امیدین وابستہ ہین اُنکے برابر کوئی قوم روی زمین پر ریاضت جسمانی کی فریفتہ نہین ۔ اُنکو شیرخوارگی کے زمانہ سے ریاضت کے قابل بنایا جاتا ہے ۔ اور جب تک مرض الموت مین مبتلا نہین ہوتے کبھی ریاضت ترک نہین کرتے ، علاوہ معمولی کھیلون اور ریاضتون کے سیکڑون بلکہ ہزارون کوس گھوڑے یا بائیسکل پر یا پیادہ پا سفر کرتے ہین ، کشتیان کھیتے ہین ، گاڑیان ہانکتے ہین ، برف پر دوڑتے ہین ، پہاڑون پر چڑھتے ہین ، کانون مین اُترتے ہین ، لکڑیان چیرتے ہین ۔ یہی سبب ہے کہ مصر کا ایک لائق مسلمان اپنے سفرنامہ یوروپ مین لکھتا ہے کہ " مخاطر و مہالک مین گھس جانا ، اخیر دم تک اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنا اور جسقدر زیادہ مشکلات پیش آئین اسی قدر زیادہ تہور اور استقلال سے اُنکا مقابلہ کرنا دنیا کی کسی قوم مین ایسا نہین پایا جاتا جیسا انگریزون کی قوم مین پایا جاتا ہے " ایسی قوم کی نظر مین کیا ہمارے نوجوان جب تک کہ اُنھین کی برابر بلکہ اُنسے زیادہ جفاکش ، محنتی ، دلیر اور مستعد نہون محض کتاب کا کیڑا بننے سے کچھ اعتبار یا وقعت حاصل کرسکتے ہین ؟ ہرگز نہین ۔

جو لوگ گورنمنٹ سے یہ چاہتے ہین ۔ کہ ہمکو والنٹیر بنایا جائے اور ہمکو فوج مین معزز عہدے دیے جائین ۔ جب تک کہ وہ بھی مثل انگریزون کے اپنے تئین ایجوکیٹڈ سپاہی نہ بنائین ہرگز ایسی خواہش کرنے کا استحقاق نہین رکھتے اور اسی لیے محمدن کالج کے بانیون نے ریاضت جسمانی کو تعلیم کا جزو غیر منفک قرار دیا ہے ۔

توکس قدر باقاعدگی اور اطاعت اُنکی طبیعت مین پیدا ہو جائیگی ؟ اور کسقدر وہ دنیا مین ہر جگہ ہر دل عزیز ہو کر رہنا سیکھ جائینگے ؟

ایسی اطاعت جو قواعد و اصول پر مبنی ہو اُسکی عادت اولاد کو ابتداے عمر مین ڈلوانی ایسی ہی ضروری ہے جیسے اَیل بچھیڑے کو سدھا کر اور باگون پر صاف کر کے سواری کے قابل بنانا۔ جسطرح اُوکھے اور سرکش گھوڑے کا کوئی خریدار نہین ہوتا اسی طرح نافرمان آدمی کہین عزیز نہین سمجھا جاتا۔ اکثر انگریز افسرون نے لوگون سے یہ شکایت کی ہے کہ مسلمان ایسے فرمان بردار نہین ہوتے جیسے ہندو؛ اور اسی لیے یورپین افسر اُنکی نسبت ہندوون کو زیادہ پسند کرتے ہین اگر فی الواقع یہ شکایت صحیح ہے تو مسلمانون کی اولاد جنکا مدار معاش ابتک صرف نوکری پر رہا ہے اُنکو سب سے زیادہ اطاعت اور فرمانبرداری سکھانے کی ضرورت ہے۔ یہ سمجھنا کہ آزادی اور اطاعت مین منافات ہے صحیح نہین ہے۔ انگریزون کی قوم دنیا مین سب سے زیادہ آزاد خیال اور آزاد طبع سمجھی جاتی ہے؛ حالانکہ اُنسے بڑھکر کوئی اپنے افسر کا حکم ماننے والا اور قانون پر چلنے والا اور قواعد کی پابندی کرنے والا نہین ہوتا۔ پس محمڈن کالج کے بورڈنگ ہوس مین رہنے سے مسلمانون کی اولاد ایک ایسی خصلت سیکھتی ہے جبپر اُنکی تمام آیندہ کامیابیان منحصر ہین۔

اسکے سوا مسلمانون مین قومیت کا خیال پیدا کرنے کے لیے ایک اور چیز کی ضرورت ہو جسکو آجتک ہندوستان کے عام مسلمانون نے قابل التفات نہین سمجھا؛ حالانکہ وہ ایک نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے لباس جسکی نسبت ہمارے بزرگون کا یہ قول تھا کہ "النَّاسُ بِاللِّبَاس" اور جس سے ایک قوم کی دوسری قوم سے تمیز کیجاتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمانون نے اسمین کوئی امتیاز باقی

کہ آٹھ دس برس تک جب اُنکی زندگی اس پابندی اوقات کے ساتھ گذرے گی تو امید نہین کہ وہ عمر بھر اس عادت کو ترک کرسکین اگرچہ بڑی عمر کے لڑکون کے لیے بھی فرائض اور اوقات مقرر ہین مگر جو عادت بچپن مین ڈالی جاتی ہے وہ طبیعت ثانی ہوجاتی ہے؛ بخلاف بڑی عمر کے لڑکون کے کہ اول تو اُنکو بچّون کی برابر کالج مین رہنے کا اتفاق نہین ہوتا، دوسرے جو عادتین وہ باہر سے سیکھکر آتے ہین اُنکا زائل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے محمدن کالج مین بچپن سے رہنا بہ نسبت بڑی عمر کے لڑکون کے زیادہ مفید ہے۔

شریفانہ اور باقاعدہ اطاعت و فرمانبرداری جو ہر قوم کا اور خاصکر محکوم قوم کا زیور ہے اُسکی عادت ڈلوانے اور مشق کرانیکے جو ذریعے اس بورڈنگ ہوس مین موجود ہین ظاہرا ہندوستان کے کسی انسٹیٹیوشن مین موجود نہین ہین۔ علاوہ کالج اور ہائی اسکول اور مارننگ اسکول اور نایٹ اسکول کے جہان طالب علمون کو برابر پروفیسرون اور ماسٹرون کی آرڈر مین رہنا ضرور ہے وہ ہر وقت اپنے تئین کسی نہ کسی ہیڈ یا افسر کے زیر حکم پاتے ہین۔ جب تک وہ بورڈنگ ہوس مین ہین پراکٹر کے محکوم ہین، جب تک ڈائننگ ہال مین رہتے ہین ایک یوروپین پروفیسر اُنکا نگران رہتا ہے، اسی طرح فیلڈ مین پروووسٹ یا کیپٹن، یونین کلب مین پریسیڈنٹ یا اُسکا قائم مقام، جمناسٹک اور قواعد کے وقت ڈرل ماسٹر، گھوڑے کی سواری کے وقت رائیڈنگ ماسٹر بیماری کی حالت مین ڈاکٹر، اور مسجد مین ایک دیندار عالم اُنکی روک ٹوک کے لیے مقرر ہین جنکا حکم ماننا اُنکو ضرور ہے۔

ظاہر ہے کہ جب برابر آٹھ سات برس طالب علمون کی زندگی ان ضوابط کے ساتھ بسر ہوگی

اطاعت کی مشق

ہونیکے ہر موسم اور ہر حالت کے مناسب اور قواعد حفظ صحت کے بھی موافق ہے۔ اور جب وہ کالج چھوڑ کر وہی لباس اپنے وطن مین جاکر پہنتے ہین تو اکثر قوم کے نوجوان اُنکی دیکھا دیکھی وہی لباس اختیار کر لیتے ہین اور اسطرح محمدن کالج ہندوستان کے مسلمانون مین آہستہ آہستہ ایک قومی لباس کو رواج دے رہا ہے۔

اگرچہ بعض تنگدل انگریز جو ہندوستانیون کو ہمیشہ پست اور ذلیل حالت مین دیکھنا پسند کرتے ہین وہ اس لباس سے ناراض ہوتے ہین لیکن چونکہ گورنمنٹ نے ہمکو ہر قسم کا لباس پہننے کی آزادی دی ہے اور انگریزون مین بھی زیادہ تر وہی فیاض اور آزاد طبع لوگ ہین جنکے ایسے متعصبانہ خیالات نہین ہین اسلیے محمدن کالج کے طالب علم نہایت آزادی سے ٹرکش لباس پہنتے ہین اور کسی کی بیجا ناخوشی یا ناگواری کا خیال نہین کرتے۔

نیز بورڈرون نے کالج کے احاطہ مین متعدد سوسائٹیان قائم کر رکھی ہین۔ ازانجملہ ایک کالج یونین کلب اور دوسری اسکول یونین کلب ہے۔ کالج اور اسکول کے طلبہ ہفتہ مین ایک روز مختلف مضامین پر اپنے اپنے صدر انجمن کے روبرو انگریزی یا اُردو مین معارضانہ بحث کرتے ہین مگر کوئی بات داب مناظرہ اور تہذیب کے خلاف زبان پر نہین لا سکتے۔ جو لڑکے ڈبیٹ یا اسپیکنگ مین عمدہ لیاقت ظاہر کرتے ہین اُنکو انعام دیے جاتے ہین۔ اس سے علاوہ اسپیکنگ اور استدلال کا ملکہ پیدا ہونیکے۔ بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانون مین جو مجادلہ کا ناپسندیدہ طریقہ عموماً جاری ہے اُسکی اصلاح کی اُمین بنیاد پڑتی ہے اور طالب علمون کو مختلف سوالات پر بحث کرنیکے لیے مختلف کتابین دیکھنے اور ہر ایک سوال پر رائے قائم کرنیکا موقع ملتا ہے۔

نہین رکھا - انگرکھا ، پاجامہ ، ٹوپی ، عمامہ ، پگڑی یا جوتا غرض کہ کوئی چیز مسلمانون کے لباس مین
ایسی نہین ہی جسپر قومی خصوصیت کا اطلاق ہو سکے - ہندو مسلمانون مین پہلے صرف اُلٹے اور
سیدھے پردہ کی تمیز تھی مگر جب سے اچکن کا رواج ہوا ہے یہ تمیز بھی باقی نہین رہی - قطع نظر اور ملکون
کے - جہان ہر قوم ایک خاص لباس رکھتی ہے - خود ہندوستان مین اکثر معزز قومین ہین جو صرف
اپنے قومی لباس سے پہچانی جاتی ہین ، جیسے پارسی ، مرہٹے ، بنگالی ، راجپوت وغیرہ - مگر
مسلمانون کے لباس مین کوئی قومی خصوصیت نہین پائی جاتی - لباس کا متحد ہونا قومی یگانگت کے
بڑھانے اور مغایرت کے دور کرنے مین ویسا ہی دخل رکھتا ہے جیسا زبان ، نسل اور مذہب کا متحد ہونا -
اسکے سوا جس قوم کے لباس مین کوئی قومی خصوصیت نہین ہوتی اُنکی مجلسین ، اُنکے میلے اور اُنکی جماعتین
دوسری قومون کی نظر مین ایک گوہارے زیادہ وقعت نہین رکھتین -

اسی سبب سے سرسید کو ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بھی اَور قومون کیطرح
اپنے لباس مین کوئی خصوصیت اور مابہ الامتیاز پیدا کرین ؛ اور چونکہ بقول اُنکے آج ہندوستان مین
کوئی مسلمان اتھارٹی ایسی موجود نہین ہے - جو ایک نیشنل لباس اختراع کرے اور اُسکے رواج دینے
پر زور دے - اسلیئے انھون نے مسلمانون کی ایک معزز ترین قوم یعنی ترکون کا لباس اول خود اختیار
کرکے قوم مین ایک مثال قائم کی اور پھر محمدن کالج کے بورڈرون کے لیئے اُس قاعدہ کے موافق جسپر
قسطنطنیہ کی درسگاہون مین عملدرآمد ہے یونی فارم کا قاعدہ جاری کرنے کا ارادہ کیا - مگر بعض موانع کے
سبب وہ قاعدہ جاری نہین ہو سکا - لیکن محمدن کالج کے طالب علم جو بورڈنگ ہوس مین آکر رہتے ہین
بغیر کسی جبر کے اپنے ہمچشمون کو دیکھکر خود بخود ٹرکش لباس اختیار کر لیتے ہین جو علاوہ خوش قطع اور خوشنما

ہندوستانی ٹیمون مین - جیساکہ کالج کی سالانہ رپوٹون سے ظاہر ہے - توقع سے بہت زیادہ شہرت حاصل کی ہے ۔

مذہبی تعلیم و تربیت بھی اس کالج کی خصوصیات مین سے ہے ۔ اگرچہ اسمین شک نہین کہ یہ شاخ جیسی کہ ایک محمڈن کالج مین ہونی چاہیے ابھی تک اُس درجہ پر نہین پہنچی لیکن اسکا الزام سرسید یا کالج کے اور منتظمون پر عائد نہین ہوتا ۔ اول تو دو مذہبی کمیٹیان جو شیعہ اور سنی دونو کی مذہبی تعلیم کی نگرانی اور انتظام کے لیے جدا جدا مقرر تھین اور جنسے سرسید نے لوگونکی بدگمانی کے خیال سے خود علحدگی اختیار کی تھی انھون نے کبھی اس طرف توجہ نہین کی ۔ دوسرے دنیوی تعلیم کے کورس جو یونیورسٹی وقتًا فوقتًا مقرر کرتی ہے وہ اسقدر مشکل اور طویل الذیل ہوتے ہین کہ اُنکے پورا کرنے مین طلبہ کو دوسری طرف متوجہ ہونے کا بہت ہی کم موقع ملتا ہے ؛ یہانتک کہ اگر اُنپر مذہبی تعلیم کا زیادہ بوجھ ڈالا جائے تو دو حال سے خالی نہین ؛ یا تو وہ کالج چھوڑ دینگے یا یونیورسٹی کے امتحانون مین کامیاب نہ ہوسکین گے ۔ باایںہمہ جسقدر مسلمانون کی مذہبی تعلیم و تربیت کا اہتمام اس کالج مین کیا جاتا ہے اور جسکی تفصیل اسکی سالانہ رپوٹون مین ہمیشہ چھپتی ہے ہندوستان کے کسی کالج مین اُسکا وجود نہین ہے ۔

یہ سچ ہے کہ انگلستان کے جن کالجون کی تقلید سے اس کالج مین تربیت کا مذکورۂ بالا سامان مہیّا کیا گیا ہے اُنکے مقابلہ مین اس کالج کو مشکل سے ایک خاکا یا ایک ادھورا نمونہ اُن کالجون کا کہا جاسکتا ہے ؛ لیکن اسکے ساتھ ہی جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ انگلستان کے مذکورۂ بالا کالج کتنی کتنی مدت مین موجودہ حالت تک پہنچے ہین تو جس حد تک علی گڑھ محمڈن کالج بیس بائیس

طالب علمون ہی نے ایک دوکان "ڈیوٹی شاپ" کے نام سے بورڈنگ ہوس مین کھول رکھی ہے جو مختلف طریقون سے روپیہ جمع کرکے کالج اور طلبہ کی مدد کرتی ہے اس سے اُنکے دل مین کالج کے ساتھ ہمدردی اور اُسکی امداد کے لیے عملی کام کرنے کی خود بخود ترغیب ہوتی ہے ۔

ایک اَور سوسائٹی برادرہڈ کے نام سے قائم کی گئی ہے جسمین اُن تمام طالب علمون نے جو تعلیم ختم کرنے کے بعد کہین نوکر ہو گئے ہین اپنی آمدنی مین سے فیصدی ایک روپیہ ماہوار چندہ محض کالج کی امداد کے لیے دینے کا وعدہ کیا ہے ۔

اسکے سوا دو اَور سوسائٹیان ہین ایک انجمن اخوان الصفا جسمین اُسکے ممبر آزادی کے ساتھ مختلف عنوانون پر مضامین لکھکر پیش کرتے ہین۔ دوسری لجنۃ الادب جو عربی زبان مین تقریر یا تحریر کی مشق کرنیکے لیے قائم کی گئی ہے ۔

ایک اور سوسائٹی حال ہی مین سائنس پر لکچر دینے اور اُسکے تجربے دکھانے کے لیے طالب علمون نے قائم کی ہے جسکا مقصد ہندوستانیون مین علمی مذاق پیدا کرنا ہے ۔ یہ سوسائٹی گو ابھی ابتدائی حالت مین ہے مگر چونکہ وہ زمانہ کے مقتضا کے موافق ہے اسلیے اُسکے ترقی کرنے کی بہت کچھ امید کیجاتی ہے ۔

ان سب سوسائٹیون کے علاوہ ریاضت جسمانی کے لیے کرکٹ اور فٹ بال ورجمناسٹک کلب اور گھوڑے کی سواری کے لیے رائڈنگ اسکول ہے ۔ اگرچہ رائڈنگ سکول نے مسلمانون کی کم ہمتی یا بے مقدوری کے سبب ابھی تک کچھ زیادہ ترقی نہین کی مگر جو کلب ریاضت جسمانی کے لیے قائم ہین انہین توقع سے بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے جسکی وجہ سے کالج ٹیم نے تمام ہندوستان کی یوروپین اور

جیسا انگریز پروفیسرون کا پڑسکتا ہے۔ ڈیوٹی کا خیال، وقت کی قدر، قواعد حفظ صحت کی پابندی، سلف ہلپ، مستعدی اور ریاضت جسمانی کی عادت؛ یہ تمام خصلتین یوروپ مین بھی انگلش قوم کی خصوصیات مین شمار ہوتی ہین۔ خصوصًا انگلستان کی مشہور یونیورسٹیون کے گریجوٹ شریفانہ اخلاق کے لحاظ سے تمام قوم مین ممتاز گنے جاتے ہین۔ اسکے سوا کالج کا نظم ونسق اور افسرانہ رعب وداب جیسا کہ ایک انگریز معلم کالج یا اسکول مین قائم رکھ سکتا ہے ہندوستانی معلمون سے اُسکی ہرگز توقع نہین کیجاسکتی۔ اسی لیے کالج کے قواعد مین یہ اصول قرار دیا گیا ہے کہ کم سے کم ایک پرنسپل اور دو پروفسر کالج مین اور ایک ہڈماسٹر اسکول مین ہمیشہ یوروپین ہونا چاہیے اور جبانتک کالج کی آمدنی مین گنجایش ہو اس تعداد مین اَور اضافہ کیا جائے اور جب کسی یوروپین پروفسر کی ضرورت ہو تو انگلستان کی کسی مشہور یونیورسٹی کا گریجوٹ جسکی علمی او اخلاقی فضیلت پر اُسکے اُستادون نے شہادت دی ہو ایک ہزار روپیہ سفرخرچ دیکر بُلایا جائے۔ چنانچہ ابتک چار چار پانچ پانچ یوروپین افسر کالج اور اسکول مین برابر مقرر رہے ہین اور اگر کالج فنڈ مین گنجایش ہو تو ممکن ہو کہ عند الضرورۃ اُنکی تعداد اس سے زیادہ بڑھجائے۔

اگرچہ بظاہر جو بیش قرار تنخواہین یوروپین عہدہ دارون کو دیجاتی ہین وہ کالج کی مالی حیثیت سے بہت زیادہ معلوم ہوتی ہین لیکن حق یہ ہے کہ یوروپین اسٹاف نے عام طور پر اُس ضرورت کو بخوبی ثابت کر دیا ہے جسکی بنا پر سرسید نے اُنکو کالج کا جزو اعظم قرار دیا ہے۔ وہ باوجود قومی، مذہبی اور ملکی مغایرت کے محمدن کالج کو گویا اپنا قومی انسٹیٹیوشن سمجھتے ہین، وہ اپنے طلبہ کے ساتھ مشفقانہ اور برادرانہ برتاؤ رکھتے ہین، اُنکے کھیلون مین، اُنکی دعوتون اور پارٹیون مین، اُنکی

برس کے عرصہ مین پہنچ گیا ہے اس سے کچھ کم تعجب نہین ہوتا۔ انگلستان کے بڑے بڑے نامور کالج اور یونیورسٹیان جو آج تمام یورپ مین مشہور و معروف ہین کئی کئی سو برس تک نہایت گمنامی اور پستی کی حالت مین رہی ہین اور جسطرح بتدریج قوم مین تعلیم بڑھتی گئی اسی طرح آہستہ آہستہ انکی حالت ترقی کرتی گئی۔ پس ہمکو اس کالج کی موجودہ حالت پر نظر کرنی نہین چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ جن اصول پر وہ قائم کیا گیا ہے اگر انھین اصول کے موافق وہ ترقی کرتا چلا گیا تو پچاس ساٹھ ہی برس مین وہ کس درجہ پر پہنچ جائیگا۔

بے شک کالج کے اندرونی انتظامات مین بہت سی باتین قابل اعتراض موجود ہین جنکو سرسید کی خود رائی اور ضد اور ہٹ کا نتیجہ کہا جاتا تھا اور کچھ شبہہ نہین کہ لوگون کا یہ کہنا بالکل غلط نہ تھا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ صدیون کے کام مہینون اور دنون مین پورے نہین ہو سکتے اور ایک شخص کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ اپنی زندگی مین ایک قومی انسٹیٹیوشن کو اس حد تک پہنچا جاے جسکے بعد کسی اصلاح یا ترقی کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اور ایک ریفارمر جسنے اگلے وقتون کے بہت سے خیالات اور بہت سی رایون کی اصلاح کی ہو اُسکا یہ کام نہین ہے کہ وہ ساتھ کے ساتھ اپنے خیالات اور اپنی رایون کی بھی اصلاح کرتا جائے۔

ایک اور خصوصیت اس کالج کی یوروپین اسٹاف ہے جسکو بانی کالج نے متعدد وجوہ سے نہایت اہم اور ضروری سمجھا ہے۔ انکی رائے تھی کہ اول تو ہندوستانی تعلیم یافتہ علمی لیاقت اور طرز تعلیم کے لحاظ سے بھی یوروپین پروفسرون کی برابری نہین کر سکتے اور اگر بالفرض ایسے لائق ہندوستانی پروفسر میسر بھی آجائین تو انکا اثر طلبہ کی تربیت پر جو اس کالج کا اصلی مقصود ہے ویسا ہرگز نہین پڑسکتا

یوروپین اسٹاف

اسقدر افسوس ہوا تھا کہ بیان نہین ہوسکتا۔ خصوصًا کالج کلاسون کے طالب علم جو اُنکا لکچر سنتے تھے اُنکو مسٹر آرنلڈ کی اور مسٹر آرنلڈ کو اُنکی جدائی کا جسقدر رنج اور قلق ہوا تھا اُسکی مثال ملنی مشکل ہے اُنسے پہلے جب مسٹر والس پروفسر اور مسٹر ہورسٹ ہڈ ماسٹر نے کالج سے قطع تعلق کیا تھا اُسوقت بھی تمام کالج کو اسی کے قریب قریب رنج ہوا تھا جیسا کہ اس سال مسٹر آرنلڈ کے جانے سے ہوا اور اسی طرح مسٹر ڈیٹن مرحوم ہڈ ماسٹر کے قبل ز وقت مرجانے پر کالج کے تمام متعلقین نے مثل اپنے عزیزون کے رنج و ماتم کیا ہے۔ اگرچہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ کالج کو ہمیشہ ایسے ہی دلسوز اور مسلمانون کے ہمدرد پروفسر ملتے رہینگے جنکا ذکر اوپر ہوا یا جیسے کہ اب کالج مین موجود ہین لیکن بہر حال یوروپین اسٹاف کا اس کالج مین ہونا خاصکر مسلمانون کی حالت کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے غدر ۵۷ء سے۔ بلکہ اُسوقت سے جبکہ ہندوستان کی سلطنت مسلمانون کے ہاتھ سے نکلکر انگلش قوم کے ہاتھ مین گئی۔ ہندوستان کے مسلمانون کا حال بعینہ ایک نوجوان بیوہ کا سا رہا ہے کہ کیسی ہی عفیفہ اور پاکدامن ہو مگر بدگمانیون سے کسی طرح نہین بچ سکتی۔ پس ہندوستان کے مسلمانون کو جس طرح اپنے مذہب کی رو سے اس بات کی ضرورت ہے کہ سچے دل سے انگلش گورنمنٹ کے وفادار رہین اسی طرح ملکی مصلحت سے یہ بھی ضرور ہے کہ حکمران قوم کو کبھی اپنی طرف سے بدگمان ہونے کا موقع نہ دین۔ آج کل انگریزی تعلیم سے انگریزون مین تقریبًا ویسی ہی بدگمانی پائی جاتی ہے جیسی کسی زمانہ مین جہالت اور تعصب سے پائی جاتی تھی۔ پس ایک ایسا انسٹیٹیوشن جہان چار چار سو مسلمان طالب علم ایک وقت مین انگریزی تعلیم پاتے ہون اور کئی کئی برس تک دن رات وہین زندگی بسر کرتے ہون۔ جب تک کہ اُسمین متعدد یوروپین افسر اُنکے نگران اور

مجلسون مین، اور انکے مباحثون مین خود بھی شریک ہوتے ہین اور اسپیشن کے یورپین افسرون اور انکی لیڈیون کو شریک کرتے ہین، اور اسطرح انکا حوصلہ بڑھاتے ہین۔ وہ اسلیے۔ کہ گورنمنٹ اور انگریزون کی نظر مین انکا اعتبار زیادہ ہو۔ انکو گورنمنٹ کا ادب اور انگریزون کی محبت سکھاتے ہین۔ خود انکا برتاؤ جو ہندوستانی طالب علمون کے ساتھ ہے انگلش نیشن کی محبت اور وقعت انکے دل مین پیدا کرتا ہے۔ وہ طرح طرح سے انکو غیرت دلاتے ہین اور انکی غفلت کے نتائج سے انکو خبردار کرتے ہین۔ وہ اپنی عمدہ خصلتون، شایستہ عادتون، فرائض کی پابندی، صفائی، ضبط اوقات اور دیگر خوبیون سے طالب علمون کے کیرکٹر پر نہایت قوی اور پایدار اثر پیدا کر رہے ہین جو کسی اور طریقہ سے پیدا نہین ہو سکتا تھا۔ وہ غریب طالب علمون کی طرح طرح سے امداد اور تقویت کرتے ہین، بیمارون کی خبر لیتے ہین، کالج کے چندون مین شریک ہوتے ہین، اسکی ترقی کی تدبیرین سوچتے ہین، اسکی محبت طالب علمون کے دل مین پیدا کرتے ہین اور اسمین وہ تمام انتظامات اور تربیت کے طریقے جو انگلستان کے کالجون مین جاری ہین آہستہ آہستہ جاری کرتے جاتے ہین۔ وہ باوجود مذہبی اختلاف کے مسلمان لڑکون کی مذہبی تعلیم و تربیت کا خیال خود مسلمانون سے زیادہ رکھتے ہین۔ مسجد کی غیر حاضری پر انکو سزائین دیتے ہین، مذہبی تعلیم اور قرآن خوانی کی انکو تاکید کرتے ہین، مولود کی مجلسون اور انکے دیگر مذہبی اجتماعون مین شریک ہوتے ہین۔

ایک بڑا بدیہی ثبوت اس بات کا کہ وہ محمدن کالج مین کس وقعت اور محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین۔ یہ ہے کہ مسٹر آرنلڈ پروفیسر آف فلاسفی جو کالج کی بدقسمتی سے یہان کا تعلق ترک کرکے لاہور کالج مین چلے گئے ہین۔ انکی روانگی کے زمانہ مین ہر شخص کو جو کالج سے تعلق رکھتا تھا

سلطنت کے مدبرون کی رائین

جو رائین اور خیالات محمدن کالج یا اُسکے طلبہ اور اُسکے بانی کی نسبت مدبران سلطنت نے وقتاً فوقتاً اپنی تحریرون یا تقریرون مین ظاہر کیے ہین انمین سے کچھ کچھ فقرے انتخاب کرکے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔

سر جان اسٹریچی

سنہ ۱۸۸۰ء مین سر جان اسٹریچی نے اُس ایڈریس کے جواب مین جو ہندوستان سے جاتے وقت اُنکو کالج مین دیا گیا تھا کہا کہ "سب سے بڑا اور اخیر کام جسمین اُنھون نے (یعنی سید احمد خان نے) اپنی زندگی اور اپنے تمام وسائل کو صرف کیا ہو یعنی اپنے ہموطنون کی تعلیم اور اُنکی حالت کو ترقی دینے اور مسلمانون اور انگریزون کے درمیان زیادہ تر اتحاد اور ہمدردی پیدا کرنے کا وہ کام ہے جسکے بعض نتیجون کو ہم مشاہدہ کر رہے ہین ۔ مجھکو کچھ شبہہ نہین کہ یہ نتیجے زمانہ آیندہ مین اور بھی زیادہ عجیب و غریب ہونگے ۔ لیکن اب بھی مین اس کالج کی ترقی کو شمالی ہندوستان کی پچھلی تواریخ کے نہایت عظیم اور دلچسپ واقعات مین سے تصور کرتا ہون "

پھر صاحب ممدوح نے اپنی کتاب " انڈیا " مین اول ایجوکیشن کمیشن کی رپورٹ کا یہ فقرہ جو محمدن کالج کے متعلق ہے نقل کیا ہے کہ " بعض اعتبارات سے یہ کالج ہندوستان مین سب انسٹیٹیوشنون سے اعلے درجہ کا انسٹیٹیوشن ہے جو تعلیمی اور ملکی دونون حیثیتون سے بڑی عظمت اور وقعت کا وعدہ کرتا ہے ۔ انگریزی حکومت کے آغاز سے لیکر ابتک مسلمانون کی ذاتی کوشش کا یہ پہلا اظہار ہے ۔ علی گڑھ کی جماعت نے ایک مثال پیدا کی ہے جسکی اگر اچھی طرح سے پیروی کیجائے تو قومی تعلیم کا مسئلہ حل کردیگی ۔ اُن لوگون کی جنھون نے ایسی دلسوزی سے محنت کی ہے اور اُس روپیہ کی جو سرکار کو تعلیم اور ترقی کے کام مین ملا ہے جہانتک قدر و منزلت کیجائے نامناسب نہوگی " اسکے بعد وہ اپنی کتاب " انڈیا " مین اہل انگلستان سے محمدن کالج کی سفارش کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ " اُنھین (یعنی اہل انگلستان کو) اپنی مدد سید احمد خان کے کالج کے واسطے بھیجنی چاہیے ۔ انکو اس سے زیادہ طمانیت بخش موقع نیکی کرنیکا نہین ملیگا "

اُنکے خیالات کی اصلاح کرنیوالے موجود نہون ہرگز حکمران قوم کے اطمینان کے لائق نہین ہو سکتا۔
انھین خیالات سے سرسید نے کم سے کم چار یوروپین افسرون کا ہمیشہ کالج اور اسکول مین
رہنا کالج کے قواعد مین داخل کردیا ہے اور اس تدبیر سے کالج کو بہت فائدہ پہنچا ہے اور اس سے
بہت زیادہ فائدے پہنچنے کی آیندہ توقع ہے۔ زیادہ تر اسی خصوصیت کی وجہ سے گورنمنٹ پندرہ ہزار
چھہ سو روپیہ سالانہ کی امداد اس کالج مین دیتی ہے اور اسی سبب سے تمام انیگلو انڈین افسر اور حکام عموماً
اس کالج کی نسبت عمدہ خیال رکھتے ہین۔ دور دور سے نابالغ سردار زادون اور رئیس زادون کو تعلیم
کے لیے یہان بھیجتے ہین، ہر صوبہ مین یہان کے طالب علمون کو خوشی سے نوکریان دیتے ہین۔ بعض
اوقات پرنسپل سے خود درخواست کرکے یہان کے طلبہ کو نوکری کے لیے بلاتے ہین، بڑے بڑے جلیل القدر
انگریز کالج کو آکر دیکھتے ہین، چار ویسرای اور چھہ سات لفٹنٹ گورنر اب تک یہان آچکے ہین، لارڈ ناتھ
بروک نے دس ہزار روپیہ اسکالرشپون کے لیے اس کالج کو عنایت کیا ہے اور اُنکے سوا کئی ویسرائون
لفٹنٹ گورنرون نے اسمین چندہ بلیغ دیے ہین خصوصاً سرسید کی وفات کے بعد جو خاص توجہ اور سرپرستی
حضور لارڈ ایلگین اور آنریبل مسٹر لاٹوش اور خاصکر سر انٹونی مکڈانل نے کالج کی نسبت ظاہر فرمائی ہے
اُسکی شکرگزاری سے ہندوستان کے تمام مسلمان عموماً اور منتظمان کالج خصوصاً کسی طرح سبکدوش
نہین ہو سکتے اور کچھہ شک نہین کہ یہ تمام امتیازات زیادہ تر یوروپین اسٹاف اور خاصکر مسٹر
تھیوڈور بیک پرنسپل کالج کی بدولت اس انسٹیٹیوشن کو حاصل ہوے ہین۔ انھین وجوہات سے
سرسید کالج کی باگ کسی ایسے شخص کے ہاتھہ مین جانی نہین چاہتے تھے جس سے یوروپین اسٹاف کے
ساتھہ ویسا ہی برتاؤ رکھنے کی۔ جیسا کہ وہ خود اُنکے ساتھہ رکھتے تھے۔ توقع نہو۔

سر اکلنڈ کالون نے محمڈن کالج کے طالب علمون کی نسبت کہا کہ "جو شخص ان نوجوان آدمیون سے واقف ہے جو اس کالج سے پاس ہو کر نکلے ہین وہ غالباً اس امر مین مجھسے اتفاق کرینگے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت کی علامتین ایسی ہی صاف صاف ظاہر کرتے ہین جیسی کہ انگلستان مین ہمارے پبلک اسکولون اور ہماری یونیورسٹی کے گریجوٹ ظاہر کرتے ہین ۔ علی گڑھ کالج کا طالب علم فیاضانہ خیالات اور ترقی یافتہ تعلیم و تربیت اور آزادانہ خصلت رکھنے والا شخص خیال کیا جاتا ہے ۔ سب سے بڑھکر وہ ہندوستانیون کے اُس فرقہ کا ایک نمونہ ہو گیا ہے جو انگریزون کی خواہش کی بخوبی داد دینے کے واسطے کوشش کرتا ہے اور اُسکے ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم بھی اُنکی خواہشون کی اسی طرح داد دین ''

مسٹر کین ۔ جو پارلیمنٹ کے ایک نامور اور بنی نوع کے خیر خواہ ممبر ہین اور جو پچھلے برسون مین شراب اور مسکرات کے استعمال کے خلاف ہندوستان مین لکچر دینے اور اصلی حالات تحقیق کرنیکے لیے آئے تھے ۔ اُنھون نے سفر ہندوستان کے متعلق ایک کتاب موسوم بہ پکچر سک انڈیا لکھی ہے جسکے ایک باب مین علی گڑھ کالج کی نسبت نہایت عمدہ اور مفصل خیالات ظاہر کیے ہین ۔ اُنمین سے ہم چند فقرون کا خلاصہ اس مقام پر نقل کرتے ہین وہ لکھتے ہین کہ "محمڈن اینگلو اورنیٹل کالج دوسرے کالجون سے اس بات مین امتیاز رکھتا ہے کہ وہ ایک خالص تعلیمی جوش کی نسبت زیادہ تر ایک پولٹکل جوش پھیلانے والا ہے ۔ اسی فیلنگ کا ۔ یعنی اس بات کا کہ قومی بہبودی اسی اصول پر منحصر ہے جسکا وہ پابند ہے ۔ یہ نتیجہ ہے کہ اُسکی بڑی امداد کی گئی ہے ۔ نہ صرف مسلمانون کا ترقی یافتہ گروہ بلکہ گورنمنٹ انگریزی بھی نہایت توجہ اور شوق سے اُسکی جانب نظر رکھتی ہے " دوسری جگہ وہ لکھتے ہین کہ " گورنمنٹ کالجون سے یہ کالج دو خاص باتون مین مختلف ہے ۔ اول تو اُسمین مسلمان طالب علمون کی مذہبی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے ۔ دن مین پانچ مرتبہ اذان کی آواز سنکر طالب علم اس

ڈاکٹر ہنٹر نے ۱۸۸۲ء مین جبکہ وہ ایجوکیشن کمیشن کے پریسیڈنٹ تھے اضلاع شمال مغرب کے دورہ کے وقت صرف محمڈن کالج کی عظمت وشان کے لحاظ سے کمیشن کا پہلا اجلاس علی گڑھ مین کیا اور اپنی اخیر اسپیچ جو ایجوکیشن کے باب مین تھی وہ کالج کے بڑے ہال مین آکر کی اور کالج کی نسبت کہا "دو صاحبو یہ کالج جس مین ہم جمع ہوے ہین - چونکہ یہ ایک نہایت عظیم اور شریف کوشش کا نتیجہ ہے جو ہندوستان مین مسلمانون کے لیے کی گئی ہے - اسلیے کمیشن کا پہلا اجلاس جو اضلاع شمال مغرب مین ہونا چاہیے تھا علیگڈھ مین تجویز ہوا ہے - ہم امید کرتے ہین کہ ہماری موجودگی اور اس مقام پر آنا اُس سلف ہلپ کی عظیم الشان مثال کی خوبی کا ایک ثبوت خیال کیا جائیگا - اگر ایسی ہی چند مثالین سلف ہلپ کی اَور ہون تو ہندوستان مین ایجوکیشن کمیشن کی ضرورت نہ رہیگی" پھر کہا کہ "یہ ایک نہایت شریف کام ہے جو کسی فانی انسان کے ہاتھون سے دنیا کے پردہ پر ہوا ہوا اور یہ میرے پاس موجود ہے وہ بہادر اور فیاض دل شخص جسنے بیس برس کی پُرصبر و پُر استقلال کوششون سے اس کام کو انجام دیا ہے" پھر کہا کہ "پہلے دس برسون مین میرے دوست سید کو اکثر مایوسیون کا مونہ دیکھنا پڑا اور اُسکے اختیار کیے ہوے کام مین بہت کم ترقی ہوئی - اُسکو اپنے بعض خیالات چھوڑ کر نئی تجویزین اختیار کرنی پڑین اور لوگون کی مخالفت اور ناراضی اور اپنے پُرانے دوستون کی سرد مہری اور جاہل دشمنون کی پر ضرر شورش نہایت تحمل سے برداشت کرنی پڑی مگر اُسنے ایک لمحہ کے واسطے ہمت نہ ہاری - رفتہ رفتہ مگر مضبوطی سے اُسکے مقصد نے ترقی پائی - لوگون نے اُسپر اعتماد کیا کیونکہ وہ اپنے کام پر اعتماد رکھتا تھا"

سر ایلفرڈ لائل نے اس کالج کی نسبت کہا کہ "اس نظیر کے قائم کرنے سے کالج کے بانیون نے گورنمنٹ اور رعایا اور علی العموم ہندوستان کی تعلیم کے حق مین ایک عمدہ خدمت کی ہے ؛ کیونکہ وہ ہمکو ایک ایسے مسئلہ کے حل کرنے مین مدد دے رہے ہین جو ابتک شاید ہی دنیا کے کسی حصہ مین خاطرخواہ طور پر حل ہوا ہو"

ڈاکٹر ہنٹر

سر الفرڈ لائل

علی گڑھ مین انگریزون اور ہندوستانیون کے درمیان جو صفائی قلب سے دلی میل جول دیکھا جاتا ہے ویسا شاذو نادر ہی ہندوستان مین کہین اور دیکھا جاتا ہے ۔ اسٹیشن کے انگریز جنٹلمین اور لیڈیان کالج کے طالب علمون کی بیچ پر دعوت کرتے ہین اور کالج کے ہال مین اُنکے ساتھ دعوتون مین شریک ہوتے ہین ۔ اس طرح پر محبت کی فیلنگ کی ایک ایسی بنیاد قائم کی گئی ہے کہ اگر اسکو ترقی ہوجائے تو وہ ہندوستان کے باشندون اور انگریزی حکومت دونو کے حق مین بے شمار فائدون کا باعث ہوگی ۔ ایسے موقعون پر معزز بزرگ سید نے اکثر اوقات پُرجوش سرگرمی کے ساتھ اپنی یہ دلی آرزو ظاہر کی ہے کہ انگریز اور مسلمان سچے دوست ہوجائین اور ایک دوسرے کے اتفاق سے کام کیا کرین اور انھین موقعون پر اُسنے کالج کے اُس نشان کی طرف اشارہ کیا ہے جسمین ہلال پر ایک صلیب لگی ہوئی ہے ۔

سر اینٹونی مکڈانل نے جو ۱۸۹۶ء مین ٹرسٹیان کالج کی ایڈریس کا جواب دیا تھا اُسمین اُنھون نے کالج کا ذکر کرتے وقت فرمایا "ایک بڑے شاعر کا قول ہے کہ صلح کی فتوحات لڑائی کی فتوحات کی نسبت کچھ کم نہین ہین ۔ چنانچہ ہندوستان مین ہمارے عہد کی مصالحت آمیز فتوحات مین اس کالج کا قائم ہونا یقیناً ایک فتح ہے جس سے سب لوگون کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور کسی کے دل کو تکلیف یا رنج نہین پہنچتا ۔ یہ ایک ایسی فتح ہے جسکی رونق مرور زمانہ کی وجہ سے کم نہین ہوسکتی" پھر فرمایا کہ "مین اس انسٹیٹیوشن کو نہایت عزت کے لائق سمجھتا ہون ؛ جس طرح پر کہ مین کسی شخص کو پسند کرتا ہون اسی طرح پر مین اُس انسٹیٹیوشن کو پسند کرتا ہون جو آپ اپنے اوپر بھروسا رکھتا ہو اور فخریہ طور پر آزاد ہو اور اسی کے ساتھ گورنمنٹ کی فیاضانہ مہربانی کی واجبی طور پر قدر کرتا ہو" پھر اسپیچ کے خاتمہ پر یہ الفاظ کہے "اس بات کی امید کرنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ یہ کالج ترقی پاکر آیندہ مسلمانون کی بڑی درگاہ ہوجائیگا اور یہ مقام مشرق کا قرطبہ ہوجائیگا"

لارڈ ایلگن نے نومبر ۱۸۹۷ء مین - جبکہ سرحد پر سرکاری فوج آفریدیون سے لڑ رہی تھی

سر اینٹونی مکڈانل

وسیع عالم کی تمام اطراف سے اپنے آباؤ اجداد کے عقیدہ کے موافق عبادت کرنیکے لیے مسجد مین جمع ہوجاتے ہین۔ نماز کے علاوہ قرآن اور دینیات اور اخلاق کی کتابون کا پڑھنا کالج کے سلسلہ خواندگی کا ایک حصہ ہے۔ اس سے امید کیجاتی ہے کہ جو طالب علم اس کالج سے نکلینگے وہ قدیم خیالات پر نئے علوم کا پیوند لگادینگے اور اُسکے ذریعہ سے پُرانے خیالات کے لوگون کو اس بات پر آمادہ کرینگے کہ وہ زمانہ کے ساتھ ساتھ چلین اور جو طریقہ قوم کو اسکی ذلیل حالت سے نجات دینے کا موجود ہے اسکو اختیار کرین۔ دوسرا اصول جس مین یہ کالج سرکاری مدارس سے ممتاز ہے۔ یہ ہے کہ اُسمین بخلاف سرکاری مدارس کے صرف عقلی تعلیم ہی پر توجہ نہین کیجاتی۔ بلکہ وہ انگلستان کی یونیورسٹیون کے نمونہ پر قائم کیا گیا ہو۔ سب طالب علم ایک احاطہ مین رہتے ہین، ایک جگہ کھانا کھاتے ہین اور ایک صحت بخش کالج لائف سے حظ اُٹھاتے ہین۔ کسی ملک مین ایک ایسے انسٹیٹیوشن کا پانا مشکل ہے جو اس کالج کی بہ نسبت زیادہ تر زبردست جوش باہمی اتحاد کا پیدا کرتا ہو۔ قوم کی امیدین اس انسٹیٹیوشن کی کامیابی کے ساتھ وابستہ ہین اور یہ ایک بڑی کوشش ہے جو ترقی اور صلاح کے باب مین ایک ایسی قوم نے کی ہے جس مین تقدیر پر بھروسا کرنیکے عقیدہ نے تمام ہمتین اور ارادے پست کردیے ہین" پھر کرکٹ کلب کے متعلق لکھتے ہین کہ "کالج کی ایک ٹیم تمام ہندوستان مین ہندوستانی ٹیمون سے گوی سبقت لیجاتی ہے اور اسٹیشن کی نہایت عمدہ الیونون کا مقابلہ کرتی ہو" پھر یونین کلب وغیرہ کی نسبت لکھتے ہین کہ "ڈبیٹنگ سوسائٹی۔ جو کیمبرج یونین کلب کے نمونہ پر قائم کی گئی ہے۔ لڑکون کو جلسۂ عام مین گفتگو کرنے اور انگریزی طریقہ پر کاروبار انجام دینے کا سبق دیتی ہے۔ کالج کی دعوتون اور جلسون، مذہبی تہوارون، شاعرانہ صحبتون، کرکٹ، فٹ بال اور اور جسمانی ورزشون کے باعث نوجوان مسلمانون کو اپنی زندگی مختلف طریقون مین دل بہلانے کے لیے مدد ملتی ہے اور اُنکی مختلف لیاقتین ظاہر ہوتی ہین۔ معلمون اور طالب علمون مین کسی قسم کا تفرقہ جو قومی اختلاف سے پیدا ہوتا ہو مطلق نہین ہے۔

اگرچہ اس عظیم الشان کام کی ابتدائی مشکلات اُس مرحوم کی جانفشانی اور استقلال سے تقریباً بالکل حل ہوگئی ہین ؛ مذہبی مخالفتون اور بدگمانیون کا طوفان فرو ہوگیا ہے ، کالج کی سالانہ آمدنی اور خرچ کی نوبت پون لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے ، عمارتین جس اعلے اور وسیع پیمانے پر بنانی منظور تھین گو ابھی اُنکی تکمیل نہین ہوئی مگر قوم کی تھوڑی سی توجہ سے پوری ہوسکتی ہین ، یوروپین اور نیٹو اسٹاف توقع سے زیادہ عمدہ اور قابل اطمینان بہم پہنچ گیا ہے ، یونیورسٹی کے نتائج امتحان کالج اور اسکول کی وقعت اور اعتبار لوگون کی نظر مین روز بروز زیادہ کرتے جاتے ہین ، بورڈنگ ہوس ایک بے نظیر نمونہ پر جیسا کہ کبھی ہندوستان مین نہین دیکھا گیا تھا طلبہ کی تربیت کے لیے قائم ہوگیا ہے ، مذہبی تعلیم و تربیت کا سامان بھی جہانتک کہ منتظمان کالج کی قدرت مین تھا مہیا کیا گیا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ گورنمنٹ نے اُسکی طرف خاص توجہ مبذول فرمائی ہے ، مگر درحقیقت اُسکا تھامنا ، اُسکی اصلاح کرنا اور اُسکو ترقی دینا قوم کا اور صرف قوم ہی کا کام ہے ۔ اگرچہ سرسید کی زندگی مین تو لوگ قوم کی طرف سے بالکل مایوس تھے اور سمجھتے تھے کہ اُنکی آنکھین بند ہوتے ہی کالج کی حالت دگرگون ہوجائیگی مگر خدا کا شکر ہے کہ سرسید کے بعد مسلمانون نے بالکل خلاف توقع اور خلاف امید کالج کی طرف وہ توجہ ظاہر کی ہے کہ بقول ایک ظریف کے اگر سرسید کو یہ خبر ہوتی کہ میرے بعد لوگ ایسی سرگرمی ظاہر کرینگے تو وہ بن آئی مرجاتے ۔

سرسید نے ترقی تعلیم کی غرض سے صرف محمدن کالج قائم کرنے اور اُسمین تعلیم و تربیت کا سامان مہیا کرنے ہی پر قناعت نہین کی بلکہ یونیورسٹی کے طریقۂ تعلیم کی اصلاح اور ہائی ایجوکیشن کی

اور ہندوستان کے مسلمانون کی نسبت اینگلو انڈین اخبارات حکمران گروہ مین بدگمانی پھیلا رہے تھے -
محمدن کالج مین آنے کی خود خواہش ظاہر کی اور جو ایڈریس ٹرسٹیان کالج کی طرف سے اُنکی
خدمت مین پیش کی گئی اُسکے جواب مین اُنھون نے اُسوقت جبکہ کالج کے تمام طالب علم اُنکے سامنے
حاضر تھے یہ فرمایا کہ "دو صاحبو کوئی وقت ایسا نہین ہے جب کہ اس قسم کا ایک مجمع میری طبیعت کو اسقدر خوش معلوم
ہوسکے جیسا کہ یہ معلوم ہوتا ہے ۔ پچھلے چند مہینون مین اور اسوقت گورنمنٹ ہند بالکل اپنی خواہش کے برخلاف
اُن قومون کے ساتھ - جو تمھارے ہم مذہب ہین - علانیہ لڑنے پر مجبور ہوئی ہے اور ایسے شخصون کی کچھ کمی نہین ہے
جنھون نے یہ بیان کیا ہے کہ ہندوستان مین انگریزی حکومت اور اُسکی مسلمان رعایا کے درمیان مخالفت روز بروز
رو بہ ترقی ہے + + + + صاحبو ان قابل افسوس ہنگامون مین ہمنے پھر اُس بات کو دیکھا ہے جو ہم اکثر اوقات سابق
مین دیکھ چکے ہین ؛ یعنی حضور ملکہ معظمہ کی نسبت مسلمان رعایا کی خیر خواہی اور بہادری کو ؛ اور مین اس جگہ پہ
ایک زیادہ تر پر امن موقع پر اس بات کو تسلیم کرنے اور معلوم ہونے سے خوش ہون کہ اس کالج کے اندر پر امن طور
مین خیر خواہی اور وفاداری کا وہی جوش ترقی پر ہے جیسا کہ میدان جنگ مین ظاہر کیا گیا ہے "

یہ اور اسی قسم کے اَور بہت سے عمدہ خیالات مدبران سلطنت انگلشیہ اس کالج کی موجودہ حالت
دیکھکر وقتاً فوقتاً ظاہر کرتے رہے ہین اور کچھ شبہہ نہین کہ ایک تعلیمی انسٹیٹیوشن کی عمدگی پر ان
لوگون کی شہادت سے بہتر کسی کی شہادت نہین ہوسکتی ۔

یہ ہے سید احمد خان کی زندگی کا وہ کارنامہ جسکی اگرچہ مسلمانون نے عام طور پر ابتک کچھ قدر
نہین کی لیکن یورپ کے نامور اخبار ٹائمز آف لندن نے گذشتہ اپریل مین اسی کارنامہ
سرسید کی نسبت لکھا تھا کہ "اس شخص کو ہندوستان کے مسلمانون کے حق مین تعلیم کا پروفٹ کہا جائے تو بجا ہے"

اُنسے یہ احتمال قوی ہوگیا کہ اگر پنجاب یونیورسٹی کالج کو یونیورسٹی کے اختیارات مل گئے تو پنجاب مین
ہائی ایجوکیشن کا نام ونشان باقی نہ رہیگا ۔ چنانچہ ہزاکسلنسی کے جواب مین یہ الفاظ موجود تھے کہ
"ترقی واشاعت زبانہای مشرقی وعلوم مشرقی نہایت ہی کارِ احسن ہے + + + اور جہان تک میری محدود واقفیت
معاملات ہندوستان مین ہے مین اُن خیالات سے اتفاق رکھتا ہون جو میرے نزدیک آپ لوگ رکھتے ہین کہ اس
ملک مین صرف زبانہای دیسی کے توسل سے علوم وفنون کی ترقی واشاعت بہترین سہولیت سے ہوسکتی ہے"
اور جس ایڈریس کے جواب مین ہزاکسلنسی نے یہ ارشاد فرمایا تھا اُسمین صاف لکھا تھا کہ "ساڑھے
تین لاکھ روپیہ جو سرمایہ یونیورسٹی کالج ہے والیان ریاستہا و دیگر رؤساے پنجاب نے درصل زبانہای دیسی کی
تکمیل سے تعلیم کو رواج دینے کی غرض سے عطا کیا تھا ۔ سنٹ کو اس بارہ مین کچھ بھی شک نہین کہ علم کو زبانہاے
دیسی کے توسل سے ترقی دینا تعلیم کی ضروریات کو ملک کے حسبِ حال بنانے کا بہترین طریقہ ہے اور سنٹ
اور گورنمنٹ ہند کا بھی یہی مقصد ہے"

جب یہ ایڈریس اور اُسکا جواب شایع ہوا اور سرسید کی نظر سے گذرا تو اُنکی آنکھون مین
اندھیرا آگیا اور جیسا کہ اُنکی طرزِ تحریر سے پایا جاتا ہے عنانِ صبر اُنکے ہاتھ سے جاتی رہی ۔
اُنھون نے حد سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ پے درپے تین آرٹکل پنجاب یونیورسٹی کے خلاف
لکھکر شایع کیے جنکا تمام پنجاب مین غُل پڑگیا ۔ تعلیم یافتہ گروہ نے جنمین زیادہ تر ہندو
ایجوکیٹڈ شامل تھے تینون آرٹکلون کو ایک جگہ جمع کرکے چھپوا دیا اور تمام پنجاب مین اُنکو عام
طور پر شائع کردیا جس سے پنجاب یونیورسٹی کے اکثر حامیون کی رائین بدل گئین اور ڈاکٹر لائٹنر
جو مشرقی علوم اور دیسی زبانون کے نہایت سرگرم حامی تھے اور پنجاب یونیورسٹی کو گویا ورنیکلر

ضرورت پر وہ اخیر دم تک اپنی تحریرون اور اسپیچون مین برابر زور دیتے رہے ۔ ہندوستان کی یونیورسٹیون کے نظام تعلیم کو وہ ہمیشہ ہندوستانیون کے حق مین غیر مفید خیال کرتے تھے اور جب ملک مین یہ خیال پھیل گیا تھا کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن موقوف کرنا چاہتی ہے اُنکو سخت اندیشہ ہو گیا تھا کہ مسلمانون کے لیے جو مرکز تعلیم کے وسائل مہیا کیے گئے ہین کہین یہ تمام کوششین برباد نہ ہو جائین اور سرمنڈاتے ہی اولے نہ پڑ جائین اسلیے وہ ہمیشہ یونیورسٹیون کے نظام پر نکتہ چینی کرتے تھے اور جب کبھی اُنکو گورنمنٹ کے تیور ہائی ایجوکیشن کے برخلاف معلوم ہوے اُنھون نے فوراً اسکی حمایت پر قلم اُٹھایا اور نہایت دلیری اور بے باکی سے اس پالسی کی تغلیط کی ۔ ۱۸۸۲ء مین اُنھون نے ایجوکیشن کمیشن مین شہادت دیتے وقت یونیورسٹی کے قواعد پر خوب دل کھولکر اعتراض کیے اسکے سوا ہمیشہ بذریعہ تحریر اور تقریر کے یونیورسٹی کے نقص اور سقم ظاہر کرتے رہے ۔

ہائی ایجوکیشن کے متعلق اُنھون نے کمیشن کو آگاہ کیا کہ لوگون مین عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن بند کرنا چاہتی ہے پس اگر گورنمنٹ کوئی کالج توڑیگی - خواہ اُسکے توڑنے کی کیسی ہی معقول وجوہات ہون - لوگ یہی سمجھینگے کہ سرکار ہمکو اعلے درجہ کی تعلیم سے محروم رکھنا چاہتی ہے ۔

اس سے پہلے ۱۸۸۱ء مین جس شد و مد کے ساتھ اُنھون نے اسی بنا پر پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت کی تھی وہ اکثر لوگون کو یاد ہوگی ۔ اس مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ اول لارڈ لٹن نے پنجاب کے بعض مقامات مین جو اسپیچین کین اُنسے مشرقی علوم کی ترغیب و تحریص کی بو آتی تھی ۔ اسکے بعد جو ایڈریس اہل پنجاب نے لارڈ رپن کی حضور مین گذرانے اور جو جواب حضور ممدوح نے انپر دیے

ہائی ایجوکیشن کی حمایت

پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت

اصرار سے اہل ہند کو یورپ کے علم و حکمت کی تعلیم دینا) بیان کیے ہین ۔ پھر انھون نے دینیات کو
مستثنے کرنے کے بعد مشرقی علوم اور مشرقی لٹریچر کی۔ جسکو پنجاب یونیورسٹی از سر نو زندہ کرنا چاہتی تھی
خوب قلعی کھولی ہے ۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "ہم صاف صاف کہنا چاہتے ہین کہ ہمکو مشرقی علوم کی ترقی
کے پھندے مین پھنسانا ہندوستانیون کے ساتھ نیکی کرنا نہین ہے بلکہ دھوکے مین ڈالنا ہے ۔ ہم لارڈ مکالے کو دعا
دیتے ہین کہ خدا اُسکو بہشت نصیب کرے کہ اُسنے اس دھوکے کی ٹٹی کو اٹھا دیا تھا ؛ کیا وہ ٹٹی ہماری آنکھون کے
سامنے پھر لگائی جاتی ہے ؟ ایڈریس کے ساتھ (جو لارڈ رپن کو دیا گیا تھا) بڑے بڑے ہندوستانی سرداروں کا ہونا
اور بہت بڑی فیاضی سے بڑے بڑے چندون کا دیدینا شل اُسی فیاضی کے ہے جو ہمیشہ وہ اصلی مقصد سے ناواقف
رہکر دیگر اسباب سے کیا کرتے ہین ۔ اُنکی شان و شوکت ایسے امر کی۔ جو فی الحقیقۃ کچھ وقعت نہین رکھتا۔ وقعت
نہین بڑھا سکتی ۔ چند ناعاقبت اندیش ہندوستانی شاید ان باتون سے خوش ہوتے ہونگے اور گورنمنٹ کا احسان
ت ہونگے ؛ مگر دور اندیش آدمی ان تمام باتون سے نہایت رنجیدہ ہوتے ہین اور نہایت افسوس و مایوسی سے
گورنمنٹ کی اور اُن یورپین اعلے درجہ کے حکام کی کارروائی کو۔ جو اسمین شریک ہین۔ دیکھتے ہین "
"ہم نہایت سچائی سے اور گورنمنٹ کی دلی خیر خواہی سے بتانا چاہتے ہین کہ سمجھدار اور دور اندیش
ہندوستانی ان تمام کارروائیون سے گورنمنٹ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہین ؟ نہایت بدخیال اُنکے دل مین
پیدا ہوتا ہے چند سال گذرے (یعنی یونیورسٹیان قائم ہونے سے پہلے جبکہ مشرقی علوم کی تعلیم پر زور دیا جاتا تھا)
کہ اُنکو یقین کامل تھا کہ گورنمنٹ کو درحقیقت ہمکو واقعی تعلیم دینا منظور نہین ہے اور وہ ہمکو اسی قدر تعلیم دینا
چاہتی ہے جسقدر کی اُسکو ضرورت ہے ۔ وہ ہمکو ایسا مرکب بنانا چاہتی ہے کہ اسباب لاد کر ایک جگہ سے دوسری
جگہ پہنچا دے ۔ اسکو انتظام ملک و انتظام دفتر کے لیے چند ایسی پتلیان درکار ہین جو انگریزی لکھ سکتی ہون

یا اُورینٹل یونیورسٹی بنانا چاہتے تھے اُنھون نے سرسید کے آرٹکلون کا انگریزی اور اُردو دونو زبانون مین جواب لکھکر مشتہر کیا مگر اس عربی مثل کے موافق کہ "قَدْ سَبَقَ السَّیْفُ الْعَذْلَ"[1] سرسید کی تحریرین اپنا کام کر چکی تھین اور اسلیے اب اُنکا جواب لکھنا اور اُنکی تردید چھاپنی بے سود تھی۔ اگرچہ یہ تینون آرٹکل بہت لمبے ہین اور یہان اُنکے نقل کرنے کی گنجایش نہین ہے لیکن چونکہ یہ بھی سرسید کی ملکی خدمات مین سے ایک خدمت ہے اور اُسکی وقعت کا اندازہ بغیر اسکے نہین ہوسکتا کہ اُن تحریرون مین سے کچھ فقرے بطور نمونہ کے ناظرین کو دکھائے جائین اسلیے ہم تینون آرٹکلون مین سے بعض بعض مقامات اس موقع پر نقل کرتے ہین۔

پہلے آرٹکل کو جسکا عنوان "مشرقی علوم وفنون" ہے وہ اسطرح شروع کرتے ہین "ہمکو نہایت ہوشیاری سے دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ کہ ہمارے اور ہمارے ملک کی بہبودی اور ترقی کے لیے ہے۔ ایسا نہو کہ صرف دھوکا ہو۔ ہمکو اسوقت پچھلے زمانہ کے قصے اور کہانیون کو یاد دلانا اور کہنا۔ کہ ایشیا مین، ایشیائی سلطنت کے زمانہ مین علوم وفنون کیا تھے اور اُنکے وقت مین اُنکو کیسی ترقی اور کیسی سرسبزی تھی۔ محض بے فائدہ ہے۔ ہمکو اپنے زمانہ کے حالات پر۔ جو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت کا زمانہ ہے۔ غور کرنا اور اُسکو ہندوستان ہی کی حدود مین محدود رکھنا ہمارے لیے زیادہ مفید اور زیادہ تر بکار آمد ہے"

اسکے بعد اُنھون نے وہ مختلف طریقے جو ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستانیون کی تعلیم کے متعلق ابتداے عملداری سے اختیار کرتی رہی (یعنی اول ہندوستانیون کی تعلیم کے فرض سے غافل رہنا، پھر اُنمین علوم مشرقی کے رواج دینے مین کوشش کرنا اور آخرکار لارڈ مکالے کے

---

[1] یعنی تلوار چل چکی اب ملامت بے فائدہ ہے۔

مگر سمجھ نہ سکتی ہون ؛ جیسے کہ مینچسٹر مین سوت کاتنے کے لیے پتلیون کی ضرورت ہے ۔ جو کچھ کہ وہ (یعنی گورنمنٹ) ہندوستان مین تعلیم کی نسبت کرتی تھی کوئی اُسکا شکرگزار نہ تھا اسیلیے کہ اُسکو خود غرضی پر محمول کیا جاتا تھا نہ رعایا پروری پر"

دو کچھ بہت عرصہ نہین گذرا (یعنی جب کہ ہندوستان مین کلکتہ بمبئی اور مدراس یونیورسٹیان قائم ہوگئین) کہ ہندوستانیون مین سے یہ بدخیال دور ہوا تھا اور ہندوستانی یہ یقین کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے اپنی پالسی بدل دی ہے اور درحقیقت اُسکو اعلے درجہ کی تعلیم دینا اور ہندوستانیون کو اُنھین کے فائدہ کے لیے تعلیم دینا مقصود ہے ۔ مگر ہندوستانی خوب سمجھتے ہین کہ تھوڑے دنون سے بعض مدبران سلطنت کی پالسی پھر بدلی ہے اور ہندوستانیون کو اب اعلے درجہ کی حقیقی تعلیم دینا وہ مناسب نہین سمجھتی ۔ اُنکو (یعنی ہندوستانیون کو) ابتک یقین نہین ہے کہ یہ پالسی درحقیقت مستحکم ہوگئی ہے اور اُسپر عمل کرنا فی الواقع قرار پاچکا ہے ۔ مگر ایسے واقعات جو پیش آتے جاتے ہین ۔ جیسے کہ حضور عالی لارڈ لٹن کے وقت مین انڈین سول سرو[1]س کے قواعد قرار پائے ، اور جیسے کہ جناب ممدوح نے بعض اسپیچون مین علوم مشرقی کی ترقی کی ترغیب دی ، یا جیسے کہ حال مین واقعہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو کامل یونیورسٹی بنانے کی درخوست کے وقت پیش آیا ۔ دوراندیش ہندوستانیون کو نہایت تردد مین ڈالتا ہے اور وہ خوف زدہ ہوکر خیال کرتے ہین کہ شاید وہ پالسی مستحکم ہوگئی ہے اور وہی دھوکے کی ٹٹی پھر ہماری آنکھون کے سامنے کھڑی کیجاتی ہے جسکو ہمارے محسن مرحوم لارڈ مکالے نے اپنی نہایت سچی تحریرون اور زبردست ہاتھون سے اُٹھایا تھا ۔ ہمنے کوئی مجلس لائق ہندوستانیون کی ایسی نہین پائی جسمین ان خیالات کی روز بروز ترقی نہ ہوتی ہو ۔ ہمارا دلی مقصد ہے کہ ہم اصلی حال اُن ہندوستانیون کی فیلنگ کا

---

[1] چونکہ انڈین سول سروس کے قواعد مین امیدوارون کے لیے کسی یونیورسٹی کی ڈگری کی شرط نہین تھی اسیلیے یہ خیال پیدا ہوا کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن کو موقوف کرنا چاہتی ہے ۱۲

جنکی فیلنگ درحقیقت قدر و غور کے لائق ہے گورنمنٹ سے مخفی نہ رکھین اور اسمین کوشش کرین کہ گورنمنٹ ایسی جماعت کی باتون سے۔ جنکے ظاہری بدن زر و جواہر سے جگمگاتے ہین اور جنکے تمام کام درحقیقت دیگر اسباب پر مبنی ہین نہ واقعی واقعات پر۔ دھوکے مین نہ آوے ‘‘

دوسرے آرٹکل مین۔ جسکا عنوان ’’ورنیکلر یعنی ہماری زبان‘‘ ہے انھون نے اول اُن مشکلات کو بیان کیا ہے جو مغربی علوم کو دیسی زبانون مین ترجمہ کرکے شائع کرنے مین پیش آتی ہین اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا کلکتہ مین ایک سوسائٹی کتابون کا ترجمہ کرنے کے لیے قائم کرنا، پھر دہلی کالج مین بہت سی کتابون کا انگریزی سے اردو مین ترجمہ ہونا، اور پھر اسی مقصد کے لیے سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کا قائم ہونا اور تینون جگہ ناکامی کے سوا کوئی نتیجہ حاصل نہونا نہایت عمدگی سے ظاہر کیا ہے۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ ’’جب غیر قوم یعنی مسلمانون نے ہندوستان کو فتح کیا تو یہان کے باشندون مین سے وہی لوگ بر سر عرصہ اور حکومت مین شریک ہوے جنھون نے اُنکے علوم، اُنکی زبان، اُن کیسے خیالات، اُنکا سا تمدن، اُنکا سا لب و لہجہ اور اُنکی سی روش اختیار کی۔ ہندوستان مین اس خیال کا پیدا کرنا۔ کہ ہم مشرقی علوم، دیسی زبان اور دیسی علوم کو ترقی دیکر عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کرینگے بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی امریکا کے اصل باشندون کو خیال دلاوے کہ تم اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم مین ترقی کرکے اپنی حکمران قوم مین عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کروگے ‘‘

قومی ترقی اور حکومت دونو ماں جائی بہنین ہین ؛ پس جب کسی قوم مین حکومت نہ رہے تو اُسکی ترقی صرف اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنی فتحمند قوم کے علوم و زبان حاصل کرنے سے اپنے فتحمندون کے ساتھ ملکی حکومت مین حصہ لے، علوم کی اُن شاخون مین اعلے درجہ کی لیاقت حاصل کرے جنھین اُن فتحمندون نے

مگر سمجھ نہ سکتی ہون " جیسے کہ مینچسٹر مین ...

گورنمنٹ) ہندوستان مین تعلیم کی نسبت

محمول کیا جاتا تھا نہ رعایا پروری پر"

"کچھ بہت عرصہ نہین گذرا (یعنی

قائم ہوگئین) کہ ہندوستانیون مین سے

نے اپنی پالسی بدل دی ہے اور درحقیقت اُ

کے لیے تعلیم دینا مقصود ہے۔ مگر ہندوستا

پالسی پھر بدلی ہے اور ہندوستانیون کا

ہندوستانیون کو) ابتک یقین نہین ہے

پاچکا ہے۔ مگر ایسے واقعات جو پیش آ

کے قواعد قرار پائے، اور جیسے کہ جناب معدو

یہ حال مین واقعہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو کا

ہندوستانیون کو نہایت تردد مین ڈالتا

اور وہی دھوکے کی ٹٹی پھر ہماری آنکھون

اپنی نہایت سچی تحریرون اور زبردست ہا

ہٰی جسمین ان خیالات کی روز بروز ترقی

سلہ چہ ... انڈین سول سروس کے قواعد مین امیدوار

... کو موقوف کرنا چاہتی ہے ۱۲

چندان قابلیت کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہے - جانے دو ؛ مگر ہائی کورٹ کی ججی حاصل کرنے سے ہماری امیدین ابھی منقطع نہین ہوئی ہین ، ہندوستانیون کا کونسل قانونی مین داخل ہونا ابھی تک بند نہین ہوا ہے ؛ ہمکو سمجھنا چاہیے کہ ان حقوق کے واجبی طور سے حاصل کرنے کے لیے ہمکو کیا کرنا ہے ؟ کیا مشرقی مُردہ علوم کو زندہ کرنیوالی یونیورسٹی ؟ کیا ہماری پُرانی شایستگی کو پھر ہمارے لیے مہیّا کرنے والی تجویز ؟ معمولی عہدے بھی - جیسے وکالت و منصفی وسب ججی ہے - بغیر انگریزی زبان کی کافی لیاقت کے ہمکو میسر نہین آسکتے ؛ پھر کیا مُردہ علوم مشرقی کے زندہ ہونے اور ہماری مشرقی زبانون کی ترقی سے ہمکو کچھہ نتیجہ مل سکتا ہے ؟ یونیورسٹی کالج لاہور - جو پوری یونیورسٹی ہونے والا ہے - بجز اسکے - کہ ہمکو سیدھی راہ چلنے سے روکے ، ہمکو ہمارے حقوق سے محروم رکھے اور ہمکو اس لائق نہونے دے کہ ہم اپنے حقوق کا دعوے کرسکین - ہمارے حق مین اور کیا کرسکتا ہے ؟

ہمکو ایسا لائق ہونا چاہیے کہ ہم دور و دراز اور مختلف ملکون کے سفر کرنے کے قابل ہون ، ہم بساطی ی دوکانداری سے نکلین ، ہم اپنی اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دین ، ہماری تجارت کی محمڈن اینڈ ہندو کمپنی کے نام سے کوٹھیان لندن مین ، ایڈنبرا مین ، ڈبلن مین ، بروزلز مین ، سینٹ پٹرسبرگ مین ، برلن مین ، وائنا مین ، قسطنطنیہ مین ، پیکن مین ، واشنگٹن مین اور دنیا کے تمام حصون مین قائم ہون اور ہم بحری وبری سفر اسی طرح خوشی سے کرین جیسے کہ اور قومین کرتی ہین جس سے ہمکو عزت ، دولت ، حشمت اور حکومت مین شرکت حاصل ہو ۔ پھر کیا ہمارے مُردہ مشرقی علوم کا زندہ ہونا اور مشرقی زبانون کا ترقی دینا اور ہماری پرانی شایستگی کو پھر قائم کرنا ہمکو اس قابل بناویگا ؟ ہرگز نہین ۔ پس ہمکو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی زبانون کے ترقی دینے کے جال مین پھنسانا صاف ایسی تدبیرین کرنا ہے کہ جہان تک ہوسکے ہمکو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے روکا جائے ۔ جو لوگ دوراندیش ہین وہ کبھی ایسی پالیسی کو پسند نہ کرینگے

قابلیت حاصل کی ہے، سوشل عادات اور علمی و عملی و ملکی خیالات اُس قسم کے پیدا کرے جو فاتح و مفتوح مین کسی درجہ تک مناسبت پیدا کرین ۔ جب تک فاتح و مفتوح مین اس قسم کی مناسبت پیدا نہو اُسوقت تک باہمی دوستی کا برتاؤ محالات سے ہے ۔ اسی مناسبت کے نہونے سے آج تک ہندوستان مین فاتح و مفتوح کے باہم دوستانہ برتاؤ نہین ہے ۔ خوشامد کی باتین جو کوئی چاہے سو کہے اور پولٹکل طریقہ مین جو کچھ بیان کرنا ہو کیا جائے مگر ہندوستانیون کا حال اپنی فتحمند قوم کے ساتھ غلامی کی حالت سے کچھ زیادہ نہین ہے ۔ ہم اسکا الزام اپنی فتحمند قوم کے ذمہ نہین دھرتے بلکہ خود اپنی قوم کے ذمہ ڈالتے ہین کہ اُسنے خود اپنے تئین اس لائق نہین بنایا کہ ہماری فتحمند قوم ہمسے دوستانہ برتاؤ کر سکے ۔ پھر علوم مشرقی کی ترقی اور چھوٹی موٹی ترجمہ کی ہوئی کتابین ہمکو کیا نتیجہ دینگی ؟ اور ہمکو کونسی عزت و دولت و حشمت و حکومت بخشینگی ؟ یونیورسٹی کالج لاہور نے ابتک ہمکو کس نتیجہ پر پہنچایا ہے جو آیندہ پوری یونیورسٹی ہوکر اور مُردہ علوم مشرقی کو زندہ کرکے اور ہماری پُرانی شائستگی کو پھر پیدا کرکے ہمکو پہنچا دیگا ۔ کچھ شبہہ نہین کہ یونیورسٹی کالج اب بھی ہماری ترقیون کا سدراہ رہا ہے جب وہ یونیورسٹی ہوجائیگا اور ضرور ہوجائیگا تو ملک کے لیے، قوم کے لیے، ملکی اور قومی ترقی کے لیے آفت عظیم ہوگا ۔ ہم پر احسان رکھکر ہمکو دھوکے مین ڈالا جاتا ہے کہ ہم تمھارے مشرقی علوم و تمھاری مشرقی زبان کو ترقی دیتے ہین ؛ مگر ہم پوچھتے ہین کہ کیون اور کس مطلب سے ؟ اسکا جواب کسی پیرایہ مین اور کیسی ہی میٹھے لفظون مین دیا جائے اُسکا نتیجہ یہی ہے کہ غلامی کی حالت مین رکھنے کے لیے "

" گورنمنٹ نے ہمارے لیے سول سروس مین داخل ہونے کا رستہ ۔ گو اُسمین کیسی ہی مشکلات پڑگئی ہون ابھی تک کھُلا رکھا ہے ، بیرسٹری کی سند ، ڈاکٹری کا ڈپلوما اور انجنیری کا سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے لیے کوئی امر ہمکو مزاحم نہین ہے ؛ ہندوستان مین انڈین سول سروس کے عہدے کو ۔ جسمین ہماری بدبختی سے ابھی تک

جنٹلمین کیسے اخلاق ، یہان تک کہ ہمارے تغیر لباس سے بھی وہ ایسے ناراض ہوتے ہین اور چشم خشم آلود سے ہمکو دیکھتے ہین جیسے کوئی نہایت نیک دل بڑے مجرم کو دیکھتا ہو۔ مگر ہمکو اپنی اور اپنی قوم کی بھلائی پر نظر رکھنی چاہیے اور جو تکالیف اور مشکلات ہمکو پیش آئین نہایت تحمل اور پختہ مزاجی سے برداشت کرنی چاہیئین ۔ مگر ہم اس بات کو مخفی رکھنا نہین چاہتے کہ گریٹ رفارمر (یعنی زمانہ) ان باتون کو ضرور ہونے دیگا اور کوئی مزاحمت اور کوئی ناخوشی وخفگی اُسکو روک نہین سکیگی ۔ لیکن بے شک یہ تنگدلی کے خیالات ناراستی کو ترقی دینے والے اور فاتح ومفتوح مین ہمدردی ومحبت کو توڑنے والے ہین "

یہ دو آرٹکل جنسے مفہوم ہوتا تھا کہ سرسید نے خاصکر پنجاب یونیورسٹی پر حملہ کیا ہے جب پنجاب یونیورسٹی کے حامیون کو شاق گذرے اور اُنکے برخلاف پنجاب سے بعض مضامین شائع ہوے تو سرسید نے ایک تیسرا آرٹکل۔ جسکا عنوان " ہماری زبان اور ہماری اعلے درجہ کی تعلیم " تھا اور لکھا جس سے صرف یہ جتانا مقصود تھا کہ درحقیقت ہمارا روی سخن پنجاب یونیورسٹی کی طرف نہین بلکہ گورنمنٹ کی پالسی کی طرف تھا جس سے خوف تھا کہ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان کی یونیورسٹیان یہی اصول نہ اختیار کرلین ۔ اس آرٹکل کو اُنھون نے اسطرح شروع کیا ہے " ہمارے دو آرٹکلون نے ہمارے پنجاب کے دوستون کو گھبرا دیا ہے بلکہ کسی قدر رنجیدہ کردیا ہے ۔ وہ سمجھتے ہین کہ اُن آرٹکلون سے ہمکو بالتخصیص یونیورسٹی پر حملہ کرنا منظور ہے اور اپنے حسن ظن سے اسکی بنیاد حسد پر قائم کی ہے ۔ ہمکو افسوس ہے اگر یہ کینہ خصلت ہم مین ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی کالج جن اصول سے بلاشبہہ ہم مختلف الرائے ہین ۔ اگر وہ یونیورسٹی ہوجائے تو ملک کو اور ایسے وسیع ملک کو جسمین تین اَور یونیورسٹیان موجود ہون کوئی معتد بہ نقصان نہین پہنچا سکتی ۔ اگر وہ صحیح اصول پر قائم ہوتی ہے اور اُس سے ملک کو برخلاف ہماری رائے کے فائدہ پہنچنے والا ہے تو چشم ما روشن ۔

اور اُسمین ہندوستان کی فلاح نہ تصور کرینگے ؛ بلکہ اپنے حق مین ہندوستان کے حق مین اور گورنمنٹ کے حق مین شدید مضر سمجھینگے "

اسکے بعد اُن اسباب کی طرف۔ جنسے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن موقوف کرنا چاہتی ہے۔ اشارہ کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ " ہم تسلیم کرتے ہین کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے بعض تعلیم یافتہ لوگون کو زیادہ دلیر کر دیا ہے اور اُنھون نے نہایت سخت اور بعض اوقات نہایت بیجا اور ناواجب اور نامنصفانہ نکتہ چینی گورنمنٹ پر کی ہے ؛ مگر ہم دل سے یقین رکھتے ہین اور گورنمنٹ کو بھی یقین دلانا چاہتے ہین کہ وہی تعلیم یافتہ نکتہ چین جسقدر گورنمنٹ انگریزی کے قدردان ہین شاید کوئی دوسرا نہوگا۔ پس نکتہ چینی کے اندیشہ سے ہماری تعلیم کو برباد کرنا ہمارے حق مین کچھ انصاف نہین ہے۔ ہمکو بالغ العلوم اور مالک العلوم کے خطاب دینا اور پھر نابالغ کے درجہ پر رکھنا ہم کبھی پسند نہین کرسکتے "

" ہمارے لیے سیدھا رستہ کھلا ہوا ہے کہ جہان تک ہمسے ہو سکے یوروپین لٹریچر اور یوروپین رنگ مین اعلے درجہ کی ترقی کرین ، جہان تک ہمکو یونیورسٹی کے سچے خطاب حاصل ہو سکتے ہین حاصل کرین ، جب اُس سے بھی زیادہ ہم مین ہمت ہو آکسفورڈ و کیمبرج کی یونیورسٹیون مین تعلیم کو جائین ، اعلے سے اعلے درجہ کی ڈگریان حاصل کرنے مین کوشش کرین ، اپنے تئین مہذب و تعلیم یافتہ جنٹلمین اُسکے اصلی و حقیقی معنون مین بنائین اور جو فیض تعلیم و تربیت و تہذیب ہمنے اُن مہذب ملکون مین حاصل کیا ہو اُسکو اپنے ہموطنون اور ہم قومون مین پھیلاوین۔ بے شک ہمکو ایسا کرنے مین بہت مشکلات ہین ؛ ادھر ہمکو اپنی قوم کی جہالت و تعصب سے مقابلہ کرنا ہے اور اُدھر اپنی فتحمند قوم کے اُن تنگدل لوگون کی مزاحمت کا برداشت کرنا ہے جو ہماری سوشل و پولٹکل حالت کی ترقی اپنی طبیعی تنگدلی کے برخلاف سمجھتے ہین ، ہماری انگلش لائف ، انگلش تمدن ،

کہ اس تعلیم سے مقصد ہی یہ ہے کہ ایسے نہ ہونے پائین تو سب کچھ تسلیم کیا جا سکتا ہے "

اسکے بعد سرسید نے اس اعتراض کا کہ - سائنٹفک سوسائٹی جو اُنھون نے علیگڑھ مین قائم کی تھی وہ بھی تو اسی اصول پر مبنی تھی کہ مغربی علوم ترجمون کے ذریعہ سے ملک مین شائع کیے جائین - جواب دیا ہے اور جو آسمان وزمین کا فرق سوسائٹی کے قیام کے وقت مین اور موجودہ زمانہ مین ہو گیا تھا اُسکو دکھایا ہے اور لکھا ہے کہ "اُس زمانہ کے مناسب حال بلاشبہہ ایک شخص کو - جو سچے دل سے اپنی قوم اور ملک کی ترقی کا خواہان ہو - اس خیال کا پیدا ہونا کہ ہم دیسی زبان کے ذریعہ سے اپنے ملک و قوم کو ترقی دین نہایت سچا اور واجب خیال ہو سکتا تھا ؛ مگر رفتہ رفتہ تمام حجاب رفع ہوتے گئے اور خود زمانہ نے بتادیا کہ کدھر جاتے ہو اور ٹھیک رستہ کدھر ہے "

پھر آرٹکل کو اسطرح ختم کیا ہے کہ " ہم کہہ چکے ہین کہ پنجاب یونیورسٹی کسی اصول پر قائم ہو ؛ صحیح پر - غلط پر - ہمکو کچھ زیادہ نقصان نہین پہنچا سکتی اور اسلیے ہم ضرورت نہین سمجھتے کہ پنجاب یونیورسٹی پر کوئی حملہ کرین ۔ ہان بلاشبہہ ہمکو اُسوقت خوف پیدا ہوتا ہے جبکہ ہم ایسے لوگون کو - جنکے ہاتھ مین خدا نے ہمارے ملک کی بھلائی بُرائی نفع نقصان سپرد کیا ہے - مُردہ مشرقی علوم و مشرقی زبانون کے زندہ کرنے پر مائل پاتے ہین تو ضرور سمجھتے ہین بلکہ بلحاظِ حبِ قومی اپنا فرض جانتے ہین کہ اس امر کو بیان کرین کہ مُردہ علوم مشرقی اور مشرقی زبانون کے زندہ کرنے کی فکر مین پڑنا ہمارے لیے ، ملک کے لیے ، بلکہ گورنمنٹ کے لیے کچھ بھلائی نہین ہے ۔ اپنی قوم کو سمجھاتے ہین کہ انکا مقصد مغربی علوم و مغربی زبان کو اعلے درجہ تک حاصل کرنا ہونا چاہیے اور گورنمنٹ سے التجا کرتے ہین کہ ہندوستان مین یوروپ کے علوم اور یوروپ کی حکمت کو ترقی دینا اُسکا مقصد ہو "

پھر ۱۸۸۹ سنہ مین جب کہ الہ آباد یونیورسٹی اُسی اصول پر - جسپر پنجاب یونیورسٹی کے قائم ہونے کا

ہماری عین خوشی ہے کہ ملک کو فائدہ پہنچے اور ہماری رائے غلط ثابت ہو۔ اور اگر وہ فی الحقیقہ ملک کو فائدہ پہنچانے والی نہین ہے تو اُسکو ہونے دو؛ اُس سے مخالفت کرنے کی کچھ ضرورت نہین ہے؛ خود اُسمین ناکامی کا بیج ہے اور وہ آپ ہی ناکام ہوجائیگی۔"

اسکے بعد وہ مشرقی علوم اور مشرقی لٹریچر کی تعلیم کے نتائج کی طرف اشارہ کرکے لکھتے ہین کہ "بنارس کالج نے سنسکرت زبان کی ترقی پر بہت توجہ کی مگر وہ ایک کو بھی سنسکرت مین اُن پنڈتون کے برابر نہین بنا سکا جو دھوتی باندھے کمرے پہنے منلنکا اور شیوالہ گھاٹ کی سیڑھیون پر بیٹھکر اپنی مقدس زبان سنسکرت کو تحصیل کرتے ہین۔ مگر اُنکی تحصیل سے ملک کو بجز اسکے۔ کہ بنارس مین دس پانچ منگتا پنڈت اور زیادہ ہوگئے۔ کیا نتیجہ حاصل ہوا؟ یونیورسٹی کالج لاہور نے بلخ و بدخشان[1] کے طالب علمون کو جو کچھ تعلیم دی ہو دی ہو ہمکو اسکا حال معلوم نہین؛ مگر آج تک (ہندوستان مین) اُسنے ایک کو بھی عربی یا فارسی مین اُن لوگون کے برابر نہین بنایا جنھون نے مسجد کے چبوترون اور خانقاہ کے تنگ و تاریک حجرون مین بیٹھکر اور درود فاتحہ کی روٹی پر گذران کرکر عربی و فارسی کو تحصیل کیا اور اعلے درجہ کا تبحر انمین پیدا کیا۔ مگر اسکا نتیجہ بجز اسکے۔ کہ مُردون کی روٹیان کھانیوالے اور زیادہ ہوگئے۔ ملک کو کیا فائدہ پہنچا؟ اگر پنجاب یونیورسٹی قائم ہوجائے اور ہمکو علوم مشرقی مین ویسی ہی تعلیم دے (گو ویسی تعلیم بھی ممکن نہین) تو بجز اسکے کہ چند بھکاری اور چند فاتحہ کی روٹی کھانیوالے ملک مین زیادہ ہوجائین اور کیا نتیجہ حاصل ہوسکتا ہے؟ ہمکو صاف صاف بتاؤ کہ لاہور یونیورسٹی کالج نے جن لوگون کو ++ پروفشنسی اور ہائی پروفشنسی کے خطاب مرحمت فرمائے ہین وہ کس مرض کی دوا ہین اور اُنسے ملک کو، قوم کو، اُسکی دولت کو، اُسکی حکومت کو، اُسکی تجارت کو، اُس کے اخلاق کو، اُسکی روشنضمیری کو اور اُسکی وسعتِ خیالات کو کیا فائدہ پہنچا یا آیندہ پہنچ سکتا ہے؟ ہان اگر یہ کہا جائے

[1] جو آرٹیکل سرسید کے خلاف لاہور سے نکلے تھے اُنمین لکھا تھا کہ پنجاب یونیورسٹی کالج مین بلخ و بدخشان کے طالب علم تعلیم پاتے ہین ۱۲

پنجاب یونیورسٹی اور الہ آباد یونیورسٹی کا مقصد مشرقی علوم کی آڑ مین انگلش ہائی ایجوکیشن کو گھٹانا تھا یا نہین مگر اسمین شک نہین کہ جو خیالات دونو یونیورسٹیون کی نسبت شمالی ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ مین پھیل گئے تھے - اور جہانتک کہ معلوم ہوا ہے وہ خیالات محض بے بنیاد نہ تھے - ابتک علانیہ طور پر اُنکا کچھ ظہور نہین ہوا - بہ ظاہر دونو یونیورسٹیون مین کوئی ایسا قاعدہ نہین پایا جاتا جو ہائی ایجوکیشن کا سدِراہ ہو - بے شک پنجاب یونیورسٹی جسطرح بی اے اور ایم اے کی ڈگریان دیتی ہے اسیطرح اورنیٹل کالج کے طلبہ کو بی اُو اِل اور ایم اُو اِل یا بالغ العلوم اور ماہر العلوم وغیرہ کی بھی ڈگریان دیتی ہے مگر جیسا کہ سرسید نے کہا تھا کہ "اسمین ناکامی کا بیج ہے اسلیے وہ آپ ہی آپ ناکام ہوجائیگی" اورنیٹل کالج روز بروز تنزل کرتا جاتا ہے اور کچھ عجب نہین کہ ایک عرصہ کے بعد وہ فضول سمجھکر توڑ دیا جائے -

سرسید نے جو مذکورۂ بالا آرٹکلون مین مشرقی علوم (یعنی قدیم منطق فلسفہ طبعیات اور ہیات وغیرہ جنکا درس و تدریس مسلمانون مین قدیم سے جاری ہے) اور مشرقی زبانون کو ترقی دینے یا دیسی زبانون مین مغربی علوم کے شائع کرنے پر اسقدر لے دے کی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسکے بالکل مخالف تھے مشرقی زبانون کی نسبت اُنھون نے خود اپنے پہلے آرٹکل مین لکھا ہے کہ "ہم بلاشبہ ہم اسبات کو - کہ پنجاب یونیورسٹی کالج - قدیم مشرقی زبانون کو ترقی دے - پسند کرتے ہین کیونکہ قدیم لینگوج ماڈرن لینگوج کی زیور ہین" اسی طرح اُنھون نے مغربی علوم کے دیسی زبانون مین ترجمہ ہونے کی نسبت دوسرے آرٹکل مین لکھا ہے کہ "ہم تسلیم کرتے ہین کہ عام تعلیم کے لیے ہماری زبان نہایت عمدہ وسیلہ ہے جو تحصیلی و دیہاتی مکتبون مین محدود رہنی چاہیے" اسکے سوا اُنھون نے ایجوکیشنل کانفرنس کے دوسرے اجلاس مین خود اس

گمان تھا۔ قائم ہونے لگی اور سرسید کو معلوم ہوا کہ سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر سابق جو مشرقی علوم کے بڑے قدردان تھے اُنکی پرانی تجویز کے موافق یہ یونیورسٹی بھی اسی غرض سے قائم ہونے والی ہے کہ مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کو ترقی دے تو اُنھون نے الہ آباد یونیورسٹی کی بھی اُسی شدومد کے ساتھ مخالفت کی جیسے کہ پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت کی تھی۔ چنانچہ اُنکے ایک آرٹکل کے چند جملے بطور نمونہ کے یہان لکھے جاتے ہین۔ اُنھون نے کہا "افسوس ہے کہ لوگون مین یہ خیال پختہ ہوتا جاتا ہے اور دن بہ دن اُسکو وسعت ہوتی جاتی ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی ایک نقل پنجاب یونیورسٹی کی ہوگی۔ شاید اُسکی صورت مین کچھ تبدیلی ہو مگر اُسکی پالسی وہی ہوگی جو پنجاب یونیورسٹی کی تھی۔ پس علوم مشرقی کی ترقی کا دھوکا دیکر انگلش ہائی ایجوکیشن کو گھٹانا اور جسطرح ایک تیلی اپنے کولھو کے بیل کی آنکھین بند کرکے دن رات ایک ہی سرکل مین کولھو کے گرد پھرائے جاتا ہے اسی طرح ہندوستانی رعایا کی آنکھین بند کرکے دن رات ایک ہی چکر مین ڈالے رکھنا بے شبہ ایک مہذب گورنمنٹ کا کام ہے +++ ہم اپنا یقین ظاہر کرتے ہین کہ الہ آباد یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کی بہ نسبت نہین ہوسکتی ؛ وہ انگلش ہائی ایجوکیشن کے لیے بمنزلہ ایک مادر مہربان کے ہوگی۔ لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ ہمارا خیال غلط ہے تو یہ سوال پیش آتا ہے کہ ہمکو کیا کرنا چاہیے ؟ ہماری رائے مین اسکا جواب صاف ہے ؛ استقلال ، استقلال ؛ ہمت ، ہمت ، ہمت ؛ کوشش ، کوشش ، کوشش ۔ ہمکو گورنمنٹ کی پالسی کی کچھ پرواہ نہین کرنی چاہیے اور خود اپنے لیے انگلش ہائی ایجوکیشن کے حاصل کرنیکی کوشش کرنی چاہیے اور اگر ہم مین سلف رسپکٹ کا کچھ اثر باقی ہے تو گورنمنٹ کو دکھا دینا چاہیے کہ بلاشبہہ گورنمنٹ کو لوگون کی جانون پر اختیار ہے مگر لوگون کی رایون پر نہین"

اگرچہ بالیقین یہ نہین کہا جا سکتا کہ سرسید کی تحریرون کا کیا اثر ہوا اور آیا فی الواقع

اور جسکا ماحصل یہ تھا کہ اگر ٹکنکل تعلیم کالجون اور اسکولون مین محض وپشنل طور پر جاری کیجائے اور ہماری
اعلےٰ درجہ کی لٹریری تعلیم کو اُس سے کچھ صدمہ نہ پہنچے تو ہمکو اُسمین کچھ عذر نہین ہوسکتا ؛ لیکن اگر
موجودہ طریقۂ تعلیم مین کوئی ایسی تبدیلی کیجائے جو ہماری اعلےٰ درجہ کی لٹریری تعلیم مین مخل ہو تو
ہمکو علانیہ یہ بات ظاہر کردینی چاہیے کہ ہم ایسی تبدیلی سے سخت ناراض ہین ۔ سرسید کو یہ خیال اس
سبب سے پیدا ہوا تھا کہ الہ آباد یونیورسٹی مین بغرض ترقی ٹکنکل ایجوکیشن یا بہ خیال تکمیل تجاویز گورنمنٹ
متعدد دفعہ ایسے امور پیش ہوئے تھے جو سرسید کے نزدیک علانیہ لٹریری تعلیم کو روکنے والے تھے اور
اُنھین دنون مین گورنمنٹ شمال مغرب نے ایک رزولیوشن بغرض ترقی ٹکنکل ایجوکیشن مشتہر کیا تھا اور
ایک کمیٹی اس بات کے دریافت کرنے کو منعقد کی تھی کہ ٹکنکل تعلیم کو کن طریقون سے ملک کے حق مین
مفید بنایا جائے سرسید نے اس خوف سے کہ کہین یہ سب تمہیدین ہائی ایجوکیشن کے موقوف کرنے کی
نہ ہون یہ رزولیوشن کانفرنس کے جلسۂ عام مین جسمین ایک ہزار لائق ہندوستانی موجود تھے اس غرض سے
پیش کیا تھا کہ اس باب مین ہندوستانیون کی عام رائے معلوم ہونیکے بعد یونیورسٹی کو اُس سے آگاہ
کیا جائے چنانچہ یہ رزولیوشن جسکی تائید مولوی حشمت اللہ ام اے اور مسٹر تھیوڈور بک نے بڑے
زور شور کے ساتھ کی تھی تمام مجمع کے اتفاق سے پاس ہوا اور الہ آباد یونیورسٹی اور گورنمنٹ شمال
مغرب کو اس تمام کارروائی کی اطلاع دی گئی ۔

سرسید نے مسلمانون کی ترقی تعلیم کے لیے اُنھین تدبیرون اور کوششون پر بس نہین کی
جو اُنکی زندگی کے ساتھ ختم ہونے والی تھین بلکہ وہ قوم کی تعلیمی مشکلات کی حل کرنے والی ایک ایسی
انجمن چھوڑ گئے ہین کہ اگر مسلمانون نے اُسکو قائم رکھا تو وہ تمام معاملات مین جو قومی تعلیم سے علاقہ

مضمون کا رزولیوشن پیش کیا تھا کہ "علوم عربی جو ہماری قومی نشانی ہین اور علوم مذہبی جو ہماری روحانی تربیت کا ذریعہ ہین بدستور قائم رہین اور مسلمانون کے اوقاف کا روپیہ اُنکی ترویج اور ترقی مین صرف کیا جائے. پس اُنھون نے جو علی العموم مشرقی علوم اور مشرقی لٹریچر اور دیسی زبانون کے ترجمون کی مخالفت کی ہے اُس سے اُنکا صرف یہ مطلب ہے کہ ہندوستان کے کالجون مین اعلے درجہ کی تعلیم محض انگلش لینگویج کے ذریعہ سے ہونی چاہیے نہ یہ کہ کالجون مین انگلش لینگوج بطور سکنڈ لینگوج کے برائے نام رہ جائے اور اصل مقصود مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کی ترقی اور مغربی علوم کو بذریعۂ دیسی زبانون کے تعلیم دینا قرار دیا جائے۔

مذکورۂ بالا آرٹکلون کے سوا اُنکی بے شمار تحریرین اسی موضوع پر علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی جلدون مین موجود ہین جنمین شاید سب سے اخیر وہ آرٹکل ہے جو علیگڑھ گزٹ مورخہ ۱۹ فروری سنہ ۱۸۹۸ مین اُنکے مرنے سے سوا مہینے پہلے شائع ہوا تھا اور جسکا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت کے لحاظ سے سردست ٹکنکل ایجوکیشن کی چندان ضرورت نہین ہے بلکہ سب سے مقدم اعلےٰ درجہ کی دماغی تعلیم کی ضرورت ہے جو ابتک بالکل یا پورے طور پر پوری نہین ہوئی۔ چند برسون سے جو اکثر اعلےٰ حکام اپنی اسپیچون مین ٹکنکل ایجوکیشن کی ضرورت بیان کرتے تھے اس سے بھی سرسید کو یہی اندیشہ ہوگیا تھا کہ گورنمنٹ کا منشا ہائی ایجوکیشن یا لٹریری تعلیم کے موقوف کرنے کا ہے اور اسی لیے جب کوئی ایسی اسپیچ اُنکی نظر سے گذرتی تھی وہ ضرور اُسکے برخلاف کچھ نہ کچھ لکھتے تھے اور اسی بنا پر اُنھون نے کانفرنس کے پانچوین اجلاس مین ایک رزولیوشن ٹکنکل ایجوکیشن کے خلاف پیش کیا تھا اور رزولیوشن کی تائید مین ایک طول طویل اسپیچ کی تھی جو کانفرنس کی روئداد مین مندرج ہے

ٹکنکل ایجوکیشن کی مخالفت

رکھنے مین سرسید کا نعم البدل ثابت ہوئی۔ انھون نے ۱۸۸۶ء مین محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قایم کی جسکا ذکر پہلے حصہ مین تفصیل کے ساتھ ہوچکا ہے۔ انھون نے اس قومی انجمن کو اپنی زندگی مین برابر گیارہ برس تک جاری رکھا اور اس عرصہ مین وہ تمام مرحلے جو ابتدا ئر ایسے کامون مین پیش آتے ہین نہایت خوبی کے ساتھ طے کردیے اور آیندہ نسلون کے لیے رستہ بالکل صاف کردیا کہ کسطرح اُسکو چلائین اور کیونکر اُس سے فائدہ اٹھائین۔ جو کام قوم کے کرنے کے تھے ایک جم غفیر کے صلاح و مشورہ سے قوم کو اُنکے کرنے کی صلاح دی اور جو باتین گورنمنٹ پر ظاہر کرنے کی تھین اُنکو بطور ایک جماعت کی رائے کے باوقعت صورت مین گورنمنٹ کے کان مین ڈالا اور اپنی بے نظیر لیاقت اور حسن تدبیر سے ایک ایسی مجلس کو جسمین تعلیم و تعلم کی روکھی پھیکی باتون کے سوا کچھ نہ تھا۔ چند سال کے عرصہ مین ایسا دلچسپ بنا دیا کہ پان پانسو اور ہزار ہزار کوس سے ہندوستان کے مسلمان جو ایسی صحبتون سے کوسون دور بھاگتے تھے خرچ کثیر برداشت کرکے ایسے چاؤ اور اُمنگ کے ساتھ۔ جیسے کہ لوگ پھول والون کی سیر شالامار کے میلے مین دور دور سے آتے ہین۔ اس علمی مجمع مین آآکر شریک ہونے لگے۔

ایک اور تدبیر ترقی تعلیم کی۔ جو قوم کی معمولی بے پروائی سے براہِ راست پوری نہوسکی۔ سول سروس کلاس اور سول سروس فنڈ ایسوسیئشن کا قایم کرنا تھا جنکو سرسید نے اس غرض سے قایم کیا تھا کہ جو مسلمان اپنی اولاد کو ولایت کی تعلیم کے لیے تیار کرنا چاہین اُنکو محمڈن کالج مین ایک خاص طریقہ پر ابتدائی تعلیم دیجائے اور بعد امتحان کے جو لڑکے ولایت مین جانے کے قابل سمجھے جائین اُنکو چندہ کے ذریعہ سے مدد دیجائے۔ یہ تجویز بھی اگر چل جاتی تو مسلمانون کی ترقی تعلیم کے حق مین نہایت مفید تھی۔ یہان تک کہ ایجوکیٹیڈ کلاس کے ہندو بھی اس ایسوسیئشن مین شریک ہونے کی دل سے آرزو کرتے تھے۔ چنانچہ

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا قایم کرنا

سول سروس کلاس اور سول سروس فنڈ

سلہ البرٹ بل سے مراد وہ مشہور مسودۂ قانون ہے جو لارڈ رپن کے عہد میں ویسرِیگل کونسل کے لیگل ممبر مسٹر البرٹ نے ۱۸۸۳ء میں بہ اجلاس کونسل پیش کیا تھا اور اسی لیے یہ مسودہ البرٹ بل کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ اس مسودہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی مجسٹریٹون کو بھی مثل یوروپین مجسٹریٹون کے یوروپین اور یوریشین باشندگان ہند کے فوجداری مقدمات کے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے۔ چونکہ اس مسودہ کو یوروپین اور یوریشین باشندون کے حقوق سے تعلق تھا اسلیے جسقدر کہ لیجسلیٹو کونسل مین اور اخبارون مین اس مسودہ پر بحث اور نکتہ چینی اور مخالفت ہوئی تھی ویسی شاید ہی ہندوستان کے کسی مسودۂ قانون پر ہوئی ہو۔ ہندوستانی ممبرون مین سے سرسید نے اور آنریبل کرسٹوداس پال نے اس مسودہ کی بڑی زور سے تائید کی تھی مگر راجہ شیوپرشاد مثل اکثر یوروپین ممبرون کے اُسکے مخالف تھے جسکی وجہ سے بنگالی اخبارون مین اُنپر سخت لتاڑ ہوئی تھی۔ جو اسپیچ سرسید نے اس مسودہ کی تائید مین کی تھی اُس کو کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم اس موقع پر نقل کرتے ہین۔

اُنھون نے کہا "مائی لارڈ! مین اس بات سے واقف ہون کہ اس بل کی نسبت اخبارات مین بہت بحث ہوئی ہے اور یوروپین اور یوریشین باشندون کے غیر سرکاری گروہ مین اُسکی نسبت بڑا تہلکہ مچا ہوا ہے جو یہ خیال کرتے ہین کہ قانون مجوزہ سے اُنکی آزادی خطرہ کی حالت مین ہے +++ اگرچہ ہر طرح پر میری یہ خواہش ہے کہ جو رائین یوروپین اور یوریشین لوگون نے ظاہر کین ہین اُنپر بخوبی غور کیا جائے لیکن مائی لارڈ! مین اقرار کرتا ہون کہ جو طریقہ مسودۂ قانون کے برخلاف تحریک کرنے والون نے اختیار کیا ہے اُس پر مین دلی افسوس کرنے سے باز نہین رہ سکتا۔ تحریک کرنیوالون نے میرے ہموطنون کے برخلاف نہایت سخت اور کسی قدر بے احتیاطی کے ساتھ کلمات استعمال کیے ہین +++ مائی لارڈ! اس مقام پر مین اپنی دلی امید ظاہر کرتا ہون کہ ہندوستان کے کسی حصہ مین میرے ہموطن اُن شخصون کی پیروی نہ کرینگے جو یہ خیال کرتے ہین کہ واضعانِ قانون کی غور کے واسطے دلائل اور دعوون کے پیش کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ عام طور پر مجمع کر کے سخت گفتگو کرنا ہے +++ میرے نزدیک جو مخالفت اس مسودۂ قانون کی نسبت کی گئی ہے وہ زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ لوگون کو اس قسم کے معاملات مین ہندوستان کے قوانین کی تاریخ سے واقفیت نہین ہے اور جو خفیف تبدیلی قانون مروجہ مین اس بل کی رو سے کرنی تجویز کی گئی ہے اُسکے سمجھنے مین اُنھون نے غلطی کی ہے۔ مین کانسٹیٹیوشنل لا کے مسائل سے واقف ہونے کا دعوے نہین کرتا لیکن اس مسودۂ قانون کے برخلاف جو یہ حجت پیش کی گئی ہے - کہ ہندوستان مین حضور قیصرِ ہند کی یوروپین اور یوریشین رعایا ایسے حقوق رکھتی ہے جنکے سبب

کیجاتی ہے، عدالتہاے دیوانی کی تجویزون سے فریقین کی نیکنامی پر تقریبا اسی طرح دہبا لگ سکتا ہے اور اُنکی عزت برباد ہوسکتی ہے جیسی فوجداری عدالتون کے احکام سے۔ پس میرے نزدیک دونو عدالتون کے جوڈیشل اختیارات مین امتیاز قرار دینے کے لیے کوئی معقول بنیاد موجود نہین ہے۔ اگر بے بازی انصاف اور قومی بے تعصبی دیوانی کے معاملات مین ہندوستانی ججون مین پائی جاتی ہے تو اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ اُن مین وہی خصلتین فوجداری کے اُن مقدمات مین نہ پائی جائین جنمین یوروپین اور یوریشین شریک ہون۔ تمام ہندوستانی مجسٹریٹ اب بھی ان مقدمات فوجداری مین۔ جنمین اہل یوروپ نالشی ہون اور بطور فریق ضرر رسیدہ کے عدالتون سے چارہ جوئی کرین۔ اختیارات عمل مین لاتے ہین؛ مین نے ابتک کبھی یہ نہین سنا کہ یوروپین انگریزی رعایا نے ہندوستانی مجسٹریٹون سے دادخواہی کرنے مین کوئی عذر کیا ہو؛ پس جب کہ یہ صورت ہے تو اس بات کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ہندوستانی مجسٹریٹون پر اُن مقدمات مین۔ جنمین یوروپین انگریزی رعایا کی نسبت نالشین پیش کیجائین۔ اُس قسم کا اعتبار نہ کیا جائے۔ جو مجسٹریٹ کہ دادرسی کے مجاز ہین ضرور ہے کہ وہ سزا دینے کے بھی مجاز ہون اور رعایا کے کسی فرقہ کا یہ کہنا ناواجب اور بیجا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہندوستانی مجسٹریٹون کے روبرو چارہ جوئی کے واسطے تو جائینگے لیکن اس بات کو گوارا نہ کرینگے کہ جو نالش ہم پر کیجائے اُسمین وہ ہماری نسبت تجویز کرین + + + مین یقین کرتا ہون کہ مجھکو یہ صحیح اطلاع دی گئی ہے کہ جزیرۂ لنکا مین۔ جو اس ملک کے متصل واقع ہے اور جو برطانیہ کی وسیع سلطنت کا ایک جزو ہے۔ ہندوستانی مجسٹریٹ اور جج یوروپین انگریزی رعایا پر فوجداری کا اختیار عمل مین لاتے ہین اور وہان اُس جوڈیشل ناقابلیت کو جو قومی تفرقہ پر مبنی ہو کوئی جانتا بھی نہین حالانکہ انگریزی سرمایہ اور انگریزون کی تجارتی اولوالعزمی کو۔ بجاے اسکے کہ وہ اس جزیرہ سے جاتی رہی ہو۔ نہایت ترقی ہوئی ہے۔ میرے نزدیک لنکا مین قہوہ کے کاشتکارون کے مطالب بنگالہ کے نیل کے کاشتکارون کے مطالب سے کسی حالت مین کمتر نہین ہین اور لنکا کے باشندے ہندوستان کے باشندون کی نسبت کسی طرح پر کچھ کم ایشیائی نہین ہین اور نہ لنکا مین اُنکا کوئی نہایت مضبوط محب قوم بھی میزان شایستگی مین اُس سے زیادہ تر اعلے رتبہ کا دعوے کریگا جو وہ ہندوستان کے باشندون کی نسبت قرار دیگا مگر باوجود اسکے یوروپین انگریزی رعایا پر فوجداری کے اختیار کے معاملہ مین برٹش انڈیا کا قانون لنکا کے قانون سے پیچھے ہے پس مائی لارڈ! میرے نزدیک یہ کچھ

وہ ہندوستان کی لیجس لیٹو کونسل کے اختیار سے باہر ہے۔ اُسکی قانونی صحت کی نسبت مین بلا تامل شبہہ کرسکتا ہون ۔ مین ہندوستان کے لیجس لیٹو کونسل کا ایک ناچیز ممبر ہونے کی حیثیت سے اس قسم کی پابندی کو ناپسند کرتا ہون ۔ ہمنے اپنے اختیارات انگلستان کی بڑی پارلیمنٹ سے حاصل کیے ہین اور جب تک ہم اُن اختیارات کی حد سے تجاوز نہ کرین اُسوقت تک میرے نزدیک اُن تمام معاملات مین ۔ جو ہندوستان سے متعلق ہین ۔ اس کونسل کی قانونی حکومت کی نسبت شبہہ کرنا بیجا معلوم ہوتا ہے + + + جو تحریک بالفعل اس مسودہ کے برخلاف کی گئی ہے اُسمین ہم اُنھین دلیلون اور رایون کی تکرار پاتے ہین جواب سے پہلے خطرہ پیدا کرنے والون نے اُسوقت پیش کی تھین جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی عدالتون کے ہندوستانی ججون کو صیغہ دیوانی کی اُن نالشات کی تجویز کا اختیار دیا گیا تھا جنمین یوروپین اور یوریشین فریق مقدمہ ہون ۔ مین بغیر اندیشہ تردید کے یہ بات کہہ سکتا ہون کہ جن مقدمات مین یوروپین شریک ہوتے ہین اُنمین ہندوستانی ججون کے اختیارات دیوانی کے عمل مین لانے سے قومی اختلاف کی بنا پر کوئی ناانصافی بلکہ شکایت بھی نہین پیدا ہوئی ہے ۔ بے شک اُس زمانہ کے خطرے پیدا کرنے والون کے اندیشے بے اصل تھے اور اُنکی پیشین گوئی غلط ثابت ہونے والی تھی ۔ اِسوقت تمام برٹش انڈیا مین ہندوستانی جج اہل یوروپ پر اختیارات دیوانی ایک ایسے طریقہ مین استعمال کرتے ہین جو درحقیقت اس الزام کے لائق نہین ہے کہ قومی امتیاز کا اُس مین اثر پایا جاتا ہے ۔ لیکن بعض اوقات یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ دیوانی کا اختیار فوجداری کے اختیار سے مختلف ہے ؛ دیوانی کا اختیار صرف جائداد پر موثر ہوتا ہے اور فوجداری کا اختیار ذاتی خصلت اور آزادی پر ۔ پس ہندوستانی ججون کے دیوانی کے اختیار کی اطاعت سے یہ لازم نہین آتا کہ فوجداری کے معاملات مین بھی اُنکے اختیار پر رضامندی ظاہر کیجائے ”

”مائی لارڈ ! مین اس وجہ کو نہین سمجھ سکتا جس پر یہ امتیاز مبنی ہے ۔ عدالت ہاے دیوانی کی ڈگریات ایک شخص کو دولتمند سے مفلس کرسکتی ہین ، دیوانی کے بعض صیغے صرف ذاتی تعلقات ہی سے متعلق نہین ہوتے بلکہ اُن مین ذاتی گرفتاری کے اختیارات بھی شامل ہوتے ہین اور انصاف کی غرض سے اُنھین اُس قسم کی کارروائی کی اجازت دیگئی ہے جو فوجداری کی عدالتون کے واسطے قرار دی گئی ، دیوانی کے مقدمات مین واقعات کی نسبت نتیجون کے قرار دینے کا قاعدہ زیادہ تر وہی ہے جیسا فوجداری کے مقدمات مین ہوتا ہے ہندوستان مین دیوانی اور فوجداری کی عدالتون مین امر حق کی تحقیقات ایک ہی قانونِ شہادت کے بموجب

باشندون کو یہ حقوق عطا کیے تھے کہ سلطنت کی ملازمت مین ہندوستانیون کو اسی حیثیت پر نوکری دی جائے جیسی کہ خاص انگریزون کو ۔ اس فیصلہ کا پچھلے برسون مین عملی طور پر نفاذ کیا گیا ہے اور انتظامی مصلحت اُس خفیف تبدیلی کی مقتضی ہوئی ہے جو اس بل مین تجویز کی گئی ہے "

" لیکن مائی لارڈ ! اس مسودہ کی تائید مین انتظامی مصلحت کی بہ نسبت زیادہ اعلے درجہ کی وجوہات وجود ہین ؛ یعنی مین آزادی انصاف اور انسانیت کے اُن عمدہ اصولون کا ذکر کرتا ہون جنکی جاے قرار کہین اسقدر نہین ہے جیسی کہ اُس قوم کی طبیعت مین ہے جسنے سب سے پہلے غلامون کو آزاد کیا اور سب سے پہلے ہندوستانیون کو اس امر سے مطلع کیا کہ کانسٹیٹیوشنل حقوق کے معاملہ مین قوم و مذہب کے امتیازات کی قانون کی نگاہ مین کچھ وقعت نہین ہونی چاہیے + + + تاریخ یہ سبق دیتی ہے کہ کسی ملک کی فلاح وبہبودی کی برباد کرنے والی اس سے زیادہ کوئی بات نہین ہے کہ حاکم اور محکوم کے درمیان قومی تفرقہ قائم رکھا جائے ۔ کوئی شخص مجھسے زیادہ اس بات کا خواہان نہین ہوسکتا کہ انگریزی قوم اور ہندوستان کے باشندون کے درمیان دوستانہ خیالات کو بہ نسبت اُسکے جیسی کہ ابتک ہوئی ہے اور زیادہ ترقی ہو ۔ قدرت نے دونو قومون کو ایک پولٹکل (اور مین کہ سکتا ہون کہ ایک سوشل) رشتہ مین ملایا ہے جس کو جون جون زمانہ گذرتا جاویگا اسی قدر زیادہ استحکام ہوتا جاویگا + + مجھکو یقین واثق ہے کہ جب تک قومی امتیازات کو ملک کے عام قانون مین دخل ہوگا اُس وقت تک دونون قومون کے درمیان اصلی دوستانہ خیالات کی ترقی کے باب مین مزاحمتین قائم رہینگی ۔ زندگی کی سوشل خوشی اور موافقت ۔ پولٹکل ہمسری سے اور ایک ہی قانون کے زیر حکم رہنے سے پیدا ہوتی ہے ۔ ہندوستان مین ذات کا سلسلہ شاید اس قدر عرصہ تک ہرگز قائم نہ رہتا اگر زمانۂ قدیم کے مقنن ۔ برہمن کے واسطے ایک قانون اور شودر کے واسطے دوسرا قانون نہ بناتے ۔ خیر زمانۂ سابق کی ضرورتین کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن مائی لارڈ ! مین امید کرتا ہون کہ انگریزی حکومت کے ڈیرھ سو برس گذر جانے سے ہم شایستگی کے اُس درجہ تک پہنچ گئے ہین کہ قومی امتیاز کو بہرکیف ملک کے عام قانون مین کم کرنا ہر ایک وجہ سے مناسب ہے ۔ میرے نزدیک یقینا اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ ہندوستان کے تمام باشندے ۔ خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان یوروپین ہون یا یوریشین ۔ اس بات کو سمجھنے لگین کہ وہ ہمسر چلیا ہین اور اُنکے

ناواجب بات نہین ہے کہ ہندوستان کے باشندے یہ خیال کرین کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ قانون مین اصلاح کرنے کی شدید ضرورت ہو گئی ہے ... مائی لارڈ ! جیساکہ مین نے اس مسودہ کو سمجھا ہو اُسمین یہ تجویز نہین کی گئی ہے کہ ہر ایک ہندوستانی مجسٹریٹ کو انگریزی یوروپین رعایا کی نسبت تجویز کرنے کا اختیار دیا جائے بلکہ صرف اُنھین ہندوستانیون کے معاملہ مین - جنھون نے اپنی مسلمہ راست بازی اور لیاقت کے بدولت جوڈیشل سروس مین ایسے عہدے حاصل کیے جائین جو رتبہ مین اعلے درجہ کے انگریزی عہدہ دارون کے مساوی ہین - اُس مسودہ مین اُن جوڈیشل ناقابلیتون کے دور کرنے کی تجویز کی گئی ہے جو قومی امتیاز پر مبنی ہین ۔ اس قسم کے ہندوستانی عہدہ دارون کی تعداد نہایت محدود ہے اور اسی وجہ سے اس مسودہ کی نسبت یہ خیال نہین ہو سکتا کہ وہ بغیر کافی غور و تامل کے پیش کیا گیا ہے یا اُسکے سبب سے دادرسی کے موجودہ ذریعون مین کسی بڑی عملی تبدیلی کا ہونا متصور ہے "

" جس دلیل پر قومی امتیازات کا نہایت لحاظ کیا گیا ہے میرے نزدیک اُسمین بڑی غلطی ہے - جس چیز کی لوگ اُن ملکون مین - جنکو شایستہ گورنمنٹ کی برکت حاصل ہے - اطاعت کرتے ہین - وہ کچھ خاص خاص شخصون کی حکومت نہین ہے بلکہ وہ قانون کے احکام ہین ۔ جب تک کہ قانون منصفانہ بے طرفدار اور بارحم ہوگا اور جب تک اُس قانون کا عمل درآمد ٹھیک ٹھیک طرح پر کیا جاسکیگا اُس وقت تک اُن شخصون کی قومیت جو قانون کی تعمیل کرین - باریک خیال والون کے نزدیک بھی چندان لحاظ کے قابل نہین ہونی چاہیے ۔ جس چیز کی تعظیم اور ادب اور اطاعت درکار ہے وہ قانون کی حکومت ہے نہ کہ خاص خاص شخصون کی ۔ پس جو لوگ ہندوستانیون کو اپنی برابری کا مستحق نہین سمجھتے وہ اگر غور کرینگے تو اُن کو معلوم ہو جائیگا کہ ہندوستانی مجسٹریٹ گورنمنٹ کے نوکر ہین جنکے متعلق گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے ۔ قانون کے مناسب عمل درآمد کے واسطے انتظام کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے اور اس مقصد کے واسطے گورنمنٹ کو نہایت عمدہ ذریعے جو بہم پہنچ سکین منتخب کرنے پڑتے ہین اور یہ ایک پوچ اور غیر واجبی تجویز معلوم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی رعایا اُس بات پر اصرار کرے کہ عہدہ دارون کا انتخاب کسی خاص قوم یا فرقہ پر حصر رکھا جائے ۔ میرے نزدیک یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسکے اصول کی نسبت کسی جدید فیصلہ کی حاجت نہین ہے ؛ اس سوال کی نسبت اُس وقت بحث کی گئی تھی اور اُسکا فیصلہ عمدہ طور پر ہو گیا تھا جبکہ انگلستان نے اپنی عالی حوصلگی اور انصاف سے ہندوستان کے

ڈفنس مین پیروی کی گئی اُسکا ستوان حصہ بھی بدنصیب مسلمانون کے ساتھ۔ نہ مسلمانون کی طرف سے
اور نہ غیر قومون کی طرف سے۔ ظہور مین آنے کی امید تھی۔ اگر اس مین کسی کو شک ہو تو وہ مولوی
ہدایت رسول کی مثال پر غور کرے جو کانگرس کے بعض جلسون مین شریک ہوکر بنگالیون سے
آزادی کا سبق پڑھکر آئے تھے۔ اگر عام مسلمانون مین۔ جو تعلیم سے عمومًا بے بہرہ ہین اور جنمین
مشکل سے پچاس ہزار مین ایک تعلیم یافتہ نکلیگا۔ کانگریشین گروہ کے خیالات پھیل جاتے تو
اُنسے اکثر ایسی ہی سخیف اور نالائق حرکتین سرزد ہوتین جیسی ہدایت رسول سے لکھنؤ کے
ایک عام مجمع مین سرزد ہوئی " اور جب وہ عدالت مین ماخوذ ہوتے تو اپنے تئین ویسا
ہی بے یار و مددگار پاتے جیسا مولوی ہدایت رسول کا حال ہوا کہ اُس کو ضمانت تک میسر
نہ آئی اور جو سزا عدالتِ ماتحت نے اُس کے لئے تجویز کی اُس کو بے چون و چرا اقتضاے برم
س رح بھگتنا پڑا۔

پس اگرچہ مسلمانون کی علحدگی سے ہندوٗن مین ناراضی پھیل جانے کا نہایت افسوس ہے
لیکن کانگرس کی شرکت مین جو مضر نتائج مسلمانون کے حق مین پیدا ہونے والے تھے وہ اُنکے لئے
بت زیادہ افسوسناک ہوتے۔ اسی لئے مسلمانون کو سرسید کا دل سے شکر گذار ہونا چاہیے
س ص کی چیخ پکار سے وہ ایک ایسے اجیٹیشن مین۔ جو دیوانون کے لئے ھُوٗ کی آواز اور
ہُشیارون کے لئے خالی بادل کی گرج تھی۔ شریک ہونے سے باز رہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب ہم کانگرس کے بلند ارادون پر نظر کرتے ہین اور پھر
اپنے گریبان مین مونہ ڈالکر دیکھتے ہین تو ہمکو لامحالہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ " حلوا خوردن را روے باید "

پولٹکل حقوق یا کانسٹیٹیوشنل رتبہ مین قانون کی نگاہ مین کوئی اختلاف نہین ہونا چاہیے اور ہندوستان مین
انگریزی حکومت کے ماتحت جو حفاظت کا استحقاق اُنکو حاصل ہے وہ کچھ قوم یا مذہب کی وجہ سے نہین ہے بلکہ
اُس بڑے حق کے سبب سے ہے جسمین سب شریک ہین یعنی اُس جلیل القدر شاہنشاہ کی وفادار رعایا ہونے
کے حق کے سبب جسکے عہد دولت مہد نے ہندوستان کو امن و آسایش بخشی ہے اور اُسکو تجارتی اولوالعزمی
اور زمانۂ شایستگی کے ہنر اور فنون کے اکتساب کے واسطے ایک مناسب مقام بنا دیا ہے "

" مائی لارڈ ! چونکہ یہ موقع غالبًا اخیر موقع ہے جو قانونی کونسل سے مخاطب ہو کر گفتگو کرنے کا مجھکو
حاصل ہوگا اسلیے مین اس اخیر گفتگو کو بغیر کہے اس بات کے ختم نہین کر سکتا کہ حضور کا عہد حکومت اس
بات پر دل سے مبارکبادی کا مستحق ہے کہ اُسمین ایک ایسا مسودۂ قانون پیش کیا گیا جسکے ذریعہ سے
مین یقین کرتا ہون کہ حسد انگیز قومی امتیازات بہت کچھ دور ہو جائینگے اور آخر کار حکام اور محکوم کے
درمیان اس ملک مین - جسمین بہت سی قومین مختلف مذاہب کی رہتی ہین - دوستی اور باہمی ادب
اور ہمدردی کو ترقی ہوگی "

کچھ مانگین - مانگنے کا استحقاق پیدا کرنا چاہیے اور پہلے اس سے - کہ گورنمنٹ سے اُن اصلاحون کے خواستگار ہون - جو اُسکے اختیار مین ہین - ہمکو وہ اصلاحین کرنی چاہییں جو خود ہمارے اختیار مین ہین - ہمکو اپنی معاشرت ، مذہب ، اخلاق اور تعلیم و تربیت کے متعلق ہزارون کام کرنے ہین جنکے بغیر ہماری دنیا اور دین دونون خراب ہین پھر ہم سلطنت سے کس بات کی توقع رکھتے ہین - ہمکو اپنے نبی کا یہ ارشاد یاد رکھنا چاہیے کہ "اَعمَالُکُم عُمَّالُکُم" (یعنی جیسی تمھاری حالت ہوگی ویسی ہی تم پر حکومت کیجائیگی) اسی لیے سرسیّد نے اپنی لکھنو والی اسپیچ کے آخر مین مسلمانون کو یہ نصیحت کی تھی کہ "گورنمنٹ سے حقوق طلب کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اپنے تئین اُن حقوق کا مستحق بناؤ" اور کہا تھا کہ "جو چیز تمکو اعلے درجہ پر پہنچانے والی ہے وہ صرف ہائی ایجوکیشن ہے ، جب تک ہماری قوم مین ایسے لوگ پیدا نہونگے ہم ذلیل رہینگے ، اَوروں سے پست رہینگے اور اُس عزت کو نہ پہنچینگے جسپر پہنچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے - یہ دلسوزی کی چند نصیحتین ہین جو مین نے تمکو کین ہین - مجھے اسکی کچھ پروا نہین ہے کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اور کچھ ؛ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتین قوم کی بھلائی کی ہین وہ اُنسے کہدون ، اور اپنا فرض ادا کردون اور خدا کے سامنے - جو قادر مطلق اور رحیم اور گناہون کا بخشنے والا ہے اپنے ہاتھ دون"

ملہ سرسید کی سرکاری ، ملکی اور قومی خدمات کا جنمین بعض ایسی جلیل القدر ہین کہ جس قوم مین ایک مثال بھی ایسی خدمات کی پائی جائے وہ قوم کم سے کم دنیا کی نظر مین حقیر نہین سمجھی جاتی - جیسا کہ کہا گیا ہے

"مَتیٰ تَخلُو تَمِیمٌ مِن کَرِیمٍ وَمُسلِمَۃُ ابنُ عَمرٍو مِن تَمِیمٍ"

(یعنی جب کہ مسلمۃ بن عمرو (یعنی میرا ممدوح) بنی تمیم مین سے ہو تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہو کہ بنی تمیم جوانمردون سے خالی ہین)

ہماری قوم مین عموماً پھوٹ پڑی ہوئی ہے' مذہبی تعصب مادۂ اکالہ کی طرح قوم کو فنا کررہے ہین' ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی جان کا مال کا عزت وابرو کا خواہان ہے' پولیس ہمارے مذہبی جھگڑون کی تحقیقات کرتے کرتے اور حاکم سزائین دیتے دیتے تھک گئے مگر ہم لڑنے جھگڑنے کے لئے اُسی طرح تازہ دم ہین' تمام قوم ہزارون بیہودہ رسمون کی پابندی مین گرفتار ہے' اسراف اور فضول خرچی ہماری قومی خصلت بن گئی ہے' صدہا خاندان اپنی فضولیون کے سبب بگڑ گئے اور بگڑتے چلے جاتے ہین' کرور ہا روپیہ کی جائداد قرضہ کی ڈگریون اور عدالت کے جھگڑون مین غیر قومون کے پاس منتقل ہوتی چلی جاتی ہے' تعلیم کے لحاظ سے اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو ابھی ہم نے الف بے تے شروع کی ہے' عورتون کی تعلیم - جو قومی ترقی کی جڑ ہے - اُس کے لحاظ سے ہم ابتک بالکل صفر ہین' تجارت مین گویا ہمارا کچھ حصہ ہی نہین' دولت کو ہمارے ساتھ وہ نسبت ہے جو پانی کو چھلنی کے ساتھ ہے' لاکھون مسلمان شہر شہر اور گانو گانو بھیک مانگتے پھرتے ہین مگر ہم اس کا کچھ تدارک نہین کرتے' ہزارون اشراف خاندانون کے لاوارث اور مفلس بچے آوارہ اور مطلق العنان پھرتے ہین مگر ہم سے اُن کی پرورش اور تعلیم کا کچھ انتظام نہین ہوسکتا؛ ہماری حالت پر فی الواقع یہ مثل صادق آتی ہے کہ "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی" جب کہ ہماری قوم کا یہ حال ہے تو کس برتے پر ہم نیشنل کانگرس مین شریک ہوسکتے ہین اور کیا مونہ لیکر ہم گورنمنٹ سے اُن حقوق کا مطالبہ کرسکتے ہین جن کے ہم مستحق نہین ہوئے. ہمکو پہلے اس سے - کہ گورنمنٹ سے

لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہین اور کہینگے کہ جس شخص کو کافر، ملحد، نیچری اور بدمذہب کہا جاتا تھا جو اسلام کی خدمت اُس سے بن آئی وہ نہ اُن مستفتیون سے ہو سکی جنھون نے مکہ مین جاکر اُسکے کفر کے فتوے لکھوائے اور نہ اُن مفتیون سے جنھون نے مسجد الحرام مین بیٹھکر اُسکے کفر کے فتوون پر مہرین کین۔

ہندوستان مین اسلام تین خطرون سے گھرا ہوا تھا۔

ہندوستان مین اسلام تین خطرون سے گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف مشنیزی اُسکی گھات مین لگے ہوے تھے۔ اگرچہ قحط کے دَورون مین اُنکو دُبلا پتلا شکار پیٹ بھراؤ ملجاتا تھا مگر وہ اسپر قانع نہ تھے اور ہمیشہ صید فربہ کی تلاش مین رہتے تھے۔ ہندوستان مین سب سے زیادہ اُنکا دانت مسلمانون پر تھا اور اسلیے اُنکی منادیون مین، اُنکے اخبارون مین اور اُنکے رسالون مین زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی۔ اسلام کی تعلیم کی طرح طرح سے بُرائیان ظاہر کرتے تھے، بانی اسلام کے اخلاق و عادات پر انواع و اقسام کی نکتہ چینیان کرتے تھے چنانچہ بہت سے مسلمان کچھ ناواقفیت اور بے علمی کے سبب اور اکثر افلاس کے سبب اُنکے دام مین آ گئے۔

پہلا خطرہ

اس خطرہ سے بلا شبہہ بعض علماے اسلام (شکر اللہ مساعیہم) جیسے مولانا رحمت اللہ مرحوم اور مولوی آلِ حسن اور ڈاکٹر وزیر خان وغیرہ۔ متنبہ ہوے اُنھون نے متعدد کتابین عیسائیون کے مقابلہ مین لکھین اور اُنسے بالمشافہہ مناظرے کیے جس سے یقیناً مسلمانون کو بہت فائدہ ہوا لیکن اسکا اثر مسلمانون ہی تک محدود رہا عیسائیون کی غلط فہمیان جو اسلام کی نسبت قدیم سے چلی آتی تھین وہ بدستور قائم رہین۔

دوسرا خطرہ

دوسرا خطرہ جو پہلے سے زیادہ خوفناک تھا وہ مسلمانون کی پولٹکل حالت سے علاقہ رکھتا تھا۔ اول تو مسلمان اس نظر سے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلش قوم نے مسلمانون سے لی تھی۔ ہمیشہ

مذہبی خدمات

اس عنوان مین ہم سرسید کی وہ کوششین اور خدمات دکھانی چاہتے ہین جو دین اسلام کی حمایت مین زمانۂ حال کی ضرورتون کے موافق وہ اخیر دم تک انجام دیتے رہے ۔ اگرچہ ابھی تک اُنکی مذہبی خدمات کی کچھ قدر نہین ہوئی کیونکہ ایک محدود جماعت کے سوا اکثر مسلمان اُنکی مذہبی تصنیفات کو مخرّبِ اسلام جانتے ہین اور اکثر تکفیر یا تضلیل کے خوف سے محض مصلحۃً مخالفین کی ہان مین ہان ملادیتے ہین یا سکوت اختیار کرتے ہین ؛ لیکن چونکہ مخالفت کا سبب محض تعصب یا پاس دینداری ہی نہین بلکہ اُسکے ساتھ ناواقفیت اور زمانہ کی ضرورتون سے بے خبر ہونا بھی شامل ہے اسلیے امید ہے کہ جسقدر لوگ زمانہ کی ضرورتون سے واقف ہوتے جائینگے اُسی قدر سرسید کی مذہبی خدمات کی قدر مسلمانونمین روز بروز بڑھتی جائیگی ۔

سرسید نے جو کچھ مذہب کے متعلق ابتدا سے اخیر تک لکھا ہے منجملہ اُسکے وہ کتابین اور رسالے جو غدر کے زمانہ سے پہلے لکھے گئے اور جنکا ذکر پہلے حصہ مین اپنے اپنے موقع پر آچکا ہے وہ اس مقام پر ہماری بحث سے خارج ہین ؛ کیونکہ اُنمین ہم کوئی چیز ایسی نہین پاتے جسکے لحاظ سے اُنکو قدیم طرز کی تصنیفات مین کوئی ممتاز درجہ دیا جائے یا جو اسلام کی حمایت کے لیے اس زمانہ مین درکار ہے ۔ پس جو کچھ ہمکو اس باب مین دکھانا ہے وہ صرف اُنکی وہ مذہبی خدمات ہین جو غدر کے بعد اُنھون نے انجام دین ۔ ہم یہ نہین کہتے کہ جو کچھ اُنھون نے غدر کے بعد مذہب کے متعلق لکھا وہ خطا اور غلطی سے بالکل پاک ہے ۔ اور ایک فانی مخلوق کا کام ایسا ہو بھی نہین سکتا ۔

بائبل کی تفسیر

اُنھون نے ان مقاصد کی طرف پہلے ہی بار اُسوقت توجہ کی تھی جبکہ مراد آباد مین تبیین الکلام یعنی توریت و انجیل کی تفسیر لکھنے کی بنیاد ڈالی اس کتاب کا مفصل ذکر پہلے حصہ مین ہو چکا ہی یہان اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے ۔ پھر جب سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد چار جلدون مین چھپکر ہندوستان مین پہنچی ۔ جسکی نسبت عیسائیون مین مشہور تھا کہ اُسنے اسلام کے استیصال مین تسمہ لگا نہین رکھا ۔ اُسوقت جو حال سرسید کی بے چینی اور جوش و خروش کا تھا وہ ہمنے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے ۔ غالباً ۱۸۶۷ء یا ۱۸۶۸ء مین سائنٹفک سوسائٹی کا سالانہ جلسہ تھا اور دلّی سے منشی ام[illegible]ن مرحوم اور جہانگیر آباد سے نواب مصطفی خان مرحوم ۔ کہ یہ بھی اُسوقت تک سوسائٹی کے ممبر تھے ۔ علی گڑھ گئے تھے ۔ نواب صاحب کی ہمراہ مین بھی گیا تھا گو اُسوقت تک میری سرسید سے جان پہچان نہ تھی مگر چونکہ ہم اُنھین کی کوٹھی مین ٹھیرے تھے اُنکے خیالات معلوم [illegible] موقع ملتا تھا ۔ وہ جب کبھی اور کامون سے فارغ ہو کر بیٹھتے تھے اکثر سر ولیم کی کتاب کا

سر ولیم میور کی کتاب کا جواب لکھنے کی تیاری

[illegible] تھے اور نہایت افسوس کے ساتھ کہتے تھے کہ اسلام پر یہ حملے ہو رہے ہین اور مسلمانون کو [illegible] ہین ۔ اُسی وقت ہمنے یہ بھی دیکھا کہ سرسید جاہلیت کے اشعار ۔ جن سے اُس زمانہ کی بیہودہ اور نفرت انگیز رسمین ظاہر ہوتی ہین ۔ اور جو خطبات احمدیہ مین بجنسہ نقل کیے گئے ہین ایک مولوی سے انتخاب کرا رہے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُنکا پختہ ارادہ سر ولیم کی کتاب کا جواب لکھنے کا ہے ۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار جب اُنھون نے دیکھا کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ مین ہندوستان کے تمام اسلامی کتب خانے برباد ہو گئے ہین اور جن کتابون کی اس مضمون کے لیے ضرورت ہے وہ یہان

حکمران قوم کی نگاہ مین کھٹکتے تھے دوسرے بسبب اُن غلط فہمیون کے جو یوروپ کی تمام عیسائی قومون مین اسلام کی نسبت پھیلی ہوئی تھین۔ انگریز مسلمانون کے مذہب کو بغی و فساد کا سرچشمہ اور امن و عافیت کا دشمن خیال کرتے تھے۔

تیسرا خطرہ

تیسرا خطرہ خاصکر مذہب اسلام کو انگریزی تعلیم کی طرف سے تھا جو روز بروز ہندوستان مین پھیلتی جاتی تھی اور جس سے ہندوستانیون کو کسی طرح مفر نہ تھا۔ اگرچہ غدر سے پہلے مسلمانون مین انگریزی تعلیم کی کچھ اشاعت نہین ہوئی تھی لیکن غدر کے بعد اسکے بغیر مسلمانون کا اُبھرنا محال ہوگیا تھا یہانتک کہ سرسید کو خود اُن مین تعلیم پھیلانی پڑی۔ حالانکہ انگریزی تعلیم کے نتائج اسلام کے حق مین مشنریون کی پریچنگ سے بہت زیادہ اندیشہ ناک تھے۔

پچھلے دونو خطرون کا سرسید کے سوا ہندوستان کے کسی عالم کو احساس نہین ہوا۔ مولویون سے اسکے سوا۔ کہ چند روز دریا کی رَو یعنی انگریزی تعلیم کو روکنے کے لیے ہاتھ پانو مار کر رہگئے۔ اور کچھ نہین ہوسکا۔ سید احمد خان پہلا شخص ہے جس نے ان تینون خطرون کا جہانتک کہ اُسکی قدرت مین تھا مقابلہ کیا اور توقع سے زیادہ اُسمین کامیابی حاصل کی۔ اُسنے تمام اعتراضون کے جواب جنکے ذریعہ سے مشنیری مسلمانون کو دام مین لاسکتے تھے۔ خود عیسائی عالمون کے اقوال کی سند پر لکھے، اُسنے اُن تمام غلطیون کو رفع کیا جو اسلام کی نسبت عیسائی قومون مین پھیلی ہوئی تھین، اُسنے بدلائل قاطعہ ثابت کردیا کہ دنیا مین کوئی مذہب اسلام سے زیادہ عیسائی مذہب اور عیسائی قوم کا دوست نہین ہوسکتا اور اُسی نے جب دیکھا کہ انگریزی تعلیم سے کسی طرح مسلمانون کو مفر نہین تو اپنی عمر کا ایک تہائی حصہ اسلام کو انگریزی تعلیم کے مضر نتائج سے بچانے مین صرف کیا۔

سرسید نے تینون خطرون کا مقابلہ کیا

مین دیکھ رہا ہون ۔ اُسنے دل کو جلادیا اور اُسکی ناانصافیان اور تعصبات دیکھکر دل کباب ہوگیا ۔ اور مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کی سیَر مین جیساکہ پہلے سے ارادہ تھا کتاب لکھدی جائے ۔ اگرتمام روپیہ خرچ ہو جائے اور مین فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہوجاؤن توبلا سے ۔ مین نے فرانس و جرمن سے اور مصر سے کتُبِ سیَر منگانی شروع کردی ہین ، چٹھیات روانہ ہوگئین ، سیرتِ ہشامی مطبوعہ اورچند کتابین لیٹن کی خریدلین ، ایک آدمی مقررکرلیا جو لیٹن کا ترجمہ کرکر مضمون بتلاسکے "

ایک اور خط مین لکھتے ہین " مواعظ احمدیہ (یعنی خطبات احمدیہ) لکھنے مین شب و روز مصروف ہون ۔ اسکے سوا اور کچھ خیال نہین ۔ جانا آنا ملنا جلنا سب بند ہے ۔ آپ اس خط کے پہنچنے پر میر ظہور حسین کے پاس جائیے اور دونون صاحب کسی مہاجن سے میرے لیے ہزار روپیہ قرض لیجئے ؛ سود اور روپیہ مین ادا کردونگا ۔ ++++ ہزار روپیہ بھیجنے کے لیے دلی لکھا ہے اور لکھدیا ہے کہ کتابین اور میرا اسباب یہان تک کہ میرے ظروف مسی تک فروخت کرکے ہزار روپیہ بھیجدو ++++ کیا کیے اس کتاب کے پیچھے خواب و خور حرام ہوگیا ہے خدا مدد کرے "

ایک اور خط مین لکھتے ہین " مین روز و شب تحریر کتاب سیرِ مصطفوی (یعنی خطبات احمدیہ) مین مصروف ہون ۔ سب کام چھوڑ دیا ہے ۔ لکھتے لکھتے کمر درد کرنے لگتی ہے ++++ اور کسی شخص کے مددگار نہونے سے کام اور بھی سخت ہوگیا ہے ۔ اِدھر جب حساب دیکھتا ہون توجان نکل جاتی ہے کہ آگے لکھنا اور چھپوانا تو شروع کردیا روپیہ کہان سے آئیگا ۔ مسلمان البتہ آستینین چڑھا کر اس بات پر تولڑنے کو تیار ہوجاوینگے کہ انگریزون کے ساتھ کھانا کیون کھایا ؟ مگر جب کہو کہ مذہب کی تائید مین کچھ روپیہ خرچ کرو تو جان بچا جائینگے "

ایک اور خط مین لکھتے ہین " مین اپنا حال آپکو کیا لکھون ؛ سکتہ سا ہوگیا ہے ۔ دن رات کی تکلیف سے ۔ جو میرا دل ہی خوب جانتا ہے ۔ جلد اول خطبات احمدیہ کی تمام ہوگئی ہے اور اس مہینے مین چھاپہ بھی تمام

دستیاب نہین ہوسکتین تو اُنکو ولایت جانے کا خیال ہوا۔ چنانچہ ایک ہی دو برس بعد جب سید محمود کا ولایت جانا قرار پایا تو وہ بھی اُنکے ساتھ روانہ ہوگئے۔

سرسید کے بعض خطوں سے جو اُنھون نے ولایت سے سید مہدی علی خان کے نام بھیجے ہین پایا جاتا ہے کہ ہندوستان سے چلتے وقت جب اُنھون نے یہ ارادہ اپنے احباب پر ظاہر کیا تو اُن کے بعض دوست جو سرکاری عہدہ دار اور سر ولیم میور کی گورنمنٹ کے ماتحت تھے اُنکو سر ولیم کی کتاب کا جواب لکھنے سے مانع آئے تھے مگر سرسید نے اُنکا کہنا نہین مانا اور ولایت پہنچتے ہی اِس کی فکر مین مصروف ہوگئے۔

سر ولیم میور کا جواب لکھنے سے دوستون کا منع کرنا

اُنھون نے انڈیا آفس کے کتب خانہ سے کتابین بہم پہنچائین، برٹش میوزیم کی لائبریری سے بہت سی اطلاعین حاصل کین، سیر کی عربی کتابین جو مصر و فرانس و جرمنی مین چھپتی تھین وہان سے منگوائین، اور چند لیٹن اور انگریزی کی پرانی کتابین جو نایاب تھین بہت گراں قیمت پر لندن کے بازار سے خریدین اور شب و روز کی لگاتار محنت سے بارہ اِسّے یعنی خطبا مضمون لکھکر ایک لائق انگریز سے انگریزی مین ترجمہ کرائے اور لندن ہی مین خطبات کے نام سے اُسکو چھاپ کر مشتہر کیا۔

معلومات جو برٹش میوزیم سے حاصل کین

اس کتاب کے لکھتے وقت جسقدر جوش سرسید کے دل مین تھا اور جو مالی مشکلات اُنکو اسکے شایع کرنے مین پیش آئین اور جو سخت محنت اُسکے لکھنے مین اُنکو کرنی پڑی اُسکا کسی قدر اندازہ اُنکے خطون سے ہوتا ہے جو اُنھون نے ولایت سے مولوی سید مہدی علیخان کے نام بھیجے ہین۔ وہ ایک خط مین لکھتے ہین "ان دنون ذرا قدرے دل کو شورش ہے۔ ولیم میور صاحب کی کتاب جو

خطبات کے لکھنے مین سرسید کو جو مشکلات پیش آئین

اور عین اسی صدمہ مین صدمۂ غم انتقال ہمشیرۂ حامد و محمود کا لاحق ہونا جیسا کچھ مصیبت کا وقت مجھپر گذرا واقعۂ کربلا سے کم نہ تھا ؛ ع این ہم اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر ✤ آپنے جو الفاظ اپنی محبت اور الفت سے لکھے ہین اُنکا بہت بہت شکر کرتا ہون اور بے تکلف لکھتا ہون کہ اب کچھ حاجت نہین ہی ؛ تین ہزار روپیہ قرض لیا گیا ۔ سب بیباق ہوگیا ۔ اب آپ نہ کچھ قرض لیجیے نہ اپنی تنخواہ بھیجیے" مگر خارجاً معلوم ہوا کہ سید مہدی علی خان اس خط کے پہنچنے سے پہلے اپنی تنخواہ کا روپیہ روانہ کر چکے تھے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ سرسید اس کتاب کے لکھنے کو مذہبی فرائض مین سب سے زیادہ اہم اور ضروری فرض خیال کرتے تھے اور جب کہ وہ حسب دلخواہ تیار ہوگئی تو اُنکو بے انتہا خوشی اور فخر اسکے لکھنے پر ہوا تھا ۔ وہ سید مہدی علی خان کو ایک کتاب مین لکھتے ہین " اگر میری یہ کتاب تیار ہوگئی تو مین لندن مین آنا دس حج کے برابر سمجھونگا ؛ خدا قبول کرے " ایک اور خط مین لکھتے ہین " میری کتاب خطبات احمدیہ ایک مسلمان عالم متبحر نے پڑھی جو قسطنطنیہ سے یہان آیا ہے ۔ جو الفاظ کہ اُسنے کہے اور مجھے لکھے اور جس طرح میرے ہاتھ چومے اُسکی لذت مین ہی جانتا ہون " ایک اور خط مین لکھتے ہین " آنحضرت صلعم کی بارہ برس کی عمر تک حال لکھ چکا اور سر ولیم میور صاحب اور اور مصنفون نے یہان تک کے حال پر جو کچھ لکھا ہے سب کے ایک ایک حرف کا جواب لکھا ہے ۔ نہایت محققانہ جواب ہین ۔ اور یہ شرط ہے کہ کسی شخص کے آگے ڈالدو وہ کیسا ہی بے دین کیون نہو اگر وہ کہے کہ ہان نہایت سچ اور انصاف کا جواب ہے تو تو میرا نام ورنہ میرا نام نہین "

خیر یہ خیالات تو سرسید کے اپنی کتاب کی نسبت ایسے ہی ہین جیسے ہر مصنف کے خیالات اپنی تصنیف کی نسبت ہوتے ہین ؛ اس سے سوا اسکے کہ وہ اسلام کی حمایت کرنے سے بے انتہا

ہوجائیگا ۔ اب جو اندازہ اُسکی ایک جلد کے چھاپے کی لاگت کا کیا گیا تو ڈھائی ہزار روپیہ سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے ۔ ہوش جاتے رہے ہین اور جان مین جان نہین ۔ میر تراب علی نے نہایت مدد کی ہے ؛ تین سو روپیہ اسکے چندہ کی بابت بھیجے ہین ۔ میر ظہور حسین صاحب نے ڈیڑھ سو روپیہ بھیجا ہے ۔ مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے اپنا چندہ سو روپیہ کا بھیجدیا ۔ + + + آپ زین العابدین سے روپیہ منگوا کر بھیجوا دیجیے ۔ اپنا ذاتی چندہ سو روپیہ کا بھی بھیجدیجیے "

جب ہندوستان سے سرسید کے دوستون نے کچھ اَور چندہ بھیجا ہے تو اُنکو بے انتہا تقویت ہوئی چنانچہ اُسکی رسید کے خط مین وہ لکھتے ہین کہ " اگر آپ لوگ کچھ مدد نکرتے تو زہر کھا کر مرجانے کے سوا کچھ چارہ نہ تھا "

مگر بعض خطون سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تخمینہ کتاب کے چھاپہ کا پہلے کیا گیا تھا اُس سے بہت زیادہ صرف ہوگیا تھا ؛ یعنی قریب چار ہزار کے خرچ ہوا ۔ جسمین سے کچھ کم سولہ سو روپیہ سرسید کے دوستون نے ہندوستان سے چندہ کرکے بھیجا اور باقی روپیہ سرسید نے قرض لیکر ادا کیا ۔ اُنکے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت سے مراجعت کرتے وقت اُنکے پاس زادِ راہ کے لیے کچھ نرہا تھا اور نہایت پریشان تھے ۔ وہ ایک خط مین لکھتے ہین کہ " اب جب تک اَور روپیہ قرض نہ لیا جائے مراجعت متعسّر ہے ۔ یہ ترددات ایسے جانکاہ ہین کہ بیان نہین ہوسکتا ۔ کتابین مطبوعہ صندوقون مین بند ہورہی ہین واسطے روانگی ہندوستان کے ۔ اُنکے محصول وغیرہ مین بھی دو سو روپیہ سے کم خرچ نہین ہونیکے ۔ اب زیادہ حال ترددات کا لکھنا ناحق آپ کو تردد مین ڈالنا ہے "

شاید اسی اخیر خط کے جواب مین مولوی سید مہدی علی خان نے اپنی ساری تنخواہ بھیجنے اور کچھ قرض لینے کا ارادہ ظاہر کیا تھا جسکے جواب مین سرسید نے اُنکو لکھا کہ " کتاب کے اخراجات کا صدمہ

گمراہ سمجھتے تھے اُنپر اسلام کی حقیقت اور اُسکی خوبی ظاہر کرتے ، اُن کے ملکون مین جاکر اُنھین کی زبان مین وعظ کہتے یا اُنھین کی زبان مین اسلام کی حمایت پر کتابین لکھتے مین نہین جانتا کہ تیرہ سو برس مین سید احمد خان سے پہلے کسی ایک مسلمان نے بھی ایسا کام کیا ہو "

مسٹر آرنلڈ جنھون نے ابھی پریچنگ آف اسلام لکھی ہے اور اُسکے لکھتے وقت مسلمانون کے لٹریچر سے بمقتل واقفیت حاصل کی ہے - ایک نہایت پکے اور نہایت پختہ عیسائی ہین - اُنکا بیان ہے کہ " ایسی مثالین تو پائی جاتی ہین کہ کسی مسلمان نے بمقابلہ عیسائیون کے اپنی زبان مین اپنی ہی ملک مین بیٹھکر اسلام کی حمایت پر کوئی کتاب لکھی اور اُسکا ترجمہ کسی یوروپ کی زبان مین ہوگیا لیکن مجھے کوئی ایسی مثال معلوم نہین کہ کسی مسلمان نے یوروپ مین جاکر یوروپ ہی کی کسی زبان مین اس مضمون پر کتاب لکھکر شائع کی ہو "

سرسید کہتے تھے کہ " ۱۸۷۰ء مین جبکہ خطبات احمدیہ چھپکر لندن مین شائع ہوئی تو اُسپر لندن کے ایک اخبار مین کسی انگریز نے لکھا تھا کہ عیسائیون کو ہوشیار ہو جانا چاہیے کہ ہندوستان کے ایک مسلمان نے اُنھین کے ملک مین بیٹھکر ایک کتاب لکھی ہے جس مین اُسنے دکھایا ہے کہ اسلام اُن تمام داغون اور دھبون سے پاک ہے جو عیسائی اُسکے خوشنما چہرے پر لگاتے ہین "

دوسری خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ سرسید نے اس کتاب مین مناظرہ کے اُس مخاصمانہ طریقہ کی جگہ - جو مسلمانون مین عموماً دائر و سائر ہے اور جس سے فریق مخالف کے دل مین بجاے رغبت کے نفرت اور بجاے آشتی کے ضد پیدا ہوتی ہے - ایک ایسا دوستانہ اور بے تعصبانہ طریقہ اختیار کیا ہے جو کسی کو ناگوار نہین معلوم ہوتا اور مسلمانون کے لیے ایک ایسی مثال قائم کی ہے جسکی پیروی کرنے کی نہایت ضرورت تھی -

خوش تھے اور کوئی بات ثابت نہین ہوتی ۔ سر سید سے پہلے بے شمار عالمون نے بمقابلہ عیسائیون کے اسلام کی حمایت مین کتابین لکھین ہین ، غدر سے پہلے خود ہندوستان کے علماے اسلام نے (جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا) بڑی بڑی بسوط کتابین نہایت کوشش سے اسی مضمون پر تحریر کی ہین ؛ پس تا وقتیکہ خطبات احمدیہ مین کوئی وجہ ترجیح کی نہ پائی جائے اُسکو اگلے علما کی کتابون پر فوقیت نہین دیجاسکتی ۔ مگر ہمارے نزدیک فی الواقع ایسی وجوہات موجود ہین جنکی روسے کہا جاسکتا ہے کہ سر سید سے پہلے کسی مسلمان سے اسلام کی ایسی خدمت بن نہین آئی"

اولاً ۔ جہان تک ہمکو معلوم ہوا ہے ۔ سر سید سے پہلے دنیا کے کسی مسلمان نے یوروپ کا سفر محض اس غرض سے اختیار نہین کیا کہ وہان جاکر اسلام کی حمایت کے لیے بڑے بڑے کتب خانون سے مٹیریل جمع کرے ، وہین بیٹھکر عیسائیون کی تردید اور اسلام کی تائید مین کتاب لکھے ، یورپ ہی کی کسی زبان مین ۔ جو تمام براعظم مین عموماً بولی اور سمجھی جاتی ہو ۔ اُسکا ترجمہ کرائے اور وہین اُسکو چھپواکر شائع کرے اور اسطرح اسلام کی خوبیان اُن قومون کے کان تک پہنچائے جنھون نے تیرہ سو برس سے کبھی اسلام کی نسبت بُرائی کے سوا کوئی بات نہ سنی ہو ۔

ریورنڈ ہوپر ۔ جو اَب سے تقریباً بیس برس پہلے لاہور ڈیونٹی کالج مین پرنسپل تھے اور جن سے مین خود بارہا ملا ہون ۔ اُنھون نے میرے ایک دہلوی دوست سے ۔ جو اُنکو اُردو پڑھاتے تھے کہا کہ " مسلمانون سے نہایت تعجب ہے کہ وہ سید احمد خان کو کافر ملحد اور بد مذہب سمجھتے ہین ؛ ہمارے نزدیک جو کام سید احمد خان نے اسلام کی حمایت کا کیا ہے وہ آج تک کسی مسلمان سے بن نہین آیا ۔ جبکہ مسلمان اسلام کے سوا سب مذہبون کو باطل یا غلط سمجھتے ہین اور اسلام کا ماننا تمام بنی آدم پر فرض جانتے ہین تو اُنکا فرض تھا کہ جنکو وہ

کامیابی نہین ہوئی ترک کردیا تھا اور اُسکی جگہہ اپنی کتاب لائف اوف محمد مین نکتہ چینی کا ایک ایسا طریقہ اختیار کیا تھا جو خاصکر تعلیم یافتہ لوگون پر - خواہ وہ مسلمان ہون خواہ ہندو اور خواہ عیسائی - بہت زیادہ اثر کرنے والا تھا ۔ مثلاً قدیم مشنیری مسلمانون کی کتب سیر و احادیث پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ مثل انجیلون کے الہام سے نہین لکھی گئین اور اسیلیے جن روایتون سے آنحضرت کے معجزات اور پیشین گوئیان ثابت کیجاتی ہین وہ اعتبار کے لائق نہین ہین ۔ مگر سر ولیم میور نے اُنکے برخلاف تمام روایتون کو - جو مسلمانون کی حدیثون تفسیرن اور سِیَر کی کتابون مین مندرج ہین - صحیح تسلیم کرکے آنحضرت کی تعلیم اور اخلاق وغیرہ پر نکتہ چینی کی تھی ۔ یا مثلاً پادری فانڈر وغیرہ اسلام کے برخلاف عقلی دلیلین پیش کرتے تھے اور اُسکی تعلیم کو انبیا کی روحانی تعلیم کے منافی بیان کرتے تھے ؛ مگر سر ولیم میور نے بجاے عقلی دلیلون کے تاریخی شہادتین پیش کی تھین اور بجاے اسکے کہ اسلام کی تعلیم کو روحانیت کے برخلاف ثابت کرین اُسکو زمانۂ حال کی شایستگی اور تمدن وحسن معاشرت کے برخلاف ظاہر کیا تھا ، مسلمانون کی موجودہ پستی اور تنزل کو اسلام کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیا تھا اور مسلمان بادشاہون کی ہوا پرستی وسفاکی وخونریزی کا جوابدہ اسلام کو ٹھیرایا تھا ۔ یہ باتین گو فی نفسہ صحیح ہون یا غلط مگر تعلیم یافتہ جماعتون کے دل پر جادو کا کام کرنیوالی تھین ۔ سر سید نے ان تمام مغالطون کو نہایت معقول اور دلنشین دلائل سے رفع کیا ہے ؛ اُنھون نے دو طویل خطبون مین صرف مسلمانون کی مذہبی کتابون کا اور اُن روایتون کا جو اُن کتابون مین درج ہین مفصل حال بیان کیا ہے جو اُن لوگون کے لیے جو سچائی اور انصاف سے اسلام کے متعلق کچھ لکھنا چاہین ہمیشہ کے واسطے ایک بے مثل رہنما ہے ۔

کرنل گریہم سرسید کی لائف مین خطباتِ احمدیہ کی نسبت لکھتے ہین کہ "اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے مصنف کا غیر معمولی تعمقِ نظر، غیر مذہبون سے بے تعصبی اور اصلی عیسائیت کے سچے اصول کا ادب" پھر اپنی قوم کے مذہبی لوگون کو اس طرح آگاہ کرتے ہین کہ "جو لوگ مذہبی باتون سے دلچسپی رکھتے ہین اُنکو چاہیے کہ اس کتاب کو غور سے پڑھین۔ دین محمدی فی زمانناً انگریزون کے نزدیک بالکل ایک غیر معقول اور سخت متہم دین ہے اور وہ اُسکو ایک روحانی آفت خیال کرتے ہین جیسے کہ ہمارے بزرگ اس صدی کے شروع مین بونا پارٹ کو ایک جسمانی آفت خیال کرتے تھے۔ وہ (یعنی اسلام) عموماً ایک تلوار کا مذہب خیال کیا جاتا ہے اور ہر ایک چیز تعصب مغایرت اور تنگدلی کی اُس مین خیال کیجاتی ہے۔ لیکن ہمارے ناظرین کتاب جو اس غلطی مین مبتلا ہین۔ جب سید احمد خان کی اس کتاب کو غور سے پڑھینگے تو مین کہہ سکتا ہون کہ وہ بالکل دوسرے خیالات لیکر اُٹھینگے۔ ہمارے مصنف (یعنی سید احمد خان) نے اپنے دلی دوست سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" کی تحریرون کی مخالفت کی ہے اور خوب چٹکیان لی ہین۔ اور مین خیال کرتا ہون کہ بے تعصب اور نکتہ سنج ناظرینِ کتاب بہت سی باتون مین سر ولیم میور کے خلاف فیصلہ دینے مین اتفاق کرینگے" اس سے ہر شخص بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ خطباتِ احمدیہ نے انگریزون کے دل پر کیا اثر کیا اور جو کتابین مذہبی مناظرہ کے متعلق۔ برخلاف قدیم طریقہ کے شایستگی اور بے تعصبی کے ساتھ لکھی جاتی ہین وہ کسقدر مفید اور کس قدر فریق ثانی کو انصاف پر مائل کرنے والی ہوتی ہین۔

تیسری خصوصیت اس کتاب مین یہ ہے کہ سر ولیم میور نے وہ قدیم فرسودہ و بوسیدہ طریقہ جسکے موجب مشنیری اسلام پر نکتہ چینی کرتے تھے اور جسمین اُنکو کبھی بمقابلۂ اہل اسلام کے

کردیا ہے - مولانا رحمت اللہ اور مولوی آل حسن کے سرسید سے کچھ کم مداح اور شکرگزار نہین ہین
جنھون نے ہندوستان کے مسلمانون کو مشنیریون کے حملون سے بچایا اور اُنسے مناظرہ کرنے کی
سب سے پہلے بنیاد ڈالی اور جنکی کتابین دیکھکر پچھلون کو یہ خیال پیدا ہوا -

عیسائیون کا جو طعن آنحضرت صلعم پر بابت کثرت ازواج کے اور اسلام پر بابت اجازت
تعدُّدِ ازواج اور اجازت طلاق کے ہے اُسکی تردید مین ہمارے عُلمانے بالکل الزامی جوابون
سے کام لیا ہے اور بلاشبہہ اگر عیسائی اپنے مذہب کے اصلی اصول کے پابند ہون تو یہ جواب
اُنکے سکوت کے لیے کافی ووافی ہین مثلاً ازالۃ الاوہام مین توریت کے حوالون سے نہایت
تصریح کے ساتھ حضرت ابراہیم کے تین نکاح، حضرت یعقوب کے چار نکاح، حضرت موسے
نکاح، حضرت داوٗد کی نوّے سے زیادہ بیویان - جنمین سے بعض منکوحہ اور بعض غیر منکوحہ
ہین - اور حضرت سلیمان کی ایک ہزار بیویان اور بعض اَور انبیا کی کثرت ازواج کو ثابت کیا گیا ہے
اسی طرح طلاق کی طعن پر توریت سے - جسکے احکام کو عیسائی منسوخ نہین مانتے - ثابت کیا ہے
کہ حضرت موسے نے جواز طلاق کا حکم دیا ہے کتابِ استفسار، مین بھی اول اسی قسم کے الزامی
جواب دیے ہین اور آخر مین جواب تحقیقی یہ لکھا ہے کہ کوئی دلیل عقلی یا نقلی توریت و انجیل سے
بھی اس بات پر قائم نہین ہے کہ جو بہت سی بیویان کرے وہ نبی نہین ہو سکتا یا خدا تعالے
کسی نبی کو بہت سی بیویان کرنے کی اجازت نہین دے سکتا - اور طلاق کی نسبت یہ لکھا ہے
کہ اگرچہ انجیل مین طلاق کو منع کیا گیا ہے مگر توریت مین اجازت دیگئی ہے اور عیسائیون کا
دعوے ہے کہ توریت اور انجیل آپس مین متحد ہین ناسخ و منسوخ نہین -

ان خطبون مین روایات کی تنقید کے جو اصول و قواعد محدثین نے مقرر کیے ہین اور جو معیار اُنھون
نے معتبر اور غیر معتبر روایتون کا قرار دیا ہے اُنکی تشریح ایسے بسط کے ساتھ کی گئی ہے کہ اُسپر غور کرنے
کے بعد اُن روایات کی کچھ وقعت باقی نہین رہتی جنکی رو سے سر ولیم میور نے اسلام کی تعلیم اور
بانی اسلام کے اخلاق پر نکتہ چینی کی ہے۔ اُنھون نے نہایت صفائی اور وضاحت سے بیان کیا ہے
کہ اسلام مین کوئی چیز ایسی نہین ہے جو زمانۂ حال کی شایستگی یا دنیوی ترقیات کی مانع ہو اور
مسلمانون کے اعمال اور کردار جنکے ثمرے وہ آج بھگت رہے ہین اُنکے جوابدہ خود مسلمان ہین
نہ اسلام اور جو مباحث تاریخی یا جغرافی تحقیقات پر مبنی تھے اُنکا فیصلہ ایسی عمدگی سے کیا ہے
کہ کسی منصف مزاج آدمی کو۔ اگرچہ وہ اسلام کا کیسا ہی مخالف ہو۔ اُسکے تسلیم کرنے سے چارہ نہین۔

مگر سب سے بڑی خصوصیت خطبات احمدیہ کی جو اُسکو اگلے علما کی کتابون سے ممتاز ٹھیراتی ہے
وہ یہ ہے کہ اُسمین برخلاف دیگر علماے اسلام کے الزامی جوابون سے بہت ہی کم تعرض کیا گیا ہے
بلکہ ہر ایک اعتراض کا محققانہ جواب جو عیسائی اور لامذہب دونون کو برابر دیا جاسکے لکھا گیا ہے۔
الزامی جوابون سے سوا اسکے کہ صرف مسلمانون کی تسلی ہوجائے یا بعض صورتون مین عیسائی بھی
ساکت ہوجائین اُن لوگون کی زبان بند نہین ہوسکتی جو اسلام اور عیسائیت دونون مذہبون سے
الگ ہین یا مطلقاً قید مذہب سے آزاد ہین۔ یہان بطور مثال کے مختصر طور پر ہم چند مقامات
خطبات احمدیہ کے اس غرض سے دکھاتے ہین تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ عیسائیون کے
مقابلہ مین سر سید کا طریق استدلال کیا ہے اور جنھون نے اُنسے پہلے اس مضمون پر کتابین لکھی ہین
اُنکا طریق استدلال کیا تھا؟ مگر ہم باوجود اسکے کہ سر سید نے اس مضمون کو پہلے کی نسبت بلند

مدرک کلیات وجزئیات ہے وہ تمام مخلوقات سے اشرف ہے - اسلیے اُسکا فرض ہے کہ جو قوتین اور حقوق مثل اور ذی روحون کے قدرت نے اُسکو عطا کیے ہین اُنکو احتیاط سے اور موقع بموقع بلحاظ امورات طبیعی اور حسن معاشرت اور انتظام خانہ داری یا نظم ملکی و قوانین حفظان صحت اور ممالک مختلفہ کی آب وہوا کے کام مین لائے - ورنہ اُسمین اور دیگر حیوانات مین جو اُسکے آس پاس پھرتے ہین کچھ فرق نہین ہے اور ایک بکرے یا مرغے سے زیادہ کچھ رتبہ نہین رکھتا - پس جسطرح کثرت ازواج اکثر حالتون مین قابل نفرت ہے - ویسے ہی ایک سے زیادہ نہونے کا قطعی التزام خلاف فطرت ہے -

اسکے بعد سر سید نے معاشرت کے لحاظ سے اسی مسئلہ پر بحث کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے - اسی بات کو توریت مین اسطرح بیان کیا ہے کہ " جب خدا تعالی کو یہ خیال آیا کہ انسان کا اکیلا ہونا اُسکے حق مین اچھا نہین ہے تو اُسنے اُسکے واسطے ایک ساتھی پیدا کیا " اور وہ عورت ہے جو اسواسطے پیدا کی گئی ہے کہ انسان کی زندگی کے فکر و تردد اور رنج و راحت مین شریک ہو، اپنی مجالست سے اُسکی خوشی کو بڑھاوے، اپنی محبت بھری ہمدردی سے اُسکی تکلیف کو کم کرے اور سب سے اخیر غرض جسکے لیے وہ پیدا کی گئی ہے یہ ہے کہ مرد کے ساتھ شریک ہو کر خدا کے اس بڑے حکم کی تعمیل مین کہ " بڑھو اور پھلو اور زمین کو آباد کرو " مدد دے - مگر جب کبھی یہ مددگار کسی سبب سے اپنے ان قدرتی فرائض کے ادا کرنے مین قاصر ہو تو اُس دانشمند حکیم خالق زن و مرد نے اس نقصان کے رفع کرنے کی بالیقین کوئی تدبیر رکھی ہوگی اور وہ بجز اسکے اور کوئی نہین ہوسکتی کہ یا ایسی حالتون مین ایک سے زیادہ مگر کسی خاص حد تک ایک ہی وقت مین جورو ان رکھنے کی اجازت ہو اور یا پہلی زوجہ کو طلاق دینے کے بعد دوسری جورو کرے - یہ پچھلا حق عورت کو بھی حاصل ہونا چاہیے تھا ؛ چنانچہ مذہب اسلام کی رو سے اُسکو حاصل ہے - سیاست مدن کے لحاظ سے صرف اتنا فرق ہے کہ مرد جب چاہے یہ علاج کرسکتا ہے

اگرچہ یہ جوابات جو ہمارے علمانے دیے ہین مسلمانون کی تسلی کے لیے اور اگر عیسائی اپنے مذہبی اصول کے پابند ہون تو اُنکے ساکت کرنیکے لیے کافی ہین مگر عیسائی - باوجودیکہ توریت کو الہامی کتاب اور قیامت تک غیر منسوخ جانتے ہین - نہ توریت کے کسی حکم کو مانتے ہین اور نہ توریت کے حوالون پر کان دھرتے ہین ۔ نیز عیسائی انبیا کو مثل اہل اسلام کے معصوم نہین سمجھتے یہانتک کہ اُنمین سے بعض کی طرف بدترین گناہون کو منسوب کرتے ہین پس تاوقتیکہ عیسائیون کو تحقیقی جواب نہ دیا جائے اُنکی زبان بند نہین کیجاسکتی اسکے سوا الزامی جوابات اُن لوگون کے لیے جو توریت و انجیل کو نہین مانتے کافی نہین ہین جب تک اس زمانہ کی مُسلّمات کے موافق اُنکا جواب نہ دیا جائے ۔

مسئلہ تعدُّد ازواج اور جوازِ طلاق کی بحث خطبات احمدیہ مین بھی آگئی ہے ۔ اسمین سرسید نے اول سر ولیم میور کا اعتراض نقل کیا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ تعدد ازواج اور طلاق کا حکم "اخلاق کی بیخکنی کرتا ہے، عام زندگی کو آلودہ اور ناپاک کرتا ہے اور حسن معاشرت کو درہم برہم کردیتا ہے ۔"

اسکے جواب مین سرسید نے اول تعدد ازواج پر لمبی بحث کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ "اس معاملہ پر تین حیثیتون سے بحث ہوسکتی ہے ۔ اول قانونِ قدرت کے لحاظ سے: سو ہم قدرت کی بے خطا نشانیون سے پاتے ہین کہ جن ذی روحون کی نسبت اُنکے خالق کا یہ منشا تھا کہ اُنکے صرف ایک ہی مادہ ہو - اُنکی نسل ہمیشہ جوڑا جوڑا پیدا ہوتی ہے جنمین سے ایک مادہ اور ایک نر ہوتا ہے؛ برخلاف اسکے جن ذی روحون کی متعدد مادائین ہونی مقصود تھین اُنکے ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوتے ہین اور نر و مادہ کی تعداد متناسب نہین ہوتی ۔ اس قانون کے بموجب جیسا کہ ظاہر ہے انسان دوسری قسم مین داخل ہے؛ مگر - چونکہ رتبہ مین بوجہ اُس بینش بہا قوت کے جو

مناسب ہوگی وہ یوروپ کے واسطے نامناسب ہوگی "

ان دونون مذکورۂ بالا رایون پر سرسید یہ ریمارک کرتے ہین " افسوس کہ ان دونو صاحبون نے تعددِ ازواج پر صرف امورات طبیعی کے لحاظ سے نظر کی ہے مگر مذہب اسلام مین یہ اجازت خاص خاص حالتون مین صرف امورات طبیعی کے لحاظ سے نہین دیگئی بلکہ زیادہ تر اس لحاظ سے دیگئی ہے کہ تزوج کی تلخیون کے واسطے اور مقاصدِ تزوج کے فوت ہوجانے کی حالت مین ایک تدارک حاصل ہو جو عین مرضی آدم وحوا کے پیدا کرنیوالے کی اُسکے قدرت کے کامون کی نشانیون سے معلوم ہوتی ہے "

اسکے بعد سرسید اُن اخلاقی خرابیون کا ذکر کرتے ہین جو آنحضرت سے پہلے عرب اور اُسکے گرد و نواح کے ملکون مین ازواج کے متعلق واقع تھین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " ایران مین قوانینِ نکاح بالاے طاق رکھدیے گئے تھے ؛ یہان تک کہ بیٹے کو اُسکی مان ایسی ہی مباح تھی جیسے باپ کو اُسکی بیٹی اور بھائی کو اُسکی بہن ۔ یہودیون کے ہان جو ایران کے گوشۂ شمال مغرب مین بکثرت آباد تھے تعددِ ازواج کی رسم بلا کسی قید اور حد کے بے روک ٹوک جاری تھی ۔ عرب مین ایرانیون اور یہودیون دونون کی رسمین یکسان جاری تھین ۔ تعددِ ازواج کی کچھ انتہا نہ تھی ۔ تمام عورتین بغیر کسی امتیاز زیا رتبہ یا عمر یا رشتہ داری کے مردون کی وحشیانہ خواہشون کے پورا کرنے کا کام دیتی تھین ۔ عیسائیون کا حال ان سب کے برخلاف تھا ؛ اُنکے ہان ایک جورو کرنی بھی کچھ نیکی نہین گنی جاتی تھی بلکہ رہبانیت اور تجردِ محض کی عام ہدایت تھی اور مرد و عورت دونون کے لیے وہی نیکی گنی جاتی تھی ۔ ایسے زمانہ مین جبکہ عقل اور دل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اخلاق و معاشرت اسقدر بگڑ گئی تھی بانیِ اسلام نے ایک ایسا عمدہ قانون جاری کیا جو بلحاظ اپنی اصلیت کے نہایت کامل اور عقلِ کامل کے بالکل مطابق اور انسان کی تندرستی اور بہبودی اور حسن معاشرت کی ترقی کا نہایت عمدہ ذریعہ اور زن و مرد کی حالت زوجیت کے

لیکن عورت کو اول قاضی کی اجازت حاصل کرنی چاہیے "

"اگر اس تدارک کی انسان کو اجازت نہو تی تو اسکے سبب سے حسن معاشرت مین بڑا خلل واقع ہوتا اور انسان کو بدترین گناہون کی طرف مائل ہونا پڑتا۔ اگرچہ تعلیم و تربیت سے اس ضرورت کا کم ہونا ممکن ہے لیکن مٹنا محالات سے ہے۔ پس جہان اسکی ضرورت ہے وہان اُسکے عمل مین نہ لانے سے وہی تمام نقصان پیدا ہوتے ہین جو حسن معاشرت کے لیے سم قاتل ہین "

اسکے بعد وہ ڈیون پورٹ کی کتاب سے مانٹسکیو کی رائے تعدد ازواج کی تائید مین نقل کرتے ہین جسکا ماحصل یہ ہے کہ "گرم ملکون مین جہان عورتین جلد بڑھیا ہو جاتی ہین ضرور ہے کہ تعدد ازواج کا قاعدہ جاری کیا جائے " پھر مسٹر ہگنسن کی رائے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ " علم قوای انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہین جو کثرت ازواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہوسکتی ہین اور ہم شمالی ملکون کے سرد خون والے مینڈک کے سے مزاج کے جانورون سے متعلق نہین ہوسکتیں ؛ مگر بنی اسمٰعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہین متعلق ہوسکتی ہین " اس کے بعد مسٹر ہگنسن نے سر ڈبلیو اوسلی صاحب کی یہ رائے نقل کی ہے کہ " ایشیا کے گرم ملکون کی تاثیر سے دونو گروہ یعنی مرد و عورت مین ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یوروپ کی آب و ہوا مین نہین ہے جہان دونو برابر برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہین مگر ایشیا مین صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہے کہ ضعیفی مین بھی قوی اور طاقتور رہتا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو بانیِ اسلام کے لیے اس بات کی کہ اُنھون نے متعدد جورؤون کی اجازت دی ایک بڑی وجہ تھی اور یہ ایک کافی سبب اس بات کا ہے کہ حضرت عیسی نے اس مضمون کی نسبت اپنی کوئی رائے ظاہر نہین کی بلکہ اسکو ملکون کی گورنمنٹون کے آئین پر چھوڑ دیا ؛ کیونکہ جو بات ایشیا کے واسطے

کہ سچا مسئلہ سچے مذہب کا جو اُسکی مرضی کے موافق ہو جسنے مرد و عورت کو جوڑا پیدا کیا - ضرور ایسا ہوگا جو قانونِ قدرت کے تو برخلاف نہو اور معاشرت مین کوئی نقصان نہ پیدا کرے - اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ عموماً کثرتِ ازواج کی ممانعت اور صورت ہاے خاص اور حالاتِ مستثنےٰ مین اجازت ہو - اور یہی مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا ہے - قرآن مجید نے اس نازک معاملہ اور دقیق اور پُر پیچ مطلب کو نہایت فصیح و بلیغ دو لفظون مین بیان کر دیا ہے جہان فرمایا ہے " وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً " (یعنی اگر تمکو خوف ہو کر متعدد جوروون مین عدل نکر سکوگے تو صرف ایک ہی جورو رکھنی چاہیے) اسکے بعد اُنکی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ " اس آیت کے اگر وہی ظاہری معنی لیے جائین جیسے کہ اکثر فقہا اور علما نے لیے ہین تو بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شارع نے تعدد ازواج کو گویا بالکل روک دیا ہے ؛ کیونکہ جو سچا دیندار ہوگا وہ بغیر اشد ضرورت کے کبھی تعدد ازواج کی جو ایسی سخت شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جرأت نہین کریگا - لیکن اگر اس آیت کے الفاظ کو بہ تعمقِ نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تعدد کو شاذونادر صورتون کے سوا قطعاً ناجائز ٹھیرا دیا گیا ہے - کیونکہ یہ نہین کہا گیا کہ إِنْ لَمْ تَعْدِلُوا بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ إِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا پس اگر یہ ممکن بھی ہو کہ مرد متعدد عورتون مین عدل کر سکے تو بھی عدل نہو سکنے کا اندیشہ کبھی زائل نہین ہو سکتا " اسکے بعد اُنھون نے دوسری آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عدل کرنا مرد کی طاقت سے باہر ہے اور اسلیے مستثنےٰ صورتون کے سوا اُس کو متعدد جوروئین کرنے کی کسی حالت مین اجازت نہین دی گئی اور وہ آیت یہ ہے وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ " (یعنی تم ہرگز طاقت نہین رکھتے کہ عورتون مین عدل کر سکو) اسکے بعد وہ خاص خاص صورتون کو جنمین تعدّد ازواج کی اجازت دیگئی ہے بیان کرکے لکھتے ہین -

" ہان بلاشبہہ اس اجازت سے اوباش اور شہوت پرست آدمیون کو جنگلی زندگی کا منشا " مٹی کی اوجھل

حق مین اور دونو کے لیے اُس کی تلخیون کے دور کرنے مین نہایت ہی مفید ہے ''

اسکے بعد اُنھون نے مذہب کی حیثیت سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ '' جس خوبی سے اسلام نے تعددِ ازواج کو روکا ہے اسطرح نہ یہودیون کے مذہب نے اُسکی بندش کی ہے اور نہ عیسائی مذہب نے ۔ یہودیون کے ہان بکثرت اور بلا تعیین حد ازدواج موجود ہے ۔ عیسائی مذہب نے بھی تعدد ازواج کی کہین مانعت نہین کی ؛ چنانچہ مسٹر ہگنز لکھتے ہین کہ '' مین نہین جانتا متعدد بیویون کی اجازت کی نسبت اسلام پر ایسا سخت طعن کیون کیا جاتا ہے ؟ حضرت سُلیمان اور حضرت داؤد کی نظیر پر جو خدا کی دلی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور جنکو خدا نے خاص اپنی شریعت کے احکام کی تعمیل کے لیے بنایا تھا ۔ یہ امر ہرگز اعتراض کے لائق نہین ہے ! خصوصاً اسوجہ سے کہ عیسے مسیح نے بھی اُن میثل انجیلون مین سے ۔ جنکو اُنکے معتقدون نے اُنکے احکام قلمبند کرنے کے واسطے تحریر کیا تھا کسی انجیل مین اسکی مانعت نہین کی '' جان ڈیون پورٹ نے بھی اپنی کتاب مین بائبل کی بہت سی آیتون کے حوالے سے لکھا ہے کہ '' ان آیتون سے پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہین ہے بلکہ خاص خدا نے اس مین برکت دی ہے ''

اسکے بعد سر سید نے نہایت مشہور و معروف عیسائی عالم جان ملٹن ۔ جو تعدد ازواج کا ایک پُر جوش حامی ہے اور جس نے اس امر کی تائید مین بائبل مین سے بہت سی آیتین نقل کی ہین اُسکی تقریر نقل کی ہے جس مین تعدد ازدواج کے جواز پر ایک لطیف اور دقیق استدلال کیا گیا ہے ۔

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ '' یہ حال تو تعدد ازواج کی نسبت مذہب موسوی اور عیسوی مین تھا ؛ اب ہم کہتے ہین کہ اسلام نے تمام مذہبون سے بڑھکر تعدد ازواج کو نہایت خوبی سے روکا ہے اور صرف ایک ہی بیوی کرنے کو پسند کیا ہے اور تعدد کو صرف ایک نہایت محدود و خاص حالت مین جائز رکھا ہے ۔ ہمکو کچھ شبہہ نہین

زندگی تلخ ہو گئی تھی۔ با اینہمہ اگرچہ طلاق ایک شخص واحد کے حق مین مفید ہو لیکن بلحاظ اُن بداخلاقیون کے۔ جو اکثر اوقات نہایت آشکارا طور پر وقوع مین آتی ہین۔ اور نیز اُس مضرت بخش اثر کی وجہ سے جو طرفین کی اولاد پر اپنے والدین سے جدا ہونے سے ہوتا ہے تمدن کے حق مین کچھ کم مضرت پہنچانے والا نہین ہے۔ پس جبکہ طلاق کے ساتھ ایسی خرابیان لگی ہوئی ہین تو اُس کو بطور ایک علاج کے سمجھکر اُسی حالت مین اُسکی جانب رجوع کرنا جائز ہو سکتا ہے جبکہ اُسپر عمل کرنے سے ایسی مصیبتین۔ جو طلاق کی مصیبتون سے بھی زیادہ ناقابل برداشت ہون، اور ایسے ترددات و تفکرات مین ڈالنے والی ہون۔ جو طلاق کے رنجون سے بھی زیادہ رنج دینے والے، اور روز افزون رنجشین پیدا کرنے والے، اور باہمی معاشرت کے بدلے دن رات کی لعن وطعن وجوتی پیزار مین رکھنے والے ہون۔ دور ہو سکتے ہون۔ اگر ایسی حالت مین طلاق کو جائز رکھا جائے۔ جیساکہ اسلام نے اسی حالت مین جائز رکھا ہے۔ تو وہ کسی طرح حسن معاشرت کے مخالف نہین ہے بلکہ اُسکی اصلاح کرنے والی اور ترقی دینے والی ہے‘‘

اسکے بعد مسئلہ طلاق پر اسلام اور مذہب موسوی وعیسوی کے بموجب گفتگو کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ ’’یہودیون کے ہان طلاق دینا بغیر کسی قید د شرط و حالت کے مرد کے اختیار مین تھا؛ جب وہ چاہتا تھا طلاق نامہ لکھکر جورو کو دیدیتا تھا اور اسپر کوئی گناہ عائد نہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس حکم کو منسوخ کیا اور جیساکہ اس زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہین۔ سوائے زنا کے اور کسی حالت مین طلاق کو جائز نہین رکھا۔ لیکن اگر فی الواقع عیسائیون کے خیال کے موافق طلاق کی امتناع سے حضرت عیسیٰؑ کا یہی مطلب تھا تو یہ ایک ایسا سخت حکم تھا جسکی برداشت انسان کی طاقت سے باہر تھی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کے معتقدون نے اُن سے کہا کہ اگر جورو سے مرد کا یہ طور ہے تو جورو کرنا خوب نہین۔ اگر یہ حکم اسی طرح مانا جائے جیساکہ آج کل عیسائی مانتے ہین. تو

شکار کھیلنا" ہے ایک حیلہ ہاتھ آگیا ہے۔ مگر اُس عمدہ اور مفید قاعدہ کی بیجا عملدرآمد کرنے سے وہ لوگ اُس خدا کے سامنے جوابدہ ہونگے جو انسانون کے دلون کا محرم راز ہے اور وہ یقیناً اُنکو اس قسم کی سزا دیگا جو اُنکے گناہ کے لحاظ سے واجب ہوگی"

"ان تمام باتون کے سمجھنے کے بعد ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے یقین کرینگے کہ جو تعدّدِ ازدواج اِس زمانہ مین رائج ہے کہ جہان ذرا دولت ہوئی اور دو۔ دو۔ تین۔ تین اور چار۔ چار جوروان کرنے لگے، اور ایک بازاری عورت کو داؤن پر چڑھایا اور نکاح کر مارا، جہان مقدس بزرگ مولوی ہوئے اور اللہ میان کے سانڈ بنے، اُس مُحدِثی کو لے ڈالا، وہان وعظ کہنے لگے اور سنتِ نکاح ثانی کو جاری کیا، قران پڑھاتے پڑھاتے دوسرا سبق خطبۃ النکاح کا پڑھانے لگے؛ اور ہمارے دوسرے بھائیون نے ایک حیلہ مُتعہ کا جو جاہلیت مین تھا اسلام مین پیدا کرکے عورتون کو کھنگالنا شروع کر دیا؛ ان سب باتون کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے؛ یہ سب ایک قسم کی اوباشی کے ڈھنگ ہین جنسے اسلام نفرت کرتا ہے؛ اور وہ سب ہوا پرست اوباش ہین جنسے اسلام کا نام بدنام ہوتا ہے۔ بس ایسے شخص کے افعال پر اسلام کی خوبی وحقیقت سے چشم پوشی کرنا چمگادڑون کے لیے آفتاب کا سیاہ کرنا ہے"

اسکے بعد سرسید نے طلاق کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ وہ اول حسن معاشرت کی نظر سے اُس پر نظر ڈالتے ہین اور اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ سب سے بڑا دشمن حسن معاشرت و تمدن کا طلاق ہے جس سے نکاح کی وقعت گھٹ جاتی ہے اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتھ اور عورت کی وفاداری کا مرد کے ساتھ اعتبار نہین رہتا۔ اسکے بعد لکھتے ہین "لیکن اس بات سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ اگر کسی سبب سے ایسی خرابیان مرد و عورت مین پیدا ہو جائین جو کسی طرح اصلاح کے قابل نہون تو اُنکا بھی کچھ علاج ہونا چاہیے اور وہ علاج طلاق ہے؛ کیونکہ اس سے مرد و عورت کو آزادی ہو جاتی ہے جنکے مزاج کے اختلاف سے دونون کی

مفتی کے فتوے پر بلکہ صرف شوہر کی رائے اور اخلاق پر جسکی تسلی اور موانست کے لیے ابتدا مین عورت بطور انیس دلنواز اور مونس غمگسار کے پیدا ہوئی تھی "

"اب اس بات کی بندش کہ وہ علاج بے محل و بے موقع نہ استعمال کیا جائے صرف مرد کے اخلاق اور دلی نیکی اور روحانی تربیت پر منحصر تھی جو نہایت اعلے درجہ پر خاص اسی معاملہ مین مذہب اسلام نے اپنے سچے مریدوں اور ٹھیٹ مسلمانون کو کی ہے "

"بانی اسلام نے اسلام کے سچے پیروون کو بتایا کہ" ماخلق اللہ شیئاً علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق " (یعنی کوئی چیز خدا تعالے نے زمین کے پردہ پر ایسی پیدا نہین کی جو خدا کے نزدیک طلاق سے زیادہ مبغوض ہو) "

"پھر ایک دفعہ یون فرمایا کہ" ابغض الحلال الی اللہ الطلاق " (یعنی خدا کے نزدیک مباح چیزون مین سب سے زیادہ مبغوض اور مکروہ چیز طلاق ہے) "

اسکے بعد لکھتے ہین "کہ یہ ہدایت تو مردون کی نسبت تھی اور عورتون کو جو طلاق لینا چاہتی ہین یہ فرمایا "ایما امرأۃ سألت زوجہا طلاقاً فی غیر ما بأس فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ" (یعنی جو عورت اپنے خاوند سے بغیر سختی کی حالت کے طلاق چاہے اُسپر جنت کی بو تک حرام ہے) "

پھر لکھتے ہین کہ "پیغمبر خدا صلعم طلاق دینے والے سے ایسے ناراض ہوتے تھے جس سے بعض لوگون کو یہ خیال ہو گیا کہ جو شخص اپنی جورو کو دفعۃً قطعی طلاق دیدے وہ قتل ہونے کے لائق ہے۔ چنانچہ نسائی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو دفعۃً تین طلاقین دیدین - یہ سنکر آنحضرت صلعم غصہ مین بھرے ہوے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا اسنے خدا کے حکم کو کھیل بنایا ہے؟ اور وہ بھی ایسی حالت مین کہ مین تم مین موجود ہون

حسن معاشرت کے لیے نہایت ہی مضر ہے ؛ اور جو رنج وہ امور زن و شوہر مین واقع ہو جاتے ہین جنسے تمام اغراض تزوج برباد ہوجاتے ہین اُسکا کچھ بھی علاج نہین ہے اور زن و مرد دونون کے لیے اور بہت سی خرابیون اور خوفناک حالتون مین پڑنیکا اندیشہ ہے "

اسکے بعد سرسید نے یوروپ کے مشہور و نامور عیسائی عالم جان ملٹن کی بہت لمبی تقریر اور محققانہ رائے جو وہ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہین نقل کی ہے اور بائبل کی جن آیتون سے اُنھون نے جوازِ طلاق پر استدلال کیا ہے وہ سب آیتین نقل کی ہین۔ جس سے نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ " حضرت عیسےٰ نے جو یہ فرمایا تھا کہ۔ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسرے سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ اُسکے ہرگز یہ معنی نہین ہین جو اس زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہین " اس سے آگے چلکر وہ لکھتے ہین کہ " اگر غور کیا جائے تو یہ کہنا کچھ بیجا نہوگا کہ جان ملٹن نے اپنی بحث مین جو کچھ روشنی بائبل کے ورسون پر ڈالی ہے وہ سب اسلام کی روشنی سے لی گئی ہے کیونکہ اسلام نے بارہ سو برس پیشتر بتادیا تھا کہ طلاق نہ بطور معجون مفرح کے استعمال کرنے کو ہے بلکہ صرف ایک مرض کا علاج ہے "

جان ملٹن کی تقریر نقل کرنیکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے نسبت طلاق کے کیا کیا ؟ اُسنے طلاق کو بطور ایک مرض کا علاج کے جائز و مباح بتایا ہے۔ مگر زن و شوہر کا معاملہ ایک ایسا نازک اور ایک عجیب قسم کے ارتباط و اختلاط کا معاملہ ہے کہ جو اُسمین بیماری پیدا ہو سوائے اُنھین دونو کے اور کوئی تیسرا شخص اس بات کی تشخیص نہین کرسکتا کہ آیا وہ اُس حد تک پہنچ گئی ہے جسکا علاج بجز طلاق کے اور کچھ نہین۔ اسلیے بانی اسلام نے اس مرض کی تشخیص نہ کسی جج یعنی قاضی کی رائے پر منحصر کی ہے نہ کسی

طریقہ پر استعمال کیا ہے؛ پس اُنکے افعال کی نفرین اُنھین پر پہونی چاہیے نہ مذہب اسلام پر۔ ہمکو امید ہے کہ تمام منصف مزاج لوگ جب اسلام کے اس مسئلہ پر غور کرینگے تو قبول کرینگے کہ جو عمدہ طریقہ اس باب مین اسلام نے اختیار کیا ہے وہ عقل، انصاف اور معاشرت کی نظر سے ایسا عمدہ ہے کہ اُس سے بہتر ہو ہی نہین سکتا اور صاف صاف یقین دلاتا ہے کہ یہ مسئلہ اُسی استاد کا بتایا ہوا ہے جس نے انسان کو پیدا کر کے اُسکے لیے اُسکا جوڑا پیدا کیا تاکہ اُسکی تسلی اور دل کی خوشی کا باعث ہو۔

جہاد کے طعن پر بھی ازالۃ الاوہام اور استفسار وغیرہ مین عہد عتیق کے بے شمار حوالون سے ثابت کیا گیا ہے کہ جس شدت اور سختی کے ساتھ جہاد کا حکم انبیاے بنی اسرائیل کو دیا گیا اور جسطرح انبیا نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اسلام مین ویسی شدت اور سختی جہاد کے حکم مین نہین ہے۔ یہ جواب بھی بلاشبہہ عام مسلمانون کے اطمینان اور عیسائیون کے ساکت کرنے کے لیے۔ جو کہ تمام عہد عتیق کو الہامی جانتے ہین۔ کافی تھا؛ مگر جو لوگ یہودی یا عیسائی مذہب کے قائل نہ تھے اور جہاد کو عموماً۔ خواہ وہ کسی مذہب مین ہو۔ اصولِ تمدن اور حسنِ معاشرت کے خلاف جانتے تھے اور مسلمان فاتحون کے افعال کی بدولت خود اسلام کو سب مذہبون سے زیادہ نوع انسان کی آزادی کا دشمن سمجھتے تھے اُنکے لیے اور اُن تعلیم یافتہ مسلمانون کے لیے جو ان معترضین کی تحریرین دیکھتے تھے کافی نہ تھا۔

سر سید نے خطبات احمدیہ مین اور اُسکے سوا اپنی اور بہت سے تحریرون مین اس مغالطہ کو اس طرح رفع کیا ہے کہ فی الواقع کسی انصاف پسند کو۔ خواہ وہ عیسائی ہو اور خواہ غیر عیسائی۔ اسلام کے مسئلہ جہاد پر نکتہ چینی کرنے کا محل باقی نہین رہا۔ سب سے زیادہ مفصل بحث اُنھون نے اس مسئلہ پر اپنی تفسیر مین کی ہے؛ مگر یہان ہم صرف اُنکی اُس تحریر کا بہت مختصر خلاصہ۔ جو خطبات مین

یہ سنکر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو قتل نہ کرڈالون ؟ یعنی وہ شخص آنحضرت کی شدت غضب سے یہ سمجھا کہ اس شخص نے قتل کیے جانیکے لائق کام کیا ہے "

اسکے بعد اُنکی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ " بانی اسلام نے طلاق کے روکنے مین انھین تہدیدِن اور ہدایتون پر بس نہین کی بلکہ نکاح اور ملاپ قائم رکھنے کے لیے یہ تدبیر رکھی ہے کہ جب تک تین دفعہ طلاق نہ دیجائے زن وشوہر مین پوری تفریق نہو اور دفعۃً تین طلاقین دینے کی ممانعت فرمائی اور حکم دیا کہ سوچ سمجھ اور سمجھ بوجھکر مناسب فاصلہ سے طلاق دیجائے کہ ہر ایک مین تقریبًا پچیس روز کا فاصلہ ہوتا ہے ؛ تاکہ پہلی طلاق کے بعد اگر آپس مین صلح ہوجائے تو بدستور زن وشوہر مین اور دوسری طلاق کے بعد بھی بدستور مصاحبت کے اسی طرح ملاپ ہوجائے لیکن اگر تیسری طلاق بھی واقع ہوجائے تو سمجھا جائے کہ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہین ہے اور پھر دائمی تفریق ہوجائے .

علاوہ ان ہدایتون کے عورتون کے ساتھ محبت رکھنے اور اُنکے ساتھ مہربانی اور خاطر داری سے پیش آنے اور اُنکی سختی اور بدمزاجی کو تحمل کے ساتھ برداشت کرنے کی نہایت تاکید سے ہدایت فرمائی ہے اور یہ سب باتین اسی مکروہ چیز یعنی طلاق کے روکنے کو ہین .

اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام صرف اسی حالت مین طلاق کی اجازت دیتا ہے جب کہ وہ زن وشوہر کے حق مین ایک بخشش بہا نعمت ثابت ہو اور اُسکے ذریعہ سے حالتِ زوجیت کی تمام تلخیان رفع ہوجائین یا کم ہوجائین اور بغیر اُسکے حالتِ معاشرت روز بروز خراب ہوتی جائے . اس صورت مین ظاہر ہے کہ طلاق بجائے اسکے کہ حسن معاشرت کے حق مین مضر ہو وہ زن وشوہر دونون کے حق مین ایک برکت اور حسن معاشرت کی ترقی کا کامل ذریعہ ہوگی . ہان مین اس بات کو قبول کرونگا کہ مسلمانون نے اس عمدہ حکم کو نہایت قابل نفرت

مسلمانون پر بہت بڑا فرض تھا اور اب بھی بقدر ضرورتِ وقت کے اُنپر فرض ہے کہ کافرون کے ملکون مین جائین اور خدا کی توحید کا یقین اُنکے دل مین بٹھائین جہان کوئی ایسے وعظ و نصیحت کا مانع نہین ہے وہان اسلام نے تلوار نکالنے کی ہرگز اجازت نہین دی۔ مگر جب خدا کے نام کی منادی روک دیجائے اور موحدون کو امن میسر نہو۔ جیساکہ مکہ مین کافرون نے کیا کہ جب مسلمان مکہ سے نکل گئے تو بھی اُنکا تعاقب نہ چھوڑا۔ اُس وقت بلاشبہہ اپنے بچاؤ اور اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت دی ہے"

مذکورۂ بالا مضمون کو نہایت مفصل و مشرح بیان کرنیکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "اس بیان سے اُن عیسائی مصنفون کی بھی غلطی صاف صاف ظاہر ہوتی ہے جو لکھتے ہین کہ اسلام مین دوسرے مذہب کو آزاد ہی سے رہنے دینا مطلق نہین ہے" پھر لکھتے ہین کہ "ہان ہم اس بات کا انکار نہین کرتے کہ مسلمان فتحمندون مین سے بعضون نے نہایت بیرحمی سے دوسرے مذہب کی آزادی کو برباد کیا؛ مگر مذہب کا اندازہ اُنکے افعال سے نہین بلکہ اس بات سے کرنا چاہیے کہ آیا اُنھون نے اسلام کے مطابق عمل کیا یا نہین؟ اُسوقت صاف کُھل جائیگا کہ اُنکے افعال اسلام کے بالکل برخلاف تھے۔ مگر اسی کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ جو مسلمان فتحمند اپنے مذہب کے پابند تھے وہ دوسرے مذہب کی آزادی مین خلل انداز نہ تھے اور اپنی تمام رعایا کو بلالحاظ قوم و مذہب کے ہر طرح کا امن و آزادی بخشتے تھے"

اسکے بعد لکھتے ہین کہ "چیمبرز انسائیکلوپیڈیا مین ایک عیسائی مصنف نے۔ جس سے اسلام کی طرفداری کی بالکل توقع نہ تھی۔ اسپین کے علم تاریخ پر ایک آرٹکل لکھا ہے اُسمین وہ لکھتا ہے کہ "اسپین کے بنی امیۃ خُلفا کی حکومت کی ایک مشہور و معروف بات قابل بیان ہے کیونکہ اُس سے اسپین کے ہمعصر۔ یعنی عیسائی۔ اور پچھلے مسلمان بادشاہون کے مقابلہ مین بلکہ اس اُنیسوین صدی کے زمانہ تک اُن پادشاہون کی بڑی عمدگی پائی جاتی ہے؛ یعنی اُنکا عام طور سے دوسرے مذہب کو مذہبی معاملات مین آزادی کا دینا"

درج ہے۔ لکھتے ہین۔

سر ولیم میور نے اپنی کتاب کی پہلی جلد مین اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُسنے مذہب کے معاملہ مین رائے کی آزادی بالکل روک دی بلکہ بالکل معدوم کردی ہے۔ سر سید نے اُسکے جواب مین اول ایک لمبی تحریر مین اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ جیسی آزادی رائے کی روک عیسائی مذہب مین ہے ایسی دنیا کے کسی مذہب مین نہین ہے۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " اگر عیسائیون کے قول کے موافق اسلام مین آزادی رائے نہونے کے یہ معنی ہین کہ اسلام کے قبول نکرنے کی لازمی سزا تلوار ہے تو یہ اسلام پر اُن جھوٹے الزامات مین سے ہے جو غیر مذہب والون نے ناانصافی سے اُسپر لگائے ہین۔ یا تو وہ لوگ اصول اسلام سے ناواقفیت یا دیدہ ودانستہ حق پوشی کی نظر سے ایسا کیا ہے۔ جبکہ اسلام دلی یقین اور قلبی تصدیق پر منحصر ہے تو کیونکر یہ بات خیال مین آسکتی ہے کہ وہ زبردستی منوایا اور قبلوایا جاتا ہے۔ جو لوگ اسلام سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ یہ الزام قرآن مجید کے اس صاف اور روشن حکم کے کسقدر برخلاف ہے کہ " لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ " (یعنی دین کے معاملہ مین کچھ جبر نہین ہے کیونکہ ہدایت اور گمراہی مین صاف فرق ظاہر ہوگیا ہے)۔

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " جس اصول پر حضرت موسیٰ نے کافرون پر تلوار کھینچی تھی۔ اور یہودیون اور عیسائیون کے نزدیک خدا کے حکم سے وہ تلوار کھینچی گئی تھی۔ کہ تمام کافرون اور بت پرستون کو بغیر استثنا کے قتل و غارت اور نیست و نابود کردین۔ اُس اصول پر اسلام نے کبھی تلوار میان سے نہین نکالی: اُسنے کبھی تمام کافرون اور بت پرستون کے نیست و نابود کرنے کا یا کسی کو تلوار کی دھار سے مجبور کرکے اسلام قبلوانے کا ارادہ نہین کیا۔ ہان بلاشبہہ اُسنے بھی تلوار نکالی مگر دوسرے مقصد سے۔ یعنی خدا پرستون کی جان و مال کی حفاظت اور اُنکو خدا پرستی کا موقع ملنے کو۔ اور یہ وہ منصفانہ اصول ہے جسپر کوئی شخص الزام نہین لگا سکتا۔ ابتدائے اسلام مین

"خلفا کی تمام تاریخ کی کوئی بات ایسی نہین مل سکتی جو ایسی رسوائی کا باعث ہو جیسے کہ (عیسائیون مین) مذہبی عدالت سے سزا دینا تھا اور نہ کوئی مثال اس بات کی پائی جاتی ہے کہ کوئی شخص اپنا مذہب چھوڑنیکے سبب آگ مین جلایا گیا ہو اور نہ مجھکو یقین ہے کہ زمانۂ امن مین صرف اسوجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ اُسنے اسلام قبول نہین کیا"

اسکے بعد جان ڈیون پورٹ کی کتاب اپالوجی سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کرتے ہین

"خونریزی اور بردباری اُن نو احمقانہ جہادون کی جو عیسائیون نے تقریبًا دو سو برس تک ترکون پر کیے اور جسمین کئی لاکھ آدمی ہلاک ہوے، پھر قتل کرنا اُن شخصون کا جو اس عقیدہ کو نہین مانتے تھے کہ انسان کو دوبارہ اصطباغ ہونا چاہیے، لوتھر کے پیرودن اور رومن کیتھلک مذہب والون کا دریاے رائن سے لیکر انتہای شمال تک ہنری ہشتم اور اُسکی بیٹی میری کے حکم سے قتل ہونا، فرانس مین سینٹ بارتھولومیو کا قتل ہونا، چالیس برس تک اور بہت سی خونریزیون کا ہونا، فرانسیس اول کے عہد سے ہنری چہارم کے پیرس مین داخل ہونے تک عدالت مذہبی کے حکم سے قتل کا ہونا۔ جو ابتک اسلیے قابل نفرت ہے کہ وہ عدالت کی رائے سے ہوا تھا۔ علاوہ اسکے وہ بیس برس کی خرابیان جبکہ پوپ پوپ کے مقابلہ مین اور بشپ بشپ کے مقابلہ مین تھے، زہرخورانی اور قتل کی وارداتون کا ہونا۔ ۔۔۔ اور آخرکار اس خوفناک فہرست کا خاتمہ ہونیکے لیے ایک کرور بیس لاکھ نئی دنیا کے باشندون کا صلیب ہاتھ مین لیے قتل ہونا، اسمین شک نہین کہ ایسا مکروہ اور گویا ایک غیر منقطع سلسلہ مذہبی لڑائیون کا چودہ سو برس تک سوائے عیسائیون کے اور کہین ہرگز جاری نہین رہا"

اسکے بعد مشہور عیسائی مؤرخ مسٹر گبن کی رائے اُس آزادی کی تائید مین جو اسلام نے غیر قومون کو دی ہے نقل کی ہے۔ پھر ایک آرٹکل سے۔ جو کسی یوروپین مصنف نے ایسٹ اینڈ ویسٹ اخبار مین چھپوایا تھا۔ مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے "اسلام نے کسی مذہب کے مسائل مین دست اندازی

اسکے بعد گاڈ فری ہگنز کی رائے اس امر کے متعلق نقل کی ہے جسکے چند فقرے یہان نقل کیے جاتے ہین "کوئی بات ایسی عام نہین ہے جیسی کہ پادریون کی زبانی اسلام کی مذمت اسوجہ سے سننے مین آتی ہے کہ اسمین تعصب زیادہ ہے اور دوسرے مذہب کو آزادی نہین ہے ۔ یہ عجیب زعم اور محض ریاکاری ہے؛ وہ کون تھا جسنے مور مسلمان باشندگان اسپین کو باین وجہ کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہین کرتے تھے جلاوطن کردیا تھا ؟ اور وہ کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو کے لاکھون باشندون کو قتل کیا تھا اور اُن سب کو بطور غلام کے دیدیا تھا اسوجہ سے کہ وہ عیسائی نہ تھے ؟ مسلمانون نے بمقابلہ اسکے یونان مین کیا کیا ؟ کئی صدیون سے عیسائی[1] امن وامان کے ساتھ اپنی ملکیت پر قابض چلے آتے ہین ۔ اور اُنکے مذہب ' اُنکے پادریون ' اُنکے بشپ ' اُنکے بزرگون اور اُنکے گرجاؤن کی نسبت دست اندازی نہین کی گئی ہے ۔ جو لڑائی بالفعل یونانیون اور ترکون مین ہورہی ہے وہ بہ نسبت اُس لڑائی کے جو حال مین ڈیمرارا کے حبشیون مین ہوئی تھی کچھ زیادہ مذہبی نہین ہے "

"ایک نہایت دانشمند مگر غیر معتقد عالم نے مسلمانون کے ذکر مین بیان کیا ہے کہ "وہ کسی شخص کو ایذا نہین دیتے تھے اور یہودی اور عیسائی سب اُنمین خوش وخرم تھے ۔ اگرچہ بظاہر مور اسوجہ سے جلاوطن کیے گئے تھے کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہین کرتے تھے مگر مجھکو گمان ہے کہ وہ اپنی دلیلون سے عیسائیون پر اس قدر غالب آگئے تھے کہ نادان عیسائی منک (راہب) سمجھتے تھے کہ اُنکی دلیلون کا جواب صرف مذہبی عدالت کی سزا اور تلوار سے ہوسکتا ہے اور مجھکو کچھ شبہہ نہین کہ جہان تک اُنکی ناقص قوت جواب دینے کے باب مین تھی وہان تک اُنکا یہ خیال صحیح تھا "

[1] مصنف مذکور کے زمانہ مین یونان ترکون کے قبضہ مین تھا ۱۲

آسانی سے ہو سکے کہ مثلاً جبل فاران - جسکا نام توریت کی ایک آیت مین آیا ہے اور جس سے
مسلمان آنحضرتؐ کی نبوت کی بشارت نکالتے ہین - آیا وہ بقول اہل اسلام جبال عرب مین سے
ہے یا بقول سر ولیم میور کے جبال شام مین ؟ یا یہ کہ فی الواقع حضرت اسمعیل اور اُنکے بیٹے عرب کے
مختلف حصون مین - جیسا کہ مسلمان کہتے ہین - آباد ہوے یا بقول سر ولیم میور کے آباد نہین ہوے ؟
یا یہ کہ آنحضرت کا اسمعیل کی اولاد مین ہونا ثابت ہے یا بقول سر ولیم میور کے ثابت نہین ہے ؟
اس خطبہ مین سرسید نے توریت کے حوالون اور عیسائی محققون کی شہادتون سے اپنے ہر ایک
دعوے پر سر ولیم میور اور دیگر عیسائی مصنفون کے برخلاف استدلال کیا ہے ۔

دوسرے خطبہ مین عرب جاہلیت کی رسوم و عادات اور خیالات و عقائد اچھے یا بُرے
جہان تک کہ شعرے جاہلیت کے اشعار اور دیگر معتبر ذریعون سے معلوم ہوے ۔ بیان کیے ہین
اور جسقدر باتین اشعار سے استنباط کی ہین اُنکے ساتھ وہ اشعار یا مصرعے بھی نقل کردیے ہین
جن سے ان باتون کا سراغ لگایا گیا ہے ۔ یہ خطبہ اس غرض سے لکھا گیا ہے تاکہ لوگون کو اس بات کے
اندازہ کرنے کا موقع ملے کہ اسلام سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی اور اسلام کے بعد اُنکے اخلاق اور عادات
اور عقائد و خیالات کس درجہ تک تبدیل ہوگئے ۔

تیسرے خطبہ مین اُن ادیان مختلفہ کا جو اسلام سے پہلے عرب مین شایع تھے اور اس بات کا
بیان ہے کہ اسلام ان تمام ادیان مین کونسے دین سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے ۔ اس خطبہ مین بیان
کیا گیا ہے کہ اہل عرب اسلام سے پہلے چار فرقون مین منقسم تھے - بت پرست - خدا پرست -
لامذہب اور معتقدین مذہب الہامی - انمین سے اول کے تین فرقون کا ذکر کرنے کے بعد عرب کے

نہین کی، کسی کو ایذا نہین پہنچائی، کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والون کو سزا دینے کے لیئے قائم نہین کی اور کبھی اسلام نے لوگون کے مذہب کو بجبر تبدیل کرنے کا قصد نہین کیا۔ ہان اُسنے اپنے مسائل کا جاری ہونا چاہا مگر اُسکو جبرًا جاری نہین کیا۔ اسلام کی تاریخ مین ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہے جو دوسرے مذہب کو غیر آزاد رکھنے کے بالکل برخلاف ہے"

اسکے بعد فلسطین کے ایک عیسائی شاعر لامارٹین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "صرف مسلمان ہی تمام روے زمین پر ایک قوم ہین جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتے ہین"

پھر ایک انگریزی سیاح سیلڈن کا یہ قول نقل کیا ہے جو اُسنے بطور طعن کے مسلمانون کی نسبت کہا ہے یعنی یہ کہ "وہ حد سے زیادہ دوسرے مذہب کو آزادی دیتے ہین"

یہ تمام اقوال نقل کرنے کے بعد سر سید لکھتے ہین کہ "دیکھو یہ سب رائین بہت سے بے طرفدار اور فیاض طبع عیسائی مصنفون کی سر ولیم میور کے اس بے سند دعوے کے کیسے برخلاف ہین کہ اسلام مین دوسرے مذہب کو آزاد رکھنے کا نام بھی نہین ہے"

ان دو مثالون کے بعد ہم سر سید کی کتاب کی نہایت مختصر کیفیت۔ جس سے مصنف کی محنت اور جانفشانی کا۔ جو اس کتاب کے لکھنے مین اُسنے کی ہے۔ کسی قدر اندازہ ہوسکے اور ناظرین کے ذہن مین کتاب کی حقیقت کا ایک دُھندلا سا خیال پیدا ہوجائے۔ بیان کرتے ہین۔

پہلے خطبہ مین۔ جو سب سے بڑا اور بجاے خود ایک کتاب ہے۔ عرب کا نہایت مفصل تاریخی جغرافیہ مسلمانون کے ان بعض مسلمات کے ثابت کرنیکے لیے۔ جنکا سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین انکار کیا ہے بطور بنیاد مباحث آیندہ کے بیان کیا گیا ہے تاکہ آیندہ خطبات مین اس بات کا فیصلہ

خطبات احمدیہ کے مضامین کا خلاصہ

پہلا خطبہ

رحمت ہے اور اس سے موسوی اور عیسوی مذہب کو نہایت فائدے پہنچے ہین۔ اس خطبہ کو سرسید
نے اسطرح شروع کیا ہے کہ "یہ مضمون جسکو اب ہم لکھنا چاہتے ہین ایک ایسا مضمون ہے کہ ہم کو اُسکا لکھنا یا پڑھنا
شروع کرنے سے پہلے نہایت بے تعصب دل پیدا کرنا چاہیے کیونکہ طرفدار دل سچے اور صحیح نتیجہ تک نہین پہنچتا اس
الزام کے رفع کرنے سے تو ہم مجبور ہین کہ ہم مسلمان ہین اور مسلمانی مذہب مین جو فی الواقع خوبی ہے اُسکو ظاہر کرتے ہین
مگر جہانتک ہمسے ہوسکا ہے ہمنے نہایت ٹھنڈی طبیعت اور ناطرفدار دل اور سیدھی سادی سچی نیت سے یہ مضمون
لکھا ہے اور اسی لیے ہمکو یقین ہے کہ اگر ہم اپنی اس رائے پر دوسرے کو یقین نہ دلا سکینگے تو اُسکو رنجیدہ بھی نہین کرینگے"

مصنف نے اس مضمون کو چار حصون پر منقسم کیا ہے جنمین سے پہلے حصہ مین وہ فائدے
بیان کیے ہین جو اسلام سے عموماً انسان کی معاشرت کو پہنچے ہین اور اُسکے ثبوت مین اُن مشہور
اور نامور عیسائی مصنفون کے اقوال نقل کیے ہین جنھون نے اسلام کے حق مین مذہب اسلام کے
مفید ہونے کی نسبت شہادتین دی ہین جیسے سر ولیم میور۔ جنکی نسبت سرسید لکھتے ہین کہ
وہ ایک نہایت دیندار عیسائی ہین اور جب تک کہ علانیہ اور نہایت روشن بات نہو اسلام کے
حق مین گواہی نہین دے سکتے۔ ایڈورڈ گبن، جان ڈیون پورٹ، ٹامس کارلائل وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے حصہ مین اُن عیسائی مصنفون کی رائے کی تردید کی ہے جنھون نے اسلام کو نوع
سان کی معاشرت کے حق مین مُضر بتایا ہے اور اُسمین بھی یورپ کے بہت سے نامور اور محقق
مصنفون کی شہادتون سے استدلال اور اسلام کا مقابلہ حسن معاشرت کے لحاظ سے عیسائی
مذہب کے ساتھ کیا ہے۔

تیسرے حصہ مین اُن فائدون کا بیان ہے جو یہودی اور عیسائی دونو مذہبونکو بالاشتراک

الہامی مذاہب کی تفصیل بیان کی ہے - اول مذہبِ صابئین - (۲) مذہب ابراہیم اور دیگر انبیائے عرب یعنی ہود صالح اسمٰعیل اور شعیب کا (۳) مذہب یہود (۴) مذہب عیسوی ۔

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " ان مذاہب کے بھاری بوجھ کے نیچے ملک عرب ایک مذبوحی حرکت کر رہا تھا کہ دفعۃً اسلام نمودار ہوا اور اُسکو حیرت آمیز سرور مین ڈالکر اُسکا غیر متحمل بوجھ دور کر دیا اور دفعۃً جزیرۂ عرب کے چارون کونون کو صدق کے نور سے بھرپور کر دیا " اسکے بعد اُنھون نے مفصل بیان کیا ہے کہ اسلام نے عرب کے مذاہب مذکورہ مین کیا کیا اصلاحین کین ؟ کن باتون کو قائم رکھا اور کن امور مین انسے مخالفت کی ؟ اسکے بعد جو اکثر عیسائی اعتراض کرتے ہین - کہ اسلام درحقیقت اصول و عقائدِ متفرقہ و منتشرۂ مذاہبِ سابقہ کی محض ایک ترتیب اور اجتماع کا نام ہے - اُسکا اسطرح جواب دیتے ہین کہ ہر ذی فہم شخص پر یہ بات ظاہر ہوگی کہ یہ مشابہت اُصُول اسلام کی دیگر مذاہب الہامی کے اصول سے اسلام کے پاک اور الہامی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے ۔ تمام چیزین - جنکا مبدا ایک ہی غیر منقسم اور کامل ذات ہو - ضرور ہے کہ ایک ہی قسم کی اور ایک ہی کامل اصول پر ہونگی ۔ جس طرح کہ خدا تعالے سے اپنا مثل پیدا کرنا غیر ممکن ہے اور جس طرح کہ اُسکی ذات سے کسی پیدا کی ہوئی چیز کو اپنی مرضی اور اپنی حکومت کے احاطہ سے خارج کر دینا محال ہے - اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک ہی غرض کے انجام دینے کے لیے دو متناقض اصول اور احکام اُسکی ذات سے صادر ہون ۔ مسلمانون کو بلکہ تمام دنیا کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے جنھون نے ابتدائے دنیا سے اپنے زمانہ تک کے تمام نبیون کی رسالت کو برحق ٹھیرایا ، جنھون نے دنیا کے تمام الہامی مذہبون کی تکمیل کی اور جنھون نے اپنے باایمان تبعین کے لیے بے بہا اور لازوال نور کے دروازے کھولدیے "

چوتھے خطبہ مین اس بات کا نہایت شافی ثبوت دیا ہے کہ اسلام انسان کے حق مین

ان تمام بزرگوں کی بزرگی دنیا میں اُس حد تک پہنچادی جسکے وہ مستحق تھے "

پھر اسی خطبہ کے چوتھے حصہ میں اُن فائدون کو بیان کیا ہے جو اسلام کی بدولت خاص عیسائی مذہب کو پہنچے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ " دنیا میں مذہب اسلام سے زیادہ کوئی مذہب عیسائی مذہب کا دوست نہیں ہے، اور اسلام نے کسی مذہب کو اسقدر فائدے نہیں پہنچائے جسقدر کہ عیسائی مذہب کو پہنچائے ہیں عیسائی مذہب کی بنیاد اُس نیک اور حلیم شخص (یعنی حضرت یحیی پیغمبر) سے ہے جو خدا کا رستہ درست کرنے آیا تھا اور پھر بالکل دار و مدار اُس عجیب شخص پر ہے جسکو اُنھوں نے اتنا بزرگ اور مقدس سمجھا کہ خدا یا خدا کا بیٹا مانا (یعنی حضرت عیسی پر) مذہب اسلام ہی کا یہ احسان عیسائی مذہب پر ہے کہ وہ نہایت مستقل ارادہ اور نڈر دل اور نہایت متواتر ثابت قدمی سے عیسائی مذہب کا طرفدار رہا اور یہودیوں سے مقابلہ کیا اور علانیہ اور دلیرانہ اس بات کا اعلان کیا کہ جان دی باپٹسٹ (یعنی حضرت یحیی) بلاشبہ سچے پیغمبر اور حضرت عیسی بے شک عبداللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے پس کونسا مذہب اس بات کا دعوے کرسکتا ہے کہ وہ عیسائی مذہب کی حمایت میں اسلام سے زیادہ تر مفید ہوا اور اُسنے عیسائی مذہب کی حمایت میں اسلام سے زیادہ کوشش کی ہے "

" جو سب سے بڑی خرابی حواریون کے بعد عیسائی مذہب میں پیدا ہو گئی ہے وہ تثلیت فی التوحید اور توحید فی التثلیث کا مسئلہ تھا اور یہ مسئلہ اُس لازوال سچ کے بھی متناقض تھا اور اُن خاص نصیحتون کے بھی برخلاف تھا جو حضرت عیسی نے فرمائی تھیں اور حواریون نے انجیل میں لکھی تھیں۔ یہ امر اسلام کی لازوال عظمت کا باعث ہے کہ اُسی نے خداے ذوالجلال کی پرستش کو پھر جاری کیا اور اُس خاص مذہب کو پھر سرسبز کیا جسکی خاص تلقین حضرت عیسی نے کی تھی۔ اسلام ہمیشہ اُس زمانہ کے عیسائیون کو اُنکی غلطیون سے متنبہ کرتا رہا اور اب بھی متنبہ کرتا رہتا ہے۔ اسلام نے عیسائیون سے اسی سچے مذہب کے قبول کرنے کی استدعا کی جسکا وعظ حضرت مسیح نے کیا تھا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے

اسلام کی بدولت حاصل ہوے ہین ۔ یہ دونون حصے خطبۂ مذکورہ کے چونکہ بہت طولانی ہین اور
خلاصہ مین اُسکی خوبی باقی نہین رہ سکتی اسلیے انکو اصل کتاب مین دیکھنا چاہیے ۔ مگر تیسرے حصہ
کا صرف ایک فقرہ بطور نمونہ کے یہان لکھا جاتا ہے ۔
وہ لکھتے ہین کہ " اسلام سے پہلے یہودی اور عیسائی اکثر پیغمبرون اور پاک شخصون سے نہایت
بد اخلاقی کے افعال قبیحہ منسوب کرتے تھے ۔ اگرچہ ہمارے نزدیک اُن تحریرون کو الہام ربانی سے کچھ تعلق نہ تھا
مگر تمام یہودی اور عیسائی اُن تمام تحریرون کو الہام ربانی اور اُن نبیون اور مقدس لوگون کو اُن افعال قبیحہ[1]
کا مرتکب یقین کرتے تھے ۔ اسلام نے اُن معصوم نبیون اور خدا پرست شخصون اور پاک خصلت بزرگون کو
اُن تہمتون سے بچایا اور جو اتہام یہودیون اور عیسائیون نے اُنپر لگائے تھے اُنکو فہمندی سے دفع کیا اور ان
بزرگون کے معصوم اور بے گناہ ہونے کا دنیا کے بہت بڑے حصہ پر یقین کرادیا ۔ مسلمان عالمون نے اسلام کے
اس مسئلہ پر یقین دلانے سے ۔ کہ انبیا و پیغمبر سب پاک و معصوم ہین ۔ توریت کو بڑے غور سے پڑھا اور عیسائیون
اور یہودیون کی تمام غلطیون کو ظاہر کردیا اور جن وجوہ سے وہ غلطی مین پڑے تھے اُنکو بخوبی دریافت کیا ۔
پس اگر اسلام نہوتا تو ان پیغمبرون اور نبیون اور خدا کے پاک بندون یعنی حضرت ابراہیم، حضرت لوط،
اُنکی بیٹیون، حضرت اسحق، یہودا، حضرت یعقوب کی بیویون اور بیٹون، ہارون، داؤد اور سلیمان
کی دنیا مین ایسی ہی مٹی خراب رہتی جیسی ایک بدکار آدمی کی خراب ہوتی ہے ۔ وہ تمام دنیا کی نظرون مین ایسے
ہی حقیر ہوتے جیسے کہ ایسے جرمون کے مجرم حقیر ہوتے ہین جنکو دائم الحبس کرکے کالے پانی بھیجتے ہین
یا اُنکے گناہون کی سزا کے لیے اُنکو سولے پر لٹکاتے ہین ۔ صرف یہ اسلام ہی کا احسان ہے جس نے

[1] یہ عہد عتیق کے اُن درسون کی طرف اشارہ ہے جنمین حضرت لوط حضرت داؤد وغیرہا کی طرف زنا اور دیگر افعال قبیحہ کی نسبت کی گئی ہے ۱۲

دروازون کے کھولنے کا پوپ کو بالکل اختیار ہے۔ پوپ گنہگارون کے گناہون کے بخشدینے کا دعوے رکھتا ہے۔ پوپ کو پورا اختیار تھا کہ جس ناجائز چیز کو چاہے جائز کردے۔ درحقیقت پوپ بلحاظ اُن اختیارات کے۔ جو اسکو حاصل تھی اور جنکو وہ کام مین لاتا تھا۔ کسی طرح حضرت عیسےٰ سے کم نہ تھا بلکہ دوچار قدم آگے بڑھا ہوا تھا۔ قرآن ہی نے عیسائیون کو اس خرابی سے مطلع کیا اور جو خرابیان اُس سے پیدا ہوتی ہین انکو بتلایا اور جابجا عیسائیون کو اس غلامانہ اطاعت پر ملامت کی اور انکو سمجھایا کہ اس رسوائی اور بے عقلی کی اطاعت کو چھوڑین اور خود آپ اپنے لیے سچ کی جستجو کرین چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا " قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ " اور پھر دوسری جگہ فرمایا " اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ "

" جب یہ آیت نازل ہوئی تو عدی بن حاتم جو اُسوقت عیسائی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اُنکے گلے مین سونے کی صلیب پڑی ہوئی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ای عدی اس بت کو اپنے گلے سے نکال پھینک چنانچہ نکال ڈالی۔ جب وہ پاس آئے تو آنحضرت قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے " اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ " جب آپ پڑھ چکے تو عدی نے عرض کیا کہ ہم تو اُنکی پرستش نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ کیا یہ نہین ہے کہ وہ حرام کردیتے ہین اُس چیز کو جسے خدا نے حلال کیا پھر تم بھی اُسکو حرام سمجھتے ہو اور حلال ٹھیراتے ہین وہ اُس چیز کو جسے خدا نے حرام کردیا سو تم بھی اُسکو حلال سمجھنے لگتے ہو؟ عدی نے کہا ہان یہ تو ہے۔ آنحضرت نے فرمایا بس یہی اُنکا پوجنا ہے "

" ایک مدت تک عیسائی اسلام کو عداوت سے دیکھا کیے اور اُسکے ہر ایک مسئلہ سے بے سمجھے نفرت کرتے رہے

" قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا " بہت سے عیسائیون کی آنکھین اسلام کی روشنی سے کھل گئین اور اُس ذلیل حالت سے وہ خبردار ہوے جسمین مبتلا تھے اور اُنھون نے پھر اُسی رتبہ کے حاصل کرنے کی کوشش کی جو پہلے اُنکو حاصل تھا یعنی اُنھون نے صرف قرآن کی ہدایت سے تثلیث کے عقیدے کو غلط سمجھا اور خدا کو وحدہ لاشریک لہ اور عیسی مسیح کو خدا کا مقدس بندہ مانا جو عین مسئلہ مذہب اسلام کا ہے چنانچہ وہ فرقہ اب موجود ہے اور نہایت معزز لقب یونیٹیرین (یعنی موحدین) سے معزز ہے "

" اگر یہ عقیدہ تھوڑی دیر کے لیے دنیا سے اُٹھالیا جائے تو مسٹر گبن کی یہ راے عیسائیون کے حال پر بالکل مطابق ہوجائیگی کہ " اگر سینٹ[ا] پٹیر یا سینٹ پال پوپ کے محل مین آجائین تو غالباً وہ اُس دیوتا کا نام دریافت کرینگے جسکی پرستش ایسے پراسرار رسومات کے ساتھ اُس عظیم الشان عبادت گاہ مین کیجاتی ہے۔ اکسفورڈ یا جنیوا مین جاکر اُنکو چندان حیرت نہوگی مگر گرجا مین جاکر سوال وجواب کا پڑھنا اور جو کچھ صادق القول[۲] مفسرون نے اُنکی تحریرات اور اُنکے مالک (یعنی عیسی مسیح) کے کلمات کی تفسیر کی ہے اُسپر غور کرنا پڑیگا "

اسکے بعد سر سید لکھتے ہین کہ " جو فائدے اسلام نے عیسائی مذہب کو پہنچائے اُنمین سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اُسنے عیسائیون کو پوپ کے بے انتہا اختیارات ناجائز سے نجات دی اور عیسائیون مین ایک نئی زندگی کی روح پھونکدی۔ تمام عیسائی پوپ کو حضرت عیسی کا پورا بااختیار نائب سمجھتے تھے اور اُسکو معصوم جانتے تھے جیسے کہ اب بھی بہت سے فرقے عیسائیون کے سمجھتے ہین۔ اُنکا یقین تھا اور بہتون کا اب بھی یقین ہے کہ دوزخ اور اعراف اور بہشت کے

[ا] سینٹ پیٹر یعنی پطرس حواری اور سینٹ پال یعنی پولوس مقدس ۱۲

[۲] صادق القول کا لفظ مسٹر گبن نے بطور طنز کے لکھا ہے جس سے مراد تحریف کرنیوالے مفسر ہین ۱۲

تاہم لوتھر نے اپنی کوشش کو نہین چھوڑا اور آخرکار اُس عظیم الشان اصلاح کرنے پر کامیاب ہوا جو عموماً مذہب پروٹسٹنٹ یا رفارمیشن کے نام سے مشہور ہے ؛ اور طبیعت انسانی کو تمام غلامیون کی بدترین غلامی سے جو ایک مرشدانہ غلامی تھی آزاد کردیا ۔ ہمکو یقین ہے کہ اگر لوتھر مقدس اور زندہ رہتے تو ضرور وہ مسئلۂ تثلیث کے مخالف ہوتے اور اسلام کی ہدایت سے خدا کی وحدانیّت کے مسئلہ کو بھی - جو درحقیقت حضرت عیسی نے بھی یہی مسئلہ تلقین کیا تھا ۔ لوگون مین پھیلاتے اور آخر اُس نبی آخر الزمان پر یقین کرتے جسنے ایسی ایسی بڑی غلطیون سے عیسائی مذہب کو بچایا تھا ۔ پس مذہب عیسوی کو ہمیشہ اسلام کا احسانمند رہنا چاہیے "

پانچوین خطبہ مین نہایت تفصیل کے ساتھ مسلمانون کی مذہبی کتابون یعنی کتب حدیث کتب سیر تفاسیر اور کتب فقہ کی تصنیف کا منشا اور غرض اور ڈھنگ بیان کیا ہے تاکہ غیر مذہب کے محقق اور نکتہ چین جو اسلام کی نسبت آیندہ زمانہ مین کچھ لکھنا چاہین اُنکو مسلمانون کی مذہبی کتابون کی طرز تصنیف سے آگاہی اور بصیرت حاصل ہو اور وہ اُن مصنفون کی طرح جو اسلام کی مذہبی کتابون سے ناواقفیت کے سبب غلطی مین پڑے ہین گمراہ نہون اور اُنکی رہبری کے لیے ایک سیدھا رستہ بن جائے ۔

چھٹا خطبہ مذہب اسلام کی روایت پر لکھا گیا ہے یہ خطبہ کسی قدر طولانی ہے اسلیے صرف اُسکی سرخیان لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے اسمین اول روایت کی اصلیت اور یہ کہ اُنکے رواج کی ابتدا کیونکر ہوئی اور نیز یہ کہ دین اسلام صرف اُنھین صحیح روایتون مین منحصر ہے جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتی ہین نہ دیگر دنیوی امور سے - بیان کیا ہے ۔ پھر جھوٹی روایت کرنے کا امتناع اور اُسکی سزا جو اسلام مین مقرر ہے ، درجاتِ احادیث بلحاظ ثقہ ہونے رُواۃ کے ، راویون کا درجۂ اعتبار بلحاظ تفقّہ کے ، یہودیون سے روایت کرنے کی اجازت جو آنحضرتؐ نے صحابہ کو دی ، اختلاف

مگر بعض نیک دل عیسائیون نے کچھ تھوڑی بہت غور سے اُسے دیکھا اور کالون اور لوتھر مقدس کے دل پر اُسکا کچھ کچھ اثر ہوا جب کہ اُن دونون نے قرآن مجید کی اس قسم کی آیتون کو پڑھا جنمین پوپ کو اور پادریون کو خدا کے سوا دوسرے خدا یا جھوٹے خدا ماننے کی مذمت تھی تو وہ سمجھے اور اس سچے مسئلہ نے اُنکے دل پر اثر کیا اور جیسی کہ قرآن نے ہدایت کی تھی وہ سمجھے کہ ہر شخص فی الواقع آپ اپنا پوپ اور پادری ہے وہ چلا اُٹھے کہ پالیا پالیا اور اسی وقت پوپ کی غلامی سے آزاد ہوے اور غلامانہ اور ذلیل حالت سے جس مین وہ خود اور اُنکے تمام ہم مذہب مبتلا تھے نکل آئے اور صاف صاف اُسکے خلاف وعظ کرنے کو کھڑے ہو گئے جسکی بدولت ہم کرورون عیسائیون کو پروٹسٹنٹ مذہب مین دیکھتے ہین۔ اگر اسلام عیسائی مذہب کو یہ نعمت نہ بخشتا تو آج تمام دنیا کے عیسائی ایسے ہی بت پرست ہوتے جیسے کہ ابتک رومن کیتھلک فرقہ کے لوگ بت پرست ہین اور حضرت مسیح کی مجسم مورت صلیب پر لٹکی ہوئی کے آگے سجدہ کرتے ہین بس عیسائی مذہب پر یہ کتنا بڑا احسان اسلام کا ہے"

"جو کہ درحقیقت لوتھر مقدس نے مذہب اسلام سے یہ ہدایت پائی تھی اسلیے اُسکے مخالف علانیہ اُس پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ دل سے مسلمان تھا۔ کوارٹرلی ریویو نمبر ۲۵۴ مین لکھا ہے کہ جینی برارڈ نے پوپ کی طرف سے جرمنی کے رفارمرون اور خصوصًا لوتھر کے ذمہ یہ الزام لگایا تھا کہ وہ عیسائیون مین مذہب اسلام کو جاری کرنے اور تمام پادریون کو اس مذہب مین لانے کی کوشش کرتے ہین۔ مراکسی کی یہ رائے ہے کہ اسلام مین اور لوتھر کے عقیدہ مین کچھ بہت فرق نہین ہے۔ چنانچہ دونون کا میلان جو بت پرستی کے برخلاف ہے اُس پر غور کرو۔ مارٹینس الفانسس اور والڈس کہتے ہین کہ تیرہ نشانیان اس بات کے ثابت کرنے کو موجود ہین کہ اسلام مین اور لوتھر کے مذہب مین ایک رتی بھر کا بھی تفاوت نہین ہے۔ محمد (صلعم) نے انھین باتون کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ مرتد (یعنی پیروان لوتھر کرتے ہین"

بنایا جاتا۔ ایک بے قدر اور خراب شرح اُسکے ساتھ لگی ہوتی ؛ تو اُس ذریعہ کا کسی قدر تصور بندھ سکتا جسکی وساطت سے یوروپ مین قرآن کی اشاعت ہوئی "

اسکے بعد سرسید نے سر ولیم میور اور دیگر عیسائی مصنفون کی غلطیون کی تشریح کی ہے اور جو اعتراض اُنھون نے غلط فہمی سے قرآن پر وارد کیے ہین ہر ایک کا جواب دیا ہے ۔

آٹھوان خطبہ خانہ کعبہ کے حالات اور اُسکی تاریخی اور جغرافی تحقیقات پر مشتمل ہے ۔ یہ خطبہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمد مین اس بات کا دعوےٰ کیا ہی کہ یقطان جسکا ذکر توریت مین جا بجا آیا ہے اہل عرب کا اُسکی اولاد مین ہونا ' حضرت اسمٰعیل کا مکہ کے قریب آباد ہونا ۔ خانۂ کعبہ کی تعمیر اور اُسکی تمام مراسم کا ابراہیم و اسمٰعیل سے تعلق ہونا ' یہ سب بناوٹ اور افسانہ ہے اور ہر قسم کی تاریخی سچائی اور مؤرخانہ احتمالات و قیاسات سے نہایت بعید ہے پھر وہ لکھتے ہین کہ " حجر اسود کو بوسہ دینا ' کعبہ کے گرد طواف کرنا ' مکہ اور عرفات اور منا مین رسمیات کا ادا کرنا اور مقدس مہینون اور مقدس ملک کی تعظیم کرنا ان سب باتون کو حضرت ابراہیم سے یا اُن خیالات و اصول سے جو غالباً اُنکی اولاد کو اُنسے پہنچے کسی طرح کا تعلق نہین ہے ۔ یہ باتین یا تو ٹھیک ٹھیک مختص المقام تھین ' یا انکو بت پرستی کے اُن اصول سے جو جزیرۂ عرب کے جنوب مین جاری تھے تعلق تھا " اس دعوے سے انکا مطلب یہ ہے کہ اُنھون نے جو آگے چلکر آنحضرت صلعم کے بنی اسمٰعیل ہونے سے انکار کیا ہے اور آپکے نسب نامہ پر شبہات وارد کیے ہین اُنکے لیے ایک وجہ ہاتھ آئے ۔

سرسید نے اس خطبہ مین نہ صرف مسلمانون کی تاریخون سے بلکہ زیادہ تر یوروپ کے عیسائی محققون اور جغرافیہ دانون کی تحقیقات سے حضرت اسمٰعیل اور اُنکی اولاد کا حجاز یا عرب مین آباد ہونا

روایات کے اسباب، احادیثِ موضوعہ کا بیان، یہ تمام باتین مفصل بیان کی گئی ہین اسکے بعد
سر ولیم میور نے جن روایات سے استدلال کرکے اسلام اور بانی اسلام پر اعتراضات وارد کیے ہین
اُن اعتراضون کا نہایت شافی جواب الزامی اور تحقیقی دونو طرح سے دیا ہے ۔

یہ دونون خطبے یعنی پانچوان اور چھٹا نہایت ضروری اور مفید اطلاعون پر مشتمل ہین
جو اسلام کی مذہبی کتابون اور روایتون پر ایسی روشنی ڈالتے ہین جسکے اُجالے مین کوئی غیر مذہب
مصنف بشرطیکہ اُسنے آنکھین بند نہ کرلی ہون ٹھوکر نہین کھا سکتا ۔

ساتوان خطبہ

ساتوین خطبہ مین اول قرآن مجید، اُسکا نزول، اُسکی سورتون اور آیتون کی ترتیب،
اُسکی مختلف قراءتین، آیات ناسخ ومنسوخ کی بحث، اُسکے جمع ہونے کا زمانہ، اُسکی نقلون
کی اشاعت، اور اُسکا کامل اور الہامی ہونا بیان ہوا ہے اور اسکے بعد سر ولیم میور اور دیگر عیسائی
مصنفون کی غلطیان جو اُنھون نے قرآن مجید کے متعلق کی ہین بیان کی ہین ۔

ان غلطیون کا اصل منشا وہ اسطرح بیان کرتے ہین کہ "مسلمان بادشاہون یا عالمون کو
توخدا نے توفیق نہین دی کہ قرآن مجید کو خود دوسری زبانون مین ترجمہ کراتے اور مختلف ملکون مین شایع کرتے؛
یوروپ کی زبانون مین بے شک اسکے ترجمے ہوے مگر وہ سب غیر مذہب کے لوگون یعنی عیسائیون نے کیے۔
ابتدا مین جسطرح پر بذریعہ اُن ترجمون کے قرآن مجید کا رواج یوروپ مین ہوا اسکا بیان گاڈفری ہگنز نے عمدہ
طرح پر ان الفاظ مین کیا ہے کہ " اگر عبرانی توریت کا ترجمہ اس طرح پر شائع ہوتا کہ ہر لفظ قابل تبدیل (یعنی
محتمل المعنیین) متین اور شایستہ معنی سے ذلیل اور غیر مہذب معنی مین بدل دیا جاتا اور ہر آیت۔ جسکا مضمون
کسی جوڑتوڑ اور ناقابلِ برداشت غلط ترجمون اور غلط تاویلون کے ساتھ مصنف پر معیوب معنی پہنچانے کا ذریعہ

(یعنی داؤد) جسنے خرمنگاہ ارنان یبوسی کو خدا کا گھر بنانے کو مول لیا اور پتھر و لکڑی و لوہا و پیتل اُسکے بنانے کو جمع کیا ++ اور وہ کون تھا (یعنی سلیمان) جسنے بعد کو خرمنگاہ ارنان یبوسی مین نہایت عالی شان مکان بنایا جسکو خدا کا گھر اور بیت المقدس نام ملا ++ پس کعبہ کی بنا کو اور اُسکو خدا کا گھر قرار دینے کو ابراہیم کی طرف منسوب نکرنا بلکہ عرب کے بت پرستون کی رسم بتانا نہایت تعجب کی بات ہے "

اسکے بعد عرفات کی نسبت وہ لکھتے ہین کہ " عرفات - جسکو سر ولیم میور بت پرستون کی طرف منسوب کرتے ہین - ایک ایسی چیز ہے جو خاص ابراہیم اور اُسکی اولاد سے علاقہ رکھتی ہے - ہزارون جگہ توریت مین آیا ہے کہ خدا ابراہیم کو مرئی ہوا ، خدا اسحٰق کو مرئی ہوا ، خدا یعقوب کو مرئی ہوا ، خدا موسی کو مرئی ہوا ؛ پس ٹھیک یہی معنی عرفات کے ہین ۔ جس پہاڑ پر - جو قریب مکہ کے ہے - خدا ابراہیم و اسمٰعیل کو مرئی ہوا اس پہاڑ کا نام جبل عرفات ہے معلوم نہین کہ سر ولیم میور نے جبل عرفات کو کیا سمجھا جو اُسکی نسبت کہا کہ اُسکو ابراہیمی رسوم یا حالات سے کچھ تعلق نہین ہے "

عرفات ایک ایسی چیز ہے جو تمام دنیا کے بت پرستون سے کچھ بھی مناسبت نہین رکھتی ++ عرفات کا استعمال بجز خاندان ابراہیم کے دنیا کے اور کسی خاندان یا مذہب مین نہ تھا ++ یہی وہ مقام ہے جہان حاضر ہونے کو حج کہتے ہین وہان کوئی چیز نہین ہے ؛ پہاڑ تلے کا میدان ہے ؛ اس مین لوگ جمع ہوتے ہین اور خدا کی یاد کرتے ہین ؛ وہان خطبہ پڑھا جاتا ہے جسمین خدا کی تعریف ہوتی ہے اور خدا کے احکام سنائے جاتے ہین - ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ موسیٰ نے کوہ سینا کی تلیٹی مین سُنائے تھے پس غور کرنا چاہیے کہ اس رسم کی اصلیت بُت پرستون سے پائی جاتی ہے یا خاص ابراہیم سے "

اسکے بعد منا کی نسبت لکھتے ہین کہ " منا کا مقام صرف قربانی کے لیے ہے ؛ وہان بجز قربانی کے اور کوئی رسم نہین ہوتی ۔ تمام توریت قربانی کی رسم سے بھری پڑی ہے ۔ جہان بیت اللہ بنا تھا وہان قربانی ہوتی تھی

ثابت کیا ہے اور اسکے بعد توریت کی نہایت صریح شہادتون سے اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ حجر اسود اور قربانی کی رسم اور کعبہ کا بیت اللہ نام ہونے کو خاص حضرت ابراہیم اور اُنکی اولاد سے تعلق ہے۔ اُنھون نے توریت کے بہت سے حوالون سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور اُنکی اولاد یعنی حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت موسی سب کا یہی طریقہ تھا کہ خدا کی عبادت کے لیے ایک بن گھڑا پتھر مثل حجر اسود کے کھڑا کر کے مذبح بناتے تھے اور اُسکو بیت ایل یعنی بیت اللہ کہتے تھے۔ اور تمام مراسم جو موسم حج مین خانہ کعبہ اور اُسکے قرب وجوار مین مسلمان ادا کرتے ہین ان سب کا تعلق حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے ساتھ ایسے طور پر ثابت کیا ہے جس سے فی الواقع سر ولیم میور کے شبہات ہر منصف مزاج آدمی کی نظر مین نہایت بے وقعت ہو جاتے ہین۔

مثلاً وہ کعبہ اور حجر اسود کی نسبت کتاب پیدائش اور کتاب خروج کے متعدد بابون اور آیتون کا حوالہ دیکر لکھتے ہین کہ ”حجر اسود وہی مذبح ہے جسکو خدا کے حکم سے ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور موسیٰ بناتے ++ + یہ سب بزرگ ایسے پتھر کی تعظیم کرتے تھے، یعقوب نے اُسپر تیل ڈالا۔ جو اُس زمانہ کے دستور کے موافق نہایت الغایۃ تعظیم پرستش کے قریب تھی۔ یعقوب نے کہا کہ یہ جگہ خانۂ خدا ہو گی ++ + اور خدا نے منع کیا کہ اس گھر کے اوپر مت چڑھو تاکہ تمھاری شرمگاہ اُسکے اوپر ننگی نہو جائے۔ پس اب کونسا دقیقہ تعظیم کا باقی رہگیا جو اس قسم کے پتھرون کی نسبت بنی ابراہیم مین جاری نہ تھا جیسر سر ولیم میور حجر اسود کی اس خفیف تعظیم کو بنی ابراہیم کی رسم سے جدا کر کے عرب کے بت پرستون کی رسم بتاتے ہین“

”ایک گھر کا خدا کے واسطے بنانا اور بیت اللہ اُسکا نام رکھنا۔ جیسے کہ کعبہ ہے۔ اگر ابراہیم کی رسومات سے نہ تصور کیا جائے تو وہ کون تھا (یعنی موسے) جسنے بمقام گبعون بیابان مین خدا کا گھر بنایا ++ + اور وہ کون تھا

اسی بناپر اس خطبہ کے اول مین سرسید نے ایک نہایت عمدہ تمہید لکھی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ "زمانۂ جاہلیت مین عرب کے لوگ کوئی فن نہین جانتے تھے مگر دو باتین اُنمین بے مثل تھین؛ ایک شاعری، دوسرے علم الانساب۔ چونکہ اُنکے ہان کتابت کا رواج نہ تھا اور صرف حافظہ پر مدار تھا اسلیے وہ اپنے اپنے قبیلہ کی تمام پشتین اور اسی طرح دوسرے ہمسایہ قبیلون کی تمام پشتین تا بمقدور از بر یاد رکھتے تھے اور اپنے نسب پر فخر کرتے تھے اور اپنے حریفون کے نسب مین عیب نکالتے تھے۔ مگر چونکہ بغیر کتابت کے کسی قبیلہ کی تمام پشتونکو بترتیب یاد رکھنا غیر ممکن تھا اسلیے بڑے بڑے جلیل القدر اور مشہور اشخاص کے نام تو ضرور یاد رہتے تھے؛ باقی کے نام کچھ یاد رہتے تھے کچھ بھول جاتے تھے۔ مشاہیر کے نام یاد رہنے کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ اُنکے نام اور اُنکے کارنامے اشعار مین بیان ہوتے تھے اور بڑے بڑے معرکون مین وہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ ان وجوہات سے ہر شخص اپنے تئین اور اپنے ہمسایہ اور مخالف کو بخوبی جانتا تھا کہ وہ کس قبیلہ اور کس نسل سے ہے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اپنی قوم اور نسل کو بدل سکے اور جھوٹ موٹ اپنے کو کسی دوسری نسل کا بتا سکے۔ اگرچہ کسی کو کسی قبیلہ کی نسلین بترتیب یاد نہون مگر ہر ایک قبیلہ مین جو نامور اور قابل فخر اشخاص ہوتے تھے وہ سب کو یاد رہتے تھے۔ اسی لیے جب اسلام کے زمانہ مین کتابت اور تصنیف و تالیف کا رواج ہوا اور ایک مدت کے بعد مؤرخین نے کسی کا پورا نسب نامہ سلسلہ وار لکھنا چاہا اُنکو ایسی دقتین پیش آئین جنکا حل کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ نسب نامون کے بہ ترتیب یاد نہونے کے علاوہ دوسری مشکل یہ تھی کہ ایک ہی نام کے کئی کئی شخص نسب نامون مین ہوتے تھے اور پھر ایک ہی شخص کے کئی کئی نام ہوتے تھے۔ شام و عرب مین یہ بھی دستور تھا کہ نسب نامہ کے اشخاص مین جو شخص مشہور و معروف ہوتا باپ کی جگہ اُسکا نام لے دیتے تھے؛ جیسا کہ انجیل متی مین حضرت عیسی کی نسبت لکھا ہے کہ "نسب نامۂ عیسی مسیح بن داؤد ابن ابراہیم" حالانکہ مسیح سے داؤد تک اور داؤد سے ابراہیم تک بہت سی پشتین درمیان تھین۔

اوراسی قربانی کے سبب سے بیت اللہ مذبح کے نام سے پکارا جاتا تھا منا اورخانۂ کعبہ نہایت قریب ہے اسلیے قربانی نذر کرنے کے لیے وہ مقام قرار دیا گیا تھا۔ ہاں ابراہیم و یعقوب و اسحق اور موسی اور داؤد و سلیمان کی قربانی اور اسلام کی قربانی مین یہ فرق ہے کہ اُس قربانی مین جانور کو مار کر اُسکی لاش کو آگ مین جلادیتے تھے اس خیال سے کہ خدا کو اُسکی خوشبو یعنی چراند پسند آتی تھی اور اسلام مین وہ قربانی غریب محتاج لوگون کو تقسیم کیجاتی ہے تاکہ وہ بھوک کی سختی سے محفوظ رہین۔ اگر اسی امر کے سبب سر ولیم میور نے منا کی رسومات کو بت پرستی کی رسوم تصور کیا ہے تو کچھ افسوس کی بات نہین کیونکہ ہر ذی عقل اُس پہلی قربانی سے اس پچھلی قربانی کو نہایت عمدہ اور بہتر سمجھتا ہوگا "

یہ خطبہ بہت لمبا ہے۔ اسکی اصل خوبی بغیر اسکے کہ اُسکو اول سے آخر تک اصل کتاب مین دیکھا جائے معلوم نہین ہوسکتی۔ اسمین سر ولیم میور کے شبہات کی تردید کرنے کے بعد خانۂ کعبہ اور مکہ معظمہ کی تمام تاریخ محققانہ طور سے مفصل بیان کی گئی ہے۔

نوان خطبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب کی تحقیقات پر ہے۔ اس خطبہ کے لکھنے کا منشا یہ تھا کہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین آنحضرت صلعم کے بنی اسمعیل ہونے سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہین کہ " غالبًا یہ کوشش کہ وہ (یعنی آنحضرتؐ) اسمعیل کی نسل سے ثابت کیے جاین اُنکی عین حیات مین پیدا ہو گئی تھی اور اس طرح پر محمد (صلعم) کے ابراہیمی نسب نامہ کے ابتدائی سلسلے گھڑے گئے تھے اور اسمعیل اور بنی اسرئیل کے بے شمار قصے نصف یہودی اور نصف عربی سانچے مین ڈھالے گئے تھے " سر ولیم میور کو نسب پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت غالبًا اس سبب سے ہوئی کہ آنحضرتؐ کا نسب سیر کی کتابون مین صرف عدنان تک مسلسل بیان ہوا ہے جسمین کسی کو اختلاف نہین ہے مگر عدنان کے بعد حضرت اسمعیل تک جتنی پشتین اہل سیر نے لکھی ہین اُنمین اختلافات واقع ہوے ہین۔

خود معد ابن عدنان کے زمانہ مین تھے اور بخت نصر کے ہنگامہ مین اُنھون نے معد کو بچا یا تھا اور اپنے ساتھ لیگئے تھے ۔ یہ قوی قرینہ اس بات کا ہے کہ اُنکو معد کا نسب نامہ سمعیل بن ابراہیم تک لکھنے کی ضرورت پڑی ہوگی اور اس نسب نامہ کو مسعودی اور واقدی دونون نے اپنی کتابون مین نقل کیا ہے مگر اس نسب نامہ سے بھی اگر اُس مین آنحضرت سے عدنان تک جتنی پشتین ہین اُنکو شامل کرلیا جائے تو وہ زمانہ جو آنحضرت سے ابراہیم تک ہے پورا نہین ہوتا ۔

جو شجرہ الیحوا نے لکھا ہے وہ بھی ابتک ایک جدا نسب نامہ سمجھا جاتا تھا مگر سرسید نے نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ وہ جدا نسب نامہ نہین ہے بلکہ برخیا کے نسب نامہ کا تتمہ ہے کیونکہ اُسکو تتمہ فرض کرنے کی صورت مین آنحضرت سے سمعیل تک ستر پشتین ہوتی ہین جو فیصدی تین پشت کے مسلمہ قاعدہ کے موافق اُس زمانہ پر بالکل منطبق ہوجاتی ہین جو سمعیل کی ولادت اور آنحضرت کی ولادت کے درمیان گذرا ہے یعنی دو ہزار چارسو چہتر برس کا زمانہ ۔

سر ولیم میور بطور طعن کے لکھتے ہین کہ "آنحضرت کا نسب نامہ عدنان تک خاص عرب کی ملکی روایتون سے لیا گیا ہے اور عدنان سے آگے یہودیون سے" اسپر سرسید لکھتے ہین کہ "بلاشبہ اہلِ عرب بنی اسرائیل سے نہایت قرابت قریبہ رکھتے تھے ۔ وہ سمعیل کی اولاد تھے اور بنی اسرائیل اسحق کی ۔ وہ اَن پڑھ جاہل تھے اور یہ لکھے پڑھے قابل ۔ پس یہ ایک قدرتی بات تھی کہ جس بات سے وہ ناواقف ہون اپنے اسرائیلی بھائیون سے اُسکو دریافت کرین یا جس بات کی تفصیل آنحضرت نے نہین فرمائی اُسکا مفصل حال اپنے اسرائیلی بھائیون سے پوچھین خصوصاً اس وجہ سے کہ آنحضرت نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت دی تھی"

"پس جب کہ مسلمانون کو اپنے پیغمبر کے نسب نامہ لکھنے کا خیال ہوا ۔ جسکا کبھی مذکور آنحضرت کی زندگی مین نہین ہوا

مگر چونکہ داؤد اور ابراہیم نہایت مشہور اشخاص تھے اسلیے مسیح کو داؤد کا اور داؤد کو ابراہیم کا بیٹا بتا دیا "

"عرب کے لوگون کی یہ بھی عادت تھی کہ اپنا کرسی نامہ بیان کرتے وقت جب آبا و اجداد کے نام اُنکی یاد کے موقع ختم ہوجاتے تو اخیر یاد رہے ہوئے شخص کو اُس شخص کا بیٹا کہدیتے تھے جس سے وہ نسل چلی ہے ۔ ان اسباب سے مؤرخون کو اُنکے نسب نامے سلسلہ وار لکھنے مین سخت مشکلات پیش آئین "

"آنحضرت کا نسب نامہ سلسلہ وار لکھنے والون کو بھی یہی مشکلین پیش آئین ۔ آپ کو اپنا کرسی نامہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ تمام عرب کے لوگ یقیناً آپ کو قبیلۂ قریش سے اور قریش کو معد ابن عدنان کی اولاد مین اور عدنان کو قیدار ابن اسمعیل ابن ابراہیم کی اولاد مین جانتے تھے اور اسی قدر اُنکا جاننا آپکے بنی اسمعیل ہونے کے لیے کافی تھا ؛ گو کہ درمیان مین کتنی ہی پشتین گذری ہون ۔ اسی لیے کوئی صحیح روایت آپ کے نسب نامہ کے متعلق موجود نہین ہے سوا اسکے کہ آپنے فرمایا " ابراہیم خلیل اللہ میرے باپ اور میرے ولی ہین "

"پس جب لوگون نے آنحضرت کا نسب نامہ بترتیب لکھنا چاہا تو اُنمین اختلاف ہونا ایک ضروری امر تھا ۔ آنحضرت سے لیکر معد ابن عدنان تک کسی مؤرخ کا اختلاف نہین ہے ؛ جو کچھ اختلاف ہے وہ معد بن عدنان سے اسمعیل تک کی پشتون مین ہے صرف پانچ شخص ہین جنکے لکھے ہوئے نسب نامون مین معد ابن عدنان سے لیکر ابراہیم تک پشتون کا بیان ہوا ہے "

اسکے بعد سرسید نے تین نسب نامون کو غلط بتایا ہے ؛ کیونکہ اُنمین قطع نظر اختلافات کے بڑی خرابی یہ ہے کہ جو زمانہ عدنان اور ابراہیم کے درمیان گذرا ہے وہ نو یا دس یا گیارہ پشتون سے (یعنی فیصدی تین پشتون کے مسلمہ قاعدہ کے موافق پورا نہین ہوتا۔ اب دو نسب نامے باقی رہگئے ایک برخیا کاتب لوحی ارمیا نبی کا ، دوسرا الجرا کا ۔ ارمیا نبی۔ جیسا کہ بائبل سے ثابت ہے۔

تمام عرب اور یہود اور عرب کی قرب وجوار کی تمام قومین اور تمام اگلے اور پچھلے مؤرخ خواہ عرب کے رہنے والے ہون یا کسی اور ملک کے اور مسلمان ہون یا کسی اور مذہب کے اس مین ذرا بھی شبہہ نہین کرتے بلکہ بالکل تسلیم کرتے ہین کہ محمد رسول اللہ بنی ہاشم - قریش - اسمعیل ابن ابراہیم کی اولاد مین ہین - محمد رسول اللہ نے قریش کو پکار کر مخاطب کیا کہ ایکم ابراہیم جسکو سب نے تسلیم کیا اور کون ایسا شخص ہی کہ جسمین اسقدر جرأت ہو کہ وہ سچ بات کو تسلیم نکرے -

اسکے بعد ابو الفدا مسلمان مؤرخ اور مسٹر گبن اور ریورنڈ فاسٹر عیسائی مؤرخون کی شہادتین نقل کی ہین جنمین سے گبن کا قول یہ ہے کہ " محمد (صلعم) کو حقیر اور مبتذل نسل سے کہنا عیسائیون کا ایک احمقانہ افترا ہے ؛ ایسا افترا کرنے سے بجاے اسکے کہ اُس سے مخالف کی خوبیون کو گھٹائین اُنکو اور زیادہ بڑھاتے ہین اسمعیل سے اُنکی نسل کا ہونا ایک قومی تسلیم کی ہوئی بات اور ملکی روایت سے ثابت شدہ امر ہے - بالفرض اگر کسی نامہ کی پہلی نسلین بخوبی معلوم نہون اور ابہام مین ہون تو اور بہت پشتین ایسی ہین جو صاف صاف شریف نجیب ہین قریش اور بنی ہاشم ہین جو اہل عرب مین نہایت نامی اور مکہ کے فرمانروا اور کعبہ کے موروثی محافظ تھے " یہی راے مسلمان مؤرخ یعنی ابو الفدا کی ہے اور یہی گواہی ریورنڈ مسٹر فاسٹر نے دی ہے -

اسکے بعد سر سید لکھتے ہین کہ " اب ہم اس خطبہ کے خاتمہ مین اپنے پیغمبر کا نسب نامہ جس طرح پر کہ ہمنے تحقیق کیا مندرج کرتے ہین اور جو کہ مجھکو بھی اس بات کا فخر حاصل ہے کہ مین بھی اُسی آفتاب عالمتاب کے ذرون سے ہون اسلیے اپنے نسب کو بھی اسکے ساتھ شامل کردیتا ہون تاکہ جو روحانی ارتباط مجھکو اُس سردار دو جہان سے ہے اور جو خون کا اتحاد مجھ مین اور اُس سردار عالم مین ہے اور جسکے سبب لحمك لحمي ودمك دمي ہمارا موروثی خطاب ہے اس ظاہری ارتباط سے معزز ہوجائے "

" گرچہ خردیم نسبتیست بزرگ　　ذرۂ آفتاب تابانیم "

تو بلاشبہ اُنھوں نے اپنے بنی اسرائیلی بھائیوں سے جو لکھے پڑھے تھے اور تاریخ نویسی اور نسب ناموں کی تحریر کا اُنکے ہان رواج تھا۔ مدد لی"

اسکے بعد سرسید کے **بیان کا** خلاصہ یہ ہے کہ "نہایت تعجب ہے کہ عیسائیون نے کیون اس امر کے ثابت کرنے مین بے فائدہ سعی کی ہے کہ یہودیون اور مسلمانون کے مذہب مین ایک تعلق ہے اور پچھلا پہلے پر مبنی ہے اور ازراہ طعن ہماری نسبت کہتے ہین کہ ہمنے فلان فلان باتین یہودیون سے لی ہین۔ گویا وہ سمجھتے ہین کہ اسلام یہودیون کے ہان سے چُرایا ہوا مذہب ہے اور جیسے کہ عیسائی مذہب یہود کا بالکل محتاج ہے اسیطرح اسلام بھی مذہب یہود کا محتاج ہے۔ ہم نہایت خوشی سے اس بات کو تسلیم کرتے ہین اور جو مشابہت ان دو نورانی الہامی مذہبون مین پائی جاتی ہے اُس سے انکار کرنے کے بدلے ہم اُسکو نہایت فخر سمجھتے ہین۔ صرف ہم مسلمان ہی ہین جو ہر ایک سچے اور خدا کے بھیجے ہوے نبی کے سچے پیرو ہین۔ ہم ہی یقین کرتے ہین کہ آدم و نوح اور ابراہیم و یعقوب و اسحاق و اسمعیل و موسی و عیسی اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین سب کا ایک ہی دین تھا جیسا کہ ہمارے پیغمبر کو خدا نے فرمایا کہ "قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ،، ہم مسلمانون کا فخر یہی ہے کہ ہم یہودیون سے زیادہ موسے کلیم اللہ کے اور عیسائیون سے زیادہ عیسی روح اللہ کے پیرو ہین جنھون نے عیسے و عیسے اور محمد رسول اللہ کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور اُنکی پیروی کی ہدایت کی تھی۔ مگر یہودیون نے اُن تینون کو اور عیسائیون نے اس پچھلے کو جسپر ایمان کا خاتمہ تھا نہ مانا اور اُنکی سچی پیروی ہم مسلمانون ہی نے کی"

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "آنحضرت کے نسب نامہ کی نسبت کیا بیہودہ گفتگو عیسائیون نے کی ہے! خدا کے اُس وعدہ کا پورا ہونا۔ جو اُسنے بنی اسرائیل سے موسے کی زبانی کیا تھا کہ " مین تمھارے بھائیون یعنی بنی اسمعیل مین سے موسی کی مانند ایک نبی پیدا کرونگا،، کچھ اس بات پر منحصر نہ تھا کہ بنی اسمعیل کی نسلین محمد سے لیکر اسمعیل تک ہمکو ترتیب وار اور پوری پوری یاد ہون؛ اور نہ اس بات پر منحصر تھا کہ وہ کرسی نامہ ہم عرب کی ملکی روایتون سے یاد کرین یا یہود کی روایتون اور برخیا کی تحریرون سے لین؛ وہ اسمعیل کی اولاد مین سے ایک کے لیے ہونا تھا سو محمد رسول اللہ کی نسبت ایسا ہوا۔

مسلمہ مجموعۂ عہد عتیق و عہد جدید مین موجود ہین جسکو تمام یہودی اور عیسائی مانتے ہین اس خطبہ مین بیان کی ہین ۔

اسکے بعد اُنھون نے وہ طریقہ جس طریقہ سے کہ بائبل مین پیشین گوئیان آنے والے پیغمبر کی نسبت بیان ہوئی ہین بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اُنکا بیان بالکل ایسا ہی ہے جیسے پہیلی یا مُعمّے کا بیان ہوتا ہے ۔ جب تک اُنکی تشریح نہ کیجائے اور اُنکا حل نہ بتایا جائے اُنکا مطلب ہر ایک کی سمجھ مین نہین آسکتا ۔ اسلیے پہلے اس سے کہ آنحضرت کی بشارتین بیان کرین اُنھون نے اول بطور مثال کے عہد عتیق کی وہ بشارتین لکھی ہین جنکو حواریون نے حضرت عیسے کے حق مین بتایا ہے تاکہ لوگون کو معلوم ہوجائے کہ بائبل مین پیشین گوئی کس طریقہ سے بیان کی جاتی ہے اور نیز حضرت عیسے اور آنحضرت صلعم کی بشارتون کے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوجائے کہ کونسی بشارتین زیادہ روشن اور صاف ہین اور کونسی مبہم اور دُھندلی ۔

اسکے بعد اُنھون نے چھ بشارتین عہد عتیق سے اور تین بشارتین عہد جدید سے آنحضرت صلعم کی نسبت بیان کی ہین ۔ ازانجملہ عہد عتیق کی تین بشارتین جنمین سے ایک توریت کتاب استثنا باب (۱۸) مین اور دوسری کتاب استثنا باب (۳۳) و کتاب حبقوق نبی باب (۳) مین اور تیسری کتاب تسبیحات سلیمان باب (۵) مین مندرج ہے اور انجیل یوحنا باب (۱۴) مین سے ایک بشارت یہ چار بشارتین نہایت معرکۃ الآرا ہین ۔ جنکی یہودیون اور عیسائیون کو عجیب عجیب تاویلین کرنی پڑی ہین اور عیسائیون نے اُنکے ترجمون مین عجب عجب کارستانیان کی ہین ۔ سرسید نے ان چارون بشارتون کی جیسے کہ چاہیے اُس سے بھی کچھ بڑھکر تحقیقات کی ۔

دسوان خطبہ

دسوان خطبہ اُن بشارتون کے بیان مین ہے جو توریت اور انجیل مین آنحضرت صلعم کے نبی ہونے کی بابت مذکور ہین اس خطبہ مین اول سرسید نے قرآن مجید کی وہ آیتین نقل کی ہین جنمین اس بات کا بیان ہے کہ توریت وانجیل مین آپ کی نبوت کی خبرین دی گئی ہین - اسکے بعد اُنھون نے وہ وجوہات بیان کی ہین جنکے سبب سے اکثر قدیم مسلمان عالمون نے انبیای سابقین کی کتابون کا پورا پورا اعتبار نہین کیا اور اسلیے اُنھون نے توریت وانجیل مین اُن بشارتون کی زیادہ تفتیش نہین کی اور تحریف کا عذر پیش کرکے اُن بشارتون کے نشان دینے سے جنکی قرآن مین جابجا خبر دیگئی تھی دست بردار ہوگئے ۔ پھر اُن محققین کا ذکر کیا ہے جنھون نے نہایت کوشش اور استقلال سے اُنکی تفتیش کی اور توریت وانجیل مین بہت سے ایسے مقامات دریافت کیے جہان آنحضرت کے نبی ہونے کی بشارتین موجود تھین - مگر چونکہ اُنکی نشان دی ہوئی بشارتین جو ہماری مذہبی کتابون اور تفسیرون اور سیر و تواریخ مین مذکور ہین اُنکی بابت کچھ پتا نہین دیا گیا کہ وہ بائبل کی کون سے اور کونسے باب اور کونسے درسون مین بیان ہوے ہین اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ قلمی قدیم نسخے جنمین کثرت سے اختلاف عبارت تھا اور جنکے جدا جدا نام تھے اُنمین سے کونسے نسخہ مین وہ بشارتین پائی گئین اور نہ یہ جتایا گیا کہ بائبل کی بہت سی کتابین جو اب مفقود ہین یا جن کو عیسائی اب نامعتبر سمجھتے ہین وہ بشارتین اُنمین سے لی گئی ہین یا موجودہ مسلمہ کتابون مین سے ۔ اسلیے سر نے صرف چند[1] بشارتین جو آنحضرت کے حق مین نہایت صراحت کے ساتھ صادق آتی ہین اور جو موجودہ

---

[1] انمین سے اکثر بشارتین سرسید سے پہلے ہمارے زمانہ کے بعض علمانے مسلمہ مجموعہ بائبل سے بحوالہ باب اور درس کے نقل کی ہین مگر جس عمدگی کے ساتھ خطبات مین اُنکا بیان ہوا ہے ویسا کسی نے بیان نہین کیا ۱۲

بیٹھے ہوے پرندون کو اُڑا دینا ' اپنی رضاعی بہن کی پیٹھ مین کاٹ کھانا ' مدینہ سے حدیبیہ کو جاتے وقت اپنی مان کی قبر پر رونا - اس پر سرسید لکھتے ہین کہ " اگرچہ ان باتون کی کوئی معتبر سند نہین ہے لیکن اگر یہ سب باتین تسلیم بھی کرلی جائین تو یہ ایسی باتین ہین جو ایام طفولیت مین انسانی فطرت کے موافق ہمیشہ ہوا کرتی ہین ۔ آنحضرت صلعم نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے اُنھون نے آپ کو صرف یہ کہا تھا کہ " اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ " پس ایسی باتین اگر ہوئین بھی تو انسانی فطرت سے زیادہ اور کچھ نہین ہوسکتین "

یا مثلاً سر ولیم میور بارہ برس کی عمر مین آنحضرت کے سفر شام کا حال ابوطالب کے ہمراہ بیان کرنیکے بعد لکھتے ہین کہ " زمانۂ سابق کے منہدم اور اُجڑے ہوے مقامون نے جنکو خیالی قصون اور عجیب غریب بیانون اور دل انگیز روایتون نے اور بھی پُر اثر کردیا تھا اور گرجاؤن کی صلیبون اور مورتون اور دیتون سے آراستہ ہونے اور گھنٹون کے بجنے کی قومی رسمون نے محمد (صلعم) کے غوض کنندہ دل و دماغ پر گہرا نقش اور پائدار اثر کردیا تھا "

سرسید اول تو سفر شام مین چچا کے ساتھ آنحضرت کے جانے کی روایت کو صحیح تسلیم نہین کرتے اور اسکے بعد بر تقدیر تسلیم لکھتے ہین کہ " ہم نہایت ادب سے سر ولیم میور سے پوچھتے ہین کہ کیا ایک مصرع شخص (جیسا کہ سر ولیم میور نے آنحضرت کی نسبت لکھا ہے) کا دل و دماغ ایسا اثر قبول کرسکتا ہے ؟ اور کیا ایک مصرع شخص غوض کنندہ دل و دماغ رکھتا ہے ؟ اگرچہ یہ بیان سر ولیم میور کا نہایت دلچسپ ہے مگر افسوس ہے کہ ہم اس بیان سے اتفاق نہین کرسکتے : کیونکہ اسی لڑکے نے جسکے دماغ پر صلیبون اور مورتون اور عمدہ عیسوی رسمون کا اثر پڑا تھا - بعد کو انہین چیزون سے مخالفت اختیار کی : صلیب کو توڑا ' مورتون کو پھوڑا ' انکی پرستش سے منع کیا اور بتایا کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں ۔ تثلیث کے عقیدہ کو جھٹلایا ' خدا کو وحدہٗ لاشریک بتلایا

بڑے بڑے عیسائی محققون کے اقوال اور بائبل کے حوالون سے اپنے استدلالات کو تقویت دی ہے اور اپنے بیان کو فی الواقع اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ کسی عیسائی کو باوجود ماننے عیسے مسیح کی پیشین گوئیون کے آنحضرت کی پیشین گوئیون سے انکار کرنے کا محل باقی نہین رہا ۔

گیارھوان خطبہ

گیارھوین خطبہ مین معراج اور شق صدر کی حقیقت محققانہ طور سے بیان کی ہے اور اس باب مین جسقدر مختلف اور متناقض روایتین حدیث کی کتابون مین آئی ہین اُنکا اختلاف اور تناقض دکھایا ہے اور اسلیے جسقدر کہ قرآن مجید مین معراج کی نسبت بیان ہوا ہے صرف اُسی پر معراج کے واقعہ کا انحصار رکھا ہے اور معراج کو رویا پر محمول کیا ہے جسکا ایک جزو شق صدر بھی تھا اور عیسائیون کی طعن کا جواب الزامی اور تحقیقی دونو طرح کا دیا ہے ۔

مگر یہ دونو بحثین یعنی معراج اور شق صدر کی سرسید نے خطبات لکھنے کے بہت بعد اپنی تفسیر مین بہت زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کی ہین جیسی کہ اُنسے پہلے شاید کسی نے نہین بیان کین اسلیے اُن دونو بحثون کو تفسیر مین دیکھنا چاہیے ۔

بارھوان خطبہ

بارھوین خطبہ مین آنحضرت صلعم کی ولادت سے بارہ برس کی عمر تک کا حال جسقدر کہ معتبر اور صحیح روایتون سے ثابت ہوتا ہے بیان کیا ہے اور جو بے شمار رطب و یابس روایتین اہل سیر نے اپنی کتابون مین بھردی ہین اور جنکی وجہ سے سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین جا بجا تعریضین کی ہین اُنکی تضعیف کی ہے اور اکثر جگہ بر تقدیر اُنکی صحت کے نہایت لطیف جواب سر ولیم میور کی تعریضات کے دیے ہین ۔ مثلاً سر ولیم میور نے جو بارہ برس تک کے بعض واقعات تعریضاً بیان کیے ہین جیسے چھوٹی چھوٹی لڑکیون کے ساتھ آنحضرت کا کھیل کود مین مصروف رہنا ' اپنے مکان کی چھت پر

محبت کا اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ یہ کتاب زیادہ تر مالی مشکلات کے سبب سرسید کے
ارادہ کے موافق پوری نہوسکی ۔ اُنکا ارادہ سر ولیم میور کی چارون جلدون کا جواب لکھنے کا تھا جس مین
سے صرف ایک جلد لکھنے پائے تھے کہ ولایت مین ٹھیرنا ناممکن ہوگیا اور ہندوستان مین پہنچکر۔ کچھ
سو جہ سے کہ یہان آکر وہ کالج کی فکر مین مصروف ہوگئے اور زیادہ تر اس سبب سے کہ جو کتابین لندن
ن باسانی میسر آسکتی تھین اُنکا ہندوستان مین کہین وجود نہ تھا۔ وہ ارادہ پورا نہوسکا ۔ مگر جو مباحث
ولیم میور کی کتاب مین زیادہ اہم تھے اُنمین سے چند کے سوا سب کا تفصیلی یا اجمالی جواب اسی ایک
جلد مین آگیا ہے ؛ کیونکہ جن اصول پر سر ولیم میور نے اپنے تمام اعتراضات کی بنیاد قائم کی ہے
خطبات احمدیہ مین اُسکی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور نہایت واضح طور پر جتا دیا گیا ہے کہ اسلام پر مخالفین
کا کوئی اعتراض اسوقت تک وارد نہین ہوسکتا جب تک کہ وہ قرآن یا اُن حدیثون کی سند پر ۔ جو
اصولِ علمِ حدیث کے موافق واجب التسلیم قرار پائین ۔ مبنی نہو ۔ اور اس قاعدہ سے وہ اعتراضات بالکلیہ
ساقط ہوجاتے ہین جو عام تاریخ و سیر کی کتابون یا اجتہاد فقہا یا اقوال علما و آرائے مفسرین کی
روسے مذہب اسلام پر ایراد کیے جاتے ہین ۔

جسوقت سرسید نے خطبات احمدیہ لکھی ہے اُسوقت تک مذہبی تحقیقات کے متعلق اُنمین وہ
آزادی پیدا نہین ہوئی تھی جیسی تفسیر القرآن مین دیکھی جاتی ہے اور اسیلیے خطبات احمدیہ مین کوئی
بات ایسی نہین پائی جاتی جس کو اسلام کے اصول متعارفہ کے خلاف سمجھا جائے ۔ البتہ دو ایک
جگہ کسی قدر اُنھون نے جمہور کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ علمای محققین نے صدہا مسائل مین جمہور سے
اختلاف کیا ہے مثلاً معراج کے مضمون کو۔ جیسا کہ بعض صحابہ کا مذہب ہے ۔ رؤیا پر محمول کیا ہے

اور اسی کی عبادت کا وعظ کیا اور تمام دنیا مین اسی کو رواج دیا"

"لیکن اس بات کو تسلیم کر کے کہ درحقیقت مذکورۂ بالا چیزون نے اس لڑکے کے دل پر اثر کیا تھا ایک اور خیال خودبخود دل مین آتا ہے ؛ اور وہ یہ ہے کہ ایسا لڑکا - جس کے ابتدائی چار برس ایک صحرا مین کٹے تھے اور پھر آٹھ برس تک مُشرک اور بت پرست لوگون مین گھرا رہا - صرف بارہ برس کی عمر مین ایک ایسا دل رکھتا تھا کہ ہر چیز سے - جو اُسکی نظر سے گذرتی تھی ' پُرانی منہدم عمارتون کے آثار سے ' گرجاؤن ' صلیبون ' مورتون اور علامات دین عیسوی کے دیکھنے سے - ایک گہرا اثر قبول کرنے کے قابل تھا اور اسقدر عقل و فہم و ذکا سے آراستہ تھا کہ ان چیزون سے اُنکے برخلاف ایسے کامل نتائج اور معبود غیر ظاہر اور بقاے روح انسانی کے بارہ مین ایسے ایسے عالی خیالات مستنبط کر سکا ۔ وہ بلاشبہہ مادرزاد پیغمبر برحق تھا جسکی فطرت خود اسکی معلم تھی اور وہ وہی تھا جسکی نسبت خود عیسے نے یہ کہکر بشارت دی ہے کہ " سچ تو یہ ہے کہ میرا چلا جانا تمھارے لیے ضرور ہے کیونکہ اگر مین نجاؤن تو فارقلیط یعنی احمد مجتبے تمھارے پاس نہین آویگا اور اگر مین چلا جاؤن تو اُسکو تمھارے پاس بھیجدونگا "

اس خطبہ مین بمقابلہ سٹر ولیم میور کی تعریضات کے اور بہت سے لطیف مباحث ہین جنکو خطبات احمدیہ مین دیکھنا چاہیے ۔

یہ جو کچھ ہمنے خطبات احمدیہ مین سے ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے اسکو ایک بہت بڑے حوض یا تالاب مین سے چُلّو دو چُلّو پانی سمجھنا چاہیے - اس کتاب کی خوبی اور جو کچھ کہ اسمین لکھا گیا ہے اُسکی حقیقت جب تک کہ اصل کتاب کو نہ دیکھا جائے ہرگز معلوم نہین ہو سکتی خصوصًا اُردو خطبات جو سرسید نے ولایت سے آکر بہت مدت کے بعد لکھی ہے اور جسمین بہ نسبت انگریزی ترجمہ کے ہر ایک بات زیادہ وسعت کے ساتھ لکھی ہے اُس سے مصنف کی محنت - لیاقت - اور اسلام کی

اختلاف کے ایک نوع کا اتحاد بھی رکھتے ہین۔ ہوتا چلا ہے ؛ گو ہم پہلے ہی سے یہ نہین کہہ سکتے کہ یہ خیالات کا مبادلہ زمانۂ آیندہ مین کہان تک جاری رہیگا یا اس سے کیا کیا نتیجے پیدا ہونگے ۔ لیکن بہرحال ہم سید احمد کو۔ جو اپنے ملک مین رفاہ عام کے سرگرم کارگزار اور اپنے مذہب کی اُڑکر حمایت کرنے والے ہین۔ وِلکم کرتے ہین کہ اُنھون نے اپنی مذہبی تحریرین ہمارے سامنے پیش کی ہین ۔ مسلمانون کو بلاشبہ اس بات کا حق ہے کہ انجیل کی تفسیر[1] کے متعلق جو کچھ وہ کہین اُسکی سماعت کیجائے ؛ خصوصًا اس وجہ سے کہ شاید وہ روایات کے نئے ذریعے ہم پر ظاہر کرین ۔ سائنٹفک مذہب کا فرض ہے کہ وہ کسی شہادت کے سُننے سے جو اُسکو مل سکے انکار نہ کرے ؛ مگر مصنف کو اس سے زیادہ ہم سے توقع رکھنی نہین چاہیے کہ ہم اُسکے خیالات سے ایک حد تک اتفاق کرینگے ''

اس سے آگے چلکر وہ لکھتا ہے کہ '' محمد (صلعم) جیسے شخص کے کیرکٹر معلوم کرنے کے لیے ایک ایسی سائیکولوجی کا جو تاریخ کے ذریعہ سے منکشف ہوئی ہے ایک سخت دشوار اور دقیق مسئلہ حل کرنا پڑتا ہے۔ میور اور اسپرنگر نے زمانۂ حال کی نکتہ چینی کا طریقہ۔ جسکو متشرع عیسائی (اپنے مذہب کی نسبت) ناپسند کرتے ہین۔ اسلام کی اصل اور اُسکی ترقی کے حالات دریافت کرنے مین برتا ہے ؛ اور بارتھیلمی سینٹ ہلیر نے ہمارے سامنے ایک مفصل تاریخی تصویر پیش کی ہے ۔ ہم عام طور پر یہ ظاہر کرسکتے ہین کہ ہم نے محمد (صلعم) کی تعریف اور عزت دل مین رکھنی سیکھ لی ہے ؛ لیکن ہم مین ایسے کم ہین جو کبھی قرآن کو پڑھتے ہون ۔ یہانتک کہ سیل نے جو ابتدائی بحث اس کتاب (یعنی قرآن) کی نسبت کی ہے اُسکو بھی نہین پڑھتے ؛ اور اُنسے بھی کم وہ لوگ ہین جو اسلام کو کیا بلحاظ ملکی اور کیا بلحاظ مذہبی قوت کے ایک ایسی زندہ طاقت سمجھے ہوے ہین جو اپنی موجودہ یا کسی تبدیل شدہ حالت مین آنے والی صدیون مین حکمران طاقتون مین سے ایک طاقت شمار ہوگی ''

---

[1] یہ اشارہ ہے خطبات احمدیہ کے ان بیانات کیطرف جہان سرسید نے کہین عیسائی مفسرین کی سند اور کہین اپنے دلائل سے انجیل کے معنی جو عیسائی سمجھے ہین انکے برخلاف بیان کیے ہین ۱۲

اور شق صدر اور براق کی سواری کو اسی رؤیا مین داخل کیا ہے یا اور ایک آدھ بات اسی قبیل کی
جمہور کے خلاف بیان کی ہے ۔ لیکن اس سے اصول اسلام کی مخالفت لازم نہین آتی ۔ تعجب ہے
کہ سر ولیم میور نے - جیسا کہ سرسید کی زبانی سنا گیا ہے - جس وقت خطبات احمدیہ کو پہلی مرتبہ دیکھا تو یہ
کہا کہ " مین نے سید احمد کے اسلام پر اعتراض نہین کیے بلکہ اُس اسلام پر اعتراض کیے ہین جسکو تمام دنیا کے مسلمان
مانتے چلے آئے ہین " یہ بعینہ ایسی ہی بات ہے کہ ایک تیرانداز کسی گروہ کو نہتا سمجھکر اُسپر تیر برسانے
شروع کرے اور جب اُدھر سے بھی خلافِ توقع تیر آنے لگین تو یہ کہے کہ میرا مقابلہ نہتّون سے ہے
تیراندازون سے نہین ہے ۔ سر ولیم میور نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ایک نئے طریقہ سے نکتہ چینی
کی تھی اور چونکہ مسلمانون نے اس قسم کے اعتراض پہلے عیسائیون سے بہت کم سنے تھے - اس لیے
سر ولیم میور کو یقین تھا کہ کوئی مسلمان میرے اعتراضون کا جواب نہین دے سکیگا مگر جب اُنھون نے
دیکھا کہ جس قسم کے آلات اُنھون نے اسلام کے برخلاف استعمال کیے تھے اُسی قسم کے آلات اسلام کی
حمایت مین ایسے طور پر استعمال کیے گئے ہین جسکی اُنکو بالکل توقع نہ تھی تو مذکورہ بالا الفاظ اُنکی
زبان سے نکلے جنکے یہ معنی ہین کہ مین نے تو اسلام کو نہتّا سمجھکر اسپر حملہ کیا تھا ۔

انگلستان کے اخبار " انکوائرر " مورخہ ۱۱ - مئی ۱۸۷۲ء مین - جبکہ سرسید کو ولایت سے
ہندوستان مین آئے ہوے دو برس گذر چکے تھے - کسی آزاد خیال انگریز نے خطبات احمدیہ پر ایک
مفصل ریویو چھپوایا تھا ۔ اُسکے چند دلچسپ فقرے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔

خطبات پر اخبار انکوائرر کی رائے

وہ لکھتا ہے کہ " ہمین اس کتاب کے مضامین کو خوشی سے لینا چاہیے کیونکہ وہ مسلمانون کی طرف سے کم از کم
پہلے پہل ہین اُس مبادلہ خیالات اور فیلنگز کے جو مشرق اور مغرب مین اُن مختلف مذاہب کے ماننے والون مین - جو باوجود

(یعنی عیسائی مذہب) کو عطا کیے ہین ۔ ہم امید کرتے ہین کہ عیسائی قومین کافی طور پر شکرگزار ہونگی ان فوائد مین سے ہر ایک فائدہ کے لیے اور سب فائدون کے لیے ۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ فوائد مشکل سے کافی بیان ہین اُس زبردست تحریک کا جو یوروپ مین اُندلس کے مسلمانون سے پیدا ہوئی اور جو فن تعمیر، شاعری، معاشرت اور آداب سب پر حاوی ہے "

اسکے بعد نوین خطبہ کے متعلق جسمین آنحضرت صلعم کا نسب بیان کیا گیا ہو اول سر سیّد کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ " عدنان تک - جو کہ پیغمبر خدا صلعم کے نسب نامہ مین اکتالیسوان ہو - مطلقاً عربی روایات سے لیا گیا ہے اور عدنان سے اوپر یہود کی تاریخ سے لیا گیا ہے ۔ ہمکو بہت تعجب ہوتا ہو جب ہم دیکھتے ہین کہ بہت سے عیسائی مصنفون نے اپنا وقت ضایع کیا اور بے فائدہ دماغ صرف کیا اس بے فائدہ تلاش مین کہ اسلام اور یہودی مذہب مین تعلق ہے حالانکہ کسی مسلمان نے اس سے انکار کرنے کا خیال تک نہین کیا ۔ عیسائیون کو جب یہ معلوم ہوا تو اُنھون نے طنز کے ساتھ ہمکو الزام لگایا کہ تمنے یہ چیز یہودیون سے لی اور وہ چیز اُنکے ہان سے چرائی - گویا اسلام کوئی بنیاد نہین رکھتا جسپر وہ قائم ہو بلکہ بالکل عیسوی اور یہودی دین پر منحصر ہے ۔ ہم مسلمانون کو دونو الہامی مذہبون سے انکار کرنا تو کیسا ہم تو اپنی سب سے بڑی عزت سمجھتے ہین کہ ہم سچے اور ایماندار پیرو ہین ہر ایک سچے اور خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر کے " اسپر لیوینگ لکھتا ہے کہ " اخیر کے جملہ کو ہمنے ممتاز حرفون مین لکھا ہے کیونکہ وہ توجہ کے قابل ہے اور اس قابل ہو کہ یاد رکھا جائے ۔ ہمکو یقین ہے کہ اس جملہ کے الفاظ ایسے ہین جو کم سے کم اسلام کی اصولی تعلیم پر مبنی ہین اور اس مین تو شک ہی نہین کہ وہ مصنف کے نزدیک مسلم ہین ۔ یہ الفاظ ہم کو ایک شریف قول معلوم ہوتے ہین اور ایسے ہین جو بالکل تسلیم کیے جانے کے قابل ہین ۔ انپر فی الحقیقت

سرسید نے جس خطبہ مین آنحضرت (صلعم) کی نسبت بائبل کی پیشین گوئیان بیان کین ہین
اُسکے متعلق فاران اور فارقلیط کی پیشین گوئی کا ذکر کرکے لکھتا ہے کہ "سید احمد بار بار اس بات پر اطمینان
ظاہر کرتے ہین کہ اُنکے دلائل اُسی درجہ کے ہین جیسے کہ عیسائی عموماً استعمال کرتے ہین + + + + اگر وہ ہمکو اپنے دلائل کا
یقین دلانا چاہتے ہین تو اُنکو چاہیے کہ عیسائیون کی طرح صرف عمدہ ہی نہین بلکہ عمدہ[1] ترین دلیلین ہمارے سامنے
پیش کرین۔ اُنھون نے اپنے دو دشمنون کو ایک کر دیا ہے؛ وہ خیال کرتے ہین کہ عیسائی مذہب ہی اُنپر حملہ کر رہا ہے
حالانکہ اُسکے ساتھ ہی آج کل کی نکتہ چینی کا طریقہ اُنکے مذہب کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاو کر رہا ہے جیسا کہ وہ اور مذہبون
کے ساتھ۔ جنمین کُرید کرنی اُسکو منظور ہوتی ہے۔ کرتا ہے۔ لیکن اسمین شک نہین کہ سید احمد میور اور اسپرنگر
جیسے لوگون کے مقابلہ مین اپنی جگہ پر قائم رہنا بخوبی جانتے ہین"

اسکے بعد چوتھے خطبہ کے اُس مدلل بیان پر جو سرسید نے تعدد ازدواج کی بحث مین لکھا ہے
کہتا ہے کہ "فی الواقع یہ مضمون مصنف کو بہت عزت دیتا ہے کہ وہ۔ یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ پولیگمی
(یعنی تعدد ازدواج) مضر نہین ہے۔ اپنے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکال لیگیا ہے؛ گو اُسنے اسکی جرات نہین کی
کہ اُسکو حقیقی فوائد مین سے شمار کرتا۔ بہرحال ایسے مضمون پر اگر ہمکو سید احمد سے اتفاق بھی ہو تو ہم اُسکو ظاہر نکرینگے
کیونکہ ہمکو اس موقع پر ایک خوشگوار سکوت[2] ہی کو ترجیح دینی چاہیے" پھر اسی خطبہ کے متعلق اُس بیان پر
جسمین سرسید نے ثابت کیا ہے کہ اسلام عیسائیون کے لیے رحمت تھا کہتا ہے کہ "ہم دیکھتے ہین کہ
ہیئات اور طب یہ دونو علم اور پروٹسٹنٹ اور یونی ٹیرین یہ دونو مذہب اُن فوائد مین سے ہین جو اسلام نے کرسچینٹی

[1] چونکہ ریویو نگار ایک آزاد خیال آدمی ہے اسلیے وہ جس طرح عیسائیون کی پیشین گوئیون کو تسلیم نہین کرتا اسی طرح مسلمانون کی
پیشین گوئیون کو نہین مانتا اور اثبات نبوت کے لیے ایسی دلیلون کو کافی نہین سمجھتا ۱۲

[2] اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوسائٹی کے خوف سے اپنا عذر یہ ظاہر کرنا نہین چاہتا ورنہ سرسید کے استدلال کو وہ دل مین مان گیا ہے ۱۲

ہندوستان مین آکر اُن لوگون کے لیے ۔ جنکو مشنریون سے مذہبی گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا ہی ۔ پانسو روپیہ خرچ کرکے اُسکا اُردو ترجمہ[1] بھی جو حمایت الاسلام کے نام سے مشہور ہی شایع کرادیا ۔

اگرچہ یہ مضمون بقدر ضرورت خطبات احمدیہ مین لکھا جاچکا تھا مگر ولایت سے آنے کے بعد سرسید نے اس مضمون پر ایک مستقل رسالہ لکھکر اول تہذیب الاخلاق کے متعدد پرچون مین شایع کیا اور پھر اُسکو علحدہ کتاب کی شکل مین چھپوایا ۔ ہمارے علما جنھون نے اُن اعتراضون اور طعنون سے کان بندکر رکھے ہین جو یوروپ کی قومین اسلام اور اہل سلام پر کرتی ہین اُنکو تو آج تک یہ بھی احساس نہین کہ بردہ فروشی کا دستور جو عرب اور افریقہ مین جاری ہی اُسمین کیا بُرائی ہی اور وہ اصول اسلام کے موافق صحیح ہی یا نہین ؟ اُنکے نزدیک حمیّت اسلامی اسی کا نام ہی کہ جو شخص اسلام پر اعتراض کرے اگر قدرت ہو تو اُسکا مونھ بند کردین ورنہ اپنے کانون مین اُنگلیان دے لین ۔ مگر جو لوگ اس قسم کے مطاعن کتابون اور اخبارون مین دن رات دیکھتے اور پڑھتے ہین اور جنکو معلوم ہی کہ یہ مطاعن مسلمانون کی نئی پود پر جو دنیا کے حالات سے روز بروز زیادہ باخبر ہوتی جاتی ہی ۔ کیا اثر کرتے ہین ۔ وہ خوب سمجھتے ہین کہ اگر معترضین کی غلط فہمیون کو اسوقت رفع نہ کیا جائے تو ہماری نسلین ۔ جو ہمارے بعد اسلام کی وارث ہونیوالی ہین ۔ وہ اسلام کو کس نگاہ سے دیکھینگی اور تمام عیسائی قومون مین اور خاصکر انگریزون کی قوم مین ۔ جو ہندوستان کے مسلمانون پر حکمران ہین ۔

[1] یہ ترجمہ مشہور عالم مولوی محمد احسن مرحوم پروفسر بریلی کالج نے کیا تھا ۱۲

کیتھولسٹی[1] کے سچے اصول کی مُہر ہے۔ فی الواقع اگر کوئی جامع اصول مختلف مذہبون مین مصالحت پیدا کرسکتا ہے تو وہ صرف یہی اصول ہوگا۔ شاید ہم سید احمد کو بغیر ناراض کیے یہ کہ سکتے ہین کہ وہ ملّی یا عربی کیتھولک ہے۔ بہر حال اُنھون نے لٹریچر کا مرد میدان ہونیکا حق بخوبی ثابت کردیا ہے + + + اور اُنکے مضامین کو وہ لوگ توجہ سے پڑھینگے جنکو اس سبجکٹ مین دلچسپی حاصل ہوچکی ہے اور جو ہمین زیادہ معلومات حاصل کرنیکی تلاش مین ہین۔

جان ڈیون پورٹ کی کتاب کا چھپوانا

لندن ہی مین سرسید نے جان ڈیون پورٹ کی کتاب "اپالوجی فور محمد اینڈ قرآن" کو جو اُنھون نے عیسائیون کے برخلاف اسلام کی حمایت مین لکھی تھی خود اپنے روپیہ سے چھپوایا۔ سرسید کے خطوط سے جو سید مہدی علی خان کے نام ہین معلوم ہوتا ہے کہ لندن کا کوئی پبلشر اس کتاب کے چھاپنے کی ہامی نہین بھرتا تھا اور خود مصنف کو اسقدر استطاعت نہ تھی کہ اپنے روپیہ سے اُسکو چھپوا کر شائع کردے۔ سرسید نے وہان پہنچکر جب اس کتاب کے مضامین سُنے تو انھون نے فوراً اپنے پاس سے روپیہ کی تدبیر کرکے وہ کتاب جھٹ پٹ چھپوادی اور اُسکی کئی سو جلدین ہندوستان بھجوادین۔ یہان اُسکا ایک اُردو ترجمہ مولوی عنایت الرحمن خانصاحب دہلوی نے اور دوسرا مولوی ابو الحسن نے کیا اور دونو ترجمے چھپکر شائع ہوگئے۔

گاڈفری ہگنز کی کتاب کا خریدنا

انگلستان کے ایک اور ذی وقعت مصنف گاڈفری ہگنز کی کتاب جو کسی زمانہ مین مصنف مذکور نے اسلام کی تائید مین لکھی تھی اور اب نایاب ہوگئی تھی ایک جرمن کتاب فروش کی مشہور دکان سے جہان ہر زبان کی پُرانی اور نایاب کتابین بکتی ہین۔ سرسید نے دس گنی قیمت پر لندن مین خریدی۔ اصل مطلب اسکے خریدنے سے یہ تھا کہ خطبات احمدیہ کی تصنیف مین اُس سے مدد لیجائے مگر اُنھون نے

[1] کتھولسٹی ایک لفظ مشترک بہت سے معنون مین آتا ہے جنمین سے ایک معنی مذہبی فراخ حوصلگی یا بے تعصبی اور ناطرفداری کے ہین ۱۲

سر سید اپنے ایک آرٹکل مین - جو رسالۂ ابطال غلامی کے علاوہ اُنھون نے اسی مضمون پر لکھا ہی - لکھتے ہین کہ "ولیم ہورورڈ رسل صاحب جو نہایت نامی گرامی ہین - اپنے روزنامچہ مین اسمعیل پاشا خدیو مصر کی بڑی تعریف کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ "اُسنے اس نیکی کے حاصل کرنے اور رسم بد کے موقوف کرنے مین بڑی کوشش کی ہی اور کسی قدر کامیاب بھی ہوا ہی" اسکے بعد سر سید کہتے ہین کہ "اگرچہ مسٹر رسل کی کتاب پڑھکر ہمارا دل خوش ہوا مگر جس لفظ نے ہمارے دل کو رنجیدہ کیا اُسکا بیان کرنا بھی ضرور ہی اور وہ یہ ہی کہ جہان اُنھون نے اسمعیل پاشا کے اس نیک کام کی تعریف ہی وہان یہ بھی لکھا ہی کہ اُسنے برخلاف اپنے مذہب و ایمان کے یہ نیک کام کیا ہی اس تحریر پر ہم کچھ مسٹر رسل سے ناراض نہین ہوئے اُنھون نے ٹھیک لکھا ہی مگر اُن کافر مسلمانون سے ناراض ہوے جنھون نے اپنے افعال ناشایستہ کو ایسے طور پر رواج دیا ہی جسکے سبب غیر قومین اُن افعال کو مذہبی اور ایمانی افعال سمجھتی ہین اور مذہب اسلام کو حقارت سے دیکھتی ہین اور سمجھتی ہین کہ تہذیب اور شایستگی اور انسانیت مذہب اسلام کے ساتھ جمع نہین ہو سکتی"

اگرچہ مسلمان سلطنتون مین سلطان عبدالمجید خان اور اسمعیل پاشا خدیو مصر کے وقت سے بردہ فروشی کا انسداد محض بطور مصلحت ملکی کے ہونے لگا مگر ۱۸۸۸ء تک یہان بھی کسی مسلمان عالم کو یہ خیال نہین آیا کہ عیسائی - جو بردہ فروشی کے نالائق طریقہ کو دین اسلام کی طرف منسوب کرتے ہین - اس غلط فہمی کو رفع کیا جائے - حالانکہ ٹرکی مصر اور افریقہ کے دیگر ممالک اسلامیہ کے علما کا سب سے مقدم فرض تھا کہ وہ اسلام پر سے اس الزام کو رفع کرتے ؛ کیونکہ دنیا مین کوئی مرکز بردہ فروشی کا اب وسطِ افریقہ کے سوا باقی نہین رہا تھا جہان ایک مدت سے سلاطین یورپ

مذہب اسلام کس نظر سے دیکھا جائیگا ۔

انھین مطاعن مین سے ایک طعن جوازِ استرقاق یعنی لونڈی غلام بنانے کا ہی جو عیسائی قومین مذہب اسلام پر اسلیے کرتی ہین کہ نصف صدی سے مسلمانون کے سوا اور کسی قوم مین یہ دستور باقی نہین رہا۔ اگرچہ اٹھارہوین صدی تک جو غلامون کی حالت زار یوروپ اور امریکا مین تھی اُس بے رحمی اور سنگدلی کی پینٹن اسلام مین کہین نظیر نہین پائی جاتی چنانچہ فرانس کے مشہور محقق ڈاکٹر لی بان نے۔ جیسا کہ احمد شفیق بک نے اپنے رسالہ مین نقل کیا ہی اپنی کتاب تمدّنِ عرب مین اُن بیرحمیون کا بیان کرنیکے بعد۔ جو عیسائی قومین غلامون پر کرتی تھین۔ صاف اقرار کیا ہی کہ "حق بات یہ ہی کہ مسلمانون کی غلامی بالکل اس غلامی کے برعکس ہی جو عیسائیون مین جاری تھی" لیکن اسی بیرحمی کا آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ نیکدل لوگون کو غلامون کی حالت پر رحم آیا اور وہ اُنکی حمایت کے لیے کھڑے ہو گئے یہان تک کہ غلامی کا نام و نشان تک یوروپ اور امریکا سے مٹا دیا گیا ۔

پس اس سے زیادہ اور کیا افسوس کی بات ہو سکتی ہی کہ جو قومین غلامون پر ایسی بیرحم تھین اور جنکے مذہب مین کوئی خاص رعایت غلامون کے ساتھ نہین کی گئی وہ تو تمام دنیا مین غلامی اور بردہ فروشی کا انسداد کرتی پھرتی ہین اور مسلمان جنکے مذہب نے تمام دنیا کے مذاہب سے بڑھکر غلامون کی حمایت کی اور اگر سچ پوچھیے تو گویا غلامی کو بالکل معدوم کر دیا دہی تمام دنیا مین بردہ فروشی کے ناجائز و ناشایستہ رواج مین سب سے زیادہ بدنام ہین اور اُنھین کے مذہب پر یہ الزام لگایا جاتا ہی کہ وہ نوع انسان کا دشمن اور ظلم و بیرحمی کا سرچشمہ ہی ۔

تمھاری جانب ہی" اسی طرح فرانس کے آٹھ بڑے بڑے مشاہیر نے رسالہ مذکور کی نہایت تعریف
اور اسکے لکھنے پر مبارکباد لکھی۔ خصوصًا موسیو بوکار انسپکٹر کمپنی نہر سویس نے لکھا کہ "مین نہایت
قدر کرتا ہون تمھارے اس کام کی جو تمنے اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حمایت کے لیے کیا ہی اور کیا اچھا ہو اگر فرانس کا
ہر فرد اسی طرح اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حمایت کے لیے کھڑا ہو" رستم پاشا سفیر سلطانی جو اُس وقت
لندن مین تھے اُنھون نے رسالۂ مذکور کی رسید مین نہایت شکریہ کے بعد مصنف کو لکھا کہ "اس
رسالہ سے نہایت عمدہ نتائج پیدا ہونگے اور مین ان نسخون کو نہایت خوشی سے انگریزون مین اور اُن
اخبارون مین جو انگریزون کی نظر سے گذرتے ہین۔ تقسیم کرونگا" احمد ذکی افندی مترجم رسالۂ مذکور
لکھتے ہین کہ "بہت دن گذرنے نہ پائے تھے کہ یہ مضمون تمام یوروپ مین مشہور ہوگیا' یوروپ کے
بڑے بڑے اخبارون مین اُسپر عمدہ عمدہ ریویو لکھے گئے اور بعض اخبارون مین یہ رسالہ بجنسہٖ اول
سے آخر تک چھاپ دیا گیا"

الغرض اسلام کی اس ضروری اور مہتم بالشان خدمت کی نسبت غالبًا تمام اسلامی
دنیا مین سب سے پہلے سید احمد خان کو اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ غلامی کے باب مین جو
فضیلت اور فوقیت مذہب اسلام کو تمام دنیا کے مذاہب پر ہی اور جو نیکی اور سلوک و احسان
اُسنے لونڈی غلامون کے ساتھ کیا ہی اُسکو صاف صاف دنیا پر روشن کرین۔ اُنھون نے
اول ۱۸۷۰ء مین جہان سر ولیم میور کے اور مطاعن و اعتراضات کے جواب خطبات احمدیہ
مین دیے ہین انھین کے ذیل مین غلامی پر بھی بہت شافی[۱] بحث کی ہی۔ جس کے بعد

[۱] چونکہ سرسید نے غلامی پر کوئی علحدہ مضمون لکھکر انگریزی مین شایع نہین کیا تھا بلکہ خطبات کے ضمن مین اسکا ذکر کیا تھا اور خطبات کی بہت کم
جلدین انگریزی مین شایع ہوئی تھین اسلیے اسکی شہرت یوروپ مین نہین ہوئی جیسی احمد شفیق بک کے رسالہ کی ہوئی ۱۲

انسداد بردہ فروشی کی تدبیرون مین مصروف ہین اور عیسائی مشنیری تمام یورپ اور افریقہ مین منادی کرتے پھرتے ہین کہ مظلوم حبشیون کو اسلام کے پنجۂ ظلم سے نکالو۔

بارے ۱۸۸۸ء مین - یعنی سرسید کی تصنیف سے اُنیس[۱۹] برس بعد - مصر کے ایک روشن ضمیر فاضل احمد شفیق بک کو - جسنے فرانس مین تعلیم پائی ہی - یہ خیال اُس وقت پیدا ہوا جبکہ کارڈنل لافیجری پیرس کے ایک چرچ مین نہایت جوش و خروش کے ساتھ بردہ فروشی کے مظالم پر لکچر دے رہا تھا اور اُسکا الزام صرف مسلمانون ہی کے اعمال و افعال پر نہین بلکہ مذہب اسلام پر لگاتا تھا کہ وہ علانیہ اس رسم بد کی تعلیم دیتا ہی۔ اسکے بعد احمد شفیق بک نے دیکھا کہ وہ لکچر یوروپ مین عام طور پر شایع ہوگیا اسلیے اُنھون نے ایک رسالہ فرانسیسی زبان مین لکھا جسکا ترجمہ احمد ذکی افندی نے عربی مین کیا ہی۔

اس رسالہ کی جسقدر شہرت اور وقعت یوروپ کی عیسائی قومون مین اور مصر و ٹرکی کے مسلمانون مین ہوئی ہی اُس سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ یہ مضمون - جسکو اب سے اُنتیس[۲۹] برس پہلے سرسید لکھ چکے تھے اور جسکا صلہ انکو یہ ملا تھا کہ بجای عیسائیون کے خود مسلمانون نے اُسکے رد لکھے - کسقدر ضروری تھا۔ مصر کے اسلامی اخبار المؤید مورخہ ۲ - ستمبر ۱۸۹۱ء مین اسکی نسبت لکھا گیا تھا کہ "اسلام کی حمایت مین اس سے عمدہ اور افضل کوئی تصنیف نہین ہوئی: چنانچہ کبراو فضلای اہل اسلام نے - جو ایسکا مون سے دلچسپی رکھتے ہین - احمد ذکی افندی سے نہایت التجا کے ساتھ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان سے عربی مین کرایا" اسکے سوا فرانس کے مشہور عالم موسیو میسمر نے اس رسالہ کو دیکھکر مصنف کو لکھا "کہ تمنے اپنے حریف (یعنی کارڈنل لافیجری) کو لاجواب کردیا اور بے شک حق

مگر اُنکی تدبیرون مین اور بانی اسلام کی تدبیرون مین یہ فرق تھا کہ اُنکی تدبیرین زیادہ تر مادی چیزون سے
اور بانی اسلام کی تدبیرین زیادہ تر روحانی چیزون سے علاقہ رکھتی تھین۔ پس اسلام نے جسطرح
شراب خواری کو بتدریج موقوف کیا تھا اسی طرح غلامی کے رفتہ رفتہ مسدود کرنے کی بنیاد ڈالی۔
اول طرح طرح سے غلامون کے آزاد کرنے کی مسلمانون کو ترغیب دی یہانتک کہ بردہ آزاد کرنے کو
تمام دنیا کی نیکیون سے افضل بتایا، بعض گناہون کے کفارہ مین بردہ آزاد کرنیکا حکم دیا،
اور بتایا کہ جو غلام اپنی قیمت اپنی کمائی سے ادا کرنی چاہین اُنسے یہ اقرارنامہ لیکر چھوڑ دو، جنسے
اُنکے مالک اسطرح آزاد کرنے کا وعدہ کرین اُنکی خیرات یا چندہ سے مدد کرو، بیت المال مین سے
مکاتب غلامون کی آزادی کے لئے روپیہ دینا تجویز کیا، بعض صورتین ایسی بتائین کہ لونڈی
غلام بغیر آزاد کرنے مالک کے خود بخود آزاد ہو جائین۔ اسی طرح اور طرح طرح کی سبیلین اُنکے
آزاد کرنے کی نکالین۔ مالک کو اُنکے ساتھ رعایتین کرنے کی نہایت تاکید کی کہ اُنسے زیادہ
خدمت نہ لین، اُنھین لونڈی غلام کہکر نہ پکارین۔ اُنکو مثل اپنے کھانا اور کپڑا دین،
اُنکو اُنکے رشتہ دارون سے جدا نکرین وغیرہ وغیرہ۔

یہانتک سرسید کا بیان جمہور علمای اسلام کے مطابق ہی۔ مگر اسکے بعد اُنھون نے
دو دعوے نہایت شد و مد کے ساتھ کیے ہین جنمین بظاہر وہ متفرد معلوم ہوتے ہین پہلا
دعوی اُنکا یہ ہی کہ لڑائی کے قیدیون کو لونڈی غلام بنانے کا کوئی حکم قرآن مجید کی کسی آیت
مین یا کسی حدیث صحیح مین نہین ہی۔ اسکے بعد جن آیتون یا حدیثون سے علمانے استرقاق
کا حکم استنباط کیا ہی اُنکو نقل کرکے ثابت کیا ہی کہ انسے استرقاق کا حکم مستنبط نہین ہوتا

عیسائیون کے مقابلہ مین کچھ اور لکھنے کی ضرورت باقی نہ تھی گر چونکہ اسمین ایک عوئے فقہاے
اسلام کے خلاف تھا اور جب تک اصول شرع کے موافق اُسپر استدلال نہ کیا جائے وہ مسلمانون کے
سامنے پیش کرنیکے قابل نہ تھا اسلیئے اُنھون نے ۱۸۷۲ء مین ایک مستقل ور مبسوط رسالہ اسلام
کی غلامی پر لکھکر تہذیب الاخلاق مین چھپوایا۔ اس رسالہ مین اول بطور تمہید کے دلائل عقلیہ غلامی کی
بُرائی پر نہایت عمدگی اور صفائی سے بیان کئے ہین اور پھر لکھا ہی کہ اگر غلامی خدا کی مرضی کے موافق
ہو تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ خدا بندون کو اپنا شریک گرداننا پسند کرتا ہی؛ کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ
"کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ نِسَآئِکُمْ اِمَآءُ اللّٰہِ" اور یہ جو کہا جاتا ہی کہ - اگر غلام اچھی طرح رحم اور محبت
کے ساتھ رکھے جائین تو کوئی بُرائی نہین - اسکی تردید کی ہی اور کہا ہی کہ غلامی فی نفسہ ایک قدرتی
گناہ ہی اور اُنکو بدسلوکی سے رکھنا دوسرا گناہ ہی اور کوئی چیز قدرتی گناہ سے زیادہ خوفناک نہین ہی۔
اسکے بعد لکھا ہی کہ "یہودی مذہب نے غلامی کے قانون کو جائز سمجھا اور عیسیٰ مسیح نے اُسکی نسبت کچھ نہین کہا
مگر رسول اللہ صلعم نے جو کچھ اُسکی نسبت کہا اُسکو کسی نے نہین سمجھا" پھر جس جس طریقہ سے زمانہ جاہلیت مین
غلام بنائی جاتے تھے اُسکی تفصیل لکھی ہی اور دکھایا ہی کہ غلامی کی رسم جو اُسوقت عرب مین تمام
دنیا کی قومون کی طرح جاری تھی اُسکا دفعۃً موقوف کردینا صرف مصالح ملکی کے برخلاف ہی تھا۔
بلکہ ایسا کرنا انواع واقسام کے گناہون کا مورث ہوتا۔ چنانچہ اب بارہ سو برس بعد بھی یوروپ کے
بڑے بڑے مدبر جنھون نے غلامی کے معدوم کرنے مین بے انتہا کوششین کین وہ بھی اس سے
زیادہ کچھ نہ کرسکے کہ آیندہ کی غلامی کو بند کیا اور موجودہ غلامون کے رفتہ رفتہ آزاد ہوجانیکی تدبیرین کین

ا؎ یعنی تم سب خدا کے غلام ہو اور تمھاری سب عورتین خدا کی لونڈیان ہین ۱۲

غلام نہین بنایا ؛ یعنی جاہلیت مین جو اسیران جنگ کے ساتھ چار طرح کے برتاؤ کیے جاتے تھے
اُنمین سے قتل و استرقاق کو بالکل موقوف کردیا اور صرف مَن و فدا مین اختیار دیدیا کہ چاہو
بغیر کسی معاوضہ کے محض احساناً چھوڑدو اور چاہو کچھ فدیہ لیکر چھوڑو ۔

اس دوسرے دعوے کے متعلق اُنھون نے بہت سی موافق اور مخالف روایتین
کتب احادیث سے نقل کرکے اس بات کے ثابت کرنے مین کوشش کی ہی کہ آیۂ من و فدا کے
نازل ہونیکے بعد رسول خدا صلعم کے عہد مین پھر کسی کو لونڈی غلام نہین بنایا گیا ۔ اور بعد
آنحضرت کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ مین جو کچھ ہوا اسکی نسبت انکے بیان کا
ماحصل یہ ہی کہ جب قرآن مجید یا کسی حدیث صحیح سے غلام بنانے کا کوئی صاف حکم نہین نکلتا
اور آیۂ من و فدا سے صاف پایا جاتا ہی کہ جاہلیت کی رسم کے موافق جو ابتداے اسلام مین
لونڈی غلام بنائے جاتے تھے اُسکی صاف ممانعت ہوگئی اور اُسکے بعد آنحضرت نے کسی قیدی
کو لونڈی غلام نہین بنایا اب ہمکو کچھ ضرورت اس بات کے دریافت کرنے کی نہین ہی کہ آنحضرت
کے بعد صحابہ یا تابعین وغیرہم نے اس باب مین کیا کیا ؟

اس بیان کی تائید اُنھون نے اس طرح سے کی ہی کہ شراب کی حرمت نازل ہونیکے بعد
کوئی نہین سمجھا تھا کہ شراب حرام ہوگئی یہانتک کہ تین دفعہ اُسکی حرمت نازل ہوئی ۔ پھر باوجودیکہ
بیع اُمّہاتِ اولاد کا ممنوع ہونا آنحضرت کے زمانہ مین تسلیم کیا جاتا ہی تاہم حضرت عمرؓ کے عہد خلافت
تک بیع ہوتی رہی ۔ اسکے سوا مُتعہ کی حرمت سے عمر فاروق کی خلافت تک صحابہ ناواقف رہے ۔
پس اسی طرح ممکن ہی کہ آنحضرت کے زمانہ مین آیۂ من و فدا سے جو اصل مقصود تھا اُسکو بھی صحابہ

اور جو الفاظ قرآن مجید یا احادیث صحیحہ مین ایسے آئے ہین جنسے آنحضرت صلعم کے زمانہ مین
لونڈی غلامون کا ہونا معلوم ہوتا ہی جیسے ماملکت ایمانکم٬ فك رقبة٬ عبد٬ آمہ٬
فتیات وغیرہ اُنکی نسبت وہ یہ کہتے ہین کہ بیشک جبتک آیۂ منّ[1] وفداء نازل نہین ہوئی
اُسوقت تک عرب کی قدیم رسم کے مطابق مختلف طریقون سے (جنکی تفصیل اُنھون نے لکھی ہی)
برابر لونڈی غلام بنائے جاتے تھے ؛ اور نیز بعد اُترنے آیۂ مذکورہ کے گو آیندہ کے لیے استرقاق
کی ممانعت ہوگئی مگر جنکے پاس لونڈی غلام پہلے سے موجود تھے اُنکو آزاد کرنے پر مجبور نہین کیا گیا
کیونکہ آیہ مذکورہ مین صرف آیندہ کے لیے یہ حکم تھا کہ لڑائی کے قیدیون کو یا احسان رکھکر چھوڑ دو
یا فدیہ لیکر. پس قرآن وحدیث کے جن الفاظ سے رقیّت کا وجود رسول خدا صلعم کے زمانہ
مین معلوم ہوتا ہی وہ اُنھین لونڈی غلامون سے متعلق ہین جو آیۂ مذکورہ کے نازل ہونے
سے پہلے مسلمانون کے پاس موجود تھے.

دوسرا دعوی اُنکا یہ ہی کہ سورۂ محمد کی اُس آیت سے جسمین یہ حکم ہی کہ آیندہ لڑائی کے
قیدیون کو یا احسان رکھکر چھوڑ دیا کرو- یا فدیہ لیکر- اسلام نے رسم استرقاق کو جو مثل اَور قومون کے
عرب مین بھی قدیم زمانہ سے چلی آتی تھی ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا. وہ کہتے ہین کہ زمانۂ جاہلیت
مین لڑائی کے قیدیون کو قتل کرنا٬ لونڈی غلام بنانا٬ فدیہ لیکر یا احسانًا چھوڑ دینا ؛
یہ چارون باتین رائج تھین اور اسلام مین بھی- جبتک کوئی حکم قیدیون کی نسبت نہین آیا ایسا ہی
ہوتا رہا. لیکن جب سے آیۂ منّ وفداء نازل ہوئی پھر آنحضرت نے کسی غزوہ مین قیدیون کو لونڈی

[1] یعنی سورۂ محمد کی یہ آیت "فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء الخ" ۱۲

ناسخ قرار دیا جائے اور اس بات کا تو انکار ہی نہین ہو سکتا کہ آیۂ مذکور نے اُس سلوک کو جو اسیرانِ جنگ کے ساتھ کرنا چاہیے صرف دو باتون مین منحصر کر دیا ہے ؛ یا احسان رکھکر چھوڑنا ؛ یا کچھ چھڑائی لیکر چھوڑنا ۔ ورنہ آیۂ مذکور کے منسوخ ماننے کی کچھ ضرورت نہ تھی ۔

اس تقدیر پر ۔ اگر ہمارا قیاس غلط نہو ۔ مسئلۂ متنازع فیہ کی صورت بعینہ ایسی ہو گئی ہے جیسے عبد اللہ ابن عباس سے مسح رجلین اور غسل رجلین کے باب مین منقول ہے کہ " لا اَجِدُ فِی کِتَابِ اللّٰہِ اِلَّا المَسحَ وَلٰکِنَّہُم اَبَوا اِلَّا الغَسلَ " (یعنی مین قرآن مین تو مسح کے سوا کچھ نہین پاتا لیکن صحابہ نے صرف غسل ہی کو اختیار کیا ہے)

اگرچہ عام طور پر تعامل اہل اسلام اور فقہاء و مفسرین کے اقوال سر سید کی رائے کے خلاف معلوم ہوتے ہین مگر بعض تاریخی شہادتین ایسی ملی ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ بنی امیہ کے زمانہ مین آیۂ مَنّ و فدا سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ اسیرانِ جنگ کے ساتھ مَنّ و فدا کے سوا اور کوئی سلوک نہین کیا جا سکتا ؛ یعنی ایک دفعہ ۔ جیسا کہ کتاب عقد الفرید مین مذکور ہے ۔ حجاج کے روبرو کچھ اسیر لائے گئے ۔ حجاج نے اُنکے قتل کیے جانے کا حکم دیدیا ۔ ایک قیدی نے ۔ جب کہ اسکو قتل کرنے لگے ۔ حجاج کو بددعا دی اور کہا کہ خدا تعالی تو اپنی کتاب مین یہ کہتا ہے کہ " فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد و اما فداء " اور تمہارا شاعر اپنی قوم کے مکارم اخلاق اسطرح بیان کرتا ہے

" وَمَا نَقتُلُ الاَسرٰی وَلٰکِن نَفُکُّہُم ۔۔۔ اِذَا اَثقَلَ الاَعنَاقَ حَملُ القَلَائِدِ "

(یعنی ہم قیدیون کو قتل نہین کرتے بلکہ اُنکو جب کہ اُنکی گردنین طوقون کے بوجھ سے دبی جاتی ہین ۔ چھوڑ دیتے ہین)

نہ سمجھے ہون خصوصًا اسوجہ سے کہ پہلے بھی قیدیون کو احسانًا یا فدیہ لیکر چھوڑنے کا دستور
برابر جاری تھا ؛ پس اس آیت کے اترنے کے بعد جو تمام قیدی کسی نہ کسی طرح چھوڑدیے گئے
اور قتل یا استرقاق واقع نہین ہوا اُسکو سب نے ایک اتفاقی بات سمجھا ہو اور بعد آنحضرت کے
خلافتِ راشدہ مین اس مسئلہ پر بحث کا موقع اسیلیے نہ ملا ہو کہ پہلی خلافت مرتدین کے مطیع کرنیمین
ختم ہوگئی دوسری اور تیسری خلافت مین دارالخلافہ سے دور دور کے فاصلہ پر لڑائیان ہوئین
اور چوتھی خلافت کا آپس کے جھگڑون مین خاتمہ ہوگیا اور اسلیئے چارون خلافتون مین اس
مسئلہ کے تصفیہ کرنے کی مہلت نہین ملی ۔

اگرچہ یہ امید نہین ہی کہ علمای اسلام اور خاصکر ہندوستان کے علما موجودہ حالت مین ایک
ایسی رلے کے ساتھ اتفاق کرینگے جو اسلام کی غلامی کے متعلق اُنھون نے برخلاف جمہور فقہا و علمائے
اسلام کے قائم کی ہی چنانچہ ایک بسوط رسالہ جواز استرقاق پر سرسید کے برخلاف اُنھین دنون مین
جب کہ پہلی ہی بار ابطال غلامی کا رسالہ تہذیب الاخلاق مین شایع ہوا تھا۔ لکھا جا چکا ہے
لیکن اسمین شک نہین کہ جسطرح سرسید کی رلے فقہا اور مفسرین اور تعامل اہل سلام کے برخلاف
ہی اسی طرح تعاملِ اہل اسلام اور فقہا و مفسرین کے اقوال ظاہر قرآن کے برخلاف معلوم ہوتے ہین ۔
بے شک نہ قرآن مین کوئی ایسی نص صریح موجود ہی جسمین لونڈی غلام بنانے کا حکم دیا گیا ہو اور
نہ آیۂ منّ و فدا کے حصر کی کوئی ایسی معقول تاویل ہو سکتی ہی جس سے یہ ثابت ہو کہ لڑائی کے
قیدیون کے ساتھ سوای منّ و فدا کے تیسرا سلوک کیا جا سکتا ہی اور نہ اُن لوگون کے پاس
جو نسخ کے قائل ہوے ہین کوئی ایسی صاف اور صریح نص قرآنی موجود ہی جسکو آیۂ مذکور کا

ناجائز طور پر پکڑے جاتے ہین وہ عام اس سے کہ مسلم ہون یا غیر مسلم اصول اسلام کے موافق لونڈی غلام نہین ٹھہر سکتے ۔

اس بیان مین اور سرسید کے بیان مین ۔ جیسا کہ ظاہر ہی ۔ اس سے زیادہ کچھ فرق نہین معلوم ہوتا کہ سرسید کے نزدیک جس طرح چوری سے پکڑے ہوے یا چھینے ہوئے حبشی لونڈی غلام نہین بن سکتے اسی طرح اسیران جنگ بھی لونڈی غلام نہین بنائے جا سکتے بلکہ اُنکے قید ہونیکے بعد مسلمانون کو اسکے سوا کچھ چارہ نہین کہ اُنکو احساناً چھوڑ دین یا فدیہ لیکر چھوڑ دین ۔ اور احمد شفیق بک کے نزدیک وہ قید ہونے کے بعد لونڈی غلام تو بنجاتے ہین مگر اسکے بعد اگر مسلمان اُنکو احساناً نہ چھوڑین تو وہ فدیہ دیکر چھوٹ سکتے ہین ۔ اس تقدیر پر ظاہرا ثمرۂ اختلاف صرف یہ نکلیگا کہ احمد شفیق بک کے نزدیک اگر مسلمان اُنکو احساناً نہ چھوڑین تو جب تک وہ فدیہ ادا نکرینگے بدستور لونڈی غلام رہینگے اور سرسید کے نزدیک اگر وہ فدیہ ادا نہ کر سکین تو مسلمانون کو چار ناچار اُنھین احساناً چھوڑنا پڑیگا کیونکہ اُنکے نزدیک درحقیقت رقیّت طاری نہین ہوئی ۔

بہرحال سب سے پہلے سرسید نے اور اُنکے بعد مصر کے اس روشن ضمیر فاضل نے بخوبی ثابت کر دیا کہ جو سلوک اور احسان لونڈی غلامون پر اسلام نے کیا ہی وہ کسی مذہب سے بن نہین آیا اور گو نصف صدی سے بلحاظ حسنِ معاشرت کے عیسائیون نے اور خاصکر انگلش قوم نے اس باب مین تمام دنیا کی قومون پر فضیلت حاصل کی ہی مگر مذہب کی رو سے وہ غلامون کے حق مین اس سے زیادہ کوئی شہادت پیش نہین کر سکتے کہ انجیل تمام بنی آدم کو ایک دوسرے کا بھائی ٹھہراتی ہی

یہ سنکر حجاج نے (گویا مقتول قیدیون کی طرف مخاطب ہوکر) کہا "تمھارا برا ہو کیا تم نہ کہہ سکتے تھے جو بات اس منافق نے مجھکو جتائی" اور یہ کہکر باقی قیدیون کو چھوڑ دیا ۔

حجاج ہی کا ایک اور قصہ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج مین درج ہی یعنی حجاج کے سامنے ایک اسیر لایا گیا ۔ حجاج نے عبد اللہ ابن عمر سے ۔ جو اُسوقت وہان موجود تھے ۔ کہا کہ اُٹھو اور اسکو قتل کر ڈالو ۔ ابن عمر نے فرمایا "ہمکو یہ حکم نہین ہی ؛ خدا تعالی فرماتا ہی "حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً" ۔

اگرچہ احمد شفیق بک نے آیۂ من وفدا پر زیادہ زور نہین دیا مگر نتیجہ کے لحاظ سے اُنکے اور سر سید کے استدلال مین چندان فرق نہین معلوم ہوتا ۔ احمد شفیق کی تمام تقریر کا ماحصل یہ ہی کہ چونکہ عرب پشت ہا پشت سے لونڈی غلام بنانے کے عادی تھے اور یہ عادت اُنکی طبیعت ثانی ہو گئی تھی اور اسلام کا سب سے بڑا اور مہتم بالشان مقصد توحید کا پھیلانا اور شرک و جہالت کا استیصال کرنا تھا اسلیے غلامی کا دفعۃً موقوف کر دینا ضرور اسلام کے اعلے اور اشرف مقاصد مین خلل انداز ہوتا ۔ لیکن جو نصیحتین بانی اسلام نے غلامون کے حق مین مسلمانون کو فرمائین اور جو بے شمار حقوق اُنکو عنایت کیے اور جسطرح اُنمین اور اُنکے مالکون مین ہر طرح سے مساوات کا درجہ قائم کیا اُس سے صاف ظاہر ہی کہ اسلام نے غلامی کی سوتین بالکل بند کر دین ۔ اسکے سوا اسلام صرف اُن غیر مسلمین کے استرقاق کی اجازت دیتا ہی جو شرعی جہاد مین اسیر ہون اور اسیر بھی اُنکو ہمیشہ کے لیے مملوک رہنے پر مجبور نہین کرتا بلکہ جسطرح بادشاہ اسلام اُن کو احساناً چھوڑ سکتا ہی اسی طرح وہ خود فدیہ دیکر چھوٹ سکتے ہین ۔ پس جو حبشی وسط افریقہ سے

سب سے پہلے اُنکو۔ اس بنا پر کہ تفسیر بالرائے کی نسبت حدیث مین وعید وارد ہوئی تھی۔ اس بات
کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جسقدر اخبار وآثار تفسیر القرآن کے متعلق کتب احادیث مین روایت
کیے گئے ہین اُن سب کو تفسیرون مین اپنے اپنے موقع پر بیان کیا جائے ؛ تاکہ کوئی ضروری بات
جو قرآن کی تفسیر کے متعلق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو وہ امت تک پہونچنے سے
رہ نہ جائے ۔ مگر افسوس ہو کہ قدما کی اس کوشش سے جو محض نیک نیتی سے کی گئی تھی بے شمار
روایتین تفاسیر قدیمہ مین ایسی درج ہوگئین جنکے لحاظ سے علمای محققین کو یہ کہنا پڑا کہ " کتب
التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ " اور اس سے بھی زیادہ افسوس ہو کہ پچھلون نے قدما کی
تفسیرون مین جو رطب ویابس روایتین پائین بغیر اسکے کہ اصول علم حدیث کے مطابق اُنکی تنقید
کرین اُن تمام رطب ویابس روایتون سے اپنی تفسیرون کو بھر دیا اور مخالفون کے لیے اعتراض
کا دروازہ کھول دیا ۔

پھر جب اسلام دور و دراز ملکون مین اور غیر قومون مین ۔ جنکی مادری زبان عربی نہ تھی
اور جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کا مثل اہل زبان کے اندازہ نہین کر سکتے تھے ۔ پھیلنے لگا تو
اس بات کی ضرورت معلوم ہوئی کہ قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ پر بموجب قواعد صرف
ونحو و معانی و بیان کے بحث کیجائے اور وجوہ اعجاز قرآن نہایت تفصیل کے ساتھ بیان
کیجائین ۔ اس ضرورت کو بھی ہمارے علمانے اُس زمانہ کی حالت کے موافق نہایت خوبی اور
لیاقت کے ساتھ پورا کیا ۔

جب یونانی فلسفہ اور منطق اہل اسلام مین شایع ہوئی اور مسلمانون مین نئے نئے فرقے

اور سب کو ایک دوسرے سے محبت کرنے کی تاکید کرتی ہی؛ تمام عہد جدید مین کوئی صریح نص غلامی کے برخلاف نہین پائی جاتی؛ بلکہ سینٹ پال کے تمام خطون مین - جو دین عیسوی کی اشاعت کی غرض سے اطراف وجوانب مین بھیجے گئے - کوئی حکم غلامون کی نسبت اسکے سوا نہین پایا جاتا کہ وہ اپنے آقاؤن کے آگے سر جھکائین ، اُنکی اطاعت کرین ، اُنسے ڈرین ، اُنکی ایسی فرمانبرداری کرین جیسی عیسیٰ مسیح کی کرتے ہین ، اُنکو ہر تعظیم وتکریم کے لائق سمجھین اور اگر اُنکے آقا عیسائی ہون تو اُنکی خدمت گزاری مین اور بھی زیادہ مبالغہ کرین ۔ برخلاف اسکے بانی اسلام نے کہین غلامون کو اپنے مالکون کی اطاعت یا تعظیم وتکریم کا حکم نہین دیا بلکہ جہان نصیحت کی ہی وہان مالکون کو غلامون کے ساتھ مہربانی اور شفقت اور ہر ایک بات مین اپنے برابر سمجھنے کی کی ہی اور طرح طرح سے اُنکے آزاد کرنے کی ترغیبین دی ہین اور مالک و مملوک مین ایک محض اعتباری فرق کے سوا کوئی فرق نہین رکھا اور اگر قرآن کے موافق دیکھا جائے تو غلامی کو ہمیشہ کے لیے بالکل موقوف کر دیا ہی ۔

تفسیر القرآن

سرسید نے قرآن مجید کی تفسیر جن اصول پر اور جس ضرورت اور غرض سے لکھی ہی اُسکا مختصر ذکر پہلے حصہ مین آچکا ہی؛ یہان ہم اُسکی وہ خصوصیتین بیان کرنی چاہتے ہین جو اُسمین اور دیگر تفاسیر مین مابہ الامتیاز ہین اور جنسے - سرسید کی نیت اور اُس ضرورت کا جسنے اس تفسیر کے لکھنے پر اُنکو مجبور کیا - کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہی ۔

ہمارے قدیم مفسرون نے بلاشبہہ اُن تمام ضرورتون کو - جو اُنکے زمانہ مین وقتاً فوقتاً پیش آتی گئین - بخوبی پورا کیا اور اپنی آسمانی کتاب کی خدمت کا حق بحسب ضرورت ادا کرتے رہے

سلطنت کے ساتھہ دعوت دین بھی شامل ہو اور کروڑون روپیہ حکمران قوم کے مذہب کی
اشاعت مین صرف کیا جاتا ہو اور سلطنت بھی ایک ایسی قوم کی ہو جو عقل و دانش اور شائستگی
و تمدن مین دنیا بھر کی قومون مین ممتاز ہو اور طرح طرح کی ترغیبین تبدیل مذہب کی موجود ہون
تو دیکھنا چاہیے کہ وہ کشش کس حد تک پہنچ جائیگی۔ اگرچہ ہندوستان مین ابھی تک مشنریون کا
منتر مسلمانون پر ویسا کارگر نہین ہوا جیسا کہ اور قومون پر ہوا ہی لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے
کہ مسلمان ہمیشہ اسی طرح مشن کی زد سے بچے رہینگے؛ مسلمانون کے پولٹکل زوال کو ابھی کچھ زیادہ
عرصہ نہین گذرا اور اسلیئے اسلام کی حقیت کا سکہ ابھی اُنکے دل پر بیٹھا ہوا ہی' آبا و اجداد کی
مذہبی عظمت اُنکو فراموش نہین ہوئی' آزادی نے ابھی اُنکو بالکل مطلق العنان نہین کیا' قومی
سوسائٹی کا دباؤ ابھی اُنکی طبیعتون پر کم و بیش باقی ہی' تبدیل مذہب سے جو ذلت قوم اور خاندان
مین ہوتی ہی ابھی تک وہ اُسکو گوارا نہین کرسکتے؛ لیکن جسقدر زمانہ گذرتا جائیگا اُسیقدر
یہ رُکاوٹین کم ہوتی جائینگی اور نہایت اندیشہ ہی کہ مبادا آخرکار مسلمان بھی اپنے اسلاف کے مذہب
سے ویسے ہی بے تعلق ہو جائین جیسے ہندوستان کی اور قومین۔ جو ہزار برس سے غیر قومون
کی محکوم چلی آتی ہین اور مذہب کو بزرگون کی ریت اور رسم سے زیادہ کوئی چیز نہین سمجھتین۔
چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ آہستہ آہستہ اَور مذہبون کی طرح اسلام کی سرحد مین بھی مشن اپنا قدم
بڑھاتا جاتا ہی۔ انھین دنون مین پنجاب کے ایک دیسی مشنری کی تحریر ہماری نظر سے گذری
جسمین لکھا ہی کہ چالیس برس کے عرصہ مین صرف امرتسر کے گرجا مین ۱۵۲ مسلمانون نے
بپتسما پایا ہی اور دہلی کے صرف باپٹسٹ مشن مین ۲۸ مسلمانون نے اصطباغ لیا ہی۔

پیدا ہونے لگے اور ہر فرقہ آیات قرآنی کی تفسیر اپنے اپنے عقائد اور اصول کے موافق منطق اور فلسفہ
کی رو سے کرنے لگا تو علمای متکلمین نے اسلام کی حمایت اس بات مین منحصر سمجھی کہ تفسیر قرآن مین
فلسفہ اور حکمت کو دخل دیا جائے اور تفسیرون مین مذہب حق کی تائید دلائل عقلیہ سے کیجائے ۰
بعض مفسرون نے اپنی تفسیرون کی بنیاد جزئیات فقہیہ کے استنباط اور اختلافی مسائل مین
اپنے اپنے مذہب کی نصرت اور حمایت پر رکھی ۰ غرض کہ جو ضرورت ہمارے قدیم مفسرون
کو پیش آئی اُسکو بہ احسن وجوہ پورا کیا گیا ۔ لیکن جو ضرورتین اسوقت ۔ نہ صرف ہندوستان
کے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانون کو ۔ اُنکے مذہب کے متعلق درپیش ہین ویسی ضرورتین اگلے زمانہ
مین کبھی پیش نہین آئین اور اسلئے ہمارے علما کو تفسیرون مین اُنکے پورا کرنیکا کبھی خیال نہین آیا ۔

اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی کہ موجودہ صدی مین کرۂ زمین کا کوئی
پہلو اور کوئی گوشہ ایسا باقی نہین رہا جہان عیسائی قومون کی حکومت یا اُنکا رعب و داب قائم
نہو اور اگر دنیا عالم اسباب ہی تو ضرور اُنکا رعب و داب روز بروز بڑھتا جائیگا ۰ یہ بھی ظاہر ہی کہ
جہان کسی عیسائی قوم کا رعب و داب قائم ہوا اور فوراً اُنکا مشن اور اُنکی تجارت سایہ کی طرح
اُسکے ساتھ ساتھ وہان پہنچی ۰ اگرچہ عیسائی حکومتون مین عموماً اور انگریزی حکومت مین خصوصاً
جسقدر رعایا کو مذہبی آزادی حاصل ہی شاید دنیا کی کسی حکومت مین کبھی اس سے زیادت آزادی
حاصل نہین ہوئی ہوگی ؛ لیکن رعیت کو کیسی ہی مذہبی آزادی دیجائے سلطنت کی مقناطیسی
کشش اپنا کرشمہ دکھائے بغیر نہین رہتی ۔ حکمران قوم کی رسوم و عادات و اوضاع و اطوار
و اخلاق یہانتک کہ اُنکے دین و مذہب کی طرف محکوم قوم کا دل خود بخود کھچتا ہی ؛ اور جب کہ

نسبت اُنمین باقی رہ سکتا" اسکے بعد مصنف ممدوح اپنے ہموطن مسلمانون کو اُس آفت اور بلای عظیم سے آگاہ کرتا ہی جو انکی اولاد مین پھیلتی جاتی ہی اور اُنکو ہوشیار کرتا ہی کہ پہلے اس سے کہ یہ مصیبت لاعلاج ہوجائے اُسکا تدارک کرین ۔

ظاہر ہی کہ علوم جدیدہ کی تعلیم جبکہ ممالک اسلامیہ مین یہ نتائج پیدا کررہی ہی تو ہندوستان مین اسلام کیونکر اُسکی طرف سے مطمئن رہ سکتا ہی ۔ یہ بھی ممکن نہین کہ مسلمان اُن نتائج سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کی تعلیم سے دست بردار ہوجائین وہ پہلے ہی اپنی اُس غفلت اور فروگذاشت پر کف افسوس مل رہے ہین جو زمانہ گذشتہ مین انگریزی تعلیم کی نسبت اُنسے ظہور مین آئی اور وہ کیونکر اُس تعلیم سے دست بردار ہوسکتے ہین جس سے ٹرکی اور شام اور مصر کے مسلمانون کو بھی کسی طرح مفر نہین ۔ اسکے سوا مسلمانون کا اولاد کو صرف اس اندیشہ سے مغربی تعلیم نہ دلوانا کہ وہ دین اسلام سے بداعتقاد نہ ہوجائین ۔ گویا اس بات کو تسلیم کرلینا ہی کہ اسلام فلسفہ جدیدہ کے مقابلہ کی تاب نہین لاسکتا اور اسلام کا اعتقاد سائنس کے یقین کے آگے نہین ٹھیر سکتا

جو ضرورتین ہمنے اوپر بیان کین بے شک اُن راسخ الاعتقاد مسلمانون کو محسوس نہین ہوسکتین جنکے دل ہر قسم کے وساوس و شبہات سے بالکل پاک ہین یا جو بقای دین اسلام کے معز[illegible] سمجھتے کہ صرف اُنکے خاندان کا محدود حلقہ الحاد یا ارتداد کے صدمہ سے محفوظ رہے گو کہ ساری دنیا ملحد و بدمذہب [illegible] لیکن جو لوگ تعلیم یافتہ نوجوانون کے خیالات سے واقف ہین اور ہر مسلمان کے تبدیل مذہب سے اُنکو ویسی صدمہ پہنچتا [illegible] نے کسی عزیز یا دوست کے ارتداد سے پہنچنا چاہیے اُنکو یہ ضرورتین روز روشن کی طرح نظر آرہی ہین اور اُنکو وہ زمانہ

ظاہر ہی کہ اہل اسلام کو ایسی حالت بارہ سو برس تک کبھی پیش نہین آئی؛ وہ جہان گئے اور جہان جاکر رہے اسلام کا رعب و داب اُنکے ساتھ رہا؛ وہ اس عرصہ مین کبھی کسی غیر قوم کے - جو اپنے دین کی اشاعت مین مثل عیسائیون کے سرگرم ہو - محکوم ہوکر نہین رہے؛ اور اسلیے ہمارے قدیم علما کو وہ ضرورتین جو آج کل اسلام کے خیر اندیشون کو نظر آتی ہین کبھی محسوس نہین ہوئین ۔

دوسری ضرورت - جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہی - اسلام کو سائنس کے حملہ سے بچانے کی ہی؛ علوم جدیدہ کا رواج جیسا عیسائی ملکون مین ہی ویسا ہی تمام دنیا مین روز افزون ترقی کرتا جاتا ہے اور جو صدمہ کہ اُسنے یوروپ مین عیسائی مذہب کو پہنچایا ہی وہی صدمہ دنیا کے تمام مذاہب کو اُس سے پہنچتا معلوم ہوتا ہی ۔ شام و مصر و ٹرکی مین علوم جدیدہ کی اشاعت کو غالباً پچاس برس سے زیادہ عرصہ نہین گذرا؛ اس قلیل عرصہ مین اُس سے جو نتائج ممالک مین باوجود اسلامی سلطنت ہونیکے پیدا ہوے ہین اُنکو طرابلس کے ایک مشہور عالم شیخ حسین افندی نے اپنی کتاب حمیدیہ[1] مین ایک موقع پر اس طرح ظاہر کیا ہی کہ "جو مسلمان نوجوان جو مدارس مین علوم جدیدہ اور خاصکر فن طبعیات کی تعلیم پاتے ہین وہ اسلام کی قید سے ایسے نکل جاتے ہین کہ اُنکو اُس سے کچھ لگاؤ باقی نہین رہتا وہ اس بات کے معتقد نہین رہتے کہ کوئی عالم کا پیدا کرنیوالا موجود ہی بلکہ تمام کائنات اور آثار موجودات کو مادہ اور اُسکے اجزا کی حرکت اور قوانین طبعی کی طرف منسوب کرتے ہین ۔ اور جب کہ اُنکا الوہیت کے اعتقاد مین - جو اصل اصول اسلام ہی ایسا ہو تو پھر کونسا اعتقاد دین اسلام کی

[1] یہ کتاب ۱۳۰۵ھ مین اُن شکوک و شبہات کے رفع کرنیکی غرض سے جو علوم جدیدہ کی تعلیم سے مسلمان نوجوانون کے دل مین اصول اسلام کی نسبت پیدا ہوتے ہین ملک شام مین لکھی گئی ہی جسکا نام مصنف نے سلطان عبد الحمید خان بالقابہ کے نام نامی پر حمیدیہ رکھا ہی ۱۲

اور موجب ضلالت وگمراہی خیال کی گئی ہین - ہم مرزا صاحب کے گلے مین بطور حرز جان کے لٹکتی دیکھتے "

یہ اگرچہ ایک نوجوان طالب علم کی شہادت ہی - جسکی شاید لوگون کی نظر مین کچھ زیادہ وقعت نہو - مگر اس قول کے موافق کہ " اهل البیت ادری بما فی البیت " انگریزی خوان طلبہ کے نزدیک اس نوجوان طالب علم کی شہادت بڑے بڑے مشائخ کبار کی شہادت سے زیادہ اعتبار کے لائق ہی اور اسکا ثبوت بارہا ہمنے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہی ۔

ایک دفعہ ہمارے سامنے یہ واقعہ گذرا کہ عید الفطر سے پہلے ایک عالم نے وعظ مین یہ روایت بیان کی کہ " عید کے روز روی زمین پر ہر شہر مین خدا تعالی علے الصباح اپنے فرشتون کو بھیجتا ہی اور وہ زمین پر اُتر کر ہر ایک بستی کے گلی کوچون مین منادی کرتے ہین - جسکو تمام مخلوقات سوای جن وانسان کے سُنتی ہی - اور بلند آواز سے کہتے ہین کہ اے امت محمدیہ اُس خدا کی طرف چلو جو بڑا بخشش والا اور بڑے بڑے گناہ معاف کرنے والا ہی " اُسوقت اتفاق سے کچھ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان بھی وہان موجود تھے ؛ جب وعظ ہو چکا تو مسجد سے باہر نکلکر اُنمین سے اکثر طلبہ اس روایت پر ہنستے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ عجب تماشا ہی جنکو عیدگاہ مین بھیجنا منظور ہی وہ تو سُن نہین سکتے اور تمام نباتات وجمادات وحیوانات سنتے ہین پھر اگر ہم لوگ عیدگاہ مین نہ جائین تو ہمارا کیا قصور ہی ۔

اسی طرح کے صدہا واقعات ہر روز دیکھنے اور سننے مین آتے ہین اور زیادہ تر یہ خرابیان ہمارے واعظون کی سادہ لوحی اور ناعاقبت اندیشی سے پیدا ہوئی ہین جو اس قسم کی ضعیف وموضوع روائتین بیان کر کے لوگون کو دین پر ہنسواتے ہین اور بجانے اسکے - کہ ہر گروہ کے ساتھ

قریب معلوم ہوتا ہی کہ کسی مذہب کا اعتقاد - جب تک کہ اُسکو زمانۂ حال کے شکوک و شبہات سے
منزہ اور مبرا ثابت نہ کیا جائیگا - محض آبا و اجداد کی تقلید سے قائم نہ رہیگا ۔

۱۸۷۹ء مین ایک مرزا صاحب نے سرسید پر یہ اعتراض لکھکر شایع کیا تھا کہ " سید صاحب
دنیوی ترقی کی کوشش مین مذہبی بحث کو کیون دخل دیتے ہین " اسپر لاہور گورنمنٹ کالج کے ایک
مسلمان طالب علم نے کچھ لکھکر علیگڑھ گزٹ مین چھپوایا تھا جسمین لکھا تھا کہ " سرکاری مدارس
مین کوئی تعلیم یافتہ ایسا نہوگا - خواہ ہندو خواہ مسلمان - جسکا اعتقاد اپنے مسائل مذہبی پر ویسے ہی استحکام سے
ہو جیسا کہ پیشتر تعلیم سے تھا ۔ ممکن ہی نہین کہ انگریزی پڑھکر مشرقی قصون اور کہانیون اور دیوون اور پریون
کی داستانون کو جھوٹا نہ سمجھے اور جن کتابون مین اُنکا ذکر ہو اور پھر اُنکے الہامی ہونے کا دعوے کیا گیا ہو
اُنکو لغو اور بیہودہ نہ جانے ۔ آج کل کے طالب علمون کے اگر دل چیر کر دیکھے جائین تو معلوم ہو کہ اُنکے مذہبی
مسائل اُنکے دل مین کیسے کھٹکتے ہین اور کوئی مُلا مولوی اُنکی تشفی نہین کرسکتا ۔ بعض جو بہت آزاد طبع
ہوتے ہین اور اپنے کانشنس کو دبا نہین سکتے اور بغیر کافی دلیل کے اُسکو زبردستی جھٹلا نہین سکتے
وہ عیسائی یا لامذہب ہو جاتے ہین +++ شکر ہی کہ سید صاحب نے اصلاح مذہبی سے اس آفت کو روکا +++ اسی
اصلاح نے پادریون کی امید کو توڑا ۔ اگر سید صاحب یہ اصلاح نہ کرتے تو نہ معلوم مدرستہ العلوم ہی کے کتنے مسلمان
طالب علم اصطباغ پا چکے ہوتے +++ ہماری رائے مین سید صاحب کے تمام کارہای نمایان ۔۔۔۔ قدر
و منزلت کے لائق بات ہی اور آیندہ کی ترقی کی جڑ ہی " ۔۔۔ مرزا صاحب قابل تنفر قرار دیتے ہین
کاش اگر مرزا صاحب چند روز کالج ۔۔۔ رہے ہوتے تو وہ سید صاحب کے اسی کام کو - جسکو وہ اب قابل
نفرین قرار دیتے ہین - نہایت عمدہ بلکہ تمام کارہای نمایان کی جان قرار دیتے اور جو تحریرین اب باعث دلشکنی

یہ فروگذاشت بلا شبہہ تفسیر قرآن مین ایک بہت بڑی کمی کا باعث تھی ۔ اگرچہ قرآن مجید مین امم سابقہ کے قصے ایسی تفصیل کے ساتھ۔ جیسی کہ بائبل مین درج ہی۔ بیان نہین ہوئے بلکہ اکثر اُن قصون کی طرف ترہیب یا ترغیب کی غرض سے اجمالی اشارے کیے گئے ہین لیکن جب کہ اکثر وہی قصے کتب سابقہ مین مفصل مذکور ہین اور قرآن مین اُن کتابون کی جابجا تصدیق کی گئی ہی اسلیئے ضرور تھا کہ ہمارے مفسرین جہان تک ممکن ہوتا قرآن مجید کے اُن اجمالی قصون کی تفصیل کتب سابقہ کے موافق بیان کرتے اور دونون بیانون مین تطبیق کرتے یا عدم مطابقت کی وجہ بیان کرتے ۔ اگرچہ یہ بات علمای مسیحی کے اقرار سے بخوبی ثابت ہی کہ بہت سی مقدس کتابین جنکا ذکر بائبل کی موجودہ کتابون مین آیا ہی اب ناپید ہو گئی ہین اور اسلیے یہ کچھ ضرور نہین ہی کہ ہر قصہ جسکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہی وہ موجودہ مجموعۂ بائبل مین بھی پایا جائے لیکن جو قصے قرآن مجید مین اجمالاً یا تفصیلاً ایسے مذکور ہوے ہین جو بائبل مین بھی اُسی طرح یا کسیقدر جزوی اختلاف کے ساتھ مندرج ہین اُنکی تطبیق کرنی یا عدم مطابقت کی وجوہ بیان کرنی خاصکر اس زمانہ مین ایک ایسی بات تھی جسکی ضرورت کا کسی طرح انکار نہین ہو سکتا ۔

سرسید نے سب سے پہلے اس کمی کو پورا کیا ہی ۔ اُنھون نے ہر ایسے قصہ یا واقعہ کا۔ جو قرآن مین مذکور ہوا ہی۔ تامقدور بائبل مین سراغ لگایا ہی اور قرآن اور بائبل کی تطبیق کی ہی یا عدم مطابقت کی وجہ بیان کی ہی اور جس قصہ کا پتا موجودہ بائبل مین نہین لگا تامقدور اُسکا ثبوت اور ذریعون سے دیا ہی ۔ مثلاً طالوت اور جالوت کی لڑائی کا قصہ۔ جو سورہ بقرہ مین مذکور ہی یہی قصہ شموئیل نبی کی کتاب مین بھی بیان ہوا ہی مگر اُسمین وہ مضمون نہین ہی جسکا قرآن کی

اُسکی عقل اور سمجھ کے موافق گفتگو کرنی چاہیے۔ سب کو اُسی قدیم دستور کے موافق ایک لاٹھی ہانکتے چلے جاتے ہین۔

سرسید نے انھین خرابیون کے تدارک کے لیے قرآن مجید کی تفسیر لکھنی شروع کی تھی جسکی پہلی جلد ۱۲۹۷ ہجری مین چھپکر شایع ہوئی اور اُسکے بعد وقتاً فوقتاً اُس کی جلدین شایع ہوتی رہین۔ مگر افسوس ہی کہ وہ نصف قرآن سے کچھ ہی زیادہ کی تفسیر لکھنے پائے تھے کہ پیغام اجل آپہنچا اور چھ جلدین چھپی ہوئی آخر سورۂ بنی اسرائیل تک اور ایک جلد بن چھپی سورۂ انبیا تک اور چند چھوٹے چھوٹے رسالے۔ مثل تفسیر السموات، ابطال غلامی، ازالۃ الغین فی قصۃ ذی القرنین، ترقیم فی قصۃ اصحاب الکھف والرقیم وغیرہ وغیرہ کے جنکو تفسیر کے اجزا سمجھنا چاہیے۔ سرسید سے یادگار رہگئے۔

سرسید نے اس تفسیر مین اُن مضامین سے بہت ہی کم تعرض کیا ہے جن کو قدیم مفسرین نہایت بسط اور تفصیل کے ساتھ اپنی اپنی تفسیرون مین بیان کرچکے تھے، یا جنکے بیان کرنے کی اس زمانہ مین کچھ ضرورت نہ تھی؛ بلکہ اُنھون نے زیادہ تر اُنھین باتون کے بیان کرنے پر اکتفا کیا ہی جنکو وہ اس زمانہ مین اسلام کی حمایت کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور جنسے اگلی تفسیرین بالکل خالی نظر آتی تھین۔

پہلی خصوصیت

مثلاً ہمارے قدیم مفسرین نے اخبار ماضیہ کی تنقیح پر۔ جو کہ قرآن مجید مین اجمالاً یا تفصیلاً بیان ہوے ہین۔ بہت ہی کم توجہ کی تھی۔ اسکا سبب خواہ یہ سمجھو کہ اُنکو ایسی ضرورت پیش نہین آئی اور خواہ یہ قرار دو کہ اُس زمانہ مین اطلاع کے ذریعے محدود تھے۔ دو نو صورتون مین

اُسکو ایک غلط واقعہ بیان کرتے ہین ۔ مگر سرسید نے اپنی تفسیر مین ثابت کیا ہی کہ گو یہ واقعہ موجودہ عہد جدید مین نہین ہی لیکن دو انجیلین - جو اناجیلِ طفولیت کے نام سے ابتک موجود ہین اور جنکو ایک زمانہ مین اکثر مشہور عیسائی عالم تسلیم کرتے تھے اور مدتون ایشیا اور افریقہ کے گرجاؤن مین پڑھی جاتی تھین - اُنمین یہ واقعہ - جسکا قرآن مین اجمالی ذکر ہوا ہی - بہت تفصیل کے ساتھ مذکور ہی اور اُن انجیلون کا تمام بیان جو اس واقعہ سے متعلق ہی تفسیر مین نقل کیا ہی جس سے عیسائیون کو اب یہ کہنے کی گنجایش نہین رہی کہ خلق طیر کا ذکر جو قرآن مین آیا ہی اسکی کچھ اصل نہین ہی ۔

یا مثلاً عیسائی قرآن کی اُن آیتون کے مضمون پر اعتراض کرتے ہین جنسے قوم عاد کا قوم نوح کے بعد اُنکا جانشین ہونا اور حضرت ہودؑ کا قوم عاد کی ہدایت کے لیے مبعوث ہونا پایا جاتا ہی کیونکہ بائبل مین اُسکا کچھ ثبوت موجود نہین ہی ' مگر سرسید نے سورۂ اعراف کی تفسیر مین اُن کتبون کے بموجب - جو اول معاویہ بن ابی سفیان کے عہد مین عبدالرحمن حاکم یمن کو ملے تھے اور اب ۱۸۳۴ء مین انگریزون کو یمن کی پیمایش کرتے ہوے وہان کے کھنڈرات مین دستیاب ہوے ہین - عیسائیون کے دونوا اعتراضون کو رد کیا ہی اور ریورنڈ فاسٹر نے جو غلط نتیجے اُن کتبون سے نکالے ہین اُنکی غلطی ثابت کی ہی ۔

غرض کہ تاریخی اور جغرافی تحقیقات جو قرآن مجید کے قصون سے متعلق ہی اُسکی طرف سرسید سے پہلے ہماری مفسرین نے بہت ہی کم التفات کیا تھا ۔ شاید اگلے زمانہ مین اسکی ضرورت نہو اور ہر مسلمان کے یقین کے لیئے کسی قصہ یا واقعہ کا قرآن مین مذکور ہونا ہی کافی ہو لیکن اس زمانہ مین

اس آیت مین ذکر ہی کہ "اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ" لیکن یہی مضمون کتاب قضاۃ کے ساتوین باب مین - جہان جدعون کی مدیانیون پر لشکرکشی کا ذکر ہی مندرج ہی ۔ اسلئے عیسائی مورخون نے قرآن کے بیان پر یہ اعتراض کیا ہی کہ اُسمین غلطی سے جدعون کے لشکر کے واقعہ کو طالوت کے لشکر کے واقعہ سے ملادیا ہی حالانکہ دونو واقعے بالکل جدا جدا ہین اور مختلف زمانون مین مختلف مقامات پر واقع ہوے ہین ۔

مگر سر سید نے اپنی تفسیر مین علمای مسیحی کے اقرار اور شہادت سے یہ ثابت کیا ہی کہ کتاب شموئیل کے بعض ابواب کے متعدد ورس صحیح نہین ہین اور جان کینو کا یہ قول نقل کیا ہی کہ " یہی کافی نہین ہی کہ جس مقام کو ہم غلط سمجھین اُسے الحاقی سمجھکر خارج کردین اور باقی کو بلا کم و کاست صحیح جانین کیونکہ ممکن ہی کہ جنھون نے الحاق کیا تھا اُنھون نے باقی حصون مین بھی تصرف کیا ہو " اسکے سوا یہودی اور عیسائی عالمون کی شہادت سے یہ بھی ثابت کیا ہی کہ شموئیل نبی کی کتابین لکھے جانے کے زمانہ اور اُنکے لکھنے والون کے نامون مین بڑے بڑے یہودی اور عیسائی عالمون مین اختلاف ہی ؛ بعض تین نبیون کی اور بعض یرمیاہ نبی کی لکھی ہوئی بتاتے ہین اور بعض کی رائے ہی کہ شموئیل نبی کے بہت مدت بعد لکھی گئی ہین اور اُس سے بآسانی خیال مین آسکتا ہی کہ بعض واقعات الٹ پلٹ ہوگئے ہون یا بعض تحریر مین نہ آئے ہون ۔

مثال ۲

یا مثلاً قرآن مجید مین جو عیسے علیہ السلام کے بچپن کے حالات کے ضمن مین خلق طیر کے واقعہ کی طرف اشارہ ہوا ہی وہ موجودہ عہد جدید کی کتابون مین مذکور نہین ہی اسلئے عیسائی

بیان ہوئے ہین اُنمین کوئی قصّہ ایسا نہین ہی - جو عرب یا اُسکے قرب و جوار مین مشہور و مسلم نہو
پس کسی طرح قرین قیاس نہین معلوم ہوتا کہ ایک ایسی اجنبی قوم اور اجنبی ملک کے بادشاہ
کا قصہ - جسکے حالات سے نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی اکثر قومین خاصکر نزول قرآن کے زمانہ مین
الکل بے خبر تھین - اُس کتاب مین بیان کیا جائے جو عرب کے اُمیّون کی ہدایت کے لئے نازل
ہوئی ہو - اکثر مفسّرین نے سکندر رومی کو ذوالقرنین قرار دیا ہی اور ابوریحان بیرونی نے بنی حمیر
کے بادشاہون مین سے ابوکرب شمس بن عُمیر بن افریقس کو اُسکا مصداق ٹھیرایا ہی مگر یہ
دونون قول سرسید کے قول سے بھی زیادہ مخدوش ہین - حق یہ ہی کہ اس قصہ کی کوئی تفسیر اب تک
ایسی نہین کی گئی جسمین اُسکے تمام جزئیات کو تاریخی اور جغرافی تحقیقات پر منطبق کیا گیا ہو
اور با وجود اسکے قرآن کے وظیفۂ مستمرہ کے بھی خلاف نہو -

دوسری خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہی کہ جو اعتراضات زمانۂ حال کے نکتہ چین مسلمانون
کے اُن مسائل و معتقدات پر وارد کرتے ہین - جو اسلام کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے ہین - جیسے
جہاد ، حج ، صوم رمضان ، طلاق ، حرمت ربا ، معراج ، بہشت و دوزخ وغیرہ وغیرہ -
اُن اعتراضون اور اُن مسائل و معتقدات پر جس صفائی کے ساتھ اس تفسیر مین بحث کی گئی ہی
اور جن مناسب طریقون سے مقتضای وقت کے موافق اُنکو دفع کیا گیا ہی اُسکی نظیر قدیم تفسیرون
مین کہین نہین پائی جاتی - یہان ہم اُنمین سے صرف دو مثالین نہایت اختصار کے ساتھ
بطور نمونہ کے ناظرین کی اطلاع کےلیے بیان کرتے ہین -

سب سے بڑا معرکۃ الآرا جہاد کا مسئلہ ہی جسپر سرسید اپنی متعدد تصنیفات مین تفسیر لکھنی سے پہلے

اسکی نہایت ضرورت تھی۔ قطع نظر مخالفین کے اعتراضات کے۔ جنکو ہر طرح کی نکتہ چینی کرنے کی آزادی ہے۔ خود تعلیم یافتہ مسلمانون کی تشفی کے لیے ہر قصہ اور ہر واقعہ اور ہر نام اور ہر مقام کو۔ جو قرآن مین وارد ہوے ہین۔ زمانۂ حال کی تاریخی اور جغرافی تحقیقات پر منطبق کرنا اور در صورت عدم تطبیق کے تاریخی وجغرافی تحقیقات کو غلط ثابت کرنا ضرور ہے۔

اگرچہ ہمارے قدیم مفسرون نے بھی اپنی تفسیرون مین امم سابقہ کے حالات کثرت سے قلمبند کیے ہین لیکن اول تو انکا ماخذ زیادہ تر وہ ضعیف روایتین ہین جو محدثین کے نزدیک اعتبار کے قابل نہین اور اگر بالفرض ان روایتون کو اصول حدیث کے موافق صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی وہ صرف ان راسخ الاعتقاد مسلمانون کے لیے کافی ہوسکتی ہین جنکے دل شکوک وشبہات سے بالکل پاک ہین نہ کہ عیسائیون کے لیے جو قرآن مجید کے قصون پر مورخانہ نکتہ چینیان کرتے ہین اور نہ تعلیم یافتہ مسلمانون کے لیے جو یورپین مصنفون کے اعتراضات انکی کتابون مین دیکھتے ہین۔

قرآن مجید مین بعض ایسے قصے بھی بیان ہوے ہین جو بائبل مین مذکور نہین ہین، جیسے ذوالقرنین کا قصہ، یا اصحاب کہف کا قصہ۔ سرسید نے ان قصون کی تحقیقات مین بھی کمالِ سعی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان دونو قصون کے متعلق انھون نے دو علحدہ رسالے لکھے ہین اور دونو کا جسقدر بیان قرآن مجید مین ہوا ہے اُسکے تمام جزئیات کو تاریخ مسلمہ پر منطبق کرنے مین کوشش کی ہے۔ لیکن ذوالقرنین کے قصہ مین جو انھون نے چی وانگٹی فغفور چین کو ذوالقرنین کا مصداق ٹھیرایا ہے اُسپر پہلا شبہہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قرآن مین جسقدر قصے اجمالاً یا تفصیلاً

اور یہی اصول اعلے درجہ کی نیکی کے ہین ؛ مگر درحقیقت وہ ہوا کی آواز سے زیادہ کچھ رتبہ نہین رکھتے اور جو کہ
وہ اصول فطرت انسانی بلکہ قانون قدرت کے برخلاف ہوتے ہین کبھی اُنپر عملدرآمد نہین ہو سکتا "
"کوئی کتاب دنیا مین انجیل سے زیادہ انسان کو نرم مزاج اور بردبار و متحمل کرنے والی اور اخلاق کو
ایسی چمک سے دکھلانے والی - جس سے آنکھون مین چکاچوند آجاوے - نہین ہو - مگر ہمکو دیکھنا چاہیے
کہ اُنکا لوگون مین کیا اثر ہوا تھا ؟ انجیل مین لکھا ہو کہ " اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا
گال بھی اُسکے سامنے کردے " بلاشبہہ یہ مسئلہ اخلاق کے خیال سے تو بڑا عمدہ معلوم ہوتا ہو مگر کسی زمانہ
کے لوگون نے اُسپر عمل کیا ہو ؟ اگر دنیا اسپر عمل کرے تو دنیا کا کیا حال ہو ؟ اسی طرح آباد رہے ؟ اور اسیطرح
لوگون کی جان اور مال امن مین رہے ؟ نہایت دلچسپ جواب دیا جاتا ہو کہ "جب سب ایسے ہی ہو جاوین تو دنیا
سے شر اُٹھ جاوے مگر پوچھا جاتا ہو کہ کبھی ایسا ہوا ہو ؟ یا کبھی ایسا ہوگا ؟ یہ سب ناشدنی باتین ہین جو خیال
مین شدنی قرار دیکر انسان خیالی اور جھوٹی خوشی حاصل کرتا ہو "

" عیسائی مذہب جسکی جڑ ایسی نیکی اور نرمی اور اخلاق مین لگائی گئی تھی وہ پھولا اور پھلا اور سرسبز
و شاداب ہوا : اسکو چھوڑ دو کہ وہ کس سبب سے بڑھا اور سرسبز ہوا " مگر دیکھو کہ اُسنے کیا پھل پیدا کیا ؟ ایک بھی
نصیحت اُسکی کام نہ آئی : اور خود مذہب نے جو خونریزی اور بے رحمی اور ناانصافی اور درندون سے بھی زیادہ بدتر
خصلت دکھائی وہ شاید دنیا مین بے مثل ہوگی اور جس نیکی مین اُسکی جڑ لگائی گئی تھی اُسنے کچھ پھل نہین دیا :
کیونکہ وہ قانونِ قدرت کے برخلاف لگائی گئی تھی - جو خوبی - کیا روحانی اور کیا اخلاقی اور کیا تمدنی - اب ہم
بعض عیسائی ملکون مین دیکھتے ہین کیا یہ پھل اُسی درخت کا ہو جسکی جڑ ایسی نیکی مین لگائی گئی تھی جو خلاف
قانون قدرت تھی ؟ حاشا و کلا ، بلکہ یہ اُسکا پھل ہو کہ اُس درخت کو وہان سے اُکھاڑ کر دوسری زمین پر

کافی بحث کر چکے تھے مگر تفسیر مین مسئلہ مذکور کے متعلق اُن تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی ہے جنکو تیرہ سو برس سے عیسائی قومون نے اسلام کے مطعون کرنے کا ایک زبردست آلہ بنا رکھا تھا اور جنکی بدولت واقعۂ ۵۷ء کے بعد ہندوستان کے مسلمانون کی پولٹکل حالت کو نہایت سخت صدمہ پہنچا تھا۔ اُنھون نے اول سورۂ بقرہ کی اُن آیتون کی تفسیر مین۔ جنمین مشرکینِ مکہ سے قتال کرنے کا حکم ہے۔ اجمالی طور پر جہاد کے متعلق ایک لطیف تقریر لکھی ہے جسکو کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم اس مقام پر لکھتے ہین "اکثر لوگ اسلام پر یہ طعن کرتے ہین کہ اُسمین تحمل اور بُردباری اور مذہب کے سبب سے جو تکلیفین کافرون سے پہنچین اُنکی صبر کے ساتھ برداشت نہین ہے اور یہ باتین مذہب کی سچائی اور نیکی اور اخلاق کے برخلاف ہین۔ مگر یہ ایک بڑی غلطی اور ناسمجھی ہے۔ بے شک قرآن مجید مین جو لڑائی کے احکام نہایت نیکی اور انصاف پر مبنی تھے اُنکو مسلمان بادشاہون نے دینداری کے بہانے سے اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لیے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بھی بدتر کام کیے اور علمای اسلام نے اُنکی تائید کے لئے ایسے مسئلے بیان کیے جو اسلام کی روحانی نیکی کے برخلاف تھے : مگر اُنکے ایسا کرنے سے جو بُرائی قرار دی جاوے وہ اُنھین پر محدود ہے۔ جنھون نے ایسا کیا ۔ نہ اسلام پر "

"اسلام مین اگرچہ جابجا عفو و صبر و تحمل کی خوبیان بیان کی گئی ہین اور اُنپر رغبت دلائی گئی ہے مگر اسی کے ساتھ بدلا لینے کی بھی بغیر زیادتی کے اجازت دی ہے۔ کیا یہ قانون دنیا کے پیدا کرنے والے کے قانونِ قدرت کے مناسب نہین ہے ؟ اور کیا اس قانون سے زیادہ عمدہ اور سچا کوئی قانون ہو سکتا ہے ؟ انسان جب خلاق کی باتون پر گفتگو کرتا ہے تو بہت سی ایسی باتین اور ایسے اصول بیان کرتا ہے جو کان کو اور دل کو نہایت بھلے معلوم ہوتے ہین اور سننے اور پڑھنے والے خیال کرتے ہین کہ یہی اصول اخلاق کے

صرف دو صورتوں میں اُسنے تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہی: ایک اُس حالت میں جب کہ کافر اسلام کی عداوت سے اور اسلام کو معدوم کرنے کی غرض سے ۔ نہ کسی ملکی اغراض سے ۔ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں ۔ کیونکہ ملکی اغراض سے جو لڑائیاں واقع ہوں ۔ خواہ مسلمان مسلمانوں میں اور خواہ مسلمان و کافروں میں ۔ وہ دنیاوی بات ہی اسکو مذہب سے کچھ تعلق نہیں ہی ۔ دوسرے جبکہ اُس ملک یا قوم میں مسلمانوں کو ۔ اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں ۔ اُنکی جان و مال کو امن نہ ملے اور فرائض مذہبی کے ادا کرنے کی اجازت نہ ہو ۔ مگر اس حالت میں بھی بتایا ہی کہ جو لوگ اُس ملک میں بطور رعیت کے رہتے ہیں ۔ گو صرف بوجہ اسلام کے اُنپر ظلم ہوتا ہو ۔ تو بھی اُنکو تلوار پکڑنے کی اجازت نہیں دی : یا اُس ظلم کو سہیں یا ہجرت کریں یعنی اُس ملک چھوڑ کر چلے جاویں ۔ ہاں جو لوگ خود مختار ہیں اور اُس ملک میں امن لئے ہوے یا بطور رعیت کے نہیں ہیں بلکہ دوسرے ملک کے باشندے ہیں ۔ اُنکو اُن مظلوم مسلمانوں کے بچانے کو ۔ جنپر صرف اسلام کی وجہ سے ظلم ہوتا ہی ۔ یا اُن کے لئے امن اور مذہبی آزادی حاصل کرنے کو تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہی ۔ لیکن جسوقت کوئی ملکی یا دنیوی غرض اس لڑائی کا باعث ہو اُسکو مذہب کی طرف نسبت کرنے کی کسی طرح اسلام اجازت نہیں دیتا "

"یہی بات ہی جسپر اسلام نے تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہی ' یہی لڑائی ہی جسکا نام جہاد رکھا ہی ' یہی لڑائی ہی جسکے مقتولوں کو روحانی ثواب کا وعدہ دیا ہی ' یہی لڑائی ہی جسکے لڑنے والوں کی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں ۔ کون کہہ سکتا ہی کہ اس قسم کی لڑائی نا انصافی اور زیادتی ہی ؟ کون کہہ سکتا ہی کہ یہ لڑائی اخلاق کے برخلاف ہی ؟ کون کہہ سکتا ہی کہ یہ لڑائی قانونِ قدرت اور انسان کی فطرت کے مخالف ہے ؟ کون کہہ سکتا ہی کہ اس لڑائی کا حکم خدا کی مرضی کے برخلاف ہی ؟ کون کہہ سکتا ہی کہ اس حالت میں بھی لڑائی کا حکم نہوتا بلکہ دوسرا گال پھیر دینا خدا کی مرضی کے مطابق ہوگا ؟

لگایا ہو جو قانون قدرت کی زمین ہو اور جسقدر کہ پہلی زمین کی مٹی اُسکی جڑ مین لگی ہوئی ہو اسی قدر اُسمین نقصان ہو "

" اس سے بھی زیادہ رحیم مذہب کا حال سنو جسنے ایک چھوٹے سے چھوٹے جانور کی جان کو بھی مارنا سخت گناہ قرار دیا ہو ؛ خون کا بہانا - آدمی کا ہو یا درندے کا یا ایک پشہ کا - خدا کی صنعت کو ضایع کرنا سمجھا ہو ۔ مگر تاریخ اور زمانہ موجود ہو ؛ اس اصول نے جو قانونِ قدرت کے مخالف تھا کیا نتیجہ دیا ؟ قتل و خونریزی ویسی ہی رہی اور ویسی ہی ہو جیسی کہ قانون قدرت سے ہونی چاہیے ؛ وہی - جو ایک پشہ کا مارنا گناہ عظیم سمجھتے تھے - ہزاروں آدمیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے اور قتل کرتے ہین ۔ پس کوئی قانون گو وہ ظاہر مین کیسا ہی چمکیلا اور خوش آیند ہو جبکہ وہ قانون قدرت کے برخلاف ہو محض نکما اور بے اثر ہو "

" اسلام مین جو خوبی ہو وہ یہی ہو کہ اُسکے تمام قانون قانونِ قدرت کے مطابق اور عملدرآمد کے لائق ہین رحم کی جگہ - جہانتک کہ قانون قدرت اجازت دیتا ہو - رحم ہو ' معافی کی جگہ معافی ہو ' بدلے کی جگہ بدلا ہو ' لڑائی کی جگہ لڑائی ہو ' ملاپ کی جگہ ملاپ ہو ؛ اور یہی بڑی دلیل اُسکی سچائی کی اور قانون قدرت کے بنانے والے کی طرف سے ہونے کی ہو "

" اسلام فساد اور دغا اور غدر و بغاوت کی اجازت نہین دیتا ' جسنے اُنکو (یعنی مسلمانون کو) امن دیا ہو - مسلمان ہو یا کافر - اُسکی اطاعت اور احسانمندی کی ہدایت کرتا ہو ' کافرون کے ساتھ جو عہد و اقرار ہوے ہون اُنکو نہایت ایمانداری کے ساتھ پورا کرنے کی تاکید کرتا ہو ' خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا ' کسی قوم یا ملک کو اس غرض سے - کہ اُسمین بالجبر اسلام پھیلا جاوے - حملہ کرکے مغلوب و مجبور کرنا پسند نہین کرتا ؛ یہان تک کہ کسی ایک شخص کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا نہین چاہتا ؛

مسلمانون نے حبشہ مین جاکر پناہ لی اور آخر کار آنحضرت صلعم مکہ کو چھوڑکر مدینہ چلے آئے ؛ پھر اُنھون نے وہان بھی تعاقب کرنا چاہا اور مکہ مین حج کے آنے سے روکا ' لڑائی پرآمادہ ہوے ؛ تب اسلام نے اُنسے لڑنے کا حکم دیا ۔ پس جسقدر احکام قتل مشرکین کے ہین وہ سب انھین لڑنے والون سے متعلق ہین ؛ وہ بھی اُسی وقت تک کہ فتنہ و فساد رفع ہوجائے ؛ جیسے کہ خود خدا نے فرمایا ہی " وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ " امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ " مشرکین کا فتنہ یہ تھا کہ وہ مکہ مین مسلمانون کو مارتے تھے اور ایذا دیتے تھے ؛ یہانتک کہ تنگ ہوکر مسلمان حبشہ کو چلے گئے پھر بھی وہ برابر ایذا اور تکلیف دیتے رہے ؛ یہانتک کہ مسلمان مدینہ مین ہجرت کرگئے اور مشرکین کی غرض ایذاؤن اور تکلیفون سے یہ تھی کہ مسلمان اپنا اسلام چھوڑکر پھر کافر ہوجائین ۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ کافرون سے لڑو جب تک کہ اُنپر غالب ہوجاؤ ؛ تاکہ وہ تمکو تمھارے دین سے پھیرنے کیلئے ایذا نہ دے سکین اور تم شرک مین نہ پڑو " یکون الدین للہ کا فقرہ بھی انھین آیتون کے ساتھ ہی جو مشرکین عرب کے حملے کے دفع کرنے کو لڑنے کی بابت نازل ہوئی تھین ۔ اسکے یہ معنی سمجھنے ۔ کہ اتنا لڑنا چاہیے کہ اسلام کے سوا کوئی دین نہ رہے ۔ یہ تو محض نادانی کی بات ہی جو سلف سے آجتک نہ کبھی ہوئی اور نہ ہونے کی توقع ہوسکتی ہی ۔ اسکے معنی صاف صاف یہ ہین کہ اسقدر لڑنا چاہیے کہ اللہ کے دین کے بجالانے مین جو کافر ہرج ڈالتے ہین وہ نہ رہے اور اللہ کے لیے دین ہوجائے کہ مسلمان خدا کے لیئے اُسکو بے ایذا کے بجالاسکین "

سرسید نے سورۂ بقرہ کی تفسیر مین مسئلۂ جہاد کے متعلق صرف اسی اجمالی بیان پر اکتفا کیا ہی ۔ مگر سورۂ انفال ور سورۂ توبہ کی تفسیر مین اس بحث کو نئے سرے سے بہت بڑھا ہے

"لڑائی شروع ہونیکے بعد تلوار ہر ایک کی دوست ہوتی ہی؛ اسمین بجز اسکے - کہ دشمنون کو قتل کرو، لڑائی مین بہادری کرو، دل کو مضبوط رکھو، میدان مین ثابت قدم رہو، فتح کرو یا مارے جاؤ - اور کچھ نہین کہا جاتا؛ وہی قرآن نے بھی کہا ہی۔ یہ دوسری بات ہی کہ کوئی شخص اُس موقع اور محل کو - جس کی نسبت قرآن مین لڑنے والون کے دلون کے مضبوط کرنے کی آیتین نازل ہوئی ہین - چھوڑ کر اُن آیتون کو عموماً خونخواری اور خونریزی پر منسوب کرے - جیسا کہ اکثر نادان عیسائیون نے کیا ہی - تو یہ خود اُسکا قصور ہوگا نہ اسلام کا"

"لڑائی مین بھی جو رحم قانون قدرت کے موافق ضرور ہی اسلام نے اُسمین بھی فروگذاشت نہین کیا؛ عورتون کو، بچون کو، بوڑھون کو اور جو لڑائی مین شریک نہ ہوے ہون اُنکو قتل کرنے کی ممانعت کی؛ عین لڑائی مین اور صف جنگ مین جو مغلوب ہو جاوے اُسکے قتل کی اجازت نہین دی: صلح کو، و معاہدہ امن کو قبول کرنے کی رغبت دلائی: باغ کو، کھیتون کو جلانے کی ممانعت کی؛ قیدیون کو احسان رکھکر یا فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا حکم دیا؛ نہایت ظالمانہ طریقہ جو لڑائی کے قیدیون کو - عورت ہون یا مرد - غلام اور لونڈی بنا لینے کا تھا اسکو معدوم کیا۔ اس سے زیادہ لڑائی کی حالت مین انصاف اور رحم کیا ہو سکتا ہی؟ ہان یہ سچ ہی کہ مسلمانون نے اسمین سے کسی کی بھی پوری تعمیل نہین کی؛ بلکہ برخلاف اسکے بے انتہا ظلم وستم کیے۔ مگر جبکہ وہ اسلام کے حکم کے برخلاف تھے تو اسلام کو اُس سے داغ نہین لگ سکتا۔ وہ بھی تو مسلمانون ہی مین سے تھے جنھون نے عمر کو، عثمان کو، علی کو، حسین کو ذبح کر ڈالا تھا، کعبہ کو جلا دیا تھا۔ پس اُنکے کردار سے اسلام کو کیا تعلق ہی"

"مشرکین مکہ نے اُن لوگون پر - جو مسلمان ہوگئے تھے - صرف اسلام کی عداوت سے اور خود رسول خدا صلعم پر بہت سے ظلم کیے تھے اور تکلیفین پہنچائی تھین، قتل کے درپے تھے، یہانتک کہ ایک دفعہ

ہو گیا تو دین اسلام کے معدوم کرنے یعنی رسول خدا صلعم کے قتل کا نہایت پختہ طور سے منصوبہ باندھا گیا۔

دو دفعہ انھیں سختیون اور ظلم و ستم سے تنگ آ کر بہت سے مسلمان مرد اور عورتین ہجرت کر کے حبشہ کو چلے گئے

اور آخر کار آنحضرت کو اور تمام مسلمانون کو ہمیشہ کے لیے وطن مالوف چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔

قریش نے ہجرت کے بعد بھی مسلمانون کے آزار پہنچانے مین کمی نہین کی۔ حبشہ کے مہاجرون کا

تعاقب انھون نے سمندر کے کنارہ تک کیا اور جب وہ ہاتھ نہ آئے تو نجاشی کے پاس بہت سے تحفے

اور ہدیے بھیجکر مسلمانون کو اُس سے مانگا مگر نجاشی نے اُنکے دینے سے انکار کیا۔ اہل مدینہ کے ساتھ بھی

جنھون نے آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا یا جو مکہ سے ہجرت کر کے وہان آئے تھے۔ قریش نے بُرائی

کرنے مین کچھ کمی نہین کی اور مدینہ پر بھی قریش کے حملہ کرنے کا برابر خطرہ لگا رہا۔

جب کہ اسلام اور اہل اسلام کی یہ حالت تھی تو سر سید لکھتے ہین کہ "ایسی حالت مین آنحضرت صلعم

کو اور مہاجرین و انصار کو اپنے اور مدینہ کی حفاظت اور امن قائم رہنے کے لیے ++ چار امر لازمی تھے کہ بغیر انکے کبھی

امن اور مطلوبہ حفاظت کسی طرح قائم نہین رہ سکتی تھی۔ (۱) اس بات کی خبر رکھنی کہ قریش مکہ کیا کرتے ہین اور

کس منصوبہ مین ہین (۲) جو قومین کہ مدینہ یا نواح مدینہ مین رہتی تھین اُنسے امن کا اور قریش کی مدد نہ کرنیکا

معاہدہ کرنا؛ لیکن عہد شکنی کی حالت مین اُنسے مقابلہ کرنا اُس منصوبہ کے لیے ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ امن کا

معاہدہ کرنا؛ کیونکہ اگر عہد شکنی کی مکافات قائم نہ کیجائے تو کوئی معاہدہ اپنے عہد پر قائم نہین رہ سکتا اور امن

مطلوبہ حاصل نہین ہو سکتا (۳) جو مسلمان کہ مکہ مین مجبوری زندگی تھے اور موقع پا کر وہان سے بھاگ آنا چاہتے تھے

اُنکے بھاگ آنے پر جسقدر ہو سکے اُنکی اعانت کرنا۔ (چنانچہ جو قافلہ مکہ سے نکلتا تھا ہمیشہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اُسکے

ساتھ بہانہ کر کے کوئی مسلمان مدینہ کی طرف بھاگنے کے ارادہ سے نہ نکلا ہو۔ (۴) جو گروہ قریش کا مکہ سے مدینہ پر

اہتمام کے ساتھ اُٹھایا ہی اور اپنی تفسیر کی چوتھی جلد قریب نصف کے اسی مسئلہ کی تحقیقات پر لکھی ہی۔

اُنھون نے سورۂ توبہ کی تفسیر مین اول بطور الزامی حجت کے آنحضرتؐ کی لڑائیون کا مقابلہ حضرت موسی کے قتل و غارت سے - جو کہ توریت مین مذکور ہی کیا ہی اور لکھا ہی کہ آنحضرت کی لڑائیان اُسکے مقابلہ مین بالکل رحمت تھین اور جو لوگ توریت کو اور حضرت موسی کو مانتے ہین اُنکے لیے حضرت مسیح کا یہ قول کافی ہی کہ " تو اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ مین ہی کیون دیکھتا ہی اور جو شہتیر تیری آنکھ مین ہی اُسے دریافت نہین کرتا " اسکے بعد وہ لکھتے ہین " مگر ہمارا یہ طریقہ نہین ہی کہ ہم صرف حجت الزامی پر اکتفا کرین بلکہ ہمارا مقصود ہر امر کی تحقیق کرنا اور اُسکی اصلیت کو ظاہر کرنا ہی اسلیے ہم اس امر کو بخوبی تحقیق کرنا چاہتے ہین "

اسکے بعد اُنھون نے اُن تمام اعتراضات کا - جو قدیم سے عیسائی اسلام کے مسئلہ جہاد پر کرتے چلے آئے ہین - لُب لباب بیان کرکے اس بات کا دعوے کیا ہی کہ تمام لڑائیان جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین مسلمانون اور کافرون کے درمیان ہوئین اُنسے صرف امن قائم رکھنا اور کفار کے شر سے اسلام اور اہل اسلام کو بچانا مقصود تھا نہ کہ زبردستی ہتھیارون کے زور سے - جیسا کہ عیسائی کہتے ہین - اسلام منوانا ۔ اور اُسکے ثبوت مین اول اُن تمام واقعات کی تفصیل بیان کی ہی جنسے معلوم ہوتا ہی کہ تیرہ برس تک برابر آنحضرت صلعم اور مسلمانون نے مکۂ معظمہ مین قریش کے ہاتھون سے کیسی کیسی سختیان اور ظلم و ستم برداشت کیے اور کیا کیا مصیبتین جھیلین اور کس بیم و ہراس کی حالت مین یہ زمانہ اسلام اور بانی اسلام پر گذرا یہانتک کہ جب آنحضرت کے شفیق چچا ابوطالب کا انتقال

واقع ہوئین ۔ اسکے بعد ایک امر اور بحث طلب باقی رہ جائیگا (یعنی یہ) کہ ایک پیغمبر کو اس قسم کی لڑائیان لڑنا بھی زیبا ہی یا خاموشی سے گردن کٹواکر اور سر کو طشت مین رکھواکر دشمن کے سامنے جانے دینا؟ یا کافرون کے ہاتھون مین اپنے تئین ڈلواکر صلیب پر چڑھنا اور جان دینا؟ سو ہم اسپر بھی اخیر کو بحث کرینگے"

اسکے بعد اُنھون نے نہایت شد و مد سے دعوے کیا ہی کہ قرآن کی کسی آیت مین جبرًا مسلمان کرنے کا حکم نہین ہی بلکہ مسلمان کرنے کے لئے صرف وعظ اور نصیحت کرنے کی ہدایت ہی۔ پھر وہ آیتین نقل کی ہین جنمین مذہب کی آزادی کا حکم ہی مثلاً سورۂ نحل مین آنحضرت کو حکم ہی کہ "دعوت اسلام کر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور اُنسے بحث کر پسندیدہ طریقہ کے ساتھ" یا سورۂ نور مین حکم ہی کہ "خدا اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور اگر تم پھر جاؤگے تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف حکمون کا پہنچادینا ہی" یا سورۂ قاف مین فرمایا کہ "ای پیغمبر تو اُنپر جبر کرنے والا نہین ہی" اور سورۂ غاشیہ مین فرمایا کہ "ای پیغمبر تو صرف نصیحت کرنیوالا ہی کچھ اُنپر کروڑا نہین ہی" اور سورۂ یونس مین فرمایا کہ "ای پیغمبر کیا تو اُنکو مجبور کرتا ہی کہ وہ مسلمان ہوجائین" اور سورۂ بقرہ مین صاف صاف فرمادیا کہ "دین مین کچھ جبر و اکراہ نہین ہی"

اسکے بعد مخالفین کے اس اعتراض کا ذکر کیا ہی کہ قرآن کی یہ نصیحتین اُسی وقت تک تھین جب تک کہ آنحضرت مکہ مین تھے مگر جب مدینہ مین چلے گئے اور مہاجرین و انصار ایک جگہ جمع ہوگئے اور اسلام کو قوت حاصل ہوگئی اُسوقت یہ نصیحتین بدل دی گئین اور تلوار کے زور سے مسلمان کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر اسکا جواب اسطرح دیا ہی کہ اول تو سورۂ نور اور سورۂ بقرہ ہجرت کے بعد مدینہ مین نازل ہوئی ہین جب کہ اسلام کو بخوبی قوت ہوگئی تھی؛ حالانکہ انھین سورتون مین۔ جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا۔ یہ حکم ہی کہ رسول کا کام صرف حکمون کو پہنچادینا ہی اور دین مین کچھ جبر و اکراہ نہین ہی۔

حملہ کرنے کو نکلے یا کسی طرح پر احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنے والا ہی اُسکا ہتھیارون سے مقابلہ کرنا؛ کیونکہ ایسا کرنا اُسی امن کے قائم رکھنے کے لیے لازمی و ضروری تھا

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " انکے سوا دو امر اور ہین جو ہتھیارون کے اُٹھانے کا باعث ہوتے ہین

(۱) یہ کہ کفار اُن مسلمانون کو - جو اُنکے قبضہ مین ہون - تکلیف اور ایذا دیتے ہون اور اُنکی مخلصی کے لیے ++ لڑائی کیجاوے +++ کون شخص ہی جو اس لڑائی کو انسانی اخلاق اور انسانی نیکی کے برخلاف کہہ سکتا ہی ++ اور یہ اتہام کر سکتا ہی کہ وہ زبردستی اور ہتھیارون کے زور سے مذہب قبلوانے کے لئے ہی ۔ (۲) یہ کہ کفار مسلمانون کو اُنکے احکام مذہبی ادا کرنیکے لئے مانع ہون - بشرطیکہ وہ اُنکی عملداری مین رہتے نہون - کیونکہ اس صورت مین اُنکو وہان سے ہجرت کرنی لازم ہی نہ لڑائی ۔ اگرچہ اس لڑائی کی بنیاد ایک مذہبی امر پر ہی لیکن اسکا مقصد اپنی مذہبی آزادی حاصل کرنا ہی نہ کہ دوسرون کو ++ ہتھیارون کے زور سے مذہب کا منوانا "

پھر لکھتے ہین کہ " ایک اور امر ہی جو انھین قسمون کی لڑائیون کا ضمیمہ ہی ؛ یعنی جس ملک یا قوم سے انھین امور (یعنی مذہبی امور) کے سبب مخالفت ہی اور لڑائی مشتہر ہو چکی ہی اُس ملک یا قوم پر چھاپہ مارنا اُنکا اسباب اور اُنکی رسد اور اُنکے ہتھیارون کو لوٹ لینا ۔ اس زمانۂ تہذیب مین بھی کونسی مہذب سی مہذب قوم ہی جو اس فعل کو نامہذب نا جائز قرار دے سکتی ہی ؟ اور کون ہی جو اُسکو ہتھیارون کے زور سے مذہب کا قبلوانا قرار دے سکتا ہی ۔ تمام لڑائیان جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ہوئین وہ انھین امور پر مبنی تھین ۔ ایک لڑائی بھی اس غرض سے نہین ہوئی کہ مخالفون کو زبردستی اور ہتھیارون کے زور سے اسلام منوایا جاوے "

اسکے بعد لکھتے ہین کہ " اس دعوے کا ثبوت دو طرح پر ہو سکتا ہی ؛ اول اُن احکام سے جو قرآن مجید مین لڑائیون کی نسبت وارد ہین اور جنسے ظاہر ہوگا کہ لڑائی کا حکم صرف امن قائم کرنے کے لئے تھا نہ زبردستی سے اسلام قبلوانے کے لئے ۔ دوسرے اُن لڑائیون کے واقعات پر غور کرنے سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین

بلکہ یہ تمام لڑائیان اور مقابلے یا تو دشمنون کی مدافعت اور اُنکا حملہ روکنے کے لئے ہوے تھے، یا اُنکا ارادۂ فاسد معلوم ہونیکے بعد اُنکو منتشر کرنے کو، یا اُنکی عہد شکنی اور دغابازی ظاہر ہونے کے بعد، اور یا اُن لوگون کی مدد کے لیے جو خبر رسانی کی غرض سے بھیجے گئے تھے اور دشمنون سے اُنکا مقابلہ ہوگیا۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہو کہ جسنے ملک کا انتظام ہاتھ مین لیا ہو اور اُسکو اس قسم کی لڑائیان نہ پیش آئی ہون۔ پھر ان لڑائیون کی نسبت یہ کہنا کہ زبردستی ہتھیارون کے زور سے مسلمان کرنے کے لئے تھین ایک ایسا غلط قول ہو جسکو کوئی ذی عقل بجز اُسکے جسکے دل مین تعصب بھرا ہو تسلیم نہین کرسکتا"

پھر لکھتے ہین کہ "جس قوم کی کسی ملک مین حکومت ہوجاتی ہو قدرتی طور پر اُس قوم کے نہ صرف مذہب کو بلکہ رسم و رواج و عادات و اطوار کو ترقی ہوتی ہو اور لوگ اُسکی طرف مائل ہوتے جاتے ہین اور یہ مقولہ کہ "اَلمُلکُ وَالدِّینُ تَوأَمَانِ" ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب پر صادق آتا ہو۔ اسی طرح اسلامی حکومت کے سبب اُسی قدرتی قاعدہ سے اسلام کی ترقی کو بھی مدد پہنچی ++++ بلکہ اسلام کی تاریخ مین ایک ایسا عجیب واقعہ پایا جاتا ہو جو اور کسی مذہب کی تاریخ مین نہین ہو کہ فاتح[1] قوم نے فتح کامل حاصل کرنے اور استقلال کامل پانے کے بعد اپنی مفتوح قوم (یعنی مسلمانون) کا دفعۃً مذہب اختیار کرلیا"

اسکے بعد آنحضرت کی بت شکنی مین (جسکو مخالفین اسلام مثل سلاطین اسلام کی بت شکنی کے

---

[1] یہان فاتح قوم سے مراد خوانین تاتار ہین جنمین سب سے زیادہ نامور چنگیز خان اور ہلاکو خان ہوے ہین جو مسلمانون کے سخت دشمن تھے چنانچہ چنگیز خان کا قول تھا کہ "خدا تعالی نے مجھے مسلمانون کے قلع و قمع کےواسطے بھیجا ہو" انکی حکومت تمام ایران توران خوارزم دشت قبچاق اور روس وغیرہ مین پھیلی ہوئی تھی۔ اسی سلطنت اور حکومت کے زمانہ مین اول برکہ خان چنگیز خان کا پوتا مسلمان ہوا تھا اور پھر سلطان احمد جسکا نام اسلام سے پہلے نکودار تھا اسلام لایا اور پھر رفتہ رفتہ تمام تاتاریون مین اسلام پھیلگیا ۱۲

دوسرے خدا کے احکام جو بطور اصل اصول کے نازل ہوے ہین وہ جگہ کے بدلنے یا قوت وضعف کے
تفاوت سے تبدیل نہین ہوسکتے ۔ پس جب کہ آپ مکہ مین تھے جب بھی اور جب مدینہ مین چلے گئے
جب بھی یہی حکم تھا کہ کوئی شخص زبردستی سے مسلمان نہ کیا جائے ۔ ہان جب آپ مدینہ مین تشریف
لے گئے تو بے شک لڑائی کا حکم ہوا مگر نہ اسلئے کہ لوگون کو جبرًا مسلمان کیا جائے بلکہ محض امن قائم
کرنے کے لیے جیسا کہ آیندہ بتفصیل بیان کیا جائیگا ۔

اسکے بعد صلح اور معاہدہ کی حالت مین جو مذہبی آزادی قرآن مین غیر مسلمین کو دی گئی ہی
اُسکا مفصل ذکر کیا ہی اور قرآن کی وہ تمام آیتین نقل کی ہین جنمین صلح و معاہدہ کے احکام بیان
ہوے ہین ۔ پھر قرآن مجید کی وہ تمام آیتین جنمین کفار سے لڑنے کا حکم ہی ایک ایک کرکے
ذکر کی ہین اور نہایت وضاحت اور صفائی کے ساتھ اُنسے ثابت کیا ہی کہ قرآن مین صرف تین قسم
کے لوگون سے لڑائی کا حکم ہوا ہی (۱) اُن لوگون سے جو خود مسلمانون سے لڑائی شروع کرین
(۲) اُن لوگون سے جنھون نے دغابازی کی ہو اور معاہدون کو توڑ دیا ہو (۳) اُن لوگون سے
جنھون نے مسلمانون کو یا اُنکے بچون اور عورتون کو عذاب اور تکلیف مین ڈال رکھا تھا ۔ ان تین
صورتون کے سوا کہین قرآن مین لڑائی کا حکم نہین دیا گیا ۔ پھر اُنھون نے آنحضرت صلعم کے زمانہ
کی تمام لڑائیان جو غزوہ اور سریہ کے نام سے مشہور ہین بالاستیعاب بیان کی ہین اور ۱ سنہ سے
۹ سنہ ہجری تک ۳۱ غزوات اور ۵۲ سرایا کا مفصل حال حدیث اور سیر اور جغرافیہ کی سولہ معتبر
کتابون سے لکھا ہی اور کمال خوبی اور صفائی کے ساتھ ثابت کیا ہی کہ ان ۸۳ واقعات مین ایک
واقعہ بھی ایسا نہین ہی جو اس غرض سے کیا گیا ہو کہ لوگون کو بجبر و بزور شمشیر مسلمان کیا جائے

اور نہ عیسائی مذہب کا نام باقی رہتا اگر بعد حضرت مسیح کے اُسکے لیے ایسا زمانہ نہ آتا جسمین اُسکے پیروون کی مخالفین سے حفاظت کی گئی اور بزور حکومت اُسکو ترقی دی گئی۔ قرآن مین نہایت عمدہ اور بالکل سچ بات خدا تعالی نے فرمائی ہی کہ "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (یعنی اگر خدا لوگون کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا تو ڈھادی جاتین عیسائیون اور درویشون کی خانقاہین اور یہودیون کے معبد اور مسلمانون کی مسجدین جنمین بہت زیادہ خدا کا ذکر کیا جاتا ہی) پس یہ کہنا کہ انبیا کو ایسی لڑائیان نازیبا ہین ایک ایسا قول ہی جسکو قانون قدرت مردود ٹھیراتا ہی۔ لوگ حضرت موسٰے کے کامون کو تو بھول جاتے ہین اور غریبی اور مسکینی اور مظلومی کی مثال مین حضرت مسیح کو پیش کرتے ہین؛ مگر حضرت مسیح نے جب اپنے تئین خلقت کے سامنے پیش کیا اُسوقت سے اُنکی وفات تک نہایت قلیل زمانہ قریب تین برس کے گذرا تھا اور صرف ستر آدمیون کے قریب (اس عرصہ مین) اُنپر ایمان لائے تھے؛ اُنکو مطلق ایسی قوت جس سے وہ اپنے دشمنون کو دفع کرسکین حاصل نہین ہوئی تھی اور اسی سبب سے کالوری کے پہاڑ پر وہ افسوسناک واقعہ (یعنی مصلوب ہونا) واقع ہوا۔ اسکے بعد اگر اُسکے (یعنی دین مسیحی کے) ایسے حامی نہ پیدا ہوجاتے جو دشمنون کو دفع کرسکے تو آج دنیا مین ایک بھی گرجا اور ایک بھی خانقاہ نہ دکھائی دیتی۔ اسکے علاوہ آنحضرت صلعم کو روحانی بادشاہی کے سوا سلیمانؑ کیسی سلطنت کے انتظام مین داخل ہونے مین بہت بڑی مجبوری تھی؛ عرب مین بادشاہت کا وجود نہ تھا ہر ایک قبیلہ کا سردار اُنکا حاکم ہوتا تھا اور جسکو سب لوگ بڑا سمجھتے تھے اُسکو مجبوری افسر بننا اور تمام ملکی انتظام کرنا لازم تھا؛ جبکہ تمام قبائل رفتہ رفتہ مسلمان ہوگئے تو امکان سے خارج تھا کہ وہ لوگ سوائے آنحضرت صلعم کے اَور کسی کو اپنا سردار تسلیم کرتے اور تمام معاملات ملکی بجز آنحضرت صلعم کے حکم کے اَور کسی کے حکم سے تعمیل پاتے۔ پس ہر بات پر انصاف سے غور کرنا چاہیے نہ تعصب سے"

قابل الزام سمجھتے ہین) اور محمود و عالمگیر وغیرہ کی بت شکنی مین فرق بیان کیا ہی اور لکھا ہے کہ "کعبہ ایک مسجد تھی حضرت ابراہیم کی بنائی ہوئی خدائے واحد کی عبادت کے لیئے؛ اُسکے بعد جب عرب بت پرست ہوگئے تو اُس مسجد مین اُنھون نے بُت رکھدیے جنکا برباد کرنا اور دین ابراہیم کا اُس (مسجد) مین جاری کرنا ابراہیم کے پہلوٹھے بیٹے کے فرزند کو لازم تھا۔ قوم عرب - جسکا غالب حصّہ ابراہیم کی نسل سے تھا اور جس نسل مین خود آنحضرتؐ بھی تھے - اُس قوم کو بتون کی پرستش سے چھڑانا اور ابراہیم کے خدا کی پرستش سکھلانا ضرور تھا۔ پس آنحضرت نے خود اپنی قوم کے بت توڑے تھے اُس سے دیگر اقوام کے مذہب کی آزادی کو ضایع کرنا لازم نہین آتا"

اسکے بعد لکھتے ہین کہ "مسلمانون کی تاریخ مین جہان بت شکنی اور غیر مذہب کے معبدون کے برباد کرنے کی مثالین ملتی ہین اسی طرح ہزارون مثالین اسکے برخلاف بھی موجود ہین۔ مسلمانون کی سلطنت دنیا کے بہت بڑے حصّہ مین پھیلی ہوئی تھی، اُسمین مختلف مذہب کی قومین ہتی تھین، تمام سینگاگ اور تمام گرجے - جو زیادہ تر رومن کیتھلک مذہب کے تھے - بدستور قرنائی اور گھنٹے بجاتے تھے، تمام ملک مین ناقوس کی آواز گونجتی تھی، مندرون مین بُت موجود تھے، ہر ایک قوم اپنے مذہب مین آزاد تھی۔ پس ان تمام حالات کو - جو نہایت کثرت سے تھے - بھول جانا اور چند واقعات کو - جو اُسکے برخلاف شخصی طبیعت سے واقع ہوے تھے - پیش کرنا اور کہنا کہ اسلام نے مذہبی آزادی کو مٹایا تھا محض ناانصافی ہے"

اسکے بعد آنحضرت کے غزوات کی نسبت لکھتے ہین کہ "تمام انبیا جب کہ قوم کی اصلاح اور اُنکی درستی کو کھڑے ہوتے ہین تو ابتدا مین عموماً اُنکے دشمن چارون طرف ہوتے ہین؛ اگر وہ مخالفون سے محفوظ رہنے کی کوشش نہ کرتے تو دنیا مین نہ آج یہودی مذہب کا وجود ہوتا اور نہ اور کسی مذہب کا؛

پر یچنگ اوف اسلام پر کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا اور اُسمین کامیابی کی امید بندہی اُنمین ایک بڑا محرک سرسید کی تحریرات کا مطالعہ تھا۔

معراج کے مسئلہ پر بھی سرسید نے تفسیر مین نہایت مفصل بحث کی ہی جو اُنسے پہلے کسی مفسر نے نہین کی۔ معراج جسمانی پر جو عیسائی یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ عقل کے بالکل خلاف ہی اُس کے الزامی جواب ازالۃ الاوہام وغیرہ مین عہد عتیق و عہد جدید کے حوالون سے نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے گئے ہین؛ مگر یہ جوابات اُن لوگون کے لئے کافی نہ تھے جو توریت و انجیل کو نہین مانتے یا بالکل قید مذہب سے آزاد ہین اسلئے ضرور تھا کہ معراج کے سوال پر محققانہ بحث کیجائے اور معراج کی حقیقت جو قرآن و حدیث سے پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہی اُسکو ظاہر کیا جائے۔ سرسید نے اس مسئلہ پر اپنی تفسیر کے ۱۴۰ صفحہ مین نہایت بسط کے ساتھ بحث کی ہی مگر ہم اس موقع پر صرف اُسکا لُبّ لباب بیان کرینگے جنکو تفصیل دیکھنی منظور ہو وہ اصل تفسیر کو ملاحظہ کرین۔

اُنھون نے اُن تمام روایتون مین سے جو معراج کے متعلق حدیث اور سیر کی کتابون مین قلمبند کی گئی ہین۔ غالباً کوئی روایت باقی نہین چھوڑی اور چونکہ ان روایتون مین اسقدر اختلاف ہی کہ شاید ہی کسی اور مضمون کی روایات مین ایسا اختلاف ہوگا۔ اسلئے معراج کے تمام جزئیات کے متعلق جسقدر اختلافات ہین اُن سب کو اول جدا جدا بیان کیا ہی مثلاً اس بات مین اختلاف کہ معراج کب ہوئی؟ یا یہ کہ معراج اور اِسرا (جسکا ذکر قرآن مجید مین ہوا ہی) ایک واقعہ تھا یا دو جداگانہ واقعات تھے؟ یا معراج ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ؟ یا معراج جسد کے ساتھ بیداری مین ہوئی یا روح کے ساتھ رؤیا مین؟ غرض اسی قسم کے بیشمار اختلافات

سرسید کی ان تمام تحریرون کا - جو کہ اُنھون نے جہاد کے متعلق ۱۸۵۷ء سے لکھنی شروع کی تھین اور جنکا تفسیر القرآن پر خاتمہ ہوگیا - یہ نتیجہ ہوا ہی کہ بہت سے منصف مزاج انگریزون نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہی کہ دین اسلام مین جبرًا مسلمان کرنے اور کفار سے عمومًا جہاد کرنے کا حکم نہین ہی - چنانچہ سب سے پہلے اواخر ۱۸۷۱ء مین ہندوستان کے ایک بہت بڑے عربی دان حاکم نے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو کرتے ہوے لکھا تھا کہ "جہاد (ازروی اصول اسلام) اُن لوگون کے مقابلہ مین ہونا چاہیے جو صرف کافر ہی نہین بلکہ تعمیل شرائط اسلام مین مزاحمت بھی کرتے ہون الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ +++ جہاد کی شرط ضروری یہ ہی کہ حاکم کی طرف سے احکام اسلام کی تعمیل مین مسلمانون پر جبر و تعدی یا مزاحمت ہوتی ہو +++ اور جبر و تعدی و مزاحمت جو وجوب جہاد کے لیے شرط ہی وہ بھی معاملات باہمی مین معتبر نہین بلکہ معاملات مذہبی مین ہونی ضرور ہی +++ مسلمان جو انگریزی عملداری کے ظل حمایت مین رہتے ہین جہاد کے باب مین اُنکو شریعت نے ایسی سخت قیود کے ساتھ جکڑ رکھا ہی کہ جب تک وہ تمام شرائط نہ پائے جائین جہاد پر اقدام نہین کر سکتے حالانکہ انگریزی عملداری مین اُنمین سے کوئی شرط بھی پائی نہین جاتی بلکہ فی زماننا مسلمانون کو وہ امن حاصل ہی جو پیغمبر صاحب اور اُنکے ہمراہیون کو نجاشی نصرانی فرمانروای ابیسینیا کی حمایت مین حاصل تھا - پس جب تک اس طرح کا امن باقی ہی بغاوت ایک شرعی گناہ سمجھا جائیگا "

مسٹر ٹی ڈبلیو آرنلڈ جو ایک نہایت سچے اور منصف مزاج عیسائی ہین اُنھون نے تو اپنی کتاب پریچنگ اوف اسلام مین (جو ابھی شایع ہوئی ہی) اس بحث کا بالکل خاتمہ کر دیا ہی کہ قرآن کی رو سے غیر مذہب والون کو بزور شمشیر مسلمان کرنے کا حکم ہی یا بذریعۂ وعظ و نصیحت کے ؟ اور اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو اسمین کچھ شک نہین معلوم ہوتا کہ جن اسباب سے پروفسر ممدوح کے دل مین

یہ لکھی ہی کہ جب عقل اور نقل مین بظاہر اختلاف پایا جائے تو نقل کے معنی اسطرح بیان کرنے چاہیین جو
عقل کے مطابق ہون اور بڑے بڑے علما مثل امام سخاوی، ابن جوزی، ابوبکر بن الطیب وغیرہم کے
اقوال اس باب مین نقل کیے ہین کہ حدیث کے موضوع ہونے کی نشانیون مین سے ایک نشانی
یہ ہی کہ اُسکا مضمون عقل یا حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو اس دلیل کے ذیل مین ایک لطیف بحث
اس مضمون پر کی ہی کہ حدیثین جو کتب احادیث مین جمع کی گئی ہین اُنکے الفاظ بعینہ رسول خدا صلعم
کے الفاظ نہین ہین بلکہ راویون کے الفاظ ہین جو اُنھون نے اپنی سمجھ کے موافق بیان کیئے ہین
اور اسکے ثبوت مین تابعین و تبع تابعین کے اقوال نقل کیے ہین جنمین سے حسن اور سفیان
ثوری کا یہ قول ہی کہ اگر ہم حدیث اُسی طرح بیان کرنی چاہین جسطرح سنی ہی تو ایک حرف بھی
نہ بیان کر سکین۔ غرض کہ اس مطلب کو نہایت خوبی سے ثابت کیا ہی اور اُس سے یہ نتیجہ
نکالا ہی کہ معراج کی حدیثون مین جسقدر واقعات عقل کے خلاف پائے جاتے ہین ضرور ہی
کہ اُنکی تاویل عقل کے مطابق کیجائے نہ یہ کہ جن روایتون سے معراج کا خواب مین ہونا پایا جاتا ہی
اُنکو تاویلات بعیدہ اور رکیکہ اور دلائل فرضیہ دور از کار سے ایسا واقعہ بنا دیا جائے جو حقیقت
اور عقل دونو کے خلاف ہو۔

تیسری خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہی کہ اُسمین برخلاف قدیم تفسیرون کے روایات کی طرف
بغیر سخت ضرورت کے بہت ہی کم رجوع کیا گیا ہی۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی
کہ ہماری قدیم تفسیرین باتفاق تمام محققین اہل اسلام کے عموماً بے سند اور موضوع و ضعیف حدیثون
اور یہودیون کے قصّون سے بھری ہوئی ہین اور اسکا ایک بدیہی ثبوت یہ ہی کہ جسقدر روایتین

جو روایات متعلقہ واقعہ معراج مین پائے جاتے ہین اُن سب کو مع ہر ایک روایت کے بیان کیا ہی پھر ان اختلافات کے اسباب اور وجوہ جو قرین قیاس تھے بیان کیے ہین ۔ اسکے بعد اُنھون نے اس بات کا ثبوت دیا ہی کہ معراج اور اسراء در حقیقت ایک ہی واقعہ تھا اور وہ ابتدا سے اخیر تک روح کے ساتھ اور خواب کی حالت مین واقع ہوا تھا اور اس دعوے پر پانچ دلیلین لکھی ہین جنمین سے پہلی دلیل گویا اس شبہہ کا جواب ہی کہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ۔ جسمین مسجد حرام سے مسجد اقصے تک جانا بیان ہوا ہی ۔ اُسمین کوئی لفظ ایسا نہین جو خواب مین جانے پر دلالت کرتا ہو ۔ سو اسکے جواب مین اُنھون نے سورۂ یوسف کی یہ آیت کہ " اِنِّی رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا " اور صحیح مسلم کی چند حدیثین پیش کی ہین جنمین کوئی لفظ خواب پر صراحۃً دلالت نہین کرتا حالانکہ سب کے نزدیک اُنمین خواب کا بیان ہی ۔ دوسری دلیل مین سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت پیش کی ہی " وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِی اَرَیْنَاکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ " (یعنی ہمنے نہین گردانا اُس خواب کو جو تجھے دکھلایا مگر ایک امتحان لوگون کے لئے) قطع نظر اسکے کہ یہ آیت اُسی سورۂ بنی اسرائیل مین واقع ہوئی ہی جسمین اسراء کا ذکر ہوا ہی ۔ صحیح بخاری سے دو حدیثین عبد اللہ ابن عباس کی نقل کی ہین جنمین صاف صاف اس بات کی تصریح ہی کہ جس رؤیا کا اس آیت مین ذکر ہی یہ وہی رؤیا ہی جو رسول خدا صلعم کو لیلۃ الاسراء مین دکھایا گیا ۔ تیسری دلیل مین بخاری اور مسلم سے مالک ابن صعصعہ اور انس ابن مالک کی روایتین نقل کی ہین جنسے صاف پایا جاتا ہی کہ معراج کے وقت آپ سوتے تھے ۔ چوتھی دلیل یہ لکھی ہی کہ منجملہ صحابہ کے معاویہ ، حسن ، حذیفہ بن الیمان اور حضرت عائشہ کا یہ مذہب تھا کہ معراج خواب مین واقع ہوئی ہی نہ بیداری مین ۔ پانچوین دلیل موافق اصول علم حدیث کے

دیکھکر طرح طرح کے شکوک و شبہات مین پڑجائین۔ پس اسوقت زمانہ کا اقتضا ہرگز یہ نہین کہ آیات قرآنی کی تفسیر مین متعدد اقوال اور مختلف رائین بیان کرکے اُنکو اسطرح غیر منفصل چھوڑ دیا جائے اور قرآن کے معنی معین نہ کیے جائین۔

پانچوین سب سے بڑی اور معرکۃ الآرا خصوصیت اس تفسیر کی۔ جیسا کہ پہلے حصہ مین مذکور ہوچکا ہی یہ ہی کہ اسلام مین۔ جہان تک کہ معلوم ہی۔ سب سے پہلی کوشش اُن شبہات کے رفع کرنے کے لیے جو علوم جدیدہ کی تعلیم سے قرآن مجید کے بعض مضامین کی نسبت لوگون کے دلون مین پیدا ہوسکتے تھے اس تفسیر مین کی گئی ہی۔ اس باب مین جو کوشش بلیغ سرسید نے کی ہی اُسکا پورا پورا اندازہ۔ بغیر اسکے کہ اُنکی تفسیر کو اول سے آخر تک دیکھا جائے کسی طرح نہین ہوسکتا۔ مگر چونکہ اُسمین بمقابلہ علوم جدیدہ کے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی گئی ہی اور صدہا مقامات مین جمہور مفسرین سے اختلاف کیا گیا ہی اور ہر ایک آیت کے معنی ایک خاص اصول کے موافق بیان کئے گئے ہین اسلیے ممکن نہین کہ مفسر کے بیان مین کچھ لغزشین نہ ہوئی ہون لیکن ایسے مستثنیات سے تمام تفسیر کی خوبی زائل نہین ہوسکتی۔ بلکہ انصاف کا مقتضا یہ ہی کہ اگر تمام تفسیر مین ایک آیت کے معنی بھی اسلوب قرآن اور اصول عربیت کے موافق ایسے بیان کئے گئے ہون جنکی روسے کوئی اعتراض جو قدیم تفسیرون پر وارد ہوتا ہی۔ یقیناً رفع ہو۔ تو گو وہ معنی تیرہ سو برس مین کسی مفسر نے نہ لکھے ہون۔ بلاشبہہ تسلیم کرنیکے قابل ہین۔

اگرچہ ہمارا ارادہ۔ جیسا کہ دیباچہ مین اشارہ کیا گیا ہی۔ اس تفسیر کی مذکورہ بالا خصوصیت پر مفصل بحث کرنے کا تھا لیکن چونکہ یہ بحث بہت طولانی ہی جسکی ایک بائیوگرفی متحمل نہین ہوسکتی اسکے سوا عام ناظرین کو اس مضمون سے چندان دلچسپی بھی نہین معلوم ہوتی اسلیے جو کچھ اسکے متعلق ہمنے لکھا ہی یا آیندہ لکھینگے اُسکو کسی باوقعت میگزین کے متعدد نمبرون مین وقتاً فوقتاً شایع کیا جائیگا۔

تفسیر القرآن کے متعلق صحاح مین وارد ہوئی ہین اگر اُن سب کو بعد حذفِ اسناد کے ایک جگہ جمع کیا جائے تو تمام مجموعہ معدود صفحات سے زیادہ نہوگا حالانکہ کتب تفاسیر کی تمام روایتون اور قصون کو اگر جمع کیا جائے تو کم سے کم ایک ضخیم جلد مرتب ہوسکتی ہی۔

اگرچہ روایات کے باب مین مفسرین کی بے احتیاطی اور عدم مبالات قدیم زمانہ مین بھی قابلِ الزام تھی لیکن اس زمانہ مین ـ جبکہ ہر مذہب پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے کی ہر شخص کو آزادی ہی اور الحاد و دہریّت کا ہر طرف زور شور ہی ـ ایسی روایتون اور قصّون اور سوپر نیچرل افسانون کو تفسیر مین درج کرنا صرف یہی نہین کہ اسلام کو مخالفین کے اعتراضون کا نشانہ بنانا ہی بلکہ خود مسلمان نوجوانون کو جو اس زمانہ کے علوم کی تعلیم پاتے ہین اسلام سے بدگمان بلکہ متنفر کرنا ہی۔

چوتھی خصوصیت یہ ہی کہ اس تفسیر مین برخلاف اکثر قدیم تفسیرون کے ہر ایک آیت کی تفسیر کے متعلق تمام اقوال مختلفہ نقل کر کے ناظرین کے ذہن کو پریشان نہین کیا گیا بلکہ جو قول راجح معلوم ہوا صرف اُسکو ذکر کیا گیا ہی اور باقی مرجوح اقوال کو یا تو بالکل ذکر نہین کیا اور یا بشرطِ ضرورت ہر ایک قول مین جو کمزوری یا ضعف دیکھا اُسکو بھی بیان کر دیا ہی۔

آج کل ایسی تفسیرین ـ جنمین قرآن کے معنی معین نہین کئے جاتے اور ایک ایک آیت یا ایک ایک لفظ کی شرح مین متعدد احتمالات اور مختلف اقوال نقل کیے جاتے ہین ـ اُن لوگون کے دل مین ـ جو مذہب کو موروثی چیز نہین سمجھتے اور تقلید کی قید سے آزاد ہین ـ بجائے اسکے کہ مفسر کے تبحّر اور احاطۂ علمی کا نقش جمائین ممکن ہی کہ دوسری قسم کے خیالات پیدا کرین اور جس کتاب کی نسبت خدا نے یہ فرمایا تھا کہ "لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" اُسمین بےشمار اختلافات

اٹھی خصوصیت

جنکا صدر اسلام مین کہین پتا نہ تھا مگر اب وہی علم جسمین اُن مسائل پر بحث کیجاتی ہی منجملہ علوم دینیہ کے ایک نہایت مہتم بالشان علم - موسوم بہ علم کلام - سمجھا جاتا ہی ' یا مثلاً فروع مین بے شمار جزئیات - جنکی بنیاد محض قیاس پر ہی - مثل نصوص کتاب و سنت کے واجب التسلیم سمجھی جاتی ہین ' مفسرین کی رائین اور اُنکے اقوال - جو اُنھون نے آیات قرآنی کی تفسیر مین بیان کیے ہین - وہ بھی مثل آیات قرآنی کے واجب الاذعان مانے جاتے ہین ' اصول فقہ - جو بڑھتے بڑھتے ایک وسیع علم بنگیا ہی - وہ بھی دینیات مین ایک نہایت ضروری علم شمار ہوتا ہی ' جسقدر رطب و یابس روایتین اور بے سروپا قصے کتب تفسیر و سلوک و سیر مین درج کیے گئے ہین وہ سب بغیر اسکے کہ اُنکو اصول تنقید کے موافق جانچا جائے رسول خدا صلعم کی طرف منسوب کیجاتی ہین ' صحاح مین جو حدیثین امت کی اصلاح معاش سے علاقہ رکھتی ہین اور جنکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ "انتم اعلم باموردنیاکم" وہ بھی اُن حدیثون کی طرح - جو تبلیغ رسالت سے متعلق ہین - تعلیم دین مین شمار کیجاتی ہین ۔ اسکے سوا جب متعدد فرقے اسلام مین پیدا ہو گئے تو بہت سے خیالات دور از کار اپنے اپنے مذہب کی طرفداری اور تعصب کی وجہ سے ہر مذہب کے اجزاے غیر منفک بنگئے ' پھر جہان اسلام پہنچا اُن ملکون کی اکثر رسمین اور رواجات اور اوہام شدہ شدہ مذہب کے رنگ مین رنگے گئے اور اس طرح اسلام جسکی نسبت کہا گیا تھا کہ "الدین یسر" ایک دفتر بے پایان کا نام - جو دائرۂ حصر و احصا سے خارج ہی - قرار پا گیا اور ان تمام حشو و زوائد کا اصل دین سے جدا کرنا ایسا ہی مشکل ہو گیا جیسا گوشت کا ناخن سے جدا کرنا ۔ اگرچہ علم کلام ' علم فقہ ' اصول فقہ اور تفسیر مسلمانون کے لیے سرمایۂ افتخار اور قوم کی اعلے درجہ کی دماغی اور ذہنی قابلیت کے

ریفارمیشن اور اُسکا منشا

ظاہر ہی کہ سرسید نے اپنی تصنیفات اور عام تحریرون اور پبلک اسپیچون کے ذریعہ سے اور نیز خود مثال بنکر قوم کے پولٹکل اور سوشل خیالات اور خاصکر اُردو ولٹریچر مین ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہی اور اسلیئے اُنکو قوم کا پولٹکل، سوشل اور لٹریری ریفارمر کہا جاسکتا ہی؛ لیکن اس مقام پر ریفارمیشن سے ہماری مراد قوم کے مذہبی خیالات کی اصلاح ہی جو فی الواقع ایک نہایت سخت دشوار کام تھا اور جسکی وجہ سے اُس قوم کے فدائی کو کافر دجال ملحد اور مرتد سب کچھ کہا گیا۔

اگرچہ سرسید کا اصل مقصد مسلمانون کے پولٹکل اور سوشل حالت کا درست کرنا تھا لیکن چونکہ مسلمان اپنے مذہب کو ہمیشہ سے دین اور دنیا دونو کا رہبر سمجھتے رہے ہین اور کسی بات کو۔ خواہ دینی ہو خواہ دنیوی۔ جب تک اُسکا ثبوت مذہب کی رو سے نہ دیا جائے۔ تسلیم نہین کرتے اور نیز مسلمانون کی پولٹکل حالت کو بہت کچھ تعلق اُنکے مذہب کے ساتھ تھا۔ اسلیئے سرسید کو ۱۸۵۷ء کے بعد سے اخیر دم تک برابر مذہبی مباحث مین مشغول رہنا پڑا۔

اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی کہ جسطرح ہر مذہب مین۔ جسقدر کہ بانی مذہب کا زمانہ بعید ہوتا جاتا ہی۔ اُسی قدر بہت سی باتین۔ جنکو اصل مذہب مین چندان دخل نہین ہوتا۔ داخل ہوتی جاتی ہین اسی طرح دین اسلام مین رفتہ رفتہ بہت سے امور ایسے شامل ہو گئے جو درحقیقت دین کی ذاتیات سے خارج تھے؛ مثلاً اصول عقائد مین صدہا مسائل ایسے داخل کر دیئے گئے

بلکہ حصر واحصا سے خارج ہوگئی تھی بیس سے بھی کم مین محدود کیا، کسی نے متکلمین کے منطقیانہ
استدلالات وتوجیہات کو جوکہ وہ اپنے اپنے مذہب کی نصرت اور حمایت کے لیے آیات قرآنی
کی تفسیر مین کرتے تھے مقصد شارع کے خلاف ثابت کیا، کسی نے تعمق وتشدد پر ردّ وقدح کی،
کسی نے شرک وبدعت کے استیصال پر کمر باندھی اسیطرح مختلف زمانون مین خاص خاص خرابیون
کی اصلاح ہوتی رہی مگر عام طور پر کسی کو اس بات کے کہنے کی جرأت نہوئی کہ خالص اسلام کی تعلیم
قرآن مجید اور حدیث صحیح مین منحصر ہی باقی جو کچھ ہی وہ اسلام کی حقیقت سے خارج ہی نہ اسلام
اُسکا جوابدہ ہی اور نہ مسلمان اُسپر اعتقاد رکھنے کے مکلف ہین ۔

سرسید نے ۔ اگر غور کرکے دیکھا جائے ۔ تو شاید اس سے زیادہ کچھ نہین کیا کہ جو صد تحقیقین
اہل اسلام کی تصنیفات مین فرداً فرداً صرف ضبط تحریر مین آئی تھین اور اکابر علماء کے سوا اُنسے
کسی کو اطلاع نہ تھی ۔ سرسید نے اُن سب کو ایک ہی بار خاص وعام پر علی الاعلان ظاہر کردیا کیونکہ
جو ضرورتین اسوقت خاصکر ہندوستان کے مسلمانون کو درپیش تھین وہ کسی خاص خرابی کی
اصلاح سے رفع نہین ہوسکتی تھین مسلمانون کی سلطنت ہندوستان سے جاچکی تھی اور
قومی تعصبات ۔ جو بعد سلب حکومت کے مفتوح قوم کو فاتح قوم کے ساتھ ایک مدت تک ضرور باقی
رہتے ہین مذہبی تعصبات کے لباس مین ظہور کررہے تھے جس سے حکمران قوم کی نظر مین
مسلمانون کا اعتبار روز بروز کم ہوتا جاتا تھا اور اُنکا مذہب سلطنت کے حق مین خطرناک خیال
کیا جاتا تھا، مسلمانون سے جو بُری بات سرزد ہوتی تھی وہ اُنکے مذہب کی طرف منسوب کیجاتی تھی،
فقہا کے فتوے جو مسلمانون کی دنیوی ترقی کے مانع تھے ۔ اکثر اُنھین قومی تعصبات پر مبنی ہوتے تھے

نہایت روشن ثبوت ہین اور کچھ شبہہ نہین کہ دین اسلام کو اُنسے بے انتہا مدد پہنچی ہی مگر
اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دینیات مین اُنکو کتاب و سنت کے برابر درجہ دیا جائی ورنہ ضرور ہی
کہ عربی صرف و نحو و معانی و بیان و لغت کو بھی دینیات مین وہی درجہ دیا جائے جو علوم
مذکورۂ بالا کو دیا گیا ہی کیونکہ اسلام کو ان علوم سے بھی کچھ کم مدد نہین پہنچی ۔

اگرچہ اسلام کے ہر طبقہ اور ہر دورہ مین ایسے آزاد طبع اور روشن ضمیر لوگ ہمیشہ
اُٹھتے رہے ہین جنھون نے تقلید کی بندشون کو توڑکر میدان تحقیق مین قدم رکھا ہی اور
بڑے بڑے مہتم بالشان مسائل کے متعلق مذہب جمہور کی غلطیان ظاہر کی ہین لیکن چونکہ وہ زمانہ
اسلام کی حکومت اور مسلمانون کے عروج اور ترقی کا تھا اور معترضین اسلام کی زبانین آج کل کی طرح
کھلی ہوئی نہ تھین لہذا جو ضرورتین اسلام کو موجودہ زمانہ مین پیش آئین اُنسے وہ بزرگ بالکل
بے خبر تھے ؛ اسکے سوا ممالک اسلامیہ مین علمای اسلام کو یہ آزادی نہ تھی کہ بادشاہ وقت کے مذہب
کے خلاف کوئی بات بیباکانہ زبان سے نکال سکین اسلیے علمای سلف مین سے کسی ایک شخص نے
عام اصلاح کا کبھی ارادہ نہین کیا ؛ کسی نے احادیث کی تنقید کی طرف لوگون کو متوجہ کیا اور
اُنکے جانچنے کے قواعد مقرر کیے ، کسی نے شرایع اور مصالح مین تفرقہ کیا اور جو حدیثین شرایع
سے متعلق تھین اُنکے لیے الگ اور جو مصالح سے متعلق تھین اُنکے لیے الگ درجہ قرار دیا ، کسی نے
تقلید کی بندشون کو توڑا ، کسی نے اجماع اور قیاس کے حجت ہونے سے انکار کیا ، کسی نے آیات
متشابہات مین تاویل کرنے کی راہ کھولی ، کسی نے مفسرین و واعظین کے بے سرو پا قصّون اور
بے سند روایتون کی بے اعتباری ظاہر کی ، کسی نے آیات منسوخہ کو جنکی تعداد پانسو تک پہنچ گئی تھی

اور بعد تسلیم کرنیکے اُس اعتراض کا جواب دوسری طرح پر دیا جائے بلکہ اُس اعتراض کی جواب مین صرف اسقدر کہنا کافی ہی کہ خبر واحد مفید یقین نہین اور اسیلیے جو اعتراض اُسکی رو سے وارد ہوتا ہی اسلام اُسکا جوابدہ نہین ہی۔ یہ رای صرف سرسید ہی کی نہین بلکہ اُنسے پہلے بھی علمای اسلام نے اس اصول کو تسلیم کیا ہی۔ امام رازی سے فرقہ حشویہ کے ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے یہ روایت کی کہ "ماکذب ابراھیم الا ثلث کذبات" (یعنی ابراہیمؑ نے صرف تین جگہ جھوٹ بولا ہی) امام نے کہا "بہتر یہ ہی کہ ایسی روایتین قبول نہ کیجائین" اُسنے بطور تعجب کے کہا "اگر ہم اس روایت کو قبول نہ کرین تو راویون کی تکذیب لازم آئیگی" امام نے کہا "ای مسکین اگر ہم قبول کرلین تو ہمکو ابراہیم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنی پڑتی ہی اور اگر اُسکو نہ مانین تو راویون کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا ہوگا، اور کچھ شک نہین کہ ابراہیمؑ کو جھوٹ کی نسبت سے بچانا بہتر ہی بہ نسبت اسکے کہ چند مجاہیل کو جھوٹ سے بچایا جائے"

یا مثلاً اول اول سلفِ صالح آیات متشابہات کی تاویل بالکل جائز نہین سمجھتے تھے پھر جب یونانی فلسفہ کا اسلام مین رواج ہوا اور آیات متشابہات کے ظاہری معنون پر جو کہ علمای اسلام بیان کرتے تھے - ملاحدہ اور مخالفینِ اسلام نکتہ چینی کرنے لگے تو علما کو متشابہات کی تاویل کرنی پڑی۔ مگر نہایت محدود آیتین تھین جنکے حقیقی معنون پر اُس زمانہ کے لوگ اعتراض کرتے تھے اسیلیے صرف وہی آیتین مجازی معنون پر محمول کی گئین۔ اب چونکہ زمانہ علم و حکمت کی ترقی کا ہی اسیلیے سرسید نے تاویل کو اُنھین آیتون مین محدود نہین رکھا بلکہ اور بہت سی آیتون کو - جیسا کہ دوسری جگہ ہمنے مفصل بیان کیا ہی مجاز و استعارہ و تمثیل پر محمول کیا ہی۔

اور مسلمان اُنکو وحی مُنزل کی طرح دل و جان سے قبول کرتے تھے، عیسائی مشنیری مسلمانون کی سیر اور تاریخ کی کتابین اور اُنکی تفسیرین دیکھ دیکھکر اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرتے تھے اور اسلام کو اُنکا جوابدہ سمجھکر مسلمانون سے جواب طلب کرتے تھے، تعلیم یافتہ مسلمان بہت سی باتین مروّجہ اسلام مین سائنس کے خلاف دیکھکر اسلام کی خالص تعلیم سے - جو کتاب و سنت مین منحصر ہی بداعتقاد ہونے لگے تھے؛ اور یہ تمام حالات اس بات کے مقتضی تھے کہ خالص اسلام مین اور اُن چیزون مین جو اسلام مین مل جُلکر اُسکی ذات مین داخل ہو گئی ہین امتیاز قائم کیا جائے اور جو مشکلات اس اختلاط اور امتزاج سے پیدا ہوئی ہین اُنکو رفع کیا جائے ۔

اگرچہ سرسید نے اپنی رفارمیشن مین اُن اصول سے جن پر قدیم محققین کی اصلاحین مبنی تھین بہت ہی کم تجاوز کیا ہی لیکن اسمین شک نہین کہ زمانۂ حال کی ضرورتون کے اقتضا سے قدیم اصلاحون مین خود بخود ایک قسم کی وسعت پیدا ہوگئی ہی مثلاً تمام محققین اس بات پر متفق ہین کہ خبر متواتر اور خبر مشہور کے سوا - جنکی تعداد کتب احادیث مین نہایت قلیل ہی - جو حدیثین خبر آحاد کہلاتی ہین اور جنسے صحاح ستہ اور تمام حدیث کی کتابین بھری ہوئی ہین - مفید یقین نہین ہین بلکہ اُنمین احتمال صدق اور کذب کا باقی ہی ۔ اور اس اصول سے اُنھون نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خبر واحد - بشرطیکہ صحت کے درجہ کو پہنچ جائے - اُسپر صرف عمل کرنا واجب ہی مگر اُسپر اعتقاد رکھنا ضرور نہین اور بعض کے نزدیک عمل اور اعتقاد دونو ضرور نہین ۔ سرسید نے اس نتیجہ کو زیادہ وسیع کر دیا ہی: اُنکی یہ رای ہی کہ جب خبر واحد مین صدق و کذب کا احتمال باقی ہی تو کیا وجہ ہی کہ جس خبر واحد کی روسے اسلام پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہو خواہی نخواہی اُس خبر کو تسلیم کر لیا جائے

اور اُنکے خلاف کرنے کو۔ گو کہ وہ ذراسی چیز ہی مین کیون نہو۔ گمراہی جانتے ہین " مگر چونکہ امام غزالی کے وقت مین سلطنت کی طرف سے علما کو پوری مذہبی آزادی نہ تھی اسلیے اُنھون نے چند جزوی باتون کے سوا اشاعرہ کے اصول سے اختلاف نہین کیا۔ لیکن سرسید بلا قید جس مسئلہ مین اختلاف کی ضرورت سمجھتے ہین اشاعرہ کے اصول سے اختلاف کرتے ہین ۔

الغرض سرسید کی اصلاحات کو جہانتک دیکھا جاتا ہے اُنمین بہت ہی کم اصلاحین ایسی ہونگی جنکی اصل محققین اہل اسلام کی تصنیفات مین موجود نہو۔ البتہ اگلے محققین کی اصلاحین اُسی حد تک محدود رہین جہانتک کہ اُس زمانہ کی حالت اور ضرورت مقتضی تھی اور سرسید کی اصلاحات مین موجودہ زمانہ کی حالت اور ضرورت کے موافق زیادہ وسعت پیدا ہو گئی ہے ۔

سرسید کی رفارمیشن کا منشا۔ جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہین۔ یہ ہرگز نہ تھا کہ وہ اسلام مین ایک نیا فرقہ قائم کرین اور خود اُس فرقہ کے سرگروہ بنین ۔ وہ جسطرح نبی کے سوا کسی امام یا مجتہد یا اور کسی اُمتی کے مقتدا بنانے کو شرک فی النبوۃ کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے اسی طرح خود کسی فرقہ کا مذہبی پیشوا بننے کو اشتراک فی النبوۃ سمجھتے تھے چنانچہ لاہور مین جو اُنھون نے اسلام پر لکچر دیا تھا اُسمین ایک فقرہ یہ بھی تھا " میری یہ خواہش نہین ہے کہ کوئی شخص۔ گو وہ میرا کیسا ہی دوست سے دوست ہو۔ میرے خیالات کی پیروی کرے ۔ مین رسولون کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہین سمجھتا کہ اُن باتون مین۔ جو خدا اور بندون کے درمیان دلی اور روحانی امور سے تعلق ہین اور جسکو مذہب کہتے ہین۔ وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُسکی پیروی کرین ۔ یہ منصب رسولون کا تھا اور آخر کو جناب رسول خدا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ جنکا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قائم رکھے (اور ضرور قائم رکھیگا۔ کیونکہ جیسا وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے)

یا مثلاً آیات منسوخہ کی تعداد پہلے پانسو سے بھی زیادہ مانی جاتی تھی پھر جیسا شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر مین لکھا ہی۔ سیوطی وغیرہ نے اُنکو بیس مین محصور کیا۔ پھر شاہ ولی اللہ نے نسخ کو صرف پانچ آیتون مین محدود کردیا۔ سرسید نے جب دیکھا کہ آیات منسوخہ کی تعداد پانسو سی گھٹتے گھٹتے پانچ تک پہنچ گئی تو اُنکو یقین ہوگیا کہ قرآن مجید مین نسخ حقیقی بالکل واقع نہین ہوا اور قرآن کی جس آیت سے مفسرین کو یہ شبہہ ہوا ہی کہ قرآن کی آیتین ایک دوسرے کی ناسخ و منسوخ ہین اُس آیت کا سیاق و سباق۔ جیسا کہ خطبات احمدیہ مین مفصل مذکور ہی صاف دلالت کرتا ہی کہ وہان نسخ سے مراد شرائع سابقہ کا قرآن سے منسوخ کرنا ہی نہ کہ قرآن کی ایک آیت کا دوسری آیت کو منسوخ کرنا۔ پس عیسائیون کا اعتراض۔ جو کہ وہ مسلمانون کے مسئلہ نسخ پر کرتے ہین۔ قرآن مجید پر وارد نہین ہوتا۔

یا مثلاً اگلے محققین نے فروع مین تقلید شخصی کو اس بنا پر ضروری نہین سمجھا کہ حق چارون مذہبون مین دائر ہی مگر سرسید جسطرح تقلید کو فروع مین ضروری نہین سمجھتے اسی طرح اصول مین بھی نہین سمجھتے کیونکہ جس بنا پر حق چارون مذہبون مین دائر سمجھا گیا ہی اُسی بنا پر اُسکو اشاعرہ اور معتزلہ اور دیگر فرق اسلامیہ مین بھی دائر سمجھنا ضرور ہی اور اسی وجہ سے اُنھون نے اکثر اصولی مسائل مین معتزلہ کی پیروی کی ہی۔ اس رائے مین بھی سرسید متفرد نہین بلکہ اگلے محققین اہل سنت نے بھی اکثر مسائل مین اشاعرہ کے اصول سے اختلاف کیا ہی۔ چنانچہ اسی اختلاف کے سبب جب امام غزالی پر لے دے ہوئی تو اُنھون نے ایک رسالہ موسوم بہ "تفرقہ بین الاسلام والزندقہ" لکھا جسمین اپنے مخالفون کی نسبت لکھتے ہین کہ "وہ مذہب اشاعرہ سے الگ ہونے کو۔ گو کہ وہ بالشت بھر ہی کیون نہو۔

ہوسکتے ہین ؟ تو اسکا جواب دینا نہایت مشکل تھا۔ سرسید نے یہی مشکل کام اپنے ذمہ لیا تھا اور جو مشکلات اُنکو اس کام مین پیش آئین وہ عنقریب کسی قدر اختصار کے ساتھ بیان کیجائینگی۔

سرسید کی نسبت یہ اعتراض اکثر سُنا گیا ہی کہ مُصلح یا مُجدّدِ مذہب ایسا شخص کیونکر ہوسکتا ہی جو علوم مُروّجہُ اسلام مین متوسط درجہ سے بھی کم درجہ رکھتا ہو۔ لیکن یہ اعتراض اُس شخص کی نسبت زیادہ موزون ہوسکتا ہی جو علوم مروجہ اہل اسلام مین کمال حاصل کرنیکے بعد مصلح یا مجدد مذہب بننے کا دعوے کرے۔ انسان جس مذہب کی سوسائٹی مین ہوش سنبھالتا ہی اُس مذہب کے ساتھ اُسکو قدرتی لگاؤ ہوتا ہی ؛ پھر جب اُسی مذہب کی تعلیم پاتا ہی تو وہ لگاؤ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی یہانتک کہ جب وہ تعلیم کمال کے درجہ کو پہنچ جاتی ہی تو اُس مذہب کی تقلید اور اُسکا تعصب اُسکی رگ وپے مین سرایت کرجاتا ہی اور کسی بات مین خود غور اور تحقیق کرنے کی مطلق قابلیت باقی نہین رہتی۔ اگر مثلاً حنفی مذہب کی تعلیم اُسکو ہوئی ہی تو اُسکے دل مین کبھی بھولکر بھی یہ خیال نہین آتا کہ اس مذہب مین کوئی غلطی ہوگی۔ یہ اصول بھی - کہ حق چارون مذہب مین دائر ہی - محض تقلیداً مانتا ہی کیونکہ عملاً حنفی مذہب کے ایک مسئلہ مین بھی غلطی کا ہونا اُسکے نزدیک محال معلوم ہوتا ہی۔ باوجودیکہ بخاری کو اصح الکتب بعد کلام اللہ جانتا ہی مگر بیسیون حدیثین جو اُسمین صریح حنفی مذہب کے خلاف ہین اُنکو قابل عمل نہین سمجھتا۔ ایسا شخص بلاشبہہ کسی مذہب کا مصلح یا مجدد نہین ہوسکتا بلکہ یہ منصب اُس شخص کا ہی جو حق وباطل اور خطا وصواب مین تمیز کرسکتا ہی، ہر ایک امر پر غور کرتا ہی اور جو بات صحیح معلوم ہوتی ہی اُسے اخذ کرتا ہی اور جو غلط معلوم ہوتی ہی اُسے چھوڑتا ہی، اول ایک بات کو صحیح جانتا ہی پھر جب اُسمین غلطی معلوم ہوتی ہی تو اسی بات کو غلط قرار دیتا ہی۔

ختم ہوگیا" پس اُنکا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ لوگ اُنکی پیروی کرین اور اُنکو اپنا مذہبی پیشوا جانین بلکہ اُنکی رفارمیشن کا اصل مقصد صرف مسلمانون کی دنیوی ترقی کے موانع کو دور کرنا اور عیسائی قومون کے اس اعتراض کو دفع کرنا تھا کہ "اسلام ترقی اور شایستگی کے ساتھ جمع نہین ہوسکتا" اور چونکہ اس زمانہ مین مغربی تعلیم کے سوا کوئی ذریعہ دنیوی ترقی کا نہین ہی اسیلیے جو شبہات مغربی تعلیم سے اسلام کی نسبت پیدا ہونے ممکن تھے اُنکا رفع کرنا بھی ضرور تھا۔ پس یہی دو مقصد تھے جنکے لیے سرسید کو مذہبی مباحث مین پڑنا اور بہت سی باتون مین جمہور سے اختلاف کرنا پڑا۔

سلطان عبدالعزیز خان مرحوم نے ایک کونسل علما اور عقلا کی اس امر کی تحقیقات کے لیے منعقد کی تھی کہ دین اسلام دنیوی ترقی کا مانع ہی یا نہین؟ کونسل نے اپنی تحقیقات کے بعد جو رپورٹ لکھی اُسکا ماحصل یہ تھا کہ "اسلام مین کوئی بات ایسی نہین جو دنیوی ترقی کی مانع ہو؛ مگر مسلمانون کو اپنی بہت سی رسوم و عادات کو۔ جو اگلے زمانہ مین مفید تھین مگر حال کے زمانہ مین نہایت مضر ہوگئین چھوڑنا ضرور ہی" ظاہر ہی کہ کونسل نے جو کچھ اسلام کی نسبت لکھا وہ بالکل قرآن[1] اور حدیث کے مطابق تھا بلکہ ہمارے نزدیک صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہی کہ باوجود اُسکی سخت پابندی کے انسان دنیوی ترقی اور شایستگی کو کمال کے درجہ تک پہنچا سکتا ہی بخلاف دیگر مذاہب کے جنسے دست بردار ہوے بغیر ترقی کے میدان مین ایک قدم نہین رکھا جا سکتا؛ لیکن اگر کونسل سے پوچھا جاتا کہ وہ کونسی رسوم و عادات ہین جنکے چھوڑنے کے بعد مسلمان اپنے موجودہ مذہب کے موافق ترقی کی دوڑ مین شریک

---

[1] خدا تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہی "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اور رسول خدا صلعم نے فرمایا "انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین" اور فرمایا "الدین یسر" اور ابو موسیٰ اور معاذ بن جبل کو جب یمن مین بھیجا تو یہ نصیحت کی "یسرا ولا تعسرا" ۱۲

وانا علیٰ اثارھم مقتدون" انکو کچھ دشواری نہین ہی اُنھون نے جس لیک پر اگلون کو چلتے دیکھا ہی اُسی پر آنکھین بند کیے چلے جاتے ہین ۔

بہرحال اگر سرسید مشرقی تعلیم کی اُس حد سے آگے بڑھجاتے جسپر اُنکی تعلیم آکر ٹھیر گئی تو تقلید کے پھندے سے تا زیست اُنکا چھٹکارا ہونا دشوار تھا ۔ پس علوم مروجہ کی تکمیل بجای اسکے کہ اُنکے کام مین کچھ مدد دیتی - وہ تمام قدرتی قابلیتین جو اُنکی طبیعت مین رکھی گئی تھین بالکل فنا کردیتی ۔ اور جس دلیری اور آزادی سے اُنھون نے رفارمیشن کا کام انجام دیا اُسکا حوصلہ اُنمین مطلقاً باقی نہ رہتا ۔

وہ ایک خط مین جو اُنھون نے ۱۲۸۹ھ مین سید مھدی علی خان کو لکھا تھا - لکھتے ہین

"میرے پیارے مھدی ! مین ہمیشہ آپ کو کہا کرتا ہون کہ جو خراب اثر مشرقی طریقہ تعلیم کا انسان کے دل و طبیعت پر ہوتا ہی ۔ اُس سے آپ کبھی امین نہ رہین ۔ آپ سمجھتے ہین کہ نبیِ آخرالزمان (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اُمی محض رکھنے مین کیا حکمت تھی ؟ یہی حکمت تھی کہ نیچرل فیض جو اندر ودیعت [illegible] ہی اُسکو کوئی بیرونی چیز مزاحم نہو اور جو کچھ باہر نکلے خالص بے میل ہو ۔ پس [illegible] کے جاری رکھنے پر متوجہ رہا کرین اور جس علم کی نسبت کہا گیا ہی کہ "العلم حجاب الاکبر" اسکے پیرو ہرگز نہ ہو دین "

یہ بھی کہا جاتا ہی کہ جو شخص مذہبی خیالات کی اصلاح کا دعوی کرے اُسمین مذہبی تقدس جو علمای دین کا شعار ہی - ضرور ہونا چاہیے ۔ پس سرسید جیسا دنیادار آدمی - جو نماز روزہ تک کا پابند نہو - اس منصب جلیل کے کیونکر لائق ہوسکتا ہی ؟ سو اس اعتراض کے جواب مین اسکے سوا اور کیا کہا جاسکے کہ مذہبی تقدس - جو ہمارے علمای دین کا شعار ہی - اگر سرسید کو یہ درجۂ عالی

یہ ممکن ہی کہ وہ غلط بات کو صحیح اور صحیح بات کو غلط سمجھ جائے مگر یہ ممکن نہین کہ جس بات کو دل مین غلط جانے اُسکو دنیا کی شرم یا اعتراض کے خوف سے صحیح کہے جائے۔ مصلح یا مجدّد کو علوم مروّجہ کی اتنی ضرورت نہین ہی جتنی اس بات کی ضرورت ہی کہ حق بات کے کہنے مین لومۃ لائم سے نہ ڈرے کیونکہ وہ کوئی نئی بات نہین کہتا بلکہ جو صداقتین محققین کی تحقیقات مین موجود ہین اور تقلید نے اُنکی طرف سے آنکھون پر پردے ڈال رکھے ہین اُنکو علے الاعلان ظاہر کرتا ہی۔

سرسید مین ابتدا سے وہ تمام خاصیتین۔ جو ایک مصلح یا مجدّد یا ریفارمر مین ہونی ضرور ہین موجود تھین۔ اُنکی عمر کا بہت بڑا حصہ حق کی تلاش مین گذرا، کبھی صوفیت کا رنگ چڑھا، کبھی وہابیت کا زور شور رہا، کبھی غیرمقلدی کی لے بڑھی اور آخر کو تمام جستجو اور تلاش اس نتیجہ پر آکر ختم ہوگئی کہ الاسلام ھو الفطرۃ والفطرۃ ھو الاسلام۔ بعضے لوگ سمجھتے ہین کہ سرسید کے مذہبی خیالات مین اسقدر تبدیلیون کا ہونا اُنکے متلون مزاج ہونے کی دلیل ہی مگر یہ اُنکی نادانی ہی؛ حق بات تک ہمیشہ اسیطرح بتدریج رسائی ہوتی ہی؛ ابراہیم خلیل اللہ نے پہلے ستارہ کو پھر چاند کو اور پھر سورج کو اپنا رب سمجھا تب اس نتیجہ تک پہنچے کہ "انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰات والارض حنیفا وما انا من المشرکین" محمد مصطفےٰ صلعم کو اگر وہ عقبات پیش نہ آتے جن تک پہنچنے سے پہلے پیش آتے ہین تو قرآن مین آپ کی نسبت یہ ارشاد نہ ہوتا کہ "ووجدک ضالاً فھدیٰ" جب انبیا علیہم السلام کا یہ حال ہو تو اور لوگ۔ جو طالب حق ہین۔ جب تک کچھ دنون ادھر اُدھر ڈانواں ڈول نہ پھرین کیونکر ایک ہی جست مین منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہین؟ ہان جو لوگ تقلید کے دائرہ سے قدم باہر رکھنا نہین چاہتے اور جنکا یہ قول ہی کہ "انا وجدنا اباءنا علیٰ امۃٍ

آزمایش مین نہ گذرا نے اور حاکم و محکوم دونون کے خیالات سے واقف نہو وہ کیونکر اپنے مقاصد
مین کامیاب ہوسکتا ہی ؟

یہی سبب ہی کہ ہمارے مقدس علما - جو دنیا سے الگ تھلگ رہنے کے سبب دنیا کے حالات سے
بے خبر ہین - اُنکی تحریرین - جو اس آزادی اور نکتہ چینی کے زمانہ مین اُنھون نے مذہب کے
متعلق لکھی ہین یا لکھتے ہین - وہ بجاے اسکے کہ غیر قومون کے دل مین اسلام کی نسبت حسن ظن
پیدا کرین اُلٹی دین کے مضحکہ کا باعث ہوتی ہین ۔ پس اس زمانہ مین مذہبی مصلح - جسکا
مقصد مسلمانون کی اصلاح معاش اور اسلام کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرنا ہو - اُس شخص کے سوا
جو دنیا داری کے لباس مین زندگی بسر کرے اور دنیا کے حالات سے باخبر ہو - دوسرا شخص نہین ہوسکتا ۔

اگرچہ ایک مصلح مذہب مین اس مشہور مقولہ کے موافق کہ "اُنظر الی ما قال ولا تنظر الی
من قال" مقتضای عقل یہ ہی کہ بجاے افعال کے زیادہ تر اُسکے اقوال کو دیکھا جائے مع ذلک
ہم سر سید کے افعال اور اخلاق و عادات مین وہ خوبیان پاتے ہین جو بڑے بڑے مشائخ
و اہل اللہ مین نہین دیکھی گئین اور جنکو ہم [illegible] تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے ۔
بلاشبہہ وہ آخر عمر مین بسبب فربہی مفرط اور کبر سن کے نماز روزے کے پابند نہ رہے تھے لیکن
اپنے قصور کا اعتراف کرتے تھے جسکی نسبت کہا گیا ہی "الاعتراف یہدم الاقتراف" حج اور
زکوۃ کی انہین کبھی استطاعت نہین ہوئی اور قرض روپیہ لیکر جسطرح کہ انھون نے لندن کا سفر
کیا اسطرح - سفر حج کرنے کو وہ ناجائز سمجھتے تھے ۔ بیسیون عیب - جو بڑے بڑے دیندارون
اور پرہیزگارون مین دیکھے گئے ہین - اُنسے یہ شخص بالکل پاک تھا اور امت کی خیرخواہی

حاصل ہوجاتا تو مسلمانون کی خیرخواہی اور اسلام کی حمایت کرنے کی اُنکو فرصت ملنی دشوار تھی ؛ کیونکہ اُنکی تمام عمر کسی مسلمان فرقہ کا رد لکھنے اور کسی کو کافر اور کسی کو فاسق بنانے اور طبقات دوزخ کے تقسیم کرنے مین گذر جاتی اور اگر بالفرض اسلام اور مسلمانون کی خیرخواہی کا سچا جوش بھی اُنکے دل مین ہوتا تو بھی وہ اس قابل نہوتے کہ اسلام کی کچھ حمایت کرسکین ، یا مسلمانون کے مصائب کا کچھ تدارک کرسکین ۔ یعنی اس بات کا سمجھنا اُنکی طاقت سے باہر ہوتا کہ اسلام اور اہل اسلام کو کن مشکلات کا سامنا ہی اور اُن مشکلات کا کیونکر مقابلہ ہوسکتا ہی ؟ کیونکہ مذہبی تقدس کی پہلی شرط یہ ہو کہ دنیا اور اہل دنیا کے حالات سے بالکل بے خبر ہون ۔

بات یہ ہی کہ مذہبی تقدس اور مشایخ و علما کی زی مین رہنا اور زہاد و عباد کیسی زندگی بسر کرنا اُن لوگون کے لیے ضرور ہی جو مذہبی پیشوا کہلاتے ہین جیسے واعظین جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین یا مشائخ و اہل اللہ جو تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن کی تعلیم و تلقین فرماتے ہون [illegible] نمونہ نہین جو اورون مین پیدا کرنی چاہتے ہین تو اُنسے لوگون [illegible] سکتا ۔ برخلاف اُس شخص کے جو محض قوم کی اصلاح معاش کا ارادہ رکھتا ہو ، اُنکو تنزل کے گڑھے سے نکالنا اور اُنکے تنزل کے اسباب اور ترقی کے موانع دریافت کرنے چاہتا ہو ، حکمران قوم کو جو اُسکے ہم مذہبون کی نسبت غلط فہمی ہو اُسکو رفع کرنا چاہتا ہو ، علمی دنیا مین جو خیالات مذہب کی نسبت پھیل رہے ہون اُنسے آگاہی حاصل کرنے کی فکر مین ہو ؛ ایسا شخص جب تک گوشۂ عزلت سے نکلکر دنیا کے بیچون بیچ زندگی بسر نہ کرے اور عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اُسکے نشیب و فراز اور گرم و سرد کی

اور ہر ایک اختلاف مین اُنکی رای صائب ہی لیکن چونکہ اُنھون نے موجودہ زمانہ کی ضرورتون کے موافق ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی ہی اسلیئے جو لوگ دین اسلام کے دوست ہین اور اُسکو ہر قسم کے اعتراضات اور شکوک و شبہات سے پاک جانتے ہین اُنسے امید ہی کہ سرسید کے مندرجۂ ذیل اختلافات کو صرف اس نظر سے کہ وہ جمہور علماے اہل سنت کے خلاف ہین ناقابل التفات نہ سمجھینگے بلکہ ہر ایک اختلاف پر جو دلائل سرسید نے قائم کیے ہین اُنپر نہایت بے تعصبی اور انصاف کے ساتھ غور کرینگے ۔ اُنکا فرض ہی کہ ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کے متعلق اول اس بات پر غور کرین کہ جس اعتراض یا شبہہ کے رفع کرنے کی غرض سے اُنھون نے جمہور سے اختلاف کیا ہی وہ فی الواقع اس قابل ہی یا نہین کہ اُسکو رفع کیا جائے ' دوسرے یہ کہ جمہور سے اختلاف کیئے بغیر وہ اعتراض یا شبہہ رفع ہوسکتا ہی یا نہین ؟ تیسرے جس طریقہ سے سرسید نے اُسکو رفع کرنا چاہا ہی اُس طریقہ سے اُسکا رفع ہونا ممکن ہی یا نہین ؟ امید ہی کہ اگر ان تینون باتون پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائیگا تو اسلام کے حق مین بہت عمدہ نتائج پیدا ہونگے ۔

اسوقت تمام علمی دنیا مین مذہب کی صداقت کا معیار یہ امر قرار پایا ہی کہ جو مذہب حقائق موجودات اور اصول تمدن کے برخلاف ہو وہ مذہب سچا نہین ہوسکتا ۔ اس معیار نے جو نتائج مذاہب کے حق مین پیدا کیئے ہین وہ یہ ہین کہ تمام قومین جو علمی اور تمدنی ترقی کی طرف متوجہ ہوئی ہین وہ سب رفتہ رفتہ مذہب سے دست بردار ہوتی جاتی ہین ۔ عیسائیون نے بائبل کو اُٹھا کر بالای طاق رکھدیا ہی اور فی الواقع اگر وہ بائبل کے احکام یا نصیحتون پر کاربند ہوتے تو ترقی کے میدان مین اُنکا قدم رکھنا ناممکن تھا ؛ برہم سماج والون نے ویدون مین سے

جسمین مخبر صادق نے تمام دین کو حصر کردیا ہی اور فرمایا ہی کہ "اَلدِّینُ النَّصِیحَۃُ" اُسمین تمام قوم سے سبقت لیگیا تھا۔ اُسنے جس کام کا بیڑا اُٹھایا تھا اسکے لیے زہد و تقدس کی نہین بلکہ عقل اور راستبازی کی ضرورت تھی جبکی نسبت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہی کہ "لَا تَنْظُرُوا اِلیٰ صَلوٰۃِ امْرِئٍ وَلَا صِیَامِہٖ وَلٰکِنِ انْظُرُوا اِلیٰ عَقْلِہٖ وَصِدْقِہٖ" (یعنی کسی کے نماز روزہ پر نظر نہ کرو بلکہ اُسکی عقل اور سچائی کو دیکھو)

مذہبی مسائل مین علماے سلف سے اختلاف

سر سید نے جن مسائل مین علماے سلف سے اختلاف کیا ہی وہ دو قسم کے مسائل ہین ایک وہ جنمین جمہور علماے اہل سنت اُنکے خلاف ہین مگر محققینِ اہل اسلام مین سے اور لوگ بھی اُسطرف گئے ہین دوسرے وہ جنمین سر سید بظاہر متفرد معلوم ہوتے ہین اور یہ دوسری قسم کے اختلافات زیادہ تر قرآن کی تفسیر کے ساتھ مخصوص ہین۔

دونون قسم کے مذکورۂ بالا اختلافات کا منشا۔ جیساکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین۔ یہ ہرگز نہ تھا کہ سر سید کوئی نیا فرقہ قائم کرنا اور خود رہبر بننا چاہتے تھے۔ بلکہ یہ تمام اختلافات محض اس بات پر مبنی تھے کہ آجکل جو اعتراضات اسلام پر مخالفین اسلام کی طرف سے وارد کیے جاتے ہین، یا جو شکوک و شبہات تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانون کے دل مین اسلام کی نسبت پیدا ہوتے ہین اُنکو رفع کیا جائے۔ اسی لیے ہم اُن تمام اختلافات کو اس عنوان کے ذیل مین درج کرنا چاہتے ہین مگر جن دلائل پر یہ اختلافات مبنی ہین اُنکو سر سید کی تصنیفات مین دیکھنا چاہیے۔

اگرچہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ ہر مسئلہ مختلف فیہ کی نسبت جو کچھ سر سید نے لکھا ہی وہی صحیح ہی

قرآن کا تواتر ہونا پایا جاتا ہی وہ سب موضوع و مفترے ہین (۶) صحاح ستہ بلکہ صحیحین کی بھی تمام حدیثون کو جب تک کہ اصولِ علم حدیث کے موافق اُنکی جانچ نہ کیجائے - قابلِ وثوق نہین سمجھنا چاہیے (۷) شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید مین آیا ہی اُس سی کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہین ہی بلکہ خود انسان مین جو نفس امارہ یا قوت بہیمیہ ہی وہ مراد ہی (۸) طیور منخنقہ جنکو نصارے نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو مسلمانون کو اُنکا کھانا حلال ہی (۹) چونکہ خبر واحد مین احتمال صدق و کذب باقی رہتا ہی اسلیے جو اعتراض اخبار آحاد کی بنا پر اسلام کی نسبت کیے جاتے ہین اسلام اُنکا جوابدہ نہین ہی (۱۰) سوا اُن کفار و مشرکین کے جنکا قرآن کی اس آیت مین ذکر کیا گیا ہی یا جو اس آیت کے مصداق ہون کہ "انما ینہاکم اللہ[1] عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم" تمام کفار و مشرکین سے دوستی و موالات کرنا جائز ہی (۱۱) عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابون مین تحریف لفظی واقع نہین ہوئی بلکہ صرف تحریف معنوی ہوئی ہی مگر اسی کے ساتھ اُنکا اول سے آخر تک الہامی ہونا اور غلطی سے پاک ہونا غیر مسلم ہی (۱۲) ہر شخص اُن مسائل مین - جو قرآن یا حدیث صحیح مین منصوص نہین ہین آپ اپنا مجتہد ہی (۱۳) حضرت ہاجرہ جو اسمعیل ع کی ماں ہین وہ - جیسا کہ بعض روایتون مین مذکور ہی - درحقیقت لونڈی نہ تھین بلکہ رقیون بادشاہ مصر کی بیٹی تھین اور رقیون نے اُنکو صرف تربیت کے لیے حضرت سارا کے ساتھ کر دیا تھا - (۱۴) وضع و لباس وغیرہ مین

---

[1] یعنی خدا تمکو منع نہین کرتا مگر اُن لوگون کی دوستی سے جو تمسے دین کی بابت لڑے اور جنھون نے تمکو تمھارے گھرون سے نکال دیا اور تمھارے نکالنے پر اَوْرون کی مدد کی ۱۲

فقط ڈھائی اپچھر پریم کے لے لیے ہین اور باقی کو بالکل خیرباد کہدیا ہی؛ آریہ سماج والے ویدون کا جو مطلب بیان کرتے ہین اُسکو نہ سناتن دھرم کے ہندو تسلیم کرتے ہین اور نہ یوروپ کے بڑے بڑے سنسکرت دان اور وید کے محقق صحیح جانتے ہین، پس درحقیقت اُنھون نے بھی وید سے اپنے تئین آزاد کرلیا ہی۔ سرسید کا یہ دعوے ہی کہ دنیا مین جتنی کتابین آج الہامی مانی جاتی ہین اُنمین صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہی جسمین نہ کوئی چیز حقائق موجودات کے خلاف ہی اور نہ تمدن اور حسنِ معاشرت کی مانع۔ پس مسلمان عالمون کا اس بات پر غور کرنا۔ کہ جو کچھ سرسید نے اسلام کی حمایت کی غرض سے لکھا ہی اُسکی اس زمانہ مین فی الواقع ضرورت تھی یا نہین اور اگر تھی تو سید کی تحریرات سے وہ ضرورت رفع ہوتی ہی یا نہین؟ کچھ کم ضروری نہین ہی۔

اب ہم اُن اختلافات کا خلاصہ لکھتے ہین جنمین دیگر محققین اہل اسلام بھی سرسید کے ساتھ شریک ہین۔

(۱) اجماع حجت شرعی نہین ہی (۲) قیاس حجت شرعی نہین ہی (۳) تقلید واجب نہین ہی (۴) قرآن کا کوئی حکم جو ایک آیت مین بیان ہوا تھا کسی دوسری آیت سے منسوخ نہین ہوا اور نہ قرآن کی کسی آیت کی تلاوت منسوخ ہوئی اور سورۂ بقرہ کی اس آیت سے کہ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا قرآن کی کسی آیت کا ناسخ اور کسی کا منسوخ ہونا مراد نہین ہی بلکہ اُسکی بعض آیتون سے شرایع سابقہ کے بعض احکام کا منسوخ ہونا مراد ہی (۵) قرآن مین کسی طرح کی زیادتی یا کمی یا تغیر و تبدل واقع نہین ہوا، وہ جسطرح اور جسقدر نازل ہوا تھا اُسی طرح اور اُسی قدر زمانہ نزول سے آج تک محفوظ ہی اور جن روایتون سے زیادتی یا کمی یا تغیر و تبدل کا ہونا یا بعض صحابہ کے اقوال سے

نہین ہوتی بلکہ۔ جیسا ابن عباس؛ قتادہ، ربیع اور ابن زید سے منقول ہی تحویل قبلہ کے معاملہ کی طرف پھرتی ہی جسکا ذکر اس آیت سے پہلے اور اُسکے بعد کیا گیا ہی (۲۲) آیہ میراث سے وصیت کا حکم۔ جو آیہ وصیت مین والدین اور دیگر وَرَثہ کے لیئے تھا۔ منسوخ نہین ہوا؛ پس جو وصیت وارث کے حق مین کیجائے وہ نافذ ہی (۲۳) جو لوگ مشکل سے روزہ رکھتے ہین وہ آیہ "وعلی الذین یُطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" کے بموجب روزون کے بدلے فدیہ دے سکتے ہین۔ بعض دیگر علما فدیہ کی اجازت کو خاصکر مُعَمَّر لوگون کے لیے مخصوص سمجھتے ہین؛ مگر سرسید کے نزدیک یہ حکم عموماً اُن سب لوگون کے لئے ہی جنکو روزہ رکھنا شاق ہو، خواہ بڈھے ہون اور خواہ جوان۔ لیکن بہ نسبت فدیہ دینے کے اُنکو روزہ رکھنا بہتر ہی (۲۴) جس ربا یعنی سود کی حرمت قرآن مین بیان ہوئی ہی اُس سے اُسی قسم کا ربا مراد ہی جیسا کہ زمانہ جاہلیت مین عرب مین جاری تھا اور جسکی مثال ہمارے ملک کے سود خوارون اور مہٹیون مین۔ جنکا پیشہ سود خواری ہے پائی جاتی ہی۔ مگر اُس سے اُس منافع کی حرمت۔ جو پرامیسری نوٹون پر لیا جاتا ہی۔ ثابت نہین ہوتی؛ اسکے سوا کسی گورنمنٹ یا کمپنی کو جو ملک کی ترقی کے لیے روپیہ قرض لے اُسکو سود پر روپیہ دینا یا کسی جماعت کا۔ جو کسی رفاہ عام کے کام کے لیئے چندہ جمع کرے۔ اُس روپیہ کا سود مین لگانا اور اُسکے منافع سے رفاہ عام کا کام کرنا یہ بھی ربا مین داخل نہین ہی (۲۵) قرآن مین کوئی لفظ ایسا نہین ہی جس سے حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت ہو (۲۶) شہدا کی نسبت جو قرآن مین آیا ہی۔ کہ اُنکو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہین۔ اس سے اُنکا علو درجات اور روحانی خوشی اور دنیا مین مثال قابل تقلید چھوڑنا مراد ہی؛ نہ یہ کہ وہ درحقیقت زندہ ہین اور مثل زندون کے

کفار کے ساتھ تشبُّہ شرعاً ممنوع نہین ہی (۱۵) قرآن کی کسی آیت سے جبر پر اور کسی سے قدر پر استدلال کرنا۔ جیسا کہ متکلمین نے اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لیے کیا ہی۔ مقصد شارع کے برخلاف ہی کیونکہ جن آیتون سے اس مسئلہ کو استنباط کیا جاتا ہی اُن آیتون سے بندون کے مجبور یا مختار ہونے کا تصفیہ کرنا مقصود نہین ہی۔ ورنہ آنحضرت صلعم مسئلہ مذکور کے متعلق بحث کرنیوالون پر غضبناک ہو کر یہ نہ فرماتے کہ "ابھذا امرتم ام بھذا ارسلت" (۱۶) معراج اور شق صدر دونو رؤیا مین واقع ہوے ہین نہ کہ بیداری مین کیا مسجد الحرام سے مسجد اقصے تک اور کیا مسجد اقصے سے آسمانون تک (۱۷) اگرچہ ممکن ہی کہ جسطرح انسان سے فروتر مخلوقات موجود ہی اسی طرح اُس سے بالاتر مخلوقات جسکا ہمکو علم نہین۔ موجود ہو لیکن ملائک یا ملائکہ کے الفاظ جو قرآن مین وارد ہوے ہین اُنسے یہ مُراد نہین ہی کہ وہ کوئی جدا مخلوق انسان سے بالاتر ہی بلکہ خدا تعالی نے جو مختلف قُوے اپنی قدرت کاملہ سے مادّہ مین ودیعت کئے ہین۔ جیسے پہاڑون کی صلابت، پانی کا سیلان، درختون کا نمو، برق کی قوتِ جذب و دفع وامثال ذالک۔ اُنھین کو ملائک یا ملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہی (۱۸) آدم اور ملائکہ اور ابلیس کا قصہ جو قرآن مین بیان ہوا ہی یہ کسی واقعہ کی خبر نہین ہی بلکہ یہ ایک تمثیل ہی جسکے پیرایہ مین انسان کی فطرت اور اُسکے جذبات اور قوت بہیمیہ جو اُسمین ودیعت کی گئی ہی اُسکی بُرائی یا دشمنی کو بیان کیا گیا ہی۔ اور اس قسم کی اور بھی متعدد تمثیلین قرآن مین موجود ہین (۱۹) معجزہ دلیل نبوت نہین ہو سکتا (۲۰) قرآن مین آنحضرت صلعم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہین ہی (۲۱) آیۂ "الذین اٰتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم" مین جو ضمیر مفعول لفظ یعرفونہٗ مین ہی وہ۔ جیسا کہ عام مفسرین لکھتے ہین آنحضرت کی طرف عائد

بلکہ ابتدای آفرینش سے یہ خیال تمام قومون مین چلا آتا تھا کہ جو ہولناک حادثے دنیا مین
واقع ہوتے ہین وہ انسان کے گناہون کی کثرت کے سبب واقع ہوتے ہین اور انبیا کا کام یہ ہے
کہ جن خیالات پر لوگ مجبول ہوئے ہین اگر وہ خیالات مقاصد نبوت کے منافی نہین ہین بلکہ
اُنکی تائید کرنے والے ہین تو وہ اُن خیالات کی صحت یا غلطی سے کچھ تعرض نہین کرتے بلکہ
اُنھین خیالات کے بموافق اُنسے خطاب کرتے ہین (۳۱) خدا کا دیدار کیا دنیا مین اور کیا عقبے مین
نہ ان ظاہری آنکھون سے ممکن ہے اور نہ دل کی آنکھون سے (۳۲) قرآن مجید مین جو جنگ بدر و حنین
کے بیان مین فرشتون کی مدد کا ذکر کیا گیا ہے اُس سے ان لڑائیون مین فرشتون کا آنا ثابت نہین ہوتا
(۳۳) صفات باری تعالی عین ذات ہین، نہ غیر ذات، اور نہ لا عین ولا غیر جیسا کہ اشاعرہ کا
مذہب ہے (۳۴) حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہین ہوتا
(۳۵) کوئی امر عادت الہی یا قانون طبیعی کے خلاف کبھی وقوع مین نہین آتا (۳۶) قرآن مین جو
کفار سے بطور معارضہ کے کہا گیا ہے کہ- اگر تمکو اس کتاب کے من عند اللہ ہونے مین شک ہو تو اُسکی
مثل کوئی سورت یا چند آیتین تم بنا لاؤ- اس سے- جیسا کہ اکثر اہل اسلام خیال کرتے ہین یہ مراد
نہین ہے کہ ایسا فصیح کلام تم نہین بنا سکتے بلکہ یہ مراد ہے کہ ایسا کلام- جو عالم اور فلسفی اور حکیم سے لیکر
جاہلون، صحرا نشین، بدؤن اور اونٹ چرانے والون تک سب کی ہدایت کے لیے یکسان مفید
اور سب کی سمجھ اور علم کے موافق ہو- بنا لینا تمھاری طاقت اور قدرت سے باہر ہے (۳۷) نبوت
کا ملکہ نبی کی اصل فطرت مین ودیعت ہوتا ہے اور جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ "النبی نبی و لو کان
فی بطن اُمّہ" وہ مان کے پیٹ سے نبی پیدا ہوتا ہے اور جسطرح تمام ملکات اور قوائے فطری بتدریج

کھاتے پیتے ہین (۲۷) صُور کا لفظ جو قرآن مین متعدد جگہ آیا ہی اُس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل نرسنگے یا سنکھ یا تُرئی و قرنا کے مراد نہین ہی بلکہ یہ محض استعارہ ہی کہ جسطرح تُرئی کی آواز پر لشکر جمع ہو جاتے ہین اسی طرح خدا کی مشیت اور ارادہ سے بعث و حشر واقع ہوگا (۲۸) خدا تعالی کی ذات و صفات اور اسماء و افعال کے متعلق جو کچھ قرآن یا حدیثون مین بیان ہوا ہی وہ سب بطریق مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہوا ہی اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے۔ جیسے بعث و نشر، حساب و کتاب، میزان، صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ۔ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہی نہ حقیقت پر (۲۹) قرآن مین جو خدا کا زمین و آسمان کو چھ دن مین پیدا کرنا بیان ہوا ہی۔ اس سے کسی واقعہ کی خبر دینی مقصود نہین ہی بلکہ صرف یہودیون کے اس اعتقاد کی تردید مقصود ہی۔ کہ خدا تعالی نے زمین و آسمان کو چھ دن مین پیدا کرنے کے بعد ساتوین دن آرام لیا۔ اور اسی لیے جو کچھ اُنکا عقیدہ خلق زمین و آسمان کی نسبت تھا اُسکو قرآن مین اُسیطرح بیان کرکے فرمایا کہ "وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ" کیونکہ شارع کا مقصد حقائقِ اشیا سے بحث کرنا یا جو باتین حقائق کے برخلاف ہون اُنپر ردّ و قدح کرنا نہین ہی؛ بلکہ جو خیالات لوگون کے دل مین خدا کی وحدانیت اور قدرت و عظمت کے خلاف تہ نشین ہون اُنکا زائل کرنا ہی (۳۰) قرآن مین جو جا بجا قدیم قومون مین بدیان اور بداخلاقیان پھیل جانے کے بعد اُنپر طرح طرح کے عذاب کا نازل ہونا اور کسی قوم کو آندھی اور طوفان سے، کسی کو زلزلہ سے، کسی کو ٹڈیون اور دیگر حشرات کے مسلط کرنے سے اور کسی کو کسی عذاب سے اور کسی کو کسی عذاب سے برباد کرنا بیان ہوا ہے اسکا یہ مطلب نہین ہی کہ درحقیقت اُنکے گناہ اور معاصی عذاب نازل ہونے کا باعث ہوے تھے

شاہ ولی اللہ وغیرہ وغیرہ ۔ اگر کسی کو اُن سب بزرگواروں کے نام اور اُنکے اقوال دیکھنے ہوں تو سرسید کی تصنیفات میں اور مولوی سید مہدی علیخان کے مضامین میں جو زیادہ تر تہذیب الاخلاق کی سب سے پہلی جلدوں میں اور کسی قدر اخیر زمانہ کی جلدوں میں شائع ہوئے ہیں ۔ دیکھ لے ۔ اُنمیں وہ لوگ بھی ہیں جو معجزہ کو دلیلِ نبوت نہیں سمجھتے، خرق عادت کا واقع ہونا محال سمجھتے ہیں، قرآن میں آنحضرت ؐ کے کسی معجزہ کا ذکر ہونا تسلیم نہیں کرتے، آیات قرآنی جو بظاہر انبیای بنی اسرائیل کے معجزات پر دلالت کرتی ہیں اُنکو مأوّل سمجھتے ہیں ۔ عیسےٰؑ کا بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم نہیں کرتے، ملائکہ سے قوای عالم اور شیطان سے انسان کی قوت بہیمیہ سبعیہ مراد لیتے ہیں، جن کے وجود سے ۔ جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہی ۔ انکار کرتے ہیں، نبی پر متعارف فرشتوں کی وساطت سے وحی کا آنا تسلیم نہیں کرتے، قرآن کو محض باعتبار فصاحت و بلاغت کے معجز نہیں مانتے، شہدا کو درحقیقت زندہ اور کھاتے پیتے نہیں سمجھتے، مبدأ و معاد کے متعلق جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہی اُسکو مجازی معنوں پر محمول کرتے ہیں، طیور منخنقۂ اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال جانتے ہیں، قرآن میں نسخ کے قائل نہیں ہیں ۔ غرض کہ جسقدر سرسید کے اختلافات ہمنے اوپر بیان کیے ہیں اُنمیں کوئی ایسا اختلاف نہیں ہی جسمیں کچھ نہ کچھ لوگ محققین اہل اسلام میں سے سرسید کے ہمزبان نہوں ۔ ہان چند اختلاف سرسید نے علمای سلف سے ایسے بھی کیے ہیں جنمیں بظاہر وہ متفرد معلوم ہوتے ہیں لیکن یقیناً نہیں کہا جاسکتا کہ سلف میں سے کوئی اُسطرف نہیں گیا اور وہ اختلافات یہ ہیں ۔

(۱) اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کے لیئے موقوف کردیا ہی اور آیۂ من و فدا جو سورۂ محمد میں ہی

ترقی کرتے ہین اسیطرح ملکۂ نبوت بتدریج ترقی پاتا ہی؛ یہانتک کہ جب وہ کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہی تو اس سے وہ ظہور مین آتا ہی جو اُسکا مقتضا ہوتا ہی اور جسکو عرف عام مین بعثت سے تعبیر کرتے ہین؛ اسی لیے جو وحی اُسپر نازل ہوتی ہی وہ کسی ایلچی یا قاصد (یعنی فرشتہ) کی وساطت سے نازل نہین ہوتی بلکہ خود بخود ایک چیز اُسی کے دل سے اُٹھتی ہی اور اُسی پر گرتی ہی (۳۸) قرآن سے جنات کا ایسا وجود۔ جیساکہ عموماً خیال کیا جاتا ہی کہ وہ ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوے ہین اور اُنمین مرد و عورت دونو ہوتے ہین۔ جس شکل مین چاہتے ہین ظاہر ہو سکتے ہین۔ آدمی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہین وغیرہ وغیرہ۔ ثابت نہین ہوتا (۳۹) انبیای بنی اسرائیل اور قوم بنی اسرائیل کے قصے جو قرآن مین بیان ہوے ہین اُنمین جسقدر باتین بظاہر قانون فطرت کے خلاف معلوم ہوتی ہین وہ سب درحقیقت اُسکے مطابق بیان کی گئی ہین مگر مفسرین اہل اسلام نے یہودیون کی پیروی سے اُنکے معنی ایسے بیان کیے ہین جو قانون فطرت کے خلاف ہین (۴۰) طوفان نوح جسکا ذکر قرآن مجید مین متعدد جگہ آیا ہی۔ عام نہ تھا بلکہ اُسی قوم اور اُسی ملک مین محدود تھا جسپر حضرت نوح مبعوث ہوے تھے (۴۱) حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت حضرت سارا کی عمر اُس حد کو نہین پہنچی تھی جبکہ عادةً اولاد کا ہونا غیر ممکن ہی۔

اگر سرسید کی تصنیفات کو بالاستیعاب اول سے آخر تک دیکھا جائے تو غالباً مذکورۂ بالا مسائل کے سوا اور مسائل مین بھی بہت سے اختلافات نکلینگے مگر یہ سب اختلافات ایسے ہین جنمین سرسید متفرد نہین ہین بلکہ ہر ایک مسئلہ مین کم یا زیادہ لوگ اکابرِ علمای اسلام مین سے سرسید کے ساتھ متفق الرای ہین جیسے امام غزالی، امام رازی، امام الحرمین، قاضی ابن رشد، شیخ اکبر،

استعارہ ہی جسکی نسبت تاریخ سے ثابت ہی کہ پہلے پہل مرض چیچک عرب مین اُسی سال نمودار ہوا ہی جبکہ ابرہہ نے مکہ پر چڑھائی کی تھی (۹) حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ اور تمام انبیای سابقین کے قصون مین جسقدر واقعات بظاہر خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہین۔ جیسے ید بیضا، عصا کا اژدہا بنجانا، فرعون اور اُسکے لشکر کا غرق ہونا، خدا کا موسےٰ سے کلام کرنا، پہاڑ پر تجلی کا ہونا، گوسالۂ سامری کا بولنا، ابر کا سایہ کرنا، من وسلوے کا اُترنا؛ یا عیسےٰؑ کا گہوارہ مین بولنا، خلق طیر، اندھون اور کوڑھیون کو چنگا کرنا، مردون کو زندہ کرنا، مائدہ کا نزول وغیرہ وغیرہ۔ اُنکی تفسیر مین جو کچھ سر سید نے لکھا ہی وہ نرالا ہی پہلے کسی مفسر نے نہین لکھا (۱۰) قرآن مجید مین دو طرح کا کلام پایا جاتا ہی ایک مقصود اور دوسرا غیر مقصود؛ پس جو کلام غیر مقصود ہی اُس سے کسی بات کے اثبات یا نفی پر استدلال نہین ہوسکتا مثلاً کفار کے رحمت الٰہی سے محروم ہونے کو اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ "لا تفتح لھم ابواب السماء" چونکہ اصل مقصود اُنکے حرمان کا بیان ہی اور اُسکو اس پیرایہ مین بیان کیا گیا ہی اسلئے اس کلام کو غیر مقصود سمجھا جائیگا اور اس سے اس بات پر کہ آسمان مین فی الواقع دروازے موجود ہین استدلال نہو سکیگا (۱۱) شریعت اسلامیہ مین تمام احکام دو قسم کے ہین ایک اصلی اور دوسرے محافظ احکام اصلی؛ جن احکام پر اسلام کی بنیاد قائم ہی وہ صرف احکام اصلی ہین جنمین کوئی حکم ایسا نہین جو قانون فطرت کے خلاف ہو؛ اور دوسری قسم کے احکام سے فقط احکام اصلی کی محافظت مقصود ہی نہ یہ کہ وہ خود مقصود بالذات ہین؛ پس اُنکی نسبت یہ بحث بالکل بے محل ہی کہ وہ قانون فطرت کے مطابق ہین یا نہین

وہ نہایت صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہی (۲) دعا ایک قسم کی عبادت ہی جیسا کہ حدیث مین آیا ہی "الدعاء ھو العبادۃ" پس دعا کے مستجاب ہونے سے اُس مطلب کا جسکے لیئے دعا کیجاتی ہی - حاصل ہونا مراد نہین ہی بلکہ جو معنی عبادت کے قبول ہونے کے ہین وہی معنی دعا کے مستجاب ہونے کے ہین (۳) آیت یا آیات یا بینات کے الفاظ - جو قرآن مجید مین جا بجا آتے ہین - اُنسے وہ احکام یا مواعظ و نصائح مراد ہین جو خدا تعالی نے بذریعۂ وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین ، نہ کہ معجزات جیسا کہ عموماً علمای اسلام نے بیان کیا ہی (۴) حضرت عیسے کی نسبت جو یہودی کہتے تھے کہ ہمنے اُنکو سنگسار کر کے قتل کیا اور عیسائی کہتے تھے کہ یہودیون نے اُنکو صلیب پر قتل کیا تھا یہ دونو قول غلط ہین ؛ بلا شبہہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر صلیب پر موت واقع نہین ہوئی اور اسی لیئے قرآن مین مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ کے الفاظ واقع ہوئے ہین جس سے یہ مراد ہی کہ موت جو مصلوب کرنے سے مقصود تھی وہ واقع نہین ہوئی (۵) اگر مرد کو یہ احتمال بھی ہو کہ وہ متعدد ازواج مین عدالت نہ کرسکیگا تو اُسکو ایک سے زیادہ جورو کرنے کی اجازت نہین ہے (۶) سارق کے لئے قطعِ یَد کی سزا جو قرآن مین بیان ہوئی ہی لازمی نہین ہی کیونکہ اگر لازمی ہوتی تو فقہا اُسکو مال مسروقہ کی ایک خاص مقدار کے ساتھ مشروط نہ کرتے اور نیز صحابہ کے وقت مین متعدد موقعون پر سارق کو صرف قید کی سزا نہ دیجاتی (۷) قرآن مین جن اور جنہ کے الفاظ سے چھپے ہوے یا پہاڑی اور صحرائی لوگ مراد ہین نہ کہ وہ وہمی مخلوق جو دیو اور بھوت وغیرہ کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہی (۸) سورۂ فیل (الم ترکیف) مین جن الفاظ سے اصحاب فیل پر ابابیل کا کنکریان پھینکنا مراد لیا جاتا ہے وہ درحقیقت مرض چیچک سے

کچھ فرق نہین کر سکتے ؛ وہ جس رائے سے اختلاف کرتے ہین اُنکی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہو کہ یا اُسکو توڑ دین یا خود ٹوٹ جائین ۔ مسلمانون نے چونکہ انگریزی سلطنت مین آزادی کا نیا نیا سبق پڑھا ہو اسلیے جو بات اُنکی رائے یا عقیدہ کے خلاف یا اُنکی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہو اُس سے ہمیشہ ایسا اختلاف کرتے ہین جو آخر کو منجر بہ مخالفت ہوجاتا ہو ۔

ایک اور عام سبب مخالفت کا خاصکر مسلمانون مین قومی تنزل ہو جسکے سبب سے ہمیشہ گری ہوئی قومون مین خود غرضی بغض حسد جہالت وغیرہ خود بخود بڑھجاتے ہین ؛ لوگ عموماً لڑائی جھگڑے مول خریدنے لگتے ہین اور ذرا ذرا سی بات پر مخالف پارٹیان قائم ہوجاتی ہین ۔ یہ ایسی مخالفت ہو کہ اگر سرسید رفارمیشن کا کام اختیار نہ کرتے اور مذہبی امور مین ایک حرف بھی جمہور کے خلاف زبان سے نہ نکالتے بلکہ عام انگریزی اسکولون کے نمونہ پر ایک مدرسہ قائم کردیتے تو بھی مخالفت سے ہرگز نہ بچ سکتے تھے ۔ جب ندوۃ العلما۔ جو خاصکر دینی تعلیم اور دینی اغراض کے لیے اکثر علمای اسلام کے اتفاق سے قائم ہوئی ہو۔ مخالفت سے نہ بچی تو اور کسی کو اُس سے بچنے کی کیا امید ہوسکتی ہو اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو کوئی اسلامی انجمن کوئی اسلامی مدرسہ اور کوئی مسلمانون کی عام بھلائی کا کام آج کل ایسا نہین کیاجاتا جسکی مخالفت نہ ہوتی ہو ۔ پس سرسید کو مخالفت سے کسی طرح مفر نہ تھا ۔

اگرچہ اُنکے مذہبی خیالات کی نسبت اُسی وقت سے بدگمانی شروع ہو گئی تھی جب کہ اُنھون نے انگریزون کے ساتھ کھانے سے پرہیز ترک کردیا تھا ؛ مگر جب کہ اُنھون نے "تبیین الکلام" کی پہلی جلد شایع کی تو اُس بدگمانی کو زیادہ ترقی ہوئی ۔ سید مہدی علی خان ۔ جو آخر کو سرسید کی رفارمیشن کے سب سے بڑھکر مددگار ہوے ۔ اُنکو تبیین الکلام کا دیباچہ دیکھکر ایسا جوش آیا

لیکن چونکہ دونو لازم و ملزوم ہین اسلیئے عملاً دونو کا درجہ برابر ہی مثلاً نماز کے متعلق اصلی حکم صرف توجہ الی اللہ ہی باقی جسقدر احکام اُس سے متعلق ہین مثل وضو اور قیام و قعود و رکوع و سجود اور استقبال قبلہ وغیرہ یہ سب اُسکے محافظ ہین اور یہی وجہ ہی کہ مرض یا عذر کی حالت مین سب ساقط ہو سکتے ہین مگر توجہ الی اللہ کسی حالت مین ساقط نہین ہوتی لیکن جب تک کوئی عذر مانع نہو دونو کا بجالانا ضروری ہی۔

رفارمیشن کی مخالفت

اگرچہ مذہب کے متعلق رائے ظاہر کرنے کی موجودہ گورنمنٹ کی طرف سے آزادی تھی پھر بھی یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ اول تو مذہبی خیالات ایسی چیز ہین کہ جسطرح اُنکا یقین کسی دلیل سے پیدا نہین ہوتا اسی طرح وہ کسی دلیل سے زائل بھی نہین ہوتا؛ اسکے سوا اسلامی سلطنتون مین اگرچہ غیر قومون کے مذہب سے بہت ہی کم تعرض کیا گیا مگر خود مسلمانون کو مذہبی آزادی - جیسی کہ چاہیے - کبھی نصیب نہین ہوئی۔ جس ملک مین جو فرقہ برسرِ حکومت ہوا اُس ملک مین ہمیشہ اُسی فرقہ کے مذہب نے رواج پایا' باقی تمام فرقے مضمحل و متلاشی ہو گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون مین آزادیِ رائے بالکل معدوم ہو گئی اور تقلید کی بدترین غلامی تمام قوم کا شعار بن گئی۔ پس ایک ایسی آواز جس سے کبھی کسی کے کان آشنا نہ ہوے تھے اُسکو مسلمان کیونکر بغیر نفرت اور کراہت کے سُن سکتے تھے۔ دوسرے آزادیِ رائے ایک ایسی چیز ہی کہ جب دفعتہً کسی غیر تربیت یافتہ قوم کو حاصل ہوتی ہی تو اختلافِ آرا جو آزادی کو لازم ہی اُس قوم مین ہمیشہ مخالفت کی صورت مین ظاہر ہوتا ہی۔ آزادی اُنکو اختلاف کرنا تو سکھا دیتی ہی مگر بسبب تربیت یافتہ نہونے کے وہ اختلاف اور مخالفت مین

آنحضرت صلعم کے پیدا ہونے کا حال بیان کیا تھا وہان آپکی نسبت (عیاذاباللہ) پیغمبر باطل کا لفظ لکھا تھا اُردو مین بھی اُسکا اسیطرح ترجمہ بے کم وکاست کیا گیا۔ مگر سرسید نے جارج سیل کے ترجمۂ قرآن اور اُسکے دیباچہ سے اور کرنل کینڈی کی کتاب سے اور نیز تاریخ طبری سے چند مقام جنسے مصنف کے قول کی تردید ہوسکتی تھی فُٹ نوٹ مین نقل کردیے تھے مگر اُن نوٹون سے مسلمانون کی ناراضی کم نہین ہوئی۔ جب یہ حصہ چھپ کر ممبرون کے پاس پہنچا تو مولوی سمیع اللہ خان نے اس امر پر کہ پیغمبر کے لفظ کے ساتھ باطل کیون ترجمہ کیا گیا سخت مخالفت کی اور ایک تحریر جسمین (بقول سرسید کے) اُنکے کفر وارتداد پر اسی لفظ کے ترجمہ ہونے سے استدلال کیا گیا تھا۔ اخبارون مین شایع کرائی۔ اُسمین یہ بھی لکھا تھا کہ جو شخص سوسائٹی مین شریک ہو وہ کافر ہی چنانچہ اکثر مسلمان بزرگون نے سوسائٹی کی ممبری سے استعفا دیدیا۔

اگرچہ ممکن تھا کہ ترجمہ مین باطل کا لفظ نہ لکھا جاتا مگر سرسید کا مقصد مسلمانون کو اس بات سے آگاہ کرنا تھا کہ عیسائی اسلام اور بانیِ اسلام کی نسبت کیا خیالات رکھتے ہین اور اب اپنے مذہب کے طعنون سے کان بند کر لینے کا وقت نہین ہی بلکہ اس بات کی ضرورت ہی کہ غیر قومین جو کچھ اسلام کے برخلاف کہتی ہین اُس سے اطلاع حاصل کیجائے اور اُنکی غلط فہمیون کو رفع کیا جائے یا اُنکے تعصبات کی قلعی کھولی جائے۔ اخیر دم تک اُنکی یہی رائے رہی کہ اب وہ زمانہ نہین ہی کہ مسلمان مخالفون کے اعتراضون اور طعنون اور بدزبانیون سے بے خبر رہین۔ چنانچہ پچھلے دِنون مین جو ایک نیٹو کرسچن نے ایک سخت کتاب موسوم بہ اُمہات المؤمنین چھاپکر مسلمانون کو مفت تقسیم کی تھی اکثر ذی علم مسلمانون نے ناگواری کے سبب اُسکو فوراً جلادیا؛ لیکن سرسید نے اُسکی

کہ باوجود جان پہچان نہ ہونے کے اُسی جوش وخروش مین اُنھون نے سرسید کے دیباچۂ مذکور کے
برخلاف ایک طول طویل خط لکھکر بھیجا۔ سرسید نے نہایت نرم الفاظ مین یہ جواب لکھا کہ "اب
تقلید کا زمانہ نہین رہا بلکہ عقل اور ہوش سے کام لینے کا وقت ہی" اسکے بعد جب سرسید کے پاس علیگڑھ جانا
ہوا اور اُنکے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہین دل مین خدشہ تو تھا ہی، یہ سمجھے کہ جدھر
سرسید نماز پڑھ رہے ہین یہ قبلہ کا رخ نہین ہی۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو اپنا شبہہ ظاہر کیا۔ سرسید
نے یہ آیت پڑھی "اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ" جب اسپر خوب بحث ہو چکی تو سرسید نے کہا مین نے
اس کوٹھی کو ٹھیک قبلہ رُخ بنایا ہی۔ پھر کمپاس لگا کر اُنکو اپنے کہنے کا یقین دلایا۔ یہ پہلا موقع
تھا کہ سرسید کی سچائی کا نقش اُنکے دل مین بیٹھا۔

جب سرسید نے غازیپور مین مدرسہ قائم کیا اگرچہ وہان مسلمانون کی طرف سے کچھ مخالفت
نہین ہوئی مگر پادریون نے سخت مزاحمت کی اور مسٹر سپٹ جج غازیپور اور کرنل گریہم ڈسٹرکٹ
سپرنٹنڈنٹ کے سوا ضلع کے تمام افسر پادریون کے طرفدار ہو گئے مگر آخرکار سرسید کامیاب ہوئے
اور مدرسہ قائم ہو گیا۔

جب وہ غازیپور سے بدلکر علیگڑھ مین آئے اور سائنٹفک سوسائٹی اور اُسکا پریس بھی
جو اُسوقت تک سرسید کا پرائیوٹ چھاپہ خانہ تھا اُنکے ساتھ علیگڑھ مین منتقل ہو گیا اور سوسائٹی کا
مکان بھی تیار ہو گیا اب سوسائٹی نے باقاعدہ اپنا کام شروع کیا۔ سب سے پہلے الفنسٹن ہسٹری اوف انڈیا
کا ترجمہ انگریزی سے اُردو مین ہونے لگا اور اُسکے اجزا چھپ چھپ کر ممبرون کو تقسیم ہونے لگے۔
مصنف نے مسلمانون کی سلطنت ہند کا حال شروع کرنے سے پہلے جہان اسلام کا آغاز اور عرب مین

الٰہ آباد مین انکے ایک دوست کو یہ حال معلوم ہوگیا اُنھون نے خط لکھکر دریافت کیا کہ کیا یہ خبر سچ ہے ؟ مولوی مہدی علی نے سارا حال مفصل لکھ بھیجا اُنھون نے وہ خط بجنسہ ہمارے ایک نامہربان دوست کے پاس جو اٹاوہ مین رونق افروز تھے بھیجدیا اُنھون نے تمام شہر مین ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ مہدی علی کرسٹان ہوگئے مولوی صاحب کے گھر کے پاس ہی ایک پینٹھ لگا کرتی تھی ہمارے شفیق نامہربان نے اُس گنوارون مین جاکر خط کا مضمون ایک ایک آدمی کو سنایا اور تمام پینٹھ مین منادی کردی کہ بھائیو! افسوس ہو مولوی مہدیعلی کرسٹان ہوگئے۔ جو سُنتا تھا افسوس کرتا تھا اور کہتا تھا خدا سید احمد خان پر لعنت کرے ''

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ مولویصاحب کے گھر پر حلال خور نے کمانا' سقے نے پانی بھرنا' اور سب لگے بندھون نے آنا جانا چھوڑدیا گھروالون نے اُنکو لکھا کہ تمھاری بدولت ہم پر سخت تکلیف گذررہی ہو تم جلدی آؤ اور اس تکلیف کو رفع کرو۔ اُنھون نے ایک طول طویل خط اُنھین بزرگ کو جنھون نے یہ افواہ اڑائی تھی حلتِ طعام اہل کتاب کے باب مین لکھا اور پھر خود اٹاوہ مین آئے اور سب کو سمجھایا کہ مین کرسٹان نہین ہون جیسا پہلے مسلمان تھا ویسا ہی اب ہون۔ غرض بڑی مشکل سے لوگون کا شبہہ رفع کیا۔

جب سرسید لندن جانے لگے کسی نے یہ مشہور کیا کہ مکہ کے بدلے لندن کے حج کو جاتے ہین اور کسی نے کہا کہ لندن جاکر ٹکسالی کرسٹان ہوکر آئینگے۔ غرض جو جسکے دل مین آیا سو کہا۔ مگر سرسید نے جو کچھ دل مین ٹھان لیا تھا اُسپر استقلال کے ساتھ قائم رہے اور تاریخ معین پر بسم اللہ مجریها و مرسٰها کہکر جہاز مین سوار ہو لندن روانہ ہوگئے۔ راہ مین وہ دریائی سفر کے حالات اور جہاز کے واقعات لکھکر وقتاً فوقتاً سوسائٹی کے اخبار مین چھپنے کو بھیجتے جاتے تھے؛ اُسی کے ضمن مین اُنھون نے یہ بھی

جلد بندھوا کر اُسکو اول سے آخر تک دیکھا اور فوراً اُسکا جواب لکھنا شروع کیا جسکو مرض الموت نے افسوس ہی کہ ختم نہونے دیا۔

پھر لندن جانے سے پہلے جب اُنھون نے ایک رسالہ احکام طعام اہل کتاب پر لکھکر شایع کیا تو عموماً اُنکو کرسٹان کا خطاب دیا گیا اور جا بجا اسکے چرچے ہونے لگے۔ جب ولایت کے سفر مین چند روز باقی رہگئے تو اُنھون نے اس خیال سے - کہ انگریزی طریقہ پر کھانا کھانے سے بخوبی واقفیت ہو جائے - یہ معمول باندھ لیا تھا کہ مسٹر سمائتہ جو بنارس مین ایک سوداگر تھے اور سر سید کی کوٹھی سے اُنکی کوٹھی ملی ہوئی تھی - ایک دن شام کا کھانا یہ اُنکے گھر پر جا کر کھاتے تھے اور ایک دن وہ انکے گھر پر آکر کھاتے تھے۔ سر سید کہتے تھے کہ "اتفاق سے انھین دنون مین مولوی سید مہدی علیخان مرزاپور سے بنارس مین مجھسے ملنے کو آئے۔ رات کا وقت تھا اور میرے ہان کھانے کی باری تھی ہم دونو میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ مہدی علی آپہنچے۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ مولوی مہدی علی نے ایک مسلمان کو اسطرح ایک انگریز کے ساتھ کھانا کھاتے دیکھا تھا؛ سخت نفرت ہوئی اور باوجود میرے ہان مہمان ہونے کے کھانا نہ کھایا اور کہا کہ مین کھا چکا ہون۔ صبح کو مجھے معلوم ہوا کہ اُنھون نے اس وجہ سے کھانا نہین کھایا۔ مین نے کہا کہ اگر آپ کو یہ طریقہ ناپسند ہو تو دوسرا بندوبست کیا جائے۔ اُنھون نے سوچا کہ شرعاً تو ممنوع نہین ہی صرف عادت کے خلاف دیکھنے سے نفرت ہوئی ہی آخر قبول کر لیا اور سب سے پہلی دفعہ دن کا کھانا میرے ساتھ میز پر کھایا۔ دن تو اسطرح گذر گیا مگر رات کو یہ مشکل پیش آئی کہ رات کا کھانا مسٹر سمائتہ کے ہان تھا؛ مین نے اُنسے پوچھا کہ اگر آپ کو وہان کھانے مین تامل ہو تو یہان انتظام کیا جائے اُنھون نے پھر اسی خیال سے - کہ شرعاً ممنوع نہین - اقرار کر لیا کہ مین بھی وہین کھالونگا۔ چنانچہ رات کو وہین کھانا کھایا پھر ایک آدھ روز بعد مرزاپور واپس چلے گئے"

اخبارون مین برابر اعتراضون کی بوچھاڑ ہوتی تھی ۔ انکی ایک تحریر مین یہ فقرہ تھا کہ "ہندوستان کے لوگ انگریزون کے ساتھ تربیت و شایستگی مین وہ نسبت رکھتے ہین جو ایک وحشی بدصورت ایک لائق اور خوبصورت آدمی کے ساتھ رکھتا ہی" اسپر مدت تک اخبارون کے کالم کے کالم سیاہ ہوتے رہے اور عام مجلسون مین بہت دن تک اسکا چرچا رہا چنانچہ اُنھین دنون مین ایک جلسہ کی کیفیت - جو بتقریب عوث صاحبزادہ عبیداللہ خان فیروز جنگ مولوی سید مہدی علی خان کے مکان پر منعقد ہوا تھا اور جسمین صاحبزادہ موصوف اور مولوی صاحب اور دیگر شرکای جلسہ کے درمیان خوب مباحثہ ہوا تھا - سوسائٹی کے اخبار مین مفصل چھپی تھی ۔

جب یہ تمام نکتہ چینی سے بھرے ہوے اخبار سرسید کے پاس لندن مین پہنچے تو اُنھون نے ایک مضمون - جسکا عنوان "عذر از طرف گنہگار سید احمد" تھا - سوسائٹی اخبار مین چھپنے کو بھیجا جسمین اول تمام وطن کے نکتہ چینون کا شکریہ ادا کیا تھا کہ اُنھون نے میرے عیبون سی مجھے آگاہ کیا اور آخر مین اہل وطن سے مخاطب ہو کر لکھا تھا کہ "وہ دن آنے والا ہی کہ تم میرے ان لفظون کو جنھین اب گالیان سمجھتے ہو سو ہا لیان سمجھوگے +++ ای یاران وطن ؎

"رات تھوڑی حسرتین دل مین بہت صلح کیجیے بس لڑائی ہو چکی"

وہ وشکایت ہو چکے ، بس اب گلے مل لیجیے اور اپنے ملک کی بھلائی پر متوجہ ہوجیے ، اپنے ملک کے بچون کی تربیت کا بندوبست کیجیے اور جو الزام ہمارے ملک پر ہین اُنکو مٹائیے ، دنیا مین اپنے ملک کو تربیت یافتہ اور شایستہ کر کے دکھلائیے اور چلنے والون کو اُٹھا رکھیے "

جب اسپر بھی اہل وطن کی مخالفت کم نہوئی اور اخبارون مین برابر مخالفانہ مضامین

لکھا تھا کہ "جہاز مین باورچی اور جانور ذبح یا صاف کرنیوالا انگریز ہی" تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جو بڑے جانور ہین اور جن مین خون زیادہ ہی۔ جیسے بھیڑ بکری مینڈھا وغیرہ۔ اُنکو تو وہ ہمیشہ گردن کی شہرگ مین آرپار چھری مارکر ذبح کرتے ہین کیونکہ اُنکے ہان بھی دم مسفوح ناجائز یا حرام ہی یا اُسکے اخراج کا رواج ہی اور پرندون کی نسبت وہ یہ کہتے ہین کہ پرندون مین مثل چوپاؤن کے دم مسفوح نہین ہی اور اُن کی مثال دریائی جانورون کیسی ہی پس اُنکا ذبیحہ صرف اُنکا مارڈالنا ہی اسیلیے پرندون کو ذبح نہین کرتے بلکہ گردن توڑکر مارڈالتے ہین" چونکہ اہل کتاب کا ذبیحہ مطلقاً جسطرح کہ وہ کرتے ہون مسلمانون کو اپنے مذہب کے موافق کھانا جائز ہی اسیلیے سرسید نے لکھا تھا کہ " مین نے اور میرے ساتھیون نے اُن دونو قسم کے گوشتون کے کھانے مین کچھ تامل نہین کیا اور خوب مزے دار گوشت مٹن اور بیف اور مرغ و کبوتر کے کھائے والحمد للہ الذی جعل دیننا الیسر لا العسر والصلوٰۃ والسلام علی صاحب الشریعۃ السہلۃ الہدیٰ"

اور جہان تک ہمکو معلوم ہی تمام ترک اور مصر و شام کے مسلمان جو عیسائی قومون کے جہازون مین سفر کرتے ہین وہ بھی عموماً اسیطرح عیسائیون کے ساتھ اُنھین کے باورچیون کے ہاتھ کا صاف یا ذبح کیا ہوا اور اُنھین کے ہاتھ کا پکایا ہوا بے تکلف کھاتے ہین۔

جب یہ خبر ہندوستان مین پہنچی تو مخالفین کو ایک اور ہتھیار سرسید پر ہاتھ صاف کرنے کو ملا، عیسائیون کے ہاتھ کی گردن مروڑی مرغی کھانے کو اُنھون نے سید کے کافر ہونیکا بہت بڑا ثبوت قرار دیا کیونکہ قرآن مجید کی رو سے منخنقہ حرام ہی پس جس شخص نے قرآن کے حکم سے انحراف کیا اُسکے کافر اور مرتد ہونے مین کیا کلام ہی؟

پھر لندن سے جو تحریر سرسید کی آتی تھی اور سوسائٹی کے اخبار مین چھپتی تھی اُس پر عام

اخبار شعلہ طور کانپور کی مخالفانہ تحریر کا ذکر کرتے ہوے ایک خط مین لکھتے ہین " جو مضمون کہ اُسمین لکھا گیا آپنے پڑھا ہوگا اور امید ہی کہ اور بہت کچھ لکھا جائیگا ۔ اگرچہ ایسی باتون سے کبھی دل کو ملال ہوتا ہی جو مقتضای بشریت ہی مگر فی الفور رفع ہوجاتا ہی اور دل کو صرف دو خیالون سے تسلی ہوتی ہی ؛ اول تو اس خیال سے کہ آج تک کوئی نیکی چاہنے والا ایسا نہین ہوا جسکے مقابل مین کوئی نہ کوئی مخالف نہ کھڑا ہوا ہو آدم ، نوح ، ابراہیم ، موسی ، عیسی ، محمد رسول اللہ ، خلفای اربعہ ، محی الدین جیلانی ، مجدد الف ثانی ، محمد اسمعیل دہلوی ، وعلے ہذا القیاس ؛ پس مین تو اُنکی جوتیون کے برابر بھی نہین ہون ، میری مخالفت پر کمر باندھنی کچھ بڑی بات نہین ہی ۔ دوسرے اس خیال سے کہ مین دیکھتا ہون جون جون مخالفین نے نیکی کا مقابلہ کیا ہی ووُن ووُن نیکی بڑھتی گئی ہی ؛ پس اگر میرا کاروبار و میری نیت سچی اور نیک ہی تو انشاء اللہ تعالی اُسمین کچھ نقصان نہین ہونیکا اور اگر وہ نیک نہین ہی اور مین غلطی سے اُسکو نیک خیال کر رہا ہون تو بلا شبہہ ٹوٹ جائیگا اور مخالف ۔ جو اس صورت مین ضرور ہی کہ نیکی پر ہونگے ۔ کامیاب ہونگے اور ایسی حالت مین مجھکو بھی اُنکی کامیابی پر خوشی کرنی ہوگی ، نہ اپنی تدابیر کے ٹوٹنے اور اپنے دھوکے مین پڑے ہونے کا رنج "

اس خط اور نیز اُنکے دیگر خطوط سے ۔ جو ولایت سے اُنھون نے مولوی صاحب ممدوح کو لکھے ۔ معلوم ہوتا ہی کہ اُنکو اپنی سچائی پر اور اُسکی وجہ سے اپنی کامیابی پر پورا پورا بھروسا تھا اور لوگون کی مخالفت کی اُنکو مطلق پروا نہ تھی ۔ ایک خط مین خطبات احمدیہ کی نسبت مولوی مہدی علیخان کو لکھتے ہین " بعد چھاپہ کے چند نسخے آپکے پاس بھیجونگا ؛ تا دانم کہ مخدوم من چہ میگوید ؟ خدایا مخدوم مہدی اگر مرا کافر و مرتد داند باک نیست زیرا کہ این معاملہ مرا بانست نہ با مخدوم من مہدی ۔ لیکن محبتِ من از و و محبتِ او از من کم مگردان ۔ او خدا داننده رازہای پوشیدهٔ درونِ سینہا تو میدانی کہ من با تو و با دین حقۂ اسلام دادۂ تو چہ میکنم

چھپتے رہے تو اُنھون نے ایک تحریر۔ جسکا عنوان "عرضداشت بخدمت اہل وطن" تھا۔ سوسائٹی اخبار مین چھپنے کو بھیجی جسکی ابتدائی سطرون سے کسی قدر اُس مخالفت کا اندازہ ہوتا ہے جو اُسوقت تک ہندوستان کے مختلف اطراف سے ہو چکی تھی یا ہو رہی تھی ۔ وہ اپنے کام اور کوشش کا ذکر کرتے ہوے لکھتے ہین " پس جو میرا گناہ ہی وہ بجز اپنے ہموطنون کی عموماً اور اسلام کی خصوصاً خیر خواہی کے سوا اور کچھ نہین ؎ نیست یاران طریقت غیر ازین تقصیر ما ++ اگرچہ میری اس دلسوزی کو میرے ہموطنون نے ناپسند ہی نہین کیا بلکہ اُلٹا سمجھا اور کوئی الزام اور عیب اور برائی اور سخت کلامی نہین چھوڑی کہ علانیہ اور خفیہ میری نسبت منسوب نہ کی ہو ؛ مگر چونکہ میری یہ دلسوزی اپنے ہموطنون سے یا ہم قومون سے کسی صلہ کی توقع پر نہ تھی بلکہ اُسکا اجر خدا سے لینا ہی اسلیے میرے ہموطنون نے کوئی بات جو میرے ساتھ کی ۔ مجھکو ناگوار نہین گذری اور خدا نے مجھکو اپنے ارادہ پر مستحکم رکھا ۔ نہ پُرانے دوستون کی باتین بُری معلوم ہوتی ہین ' نہ نئے شفیقون کی تشنیع رنج دیتی ہی ' نہ کانپور کی مہیب آواز سے رنج ہوتا ہی ' نہ لکھنو کی نغمہ سرائی سے دل دُکھتا ہی ' نہ الہ آباد اور آگرہ کی لطف آمیز باتین رنج دلاتی، نہ مرادآباد اور رامپور کے فتوے اور دہلی کے اہل جبہ و خانقاہ حاجیان حرمین شریفین کی گفتار و رفتار دل کو دُکھاتی ہی ؛ عام بھلائی کے جوش نے کسی دوسری چیز کے سمانے کی دل مین جگہ نہین چھوڑی والحمد للہ علی ذلک "

معلوم ہوتا ہی کہ سرسید نے جو بڑے بڑے منصوبے باندھے تھے اُنپر خاصکر مسلمانون کی طرف سے سخت مخالفتون کے ہونے کا اُنکو کامل یقین تھا اور ولایت سے وہ اُن مخالفتون کے جھیلنے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے ۔ وہ ولایت سے مولوی سید مہدی علیخان کو

مدرسۃ العلوم کے سب سے بڑے مخالف دو بزرگ تھے جو باوجود ذی وجاہت اور ذی رعب ہونیکے علوم دینیہ سے بھی آشنا تھے؛ ایک مولوی امداد العلی ڈپٹی کلکٹر کانپور اور دوسرے مولوی علی بخش خان سب جج گورکھپور۔ اگرچہ یہ دونو صاحب مذہبی عقائد و خیال کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ضد حقیقی تھے۔ یعنی پہلے سخت وہابی اور دوسرے سخت بدعتی، اور یہ ایسا اختلاف تھا کہ کسی بات پر دونو کا اتفاق کرنا محال عادی معلوم ہوتا تھا؛ باوجود اسکے مدرسۃ العلوم کی مخالفت پر دونو ہمزبان اور متفق الکلمہ تھے؛ یہانتک کہ ہندوستان مین جسقدر مخالفتین اطراف و جوانب سے ہوئین اُنکا منبع انھین دونو صاحبون کی تحریرین تھین۔ اگر انکی مخالفت کا باعث مذہبی جوش اور حمیّت اسلامی ہوتی تو اُنکا کام نہایت تعریف کے لائق ہوتا مگر افسوس ہے کہ مسلمانون کی تمام مخالفتون کی طرح اُنکی مخالفت بھی محض ذاتیات پر مبنی تھی جسکے بیان کرنے کی یہان ضرورت نہین۔ ایک اور وجہ اُنکی مخالفت کی یہ تھی کہ بعض جلیل القدر انگریز مدرسۃ العلوم کے سخت مخالف تھے اور اُنمین سے بعض کے ساتھ ان دونو صاحبون کو خاص تعلق تھا اسلیے سرسید کی مخالفت کو اُنھون نے ایک ذریعہ اُنکی خوشنودی اور اپنی سرخروئی کا سمجھا تھا۔

پھر بہت سے دیسی اخبارون نے جب یہ دیکھا کہ سرسید سے بہت سے مسلمان عموماً بدگمان اور متنفر ہوتے جاتے ہین تو اُنھون نے اپنے اخبارون کی گرم بازاری اسی مین دیکھی کہ جہانتک ممکن ہو کوئی پرچہ ایسا نہ نکلے جسمین سرسید اور اُنکے اعوان و انصار پر اعتراضون کی بوچھاڑ نہ ہو۔ بعض مولوی جو زمانہ کے انقلاب سے نہایت کس مپرسی حالت مین تھے اُنھون نے سرسید کی عام مخالفت سے اسطرح فائدہ اُٹھانا چاہا کہ اُنکی تصنیفات کا رد لکھنے پر

وچہ اعتقاد دارم ؟ پس اگر مرا محبوبِ من ھدی لامذہب یا کافر گوید یا مسیح اللہ واماد اعلی مرتد داند مرا چہ باک ؟ تو بر من مہربان باش "

الغرض جب سرسید لندن سے واپس آئے اور الہ آباد میں پہنچے تو انکو معلوم ہوا کہ اضلاع شمال مغرب اور دہلی میں اس مضمون کے خطوط اور اشتہار جاری ہوے ہیں کہ کوئی مسلمان سید احمد خان سے نہ ملے اور نہ اُنکے ساتھ کھانا کھاوے اور جو ایسا کریگا وہ دائرۂ اسلام اور جماعت اہل اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ ہمنے سُنا ہی کہ اسی مضمون کا ایک خط نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم رئیس لوہارو کے پاس بھی - جو سرسید کے بڑے گاڑھے دوست تھے - دہلی میں پہنچا تھا۔ اُنھون نے خط پڑھکر کہا کہ " خدا مارے یا چھوڑے ، سید احمد کافر ہو یا مسلمان ، مجھسے تو نہ ہو سکیگا کہ میں سید احمد خان سے نہ ملون اور اُنکے ساتھ کھانے اور کھلانے سے پرہیز کرون " سرسید کی زبانی معلوم ہوا کہ ولایت سے آنیکے بعد بہت دن تک اکثر لوگ اُنکے ساتھ کھانے سے پرہیز کرتے رہے مگر رفتہ رفتہ بیمار اچھے ہوتے گئے پرہیز ٹوٹتا گیا یہانتک کہ مسلمانون کا انگریزون کے ساتھ کھانا - جیسا کہ ظاہر ہی - اب ایک عام بات ہو گئی ہی۔ وہی لوگ جو میز اور کرسی اور چھری کانٹے کے نام سے بدکتے تھے اب انگریزون کو اپنے گھر بلا کر اور خود اُنکے ہان جا کر اسی طریقہ سے اُنکے ساتھ کھانا کھانا فخر سمجھتے ہیں اور کوئی شخص اُنکو کرسٹان نہیں جانتا۔

لیکن مذکورہ بالا مخالفتون کو بمقابلہ اُس طوفان عظیم کے - جو آگے چلکر اُٹھنے والا تھا - محض ایک چھیڑ چھاڑ اور نوک جھوک سمجھنا چاہیے۔ جو ہین سرسید نے تہذیب الاخلاق جاری کیا اور کالج کے قائم کرنے کے لیے کوشش شروع ہوئی ، مخالفت کی گھٹا چارون طرف سے امنڈ گھمنڈ کر اُٹھی

یہ خواہش تھی کہ وہ خط بجنسہ اُنکی لائف مین درج کیا جائے مگر ہماری غیرت تقاضا
نہ کرتی کہ اُس ملعون تحریر کو سرسید کی لائف مین نقل کرکے قوم کی نالائقی تمام دنیا پر ظاہر کرین۔

چونکہ سرسید کے مخالفون کی عام تحریرین اور رسالے اور کتابین اور میگزین اور اخبار زیادہ تر
کذب و افترا اور تہمت و بہتان اور معاندانہ کج بحثیون سے بھرے ہوتے تھے اسلیے سرسید جہانتک
ہوسکتا تھا کسی کا جواب نہین دیتے تھے اور اپنے دوستون کو بھی جواب دینے سے منع کرتے تھے
مگر اول اول جبکہ مخالفون نے سرسید اور اُنکے بعض دوستون کی نسبت غلط افواہین اُڑانی
شروع کین اور لوگون نے سرسید کو مجبور کیا کہ یا توان باتون کا جواب دیجیے ورنہ سمجھا جائیگا
کہ آپ کی نسبت مخالفون کے الزامات سب صحیح ہین اور نیز ان تحریرون سے چندے کے رک جانے
کا بھی اندیشہ تھا اسلیے کبھی کبھی سرسید اور مولوی سید مہدی علی نے تہذیب الاخلاق مین اُن کے
جواب لکھنے پر قلم اُٹھایا ہی۔ ازانجملہ سرسیّد کا مضمون " دافع البہتان " اور سید مہدی علی کا مضمون
" مسلمانان " اور " سوال و جواب " خصوصیت کے ساتھ دیکھنے کے لائق ہی۔

" دافع البہتان " سرسید کا وہ مضمون ہی جو اُنھون نے مولوی علی بخش خان مرحوم سب آرڈینٹ
جج گورکھپور کی کتاب تائید الاسلام کے جواب مین لکھا تھا اس مضمون کو سرسید نے ذیل کی فقرہ پر ختم کیا ہی
" جو کوئی میری اس تحریر کو دیکھیگا تعجب کریگا کہ جناب سید الحاج (یعنی مولوی علی بخش خان) نے کیون
ایسے سخت اور محض غلط بہتان مجھ پر کیے ہین ؟ ظاہرا اسکا سبب + + + یہ معلوم ہوتا ہی کہ جناب سید الحاج نے جب
یہ رسالہ لکھا ہی قریب اُسی زمانہ کے حج کو تشریف لیجانیوالے تھے۔ اُنھون نے خیال کیا ہوگا کہ لاؤ حج کو تو جاتے ہی ہین
جتنے گناہ کرنے ہین سب کرلین، حج کے بعد تو سب پاک ہی ہوجاوینگے ؛ جیسے کہ بعض آدمی جب مسہل لینا چاہتے ہین

کمر باندھی اور فی الواقع اس سے اُنکو بہت بڑی کامیابی ہوئی اُنکی کتابین تمام ہندوستان
مین شایع ہو گئین اور کئی کئی بار اُنکے چھپنے کی نوبت آئی

الغرض سرسید کے خیالات اور اُنکی تحریرات کے برخلاف مستقل کتابین اور رسالے لکھے
جانے لگے۔ رسالہ طعام اہل کتاب کے رد مین مولوی امداد العلی نے امداد الاحتساب لکھی،
مولوی محمد علی نے مزیل الاوہام نام ایک رسالہ شایع کیا، تہذیب الاخلاق کے توڑ پر خاص خاص
اخبار اور رسالے جاری ہوے، کانپور سے نور الآفاق اور نور الانوار اور مرادآباد سے لوح محفوظ
نکلا، آگرہ سے تیرھوین صدی شایع ہوا، امداد الآفاق۔ شہاب ثاقب اور تائید الاسلام
وغیرہ اضلاع شمال مغرب سے اور اشاعۃ السنّہ پنجاب سے شایع ہوے، سرسید کو ملحد، لامذہب،
کرسٹان، نیچری، دہریہ، کافر، دجال اور کیا اور کیا خطاب دیے گئے اُنکے کفر کے فتوون
پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویون سے مہرین اور دستخط کرائے گئے یہانتک کہ جو لوگ سرسید کی
تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے اُنکی بھی تکفیر ہونے لگی، سرسید کے نام گالی اور دشنام کے بھرے ہوے
گمنام خط چارون طرف سے آنے لگے اور ان گمنام خطوط کا سلسلہ جہانتک کہ ہمکو معلوم ہے کم و بیش
اخیر تک جاری رہا۔ سرسید نے ان نالائق خطوں مین سے ایک آدھ خط راقم کو بھی دکھایا ہے اور ایک خط
جبکہ منشی سراج الدین احمد سرسید کی لائف لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے سرسید کے پاس آیا تھا اور اُنکے
پاس سرسید نے اس غرض سے بھیجا تھا کہ اُسکو نہایت جلی حرفون مین میری لائف مین درج کر دینا
چنانچہ وہ خط منشی صاحب کے مسودات مین ہمکو دستیاب ہوا ہے جسمین اول سے آخر تک نہایت
مستلذ گالیان۔ جو رذیل سے رذیل آدمی کی زبان پر بھی نہین آسکتین۔ بھری ہوئی ہین۔ اگرچہ

پس ہمکو جو اپنی قوم کے ہاتھ سے ہونا چاہیے تھا اُسکا کروڑوان حصہ بھی ابھی نہین ہوا۔ ہمکو دیکھنا چاہیے کہ ہماری قوم نے ہمسے کیا کیا ؟ کچھ نہین کیا، بہت کیا تو یہ کیا کہ دو چار خط گمنام دشنام کے لکھ بھیجے، ہمنے شکر کیا کہ ہمارا تو کچھ نہین بگڑا اور اُنکا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ اس سے زیادہ کسی کو غصہ آیا اور کوئی اخبار نویس بھی اتفاق سے انکا دوست ہوا یا دو پتھر اور ایک کاٹھ کی کل اُنکے ہاتھ مین ہوئی تو اُنھون نے اپنے دل کے غصہ کو جھوٹ سچ باتین چھاپکر یا چھپوا کر ٹھنڈا کیا ہم تو اسپر بھی راضی ہین ؛ مگر اُس دن کا ہمکو افسوس ہی جب کہ وہ لوگ خود اپنی باتون پر افسوس کرینگے اور سمجھینگے جو سمجھینگے۔

ہم کو ملحد اور زندیق اور لامذہب کہنا کچھ تعجب نہین ہی کیونکہ ہماری قوم نے خدائے احد ذوالجلال کے سوا باپ دادا کے رسم و رواج کو اور اپنے قدیمی چال چلن کو دوسرا خدا مانا ہی اور پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ کے سوا اَور بہت سے پیغمبر پیدا کیے ہین، کتاب اللہ کے سوا انسانون کی بنی ہوئی بہت سی کتابون کو قرآن بنایا ہی، اور ہم اُس جھوٹے خدا اور فرضی پیغمبرون اور جعلی قرآنون کو ایسا ہی برباد کرنیوالے ہین جیسے ہمارے جد امجد ابراہیم اپنے باپ آزر کے بتون کے توڑنے والے تھے۔ ہم سچے خدای واحد ذوالجلال کا جلال اور سچے پیغمبر محمد رسول اللہ کی نبوت اور سچی کتاب اللہ کی اطاعت دنیا مین قائم کرنی چاہتے ہین پھر وہ لوگ ہمکو ملحد و زندیق و لامذہب نہ کہین اور نہ سمجھین تو کیا کہین اور کیا سمجھین ؟ کیونکہ ہم اُنکے خداؤن اور پیغمبرون اور قرآنون کو نہین مانتے۔

مگر طرفہ یہ ہی کہ ہمکو کرسٹان بھی کہتے ہین اور ہماری قوم کے ایک اخبار نویس نے چھاپا کہ ہم عیسائی ہو گئے اور ایک گرجا مین جاکر بپتسما یعنی اصطباغ لیا۔ ہمکو اپنی قوم کے حال پر نہایت افسوس آیا کہ اب ہماری قوم کا یہ حال ہو گیا ہی کہ علانیہ جھوٹ بولنے اور جھوٹ چھاپنے مین کچھ شرم و غیرت و حیا نہین آتی

تو خوب بد پرہیزی کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ مسہل سے سب کھایا پیا نکل جاویگا - مگر جناب سید الحا
کرنا چاہیے کہ گو حج مین سب گناہ آپکے معاف ہوگئے ہون اور شبلی و جنید کے مرتبہ پر آپ پہنچ گئے ہون مگر
حق العباد نہ حج سے بخشے جاتے ہین نہ کسی بشارت سے - آپنے جو اتہام مجھپر کیے ہین - جب تک مین ہی
نہ معاف کرون معاف نہین ہو سکتے پس مقتضای ایمانداری یہ ہی کہ آپ حج در احمد کا احرام باندھیے اور
گناہون کی معافی چاہیے ورنہ روز جزا اپنے کرتوتون کا مزا آپ کو معلوم ہو جائیگا "

ایک اور مضمون سرسید نے اُنھین مخالفتون کے ہجوم کے زمانہ مین لکھا تھا جسکا عنوان
"حال خود و یاران خود" ہی - یہ مضمون بھی نہایت لطیف اور دلچسپ ہی جسکے چند فقرے ہم
اس مقام پر نقل کرتے ہین -

"ہمارے اور ہماری قوم کے حال پر حافظ کا یہ شعر صادق آتا ہی

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی — جواب تلخ میزیبد لب لعل شکر خا را

پرانے دل بعضے تو ہمکو برا کہتے کہتے ٹھنڈے ہوگئے ہین اور بعضے نئے دل جوش پر ہین اور ہمکو برا کہنے پر نہا
تیز زبان مگر ہمارا دل اپنے کام سے ٹھنڈا نہین ہی ؛ ہمکو وہی جوش محبت و ہمدردی اپنی قوم کے ساتھ ہی انکی
دین و دنیا کی بھلائی اور تہذیب و شایستگی کی دن رات فکر ہی ، اُنکے غصہ سے ہمکو رنج نہین ، انکی سخت کلامی
کا ہمکو غم نہین ؛ کیونکہ ہم جانتے ہین کہ وہ نہین جانتے اور ہم سمجھتے ہین کہ وہ نہین سمجھتے + + +
ہمکو پچھلون کے حالات سے اور خود اپنے دادا محمد رسول اللہ صلعم کے حالات سے بالکل تسلی ہی - ہم دیکھتے ہین
کہ جن لوگون نے عام بھلائی پر کمر باندھی ہی اور اپنی قوم کی بہتری و بہبودی مین کوشش کی ہی انکو دنیا کے
ہاتھ سے اور بالتخصیص اپنی قوم کے ہاتھ سے کیا ملا ؟ کوئی سولی دیا گیا ، کوئی آرہ سے چیرا گیا ، کوئی جلاوطن کیا گیا ،

دلّی اور لکھنؤ کے دو سب سے بڑے عالمون کے جواب مین سے کچھ کچھ فقرے بطور نمونہ کے اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین ۔

مولوی کریم اللہ صاحب مرحوم دہلوی لکھتے ہین ”درسنوح این سانحۂ ایمان زُداے و وقوعِ این واقعۂ ہوش ربا وظہور این معاملۂ فجیعت افزا وحدوثِ این حادثۂ الحادافزا کے تعمیر کرنا اور کرانا بقول وفعل اس قائل کے ایسے مکان کا اور معاونت کرنی ایسے طلبہ کی اور اپنے مال معصوم کو غیر معصوم کرنا اور ہمپاے ہونا اُس خوش عقیدہ کے۔ کہ جسکا حال بدمآل اس سوال مین مذکور ہی۔ بالکل باطل، اور ایسے مکانِ ناپاک کا نام مدرسہ رکھنا اور محل تعلیم و تحصیل سمجھنا آدمیت سے نکلنا ہی اور زمرۂ حیوانات مین داخل ہونا ہی۔ اعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ بل بالکل باطل بلکہ صرف کرنا مال کا ایسے محل مین موجب کندہ ہونا جہنم، اور ایسے بے محل مین ساعی نا ہیمہ اور حطب بننا لازم + + + الحاصل معاونت ایسے غارتی ایمان اور مال کی اور للہ سمجھنا اپنے مال کا خیال خام ہی نے نے یون سمجھے کہ مین اپنے ہاتھ سے جہنم مین مکان تعمیر کرتا ہون اور اپنے اعمال صالحہ کو مٹاتا ہون۔ پس مرد دیندار بلکہ تمامی سُنّی و شیعی و خارجی و سائر مذہب و تمامی سکنہ اہل زمین پر واجب اور متحتم ہی کہ ایسے کلام واہی اور ایسے واہی عقیدہ والے پر عقیدہ اپنا نہ جماوین بلکہ ہر فرد ہر مذہب کا اس شخص کو ہادم بنا اپنے مذہب کا بوجھے اور اس امر پوچ پر دل نہاد نہووے اور اپنے دل مین اسکا انجام سوچے کہ کیا جال بچھایا ہی“

مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی۔ جو علماے فرنگی محل مین نہایت نام برآوردہ تھے۔ مقفّیٰ عبارت مین تحریر فرماتے ہین ”وجود شیطان اور اجنّہ کا منصوص قطعی ہین اور منکر اُسکا شیطان ہی بلکہ اس سے بھی زائد کیونکہ خود شیطان کو بھی اپنے وجود سے انکار نہین + + + اور وجودِ آسمان منصوص قرآنی ہی، منکر اُسکا مبتلاے وسواس شیطانی ہی، حرمت منخنقہ بطور منصوص کلام رب غفور ہی، اور سلف سے تا ایندم

قومی ہمدردی جو خدا کی ایک بڑی نعمت ہی - خدا نے ہماری قوم کے دل سے کیسی مٹا دی ہو - اُس شخص کو یہ بھی غیرت نہ آئی کہ مین ایک مسلمان شخص کی نسبت کس دل اور غیرت سے ایسی جھوٹ بات چھاپ دون - ان باتون سے ہمکو بلحاظ اپنی ذات کے کچھ بھی رنج نہین ہوتا - مگر جو رنج و غم اور افسوس ہوتا ہی وہ یہی ہوتا ہی کہ افسوس ہماری قوم پر خدا کی کیسی خفگی ہی جو ایسی حالتون مین گرفتار ہین ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین -

مولوی امداد العلی نے جو تین استفتے ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہرون مین بھیجکر سر سید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کیے تھے اُنمین سے ایک استفتا اس مضمون کا تھا کہ جس شخص کے ایسے اور ایسے عقائد اور اقوال و افعال ہون وہ مسلمان ہی یا نہین ؟ اور دوسرا اس مضمون کا تھا کہ جو مدرسہ ایسا شخص فلان فلان اغراض سے قائم کرنا چاہے اُسمین چندہ دینا اور اُسکی اعانت کرنی مسلمانون کو جائز ہی یا نہین ؟ اور تیسرا اُسی تاریخ ہندوستان کے ترجمہ کرانے کی بابت تھا جسمین مصنف نے آنحضرت کی نسبت اپنے عقیدہ کے موافق سخت اور نا ملائم الفاظ لکھے یہ تمام فتوے اور استفتے مولوی امداد العلی نے اپنے ایک رسالہ کے آخر مین جسکا نام "امداد الآفاق برجم اہل النفاق بجواب پرچۂ تہذیب الاخلاق" ہی چھاپکر اُس رسالہ کو تمام ہندوستان مین مفت تقسیم کیا تھا - اسکی ایک جلد ہماری نظر سے بھی گذری ہی ؛ اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمانون کے جتنے فرقے ہندوستان مین ہین کیا سنی کیا شیعہ، کیا مقلد کیا غیر مقلد، کیا وہابی کیا بدعتی سب فرقون کے مشہور اور غیر مشہور عالمون اور مولویون کی ان فتوون پر مہرین یا دستخط ہین اور خاصکر سنی مولویون مین سے اکثر نے بہت شرح اور بسط کے ساتھ جواب لکھے ہین - ازانجملہ

لکھتے ہین " دیکھو دشمنی آدمی کو ایسا اندھا کر دیتی ہی اُسی اخبار (شعلہ طور) مین تاریخ ہندوستان کے مضمون کو نقل کر کے بشد و مد لکھا ہی کہ " جس شخص نے یہ ترجمہ خود لکھا ہو وہ کیسا جہنمی ہی " حالانکہ خود بھی اُسی عبارت کو لکھتے ہین ؛ پھر مجھ مین اور اُنمین کیا فرق ہی ؟ صرف اتنا کہ مین نے انگریزی سے نقل کیا اور اُنھون نے اُردو سے "

یہ نرا لطیفہ ہی نہین ہی بلکہ اُس فتوے کے موافق جو مفتی سعد اللہ صاحب نے اسی ترجمہ کی بابت سرسید کی نسبت دیا ہی۔ مولوی امداد العلی بھی تکفیر کے مستحق ٹھیرتے ہین ؛ کیونکہ مفتی صاحب اپنے فتوے کی تائید مین شفای قاضی عیاض سے نقل کرتے ہین کہ " ایک شخص نے امام مالک سی پوچھا کہ اُس شخص کا کیا حکم ہی جو کہتا ہی کہ قرآن مخلوق ہی ؟ امام مالک نے حکم دیا کہ ان الفاظ کا بولنے والا کافر ہی اُسکو قتل کر ڈالو۔ اُسنے کہا حضرت مین نے تو دوسرے شخص کا قول نقل کیا ہی۔ انھون نے کہا ہمنے تو تجھی سے سنا ہی " **لطیفہ** پھر جب کہ سرسید ولایت سے واپس آگئے اور تہذیب الاخلاق جاری ہو گیا اُسوقت مولوی امداد العلی نے سرسید کے پاس ایک نیا رسالہ چھپا ہوا بھیجا جسمین اسی فتوی کی دھمکی دیگئی تھی اور لکھا تھا کہ " مفتی سعد اللہ صاحب کا فتوے تکفیر مین جناب سید احمد خان کی۔ جو ترجمۂ تاریخ پر مرتب ہوا ہی۔ راقم کے پاس موجود ہی۔ معلوم نہین کہ سید احمد خان کے حواریین اُس فتوے پر بھی ایمان رکھتے ہین یا نہین " سرسید تہذیب الاخلاق مین اسی دھمکی کی نسبت لکھتے ہین " پہلے تو ہم گھبرائے کہ یہ مفتی سعد اللہ[1] صاحب کون ہین ؟

[1] مفتی سعد اللہ صاحب ہندوستان کے ایک مشہور عالم تھے جنکا قدیم وطن مرادآباد تھا۔ جس زمانہ مین سرسید کی آمد و رفت مفتی صدر الدین خان مرحوم دہلوی کے مکان پر بہت زیادہ تھی غالبًا اُسی زمانہ مین مفتی سعد اللہ صاحب بطور طالب علمون کے دلی مین وارد تھے اور مفتی صدر الدین خان سے پڑھتے تھے۔ جب یہ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو چکے تو لکھنو مین جبکہ غالبًا امجد علی شاہ زندہ تھے اُنکو مذہب اہل سنت کے افتا کا معزز عہدہ مل گیا تھا اور اُسوقت سے واجد علی شاہ کے اخیر زمانہ تک یہ اُسی عہدہ پر مامور رہے۔ اسی زمانہ مین ایک بہت بڑا واقعہ مولوی سید امیر علی صاحب کے قتل کا گذرا تھا۔ ہنومان گڑھی مین ہندوؤن نے ایک مسجد کو ڈھا کر مندر بنانا چاہا تھا اور اہل دربار کو کچھ دے دلا کر راضی کر لیا تھا سید امیر علی کچھ جمعیت لیکر وہان ہندوؤن سے مقابلہ کرنے کو پہنچے۔ چونکہ سید امیر علی سنی المذہب تھے اسلیے نائب نے مفتی سعد اللہ سے اس بات کا فتوے لکھوا لیا کہ فوج بھیجکر سید امیر علی کو اس ارادہ سے روکا جائے اور اگر وہ نہ مانین تو اُنکو قتل اور اُنکی جمعیت کو پراگندہ کر دیا جائے چنانچہ سید امیر علی شہید کیے گئے ۱۲

اتفاق اسپر ماثور ہی ' انکار اسکا موجب گمراہی و فجور ہی + + + + مذہب نیچر خدا جانے کیا بلا ہی ' ہر متشرع اور متدین کو اُسکے قبول سے ابا ہی + + + + ہر مسلمان کو حق جل شانہ اتباع شریعت محمدیہ پر قائم رکھے ' اور مذہب نیچر اور مشرب بدتر سے محفوظ رکھے ۔ جو شخص کہ اعتقادات اُسکے فاسدہ ہین - جوکہ سوال مین مسطور ہوے ہین وہ شخص مخرب دین ابلیس لعین کے وسوسے سے صورت اسلام مین تخریب دین محمدی کی فکر مین ہی اور بنام تجدید مدرسہ جدیدہ افساد شریعت اُسکی منظور نظر ہی ۔ جو چیزین کہ اُسکے نزدیک موجب تہذیب ہین اہل سنت کے نزدیک باعث تخریب ہین فالحذر الحذر یا ایہا المسلمون والہرب الہرب یا ایہا المومنون "

ان تمام فتوون کا جواب اور جن عقائد و اقوال پر سرسید کی تکفیر کی گئی ہی اُنکا ثبوت محققین اہل اسلام کی تصنیفات اور اُنکے کلام سے مولوی سید مہدی علی خان نے اُن دو مضمون مین جو "تکفیر مسلمانان" اور "سوال و جواب" کے عنوان سے تہذیب الاخلاق مین اُسی زمانہ مین چھپے تھے اور نیز دیگر مضامین مین بوجہ احسن دیا ہی اور سرسید کی تصنیفات مین بھی اُنکے جوابات متفرق طور پر مل سکتے ہین اسلیے اُن تمام استفتاؤن اور فتوون اور اُنکے جوابات کا اس مقام پر نقل کرنا کچھ ضرور نہین ہی مگر سرسید کے دو ایک لطیفے جو مخالفون کی نسبت تحریر کی رُو مین اُنکے قلم سے ٹپک پڑے ہین یہان درج کیے جاتے ہین ۔

لطیفہ جس زمانہ مین سرسید ولایت مین تھے اُنکے پاس اخبار شعلہ طور کانپور مین مولوی سید امداد العلی کا ایک مضمون سرسید کے خلاف چھپا ہوا پہنچا تھا : اُسمین تاریخ الفنسٹن کا وہی ترجمہ جسپر آخر کار سرسید کی تکفیر کا فتوی لکھا گیا بعینہ نقل کرکے صاحب مضمون نے لکھا تھا کہ " جس شخص نے یہ ترجمہ خود لکھا ہو وہ کیسا جہنمی ہی " سرسید ولایت سے ایک خط مین مولوی مہدی علیخان کو

مولانا صاحب اسی انتظام میں رہے ' سوالات کا مسودہ مسجد نبوی مین روضۂ مطہرہ کے روبرو ہوا ' مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ
مین اکثر ہندوستانی اور عرب سے مولانا صاحب ہی ذکر فرماتے رہتے اور اسی کی بحث ہوتی رہتی ۔ مولانا صاحب شہاب ثاقب
اور ایک اور رسالہ کی کئی جلدین لے گئے تھے ' وہ بھی وہان تقسیم فرمائین ۔ سید احمد خان صاحب کا کفر اور اسلام اور
اُنکے کفر کے فتوون کا مدار اُنکا حال بیان کرنیوالون پر منحصر ہے ؛ نہ مکہ والے اُنکو جانین ' نہ مدینہ والے اُنسے واقف ۔
اگر کوئی چاہے تو سو فتوے اُنکے اسلام کے حرمین شریفین سے واقعی حال بیان کر کے لاسکتا ہے ++ سید احمد خان صاحب
کا اسلام مسلمانون کے دلون پر نسلاً بعد نسلٍ کندہ ہوتا چلا جائیگا اور تھوڑے عرصہ بعد سید احمد خان صاحب کے نام کے
ساتھ مجتہد و مجدّد کا لفظ لکھنا شروع ہو جائیگا ۔ اُنکے اسلام کے ثبوت مین کاغذ اور سیاہی کی مدد ضرور نہین ۔ جو بات
کفر کی ہے وہ کفر کی ہے اور جو اسلام کی ہے وہ اسلام کی ۔ سید احمد خان صاحب صرف اس سبب سے ۔ کہ حرمین شریفین
کے عالمون نے اُنکے کفر کے فتوے دیدیے ۔ کافر نہین ہو سکتے ؛ جیسے یہان کے عالم ہین ویسے ہی وہان کے ؛
صرف زبان کا فرق ہے ' اُنھین کتابون سے وہان والے فتوے لکھتے ہین انھین سے یہان والے "

اسی مضمون مین وہ ایک جگہ ہندوستانی مولویون کا ۔ جو مکہ معظمہ مین رہتے ہین ذکر کرتے ہوے
لکھتے ہین " دو تین مولانا صاحبون کے سامنے مین نے سید احمد خان صاحب کی تعریف کی اور واقعی حال اُنکا بیان کیا
تو اُنھون نے جواب دیا کہ فلان مولانا صاحب یا حکیم صاحب یا منشی صاحب ابھی ہندوستان سے آئے ہین وہ اُنکی
خلاف کہتے ہین ' تم ہرگز سید احمد خان کا کہنا نہ مانو ' ورنہ کافر ہو جاؤگے ۔ مین نے کہا بہت اچھا سید احمد خان صاحب
کا کہنا نہ مانونگا ' اُنکو برا جانونگا مگر پھر کسکا کہا مانون ؟ آپ کا ؟ سو آپ کو بھی تو فلان مولانا صاحب کافر کہتے ہین '
اسکا کیا علاج ؟ غرض ہندوستانی عالمون اور جاہلون کا وہان بھی یہی خراب حال اور لڑائی ہے "

اگرچہ حافظ محمد حسین صاحب نے حرمین شریفین کے فتوون کی حقیقت اپنے مضمون مین اچھی طرح

یہ وہی ہین جن کو ہمنے دلی مین دیکھا ہی ؟ اور یہ وہی مفتی سعد اللہ صاحب ہین جنھون نے لکھنؤ مین ایک نیک بخت مسلمان آل رسول ابن علی اولاد نبی کے کفر اور قتل کا فتوے دیکر عشرۂ محرم مین اُنکا سر ہنومان گڑھی سے نیزہ پر چڑھاکر لکھنؤ مین لانا چاہا ؛ تو ہمارا دل ٹھنڈا ہو گیا اور سمجھے کہ آل رسول کے قتل و کفر پر فتوے دینا اُنکا قدیمی پیشہ ہی "

اگرچہ مولوی امداد العلی کی کوشش سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کرنے مین حدِ غایت کو پہنچ گئی تھی : دلی ، رامپور ، امروہہ ، مرادآباد ، بریلی ، لکھنؤ ، بھوپال اور دیگر مقامات کے سابق عالمون اور مولویون اور واعظون نے کفر کے فتوون پر مہرین اور دستخط کیے تھے : گویا ہندوستان کے تمام اہلِ حل و عقد کا اس حکم پر اجماع ہو گیا تھا ، صرف خدا کی طرف سے اُسکی تصدیق اور تصویب باقی رہگئی تھی سو مولوی علی بخش خان نے یہ کمی بھی پوری کردی ۔ اُنھون نے غالباً اسی غرض سے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور مکہ معظمہ مین جاکر مذاہب اربعہ کے مفتیون کے سامنے دو استفتے عربی زبان مین پیش کیے جنمین سے ایک کا ترجمہ یہ ہی

" آپ کیا فرماتے ہین اُس شخص کے باب مین جو ابلیس کے وجود خارجی سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اُس سے مراد قوت بہیمیہ ہی جو نفس انسان مین ہی ، اور ملائکہ کا سجدۂ آدم کے واسطے حقیقی سجدہ نہ تھا بلکہ اُس سے قوے کا مطیع ہونا مُراد ہی ، اور اَبَی وَاستَکبَرَ سے عدم اطاعت قوت بہیمیہ مراد ہی جو آدمی کی اغوا کرنے والی ہی نہ کہ حقیقی سجدہ سے انکار کرنا ، اور کہتا ہی کہ افلاک اجسام نہین ہین بلکہ اُنسے فضاے بسیط یا سبع سیارات مراد ہین ، اور کہتا ہی کہ لونڈی غلام بنانا حرام ہو گیا ہی آیۂ اِما مَنّاً بعد و اِما فداءً سے اور یہ آیت نازل ہوئی ہی فتح مکہ مین اور یہ سب سے اخیر آیت ہی جو قیدیون کے باب مین نازل ہوئی ہی ، اور کہتا ہی کہ معراج خواب مین ہوئی تھی اور جسم کے ساتھ آنحضرت کے

(یعنی کیا لوگ یہ سمجھے ہین کہ صرف اتنا کہکر چھوٹ جائینگے کہ ہم ایمان لائے اور اُنکی آزمایش نہ کیجائیگی) اب ہم پوچھتے ہین کہ اس معیار کے موافق سید احمد خان کا ایمان کامل ٹھیرتا ہی یا اُن لوگون کا جنھون نے اُس کو کافر اور واجب القتل ٹھیرایا ؟ غدر کے بعد۔ جب کہ مسلمانون کی حمایت کرنا ایک سنگین جُرم سمجھا جاتا تھا۔ اور دین اسلام امن اور انتظام کا دشمن اور فتنہ و فساد کا بانی خیال کیا جاتا تھا۔ اُس سے زیادہ حمیّت اسلامی اور جوش ایمانی کے امتحان کا وقت اور کونسا ہوسکتا ہی ؟ اُسوقت اسی کافر واجب القتل کے سوا اسلام اور اہل سلام کی حمایت کے یے نہ اُن متفتیون مین سے کوئی اُٹھا جنھون نے اُسکے کافر و مرتد ہونے کے فتوے لکھوائے اور نہ اُن مفتیون مین سے جنھون نے اُسکے کفر و ارتداد کے فتوون پر آنکھین بند کرکے مہرین اور دستخط کیے۔

"درہند چو اوپلے و آن ہم کافر   پس در ہمہ ہند یک مسلمان نبود"

باوجود ان تمام مخالفتون کے سر سید نے اپنے سخت ترین مخالفون سے۔ جب کہ وہ کفر اور واجب القتل ہونیکے فتوے تمام ملک مین شایع کرچکے تھے۔ التجا کی کہ مدرسۃ العلوم کی مذہبی تعلیم۔ جسمین میری مداخلت سے آپ کو اندیشہ ہی۔ اُسکا انتظام اور اہتمام آپ اپنے ہاتھ مین لیجیے، مین اُسمین کسی طرح کی حسب شرکت نہین چاہتا۔ اس پر مولوی امداد العلی نے اُنکو لکھا کہ "تم اپنے افعال و اقوال سے رجوع کرکے ہمارے ہمعقیدہ ہوجاؤ تو ہم شریک ہوتے ہین" مگر مولوی علی بخش خان نے اس شرط پر منظور کیا کہ آپ کو اور آپ کی کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کو امور مذاہبی مین مداخلت نہو بلکہ مذہبی تعلیم کے واسطے ایک اور کمیٹی مقرر کیجائے جسکے وہی لوگ ممبر ہون جن پر عام اہل اسلام کو اطمینان ہی اور جو لوگ مذہبی تعلیم کے واسطے چندہ دین اُس روپیہ سے سود حاصل نہ کیا جائے اور اُسکی آمدنی جائز صرف مذہبی تعلیم مین

ظاہر کردی ہی پھر بھی ممکن ہی کہ ہندوستان کے ساٹھ عالمون کا سرسید کی تکفیر پر اتفاق کرنا اور حرمین شریفین کے مفتیون اور دیگر عالمون کا اُنکے ساتھ ہمزبان ہونا بعض ناواقف لوگون کو سرسید کے مسلمان ہونے کی نسبت شبہہ مین ڈالے اور ممکن ہی کہ بعض ناظرین کتاب کے دل مین یہ خیال گذرے کہ تیس برس بعد ان دبے دبائے فتوون کا سرسید کی لائف مین ذکر کرنا گویا اُنکی تکفیر مین از سرنو جان ڈالنی ہی۔ مگر ہمارے نزدیک سرسید کی لائف ناتمام رہتی اگر اُن فتوون کا ذکر اُسمین نہ کیا جاتا درحقیقت یہ کفر وارتداد کے فتوے نہین ہین بلکہ سرسید کے اعلے درجہ کے مسلمان ہونیکے وثیقے ہین۔ یہ تمغے ہمیشہ اُنھین لوگون کو نصیب ہوے ہین جو دنیا کی مخالفت کے خوف سے کبھی حق بات کہنے سے نہین چوکے۔ امام غزالی اپنے ایک رسالہ مین لکھتے ہین کہ " جس شخص پر لوگ حسد نہ کرین اُسکو حقیر جان! اور جسکو کافر اور گمراہ نہ کہین اُسکو ناچیز سمجھ " ابوالائمہ علی مرتضیٰ نے جو ایمان کی تعریف بتائی ہی سچ یہ ہی کہ۔ ہمنے اپنے زمانہ مین اُسکا صحیح مصداق سید احمد خان کے سوا کسی کو نہین دیکھا، وہ فرماتے ہین " الایمان ان تؤثر الصدق حیث یضرک علی الکذب حیث ینفعک " (یعنی ایمان کے یہ معنی ہین کہ جب سچ کہنا مضر ہو اور جھوٹ کہنا مفید۔ اُسوقت سچ کو جھوٹ سے مقدم سمجھا جائے) سرسید کو اپنی سچائی کی بدولت صرف مسلمانون ہی کی مخالفت کا نشانہ بننا نہین پڑا بلکہ اکثر موقعون پر محض ملک و قوم کی خیرخواہی کی بدولت۔ جیساکہ اُنکی بایوگرفی جابجا شہادت دیتی ہی۔ بڑے بڑے جلیل القدر افسرون اور حاکمون کی خفگی اور حد سے زیادہ ناراضی برداشت کرنی اور بعض اوقات اپنی جان کو خطرہ مین ڈالنا پڑا ہی۔ خدا تعالےٰ نے ایمان کی سچائی کا معیار یہ نہین بتایا کہ کسی مفتی نے اُسکے کفر کا فتوی نہ دیا ہو بلکہ اُسکا صحیح معیار آزمایش مین پورا اُترنے کو قرار دیا ہی اور فرمایا ہی " اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ "

توہم شریک ہوتے ہین" اگرچہ اس امر کو اُس بات سے جو پیش کی تھی کچھ تعلق نہ تھا با اینہمہ مین اُسکو قبول کر لیتا
مگر مجھے خیال ہوا کہ اگر ہمارے محب قلبی منشی چراغ علی صاحب (جو شیعہ مذہب رکھتے تھے) مجھسے کہین کہ تم ہمسے
ہو جاؤ تو ہم شریک ہوتے ہین" تو پھر مین کیا کرونگا ؟ بقول شخصے کہ "گوری کا جوبن چکنیون ہی مین گیا"
میرا تو یون ہی تکا بوٹی ہو لیگا + + + + جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو متعصبانہ
جواب دیا اُس سے ہر شخص جسکو خدا نے عقل اور محبت اور حب ایمانی دی ہوگی نفرت کرتا ہوگا ۔ شیعہ مذہب کی تعلیم کا
سلسلہ بالکل علاحدہ ہی جس سے اہل سنت وجماعت کو کچھ تعلق نہین ، پس یہ کہنا کیسا بیجا تعصب ہی کہ ہرگاہ اس مدر
ن شیعہ بھی ہونگے اسلیئے ہم شریک نہین ہوتے ۔ خدا کرے کہ وہ یہ خیال فرماکر۔ کہ ہندوستان مین شیعہ بھی رہتے ہین۔
ہ معظمہ کو سدھارین مگر افسوس ہی کہ مین سنتا ہون حج اور طواف مین بھی شیعہ ہوتے ہین"

" افسوس ہی کہ شیعہ و سنّی مین اس زمانہ مین بہ نسبت اُس زمانہ کے ۔ جب کہ امام محمد اسمٰعیل بخاری شیعون
ے روایت کرنے مین کچھ مضائقہ نہین فرماتے تھے ۔ نفاق اور شقاق بہت زیادہ ہو گیا ہی ۔ مگر حالت زمانہ کی
ی ہی کہ اگر شیعہ اپنے تعصب سے سنیون کو چھوڑین اور سنی اپنے تعصب سے شیعون کو چھوڑین تو دونو غارت اور برباد
ہو جائینگے ۔ ہندوستان مین مسلمان تعداد مین کم ہین ، دولت مین کم ہین ، عہدون مین کم ہین ، اگر پھر
اُنمین بھی [illegible] خارجی وناصبی اور وہابی و بدعتی کا تفرقہ پڑے تو بجز برباد اور غارت ہونے کے اور کیا
نتیجہ ہی ؟ ارے کمبخت متعصبو ! تم آپس مین لڑا کرنا اور ایک دوسرے کو کافر کہا کرنا مگر جو بات سب کے فائدے
کی ہی اُسمین کیون ایک دل ہو کر شریک نہین ہوتے ؟ عالمگیر نے ایک عامل کی بددیانتی کا ذکر نظیراً کسی

[1] خدا کا شکر ہی کہ سرسید کی چیخ پکار سے ہمارے علما اب اس تفرقہ کو مٹانے کی فکر مین ہین چنانچہ ندوۃ العلما نے
سب فرقون کو شریک کرنے کا ارادہ کیا ہی اگرچہ بعض علما اسکے خلاف ہین ۱۲

خرچ کیجائے ۔ سرسید نے اُنکی تمام شرطین منظور کرلین اور اُنکو قواعد مدرستہ العلوم مین داخل کردیا
اور مولویصاحب کو لکھا کہ مین عنقریب یہ تمام خط کتابت ممبران کمیٹی خزنتہ البضاعتہ کے پاس بھیجکر
منظوری حاصل کرلیتا ہون ۔ اگرچہ بعض ممبرون نے اس بات سے سخت اختلاف کیا کہ کمیٹی
خزنتہ البضاعتہ کو تعلیم مذہبی سے کچھہ تعلق نہ رہے مگر کثرت رائے سے وہی تجویز جو مولوی علی بخش خان
چاہتے تھے منظور ہوگئی اور یہ قرار پایا کہ اہل سنت کے مشہور دیندار عالمون مین سے بیس بزرگون
کی خدمت مین درخواست کیجائے کہ وہ تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت کی کمیٹی کے ممبر انتخاب کرین ۔
البتہ اتنا گناہ ہوگیا کہ مذہبی کمیٹی کے ممبرون کا انتخاب کرنے والون مین بشمول مولوی علی بخش خان
علمای اہل سنت کے بہت سے نام کمیٹی خزنتہ البضاعتہ نے خود تجویز کردیے اور منجملہ بیس بزرگ ... کے
دو یا تین ممبر کمیٹی خزنتہ البضاعتہ کے بھی مذہبی کمیٹی کے ممبر انتخاب کرنے کے لیے نامزد کیے گئے ۔
جسوقت مولوی علی بخش خان کے پاس اس روئداد کی نقل پہنچی وہ سخت ناراض ہوے ۔ آٹھہ سو
روپئے کا چندہ جو اُنھون نے مدرستہ العلوم مین دینے کا وعدہ کیا تھا اُسکے دینے سے انکار کیا اور
مدرستہ العلوم کی مذہبی کمیٹی کے اہتمام وغیرہ سے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہوگئے ۔ جن دیندار
عالمون سے درخواست کی گئی تھی کہ کمیٹی مذہبی کے ممبر انتخاب کرین اُنمین سے اکثر نے جواب تک نہ دیا
اور مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب نے یہ جواب دیا کہ ہرگاہ اس مدرسہ مین شیعہ ب
ہونگے اسلیے ہم شریک نہین ہوتے ۔

ان تمام واقعات کی طرف سرسید نے تہذیب الاخلاق کے ایک مضمون مین اشارے کیے ہین ۔
وہ لکھتے ہین کہ " جناب حاجی مولوی سید امداد العلی صاحب نے لکھا کہ " تم اپنے افعال واقوال سے توبہ کرو اور ہمسے ہوجاؤ

دس چھانٹ لئے ہین اور بیس نکال ڈالے ہین، اکثر یہ بھی سُنا گیا کہ اُنھون نے سورۂ الرحمٰن مین "فبایّ آلاء ربّکما تکذبان" صرف ایک جگہ رکھا ہی باقی مکرّر سمجھکر سورت مین سے نکال ڈالا ہی۔

مولوی علی بخش خان نے جو ایک کتاب موسوم بہ تائید الاسلام سرسید کے خلاف لکھی تھی اور جسکی بہت سی جلدین وہ عرب مین شایع کرنے کو لیگئے تھے اُسمین بے شمار عقائد سرسید کی طرف ایسے منسوب کئے ہین جو بالکل خلاف واقع ہین؛ مثلاً یہ کہ مادّہ مثل ذات باری تعالی کے ...لی ہی، یا ذات باری تعالی خود مادّی ہی، یا یہ کہ باوجود قانونِ قدرت کے بعثتِ انبیا کی ...رورت نہین، یا یہ کہ جب علوم جدیدہ یا انگریزی پڑھنے سی معلوم ہو کہ مذہب اسلام مین ضعف ...دا ہوگا تو مذہبِ اسلام کا ترک کردینا لازم ہی، یا یہ کہ نبوتِ انبیای سابقین یا کتب سماویّہ کے ...کار سے، یا معاذ اللہ قرآن شریف کے عمداً بول و براز مین آلودہ کرنے یا اُسکے پھینکدینے سے ...ل کو حرام اور حرام کو حلال ٹھیرانے سے، یا معاذ اللہ کسی نبی کو گالی دینے سے، یا بہشت ودوزخ اور قیامت کے انکار سے، یا ضروریات دین کے انکار کرنے سے آدمی کافر نہین ہوتا؛ یا یہ کہ گرمی کے موسم مین رمضان کے تیس روزے فرض نہین ہوسکتے، یا تھوڑی سی شراب کہ متوالا نہ کردے یا اتنا جوا کھیلنا جو بے قید نہ بنادے حرام نہین ہوسکتا، یا یہ کہ صلوۃ سے مراد مطلق دعا پڑھ لینی ہی اور وہی واسطے ادای فرض کے کافی ہی باقی جو ترکیب صلوۃ پنجگانہ کی مقرر ہی وہ اصول مخترعہ علما کا اتباع ہی۔ اسی طرح اور بہت سے اتہامات سرسید کی نسبت کتاب مذکور مین کئے گئے ہین جنکو سرسید نے اپنے مضمون دافع البہتان مین ایک ایک کرکے لکھا ہی

دوسرے عامل سے کیا، اُسنے عرض کیا "حضور! پانچون انگلیان برابر نہین ہین" عالمگیر نے کہا "بلے، مگر بوقت خوردن ہمہ برابر میشوند" پس اے بزرگو! اس بات مین کیون تعصب کو کام فرماتے ہو جس مین سب کا فائدہ مشترک ہو"

"جناب سید الحاج مولانا حاجی علی بخش خان صاحب سے جو معاملہ پیش آیا وہ تو طشت از بام ہے؛ اُنکی اور ہماری تو وہی مثل ہوگئی "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" یعنی وہ ہمکو بد عہد کہتے ہین ہم اُنکو بد عہد کہتے ہین - بہرحال کسی نے بد عہدی کی ہو، وہ بات جس سے کھنڈت پڑگئی اسقدر ہے کہ تمام امور تعلیم مذہبی تنہا جناب ممدوح کو کیون نہ سپرد کیے گئے دیگر بزرگان دین کو کیون شریک کیا؟ وما ھذا الا اشقاقٌ مبین"

سرسید کی مخالفت اگر محض دینداری اور حمیت اسلامی کی بنیاد پر کیجاتی تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی بلکہ اُسکا نہ ہونا تعجب تھا کیونکہ اُس سے پایا جاتا کہ مسلمانون کو دین و مذہب کی کچھ پروا نہین رہی؛ چنانچہ اسی خیال سے سرسید اکثر کہا کرتے تھے کہ "جو لوگ میرے مخالف ہین وہ یہ سمجھتے ہین کہ مین اسلام کے برخلاف ہون اور میرے خیالات سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے پس جو کچھ کہ وہ اپنی دانست مین اس خیال سے کرتے ہین اُسپر وہ بزرگ تعریف کے لائق ہین نہ مذمت کے" مگر افسوس، اور نہایت افسوس ہی کہ زیادہ مخالفتین محض نفسانیت، خودغرضی، یا عناد پر مبنی ہوتی تھین اور اسی لئے بجائے اسکے - کہ سرسید کے اقوال - جو اُنھون نے مذہبی مسائل کے متعلق جمہور کے خلاف لکھے ہین راست راست بے کم و کاست بیان کئے جاتے - بیسیون باتین اُنکی نسبت غلط مشہور کی گیئن، اُنکی تفسیر کی نسبت اس بات کی عموماً شہرت دیگئی کہ سید احمد خان نے قرآن کے تیس پارون مین سے

تجویز ہوئے۔ سرسید نے اس خیال سے۔ کہ یہ قلیل رقم مسلمانون کے کس کام آئیگی۔ نواب لفٹنٹ گورنر جو اُن دنون بنارس آئے ہوئے تھے۔ عرض کرکے اُسی میدان کے قریب مسجد کے لیے ایک دوسرے قطعہ کے ملنے کی اجازت دلوادی اور شفاخانہ کے چندے مین سے ڈھائی ہزار روپیہ مسلمانون کو دلواکر وہان مسجد تعمیر کرادی۔ بنارس کے مسلمان سرسید کے نہایت شکرگزار ہوے اور مسجد کے پیشطاق پر یہ بیت کندہ کرانی تجویز کی

"در آنوان سعید واز برائے طاعت یزدان   بناگردید این مسجد ز سعیِ سید احمد خان"

مگر سرسید نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور اس بیت کے کندہ کرانے کی اجازت نہین دی۔

بنارس مین تو یہ کارروائی ہورہی تھی اور تمام ہندوستان کے دیسی اخبارونمین یہ لکھا جارہا تھا کہ سید احمد خان نے شفاخانہ کے واسطے مسجد منہدم کرادی۔ یہ شوروشغب ایک مدت تک ہندوستان کے تمام اخبارون مین رہا مگر سرسید نے اسکی کچھ پروانہ کی اور اصل حال سے اخبارون کو مطلع نہین کیا۔ آخر سوسائٹی اخبار کے اڈیٹر نے ایک پرچہ مین لکھدیا کہ ہم اصل حالات دریافت کرکے اپنے اخبار مین چھاپینگے سرسید نے اڈیٹر کی یہ تحریر اخبار مین دیکھکر اُسکو لکھ بھیجا کہ مجھپر سے الزام رفع کرنیکے لیے آپ اخبار مین کچھ نہ لکھین اور اخبار نویسون کو بکنے دین چندروز بعد اڈیٹر کی شکایت اخبارون مین چھپنی شروع ہوئی کہ جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نکیا کیونکہ سرسید پر سے الزام رفع کرنے کا کوئی پہلو ہاتھ نہ آیا۔ آخر علیگڑھ اخبار کے اڈیٹر نے مجبور ہوکر ۲۶ - مئی ۱۸۷۶ء کے پرچہ مین تمام حال اول سے آخر تک بحوالۂ کاغذات مثل میونسپلٹی بنارس کے تحریر کیا۔ اب اخبارون مین یہ چھپنا شروع ہوا کہ نہایت افسوس ہے نہ سرسید نے اصل حال سے مطلع کیا اور نہ سوسائٹی اخبار کے اڈیٹر نے مدت تک اس واقعہ پر کچھ روشنی ڈالی۔

اور ہر ایک کے تحت مین یہ فقرہ لکھتے جاتے ہین کہ " لعنۃ اللہ علی قائلہ و علی معتقدہ "

مذہبی عقائد اور اقوال کے سوا اَور طرح طرح کے اتہامات اُس خیرخواہ خلائق پر لگائی جاتی تھے ۔

اس بات کا تو سرسید کی وفات تک ہزارون آدمیون کو یقین تھا کہ اُنھون نے اپنا سر دس ہزار روپئے کو انگریزون کے ہاتھ بیچدیا ہی ؛ اکثر لوگ سمجھتے تھے کہ بعد مرنے کے انگریز اُنکا سر کاٹ کر لندن لیجائینگے اور لندن کے عجائب خانہ مین رکھینگے ۔

ایکبار یہی سر بیچنے کا تذکرہ سرسید کے سامنے ہوا ؛ اُسوقت راقم بھی موجود تھا ، اُس مرحوم نے نہایت کشادہ دلی کے ساتھ فرمایا کہ " جو چیز خاک مین ملکر خاک ہوجانے والی ہی اُسکے لئے اس سے زیادہ اَور کیا عزت ہوسکتی ہی کہ دانشمند لوگ اُسکو روپیہ دیکر خریدین ، اُسکے ڈسکشن سے کوئی علمی نتیجہ نکالین ، اور اُسکی قیمت کا روپیہ قوم کی تعلیم مین کام آوے دس ہزار چھوڑ دس روپئے بھی اگر اُسکی قیمت مین ملین تو میرے نزدیک مفت ہ"

منجملہ اُن بے شمار اتہامات کے جو سرسید پر لگائے جاتے تھے ایک وہ صریح بہتان تھا جو ۱۸۷۶ء مین بمقام بنارس اُنپر لگایا گیا ۔ سرسید پنشن لیکر علیگڑھ آنے سے چند مہینے پہلے ۔جب کہ پرنس اوف ویلز بنارس مین تشریف لائے ۔ اُنکی تشریف آوری کی یادگار مین ایک شفاخانہ بنارس مین بنانا تجویز ہوا تھا اور جو کمیٹی یادگار قائم کرنے کے لئے مقرر ہوئی تھی اُسکے ایک ممبر سرسید بھی تھے کمیٹی کی درخوست پر مینوسپلٹی بنارس نے شفاخانہ کے لئے ایک قطعہ زمین دینا تجویز کیا جسمین علاوہ اَور کچے گھرون کے ایک چھوٹا سا خام چبوترہ بھی تھا جسکو مسلمانون نے نماز پڑھنے کے لئے عارضی طور پر بنالیا تھا ۔ میونسپلٹی نے خود اُس میدان کو صاف کرادیا اور جسطرح اَور گھرون کے مالکون کو کمیٹی یادگار سے معاوضہ دلوایا تھا اسی طرح اُس چبوترے کے معاوضہ مین ۳۲ روپئے دینے

تو اُنکی جان لینے کی دھمکیون کے گمنام خطوط اُنکے پاس آنے لگے۔ اکثر خطون کا یہ مضمون تھا کہ "ہمنے اس بات پر قرآن اُٹھایا ہی کہ تمکو مار ڈالینگے" ایک خط مین لکھا تھا کہ "شیر علی جسنے لارڈ میو کو مارا تھا۔ اُسنے نہایت حماقت کی اگر وہ تمکو مار ڈالتا تو یقینی بہشت مین پہنچ گیا ہوتا" ۱۸۹۱ء مین۔ جبکہ سرسید کالج کی طرف سے ایک ڈپوٹیشن لیکر حیدر آباد گئے تھے اور حضور نظام (خلد اللہ ملکہ) کے ہان بشیر باغ مین مہمان تھے۔ ایک مولوی نے ہمارے سامنے سرسید سے یہ ذکر کیا کہ کلکتہ مین ایک مسلمان تاجر نے آپکے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور وہ کسی شخص کو اس کام پر مامور کرنا چاہتا تھا۔ اس بات کی مجھکو بھی خبر ہوئی۔ چونکہ مین علیگڑھ کی طرف آنیوالا تھا اُس سے خود جا کر ملا اور اُس سے کہا کہ مین علیگڑھ جانیوالا ہون اور میرا ارادہ سید احمد خان سے ملنے کا ہی۔ جب تک کہ مین اُنکے عقائد اور مذہبی خیالات دریافت کرکے آپکو اطلاع نہ دون آپ اس ارادہ سے باز رہین۔ چنانچہ مین علیگڑھ مین آیا اور آپ سے ملا اور بعد دریافت حالات کے اُسکو لکھ بھیجا کہ سید احمد خان مین کوئی بات مین نے اسلام کے خلاف نہین پائی تمکو چاہیے کہ اپنے منصوبے سے توبہ کرو اور اپنے خیال خام سے نادم ہو۔ معلوم نہین کہ اُس مولوی کا یہ بیان صحیح تھا یا غلط مگر سرسید نے جو یہ حال سنکر اُسکو جواب دیا وہ لطف سے خالی نہ تھا؛ اُنھون نے کہا "افسوس ہی کہ آپنے اُس دیندار مسلمان کو اس ارادہ سے روک دیا اور ہمکو ہمارے بزرگون کی میراث سے۔ جو ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانون ہی کے ہاتھ سے قتل ہوتے رہے ہین۔ محروم رکھا"

ایک دفعہ خاص علیگڑھ مین کسی نے بذریعہ گمنام تحریر کے سرسید کو یہ دھمکی دی کہ اگر آیندہ تم گاڑی مین سوار ہو کر اپنی کوٹھی سے باہر نکلے تو تمھاری خیر نہین، مین بندوق مارے بغیر ہرگز نہ رہونگا مگر سرسید نے اِن دھمکیون کا کبھی کچھ خیال نہین کیا؛ نہ اُنکی کسی عادت مین فرق آیا، اور نہ اُنھون نے اپنی حفاظت کا

تب سرسید نے تہذیب الاخلاق مین ایک آرٹکل لکھا جسمین تمام اخبارون کے اقوال - جو سرسید کے
برخلاف لکھے گئے تھے - نقل کر کے ہر ایک پرچہ پر جداجدا ریمارک کیے ہین ۔ ازان جملہ وہ اخبار ہین
جسکے اڈیٹر اُسوقت مرحوم غلام محمد خان تپش تھے - یہ فقرہ چھپا تھا " اخبار سائنٹفک سوسائٹی مین یہ مضمون
نہایت دیر مین چھپا ؛ یعنی اُسوقت جب کہ سید صاحب کی بدنامی تمام دنیا مین مشتہر ہوچکی " اسپر سرسید مرحوم نے نہایت
لطیف ریمارک کیا ہی جسکے الفاظ یہ ہین " اسکے عذر مین نہایت ادب سے اپنے شفیق کے سامنے حافظ کا یہ شعر پڑھتا ہون

" درکوے نیک نامی مارا گذر ندادند ... گر تو نمی پسندی تغئیر کن قضارا "

لیکن اگر ہمارے دوست اس فقرہ کو یون ارقام فرماتے تو شاید لفظ بدنامی کے صحیح معنی ہو سکتے " یہ مضمون نہایت دیر
مین چھپا ؛ یعنی اُسوقت جبکہ تمام اخبارون کی بدنامی دنیا مین ہوچکی " پھر لکھتے ہین " ہمکو امید ہی کہ خدا وہ دن
بہت جلد لائیگا کہ ہماری قوم بدنامی کے صحیح معنی سمجھیگی اور ہمارے ملک کے اخبار خود اپنی عزت کرنی سیکھینگے "

اسی طرح بیسیون اتہام سرسید پر ' مدرسۃ العلوم پر ' اُسکے طالب علمون پر لگائے جاتے تھے ' مدرسہ
کی نسبت ایسی خبرین اُڑائی جاتی تھین جنسے لوگون کے دل مین نفرت پیدا ہو یا اُسکے معاونون کو -
اور مخالفون کو خوشی ہو ؛ چنانچہ ایک دفعہ ایک ننگ اسلام و اہل اسلام نے مشہور کر دیا کہ جس کوٹھی مین
ہائی اسکول کی جماعتین پڑھتی ہین اُسکی چھت گر پڑی اور بیس تیس طالب علم اُسکے نیچے دب گئے ۔
اسی قسم کی اور بہت سی مثالین ہین مگر وہ جو مثل مشہور ہی کہ " اپنا گھٹنا کھولیے اور آپ ہی لاجون مریے "
ایسی باتین بیان کرنے سے سوا اسکے کہ اپنی اور اپنی قوم کی نالائقی سارے زمانہ مین مشہور ہو اور کوئی
نتیجہ معلوم نہین ہوتا ۔

الغرض جب سرسید کے کفر و ارتداد اور واجب القتل ہونے کے فتوے اطراف ہندوستان مین شایع ہوئے

اُن گستاخیون کو دیکھکر۔ جو سرسید کی نسبت کی گئی تھین۔ شدت غیظ و غضب سے از خود رفتہ ہو گئے۔
کاتب کی نسبت یقین ہو گیا تھا کہ اخبار رفیق ہند کا اڈیٹر ہی اور سرسید نے خود اُسکا خط اچھی طرح
پہچان لیا تھا؛ بااینہمہ اُس مرحوم کی یہ خواہش تھی کہ کاتب خط کی اس حرکت سے درگذر کی جائے
اور اُسکو کانفرنس مین شریک ہونے کی اجازت دیجائے کیونکہ وہ خود اس تحریر کے لکھنے سے
انکار کرتا تھا مگر خان بہادر اور سردار صاحب اور دیگر اہل پنجاب نے سرسید کی سفارش اُسکے باب مین
منظور نہین کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسنے اپنا اخبار۔ جو غالباً بند ہو گیا تھا۔ چند مدت بعد پھر جاری
کیا۔ پہلے یہی اخبار سرسید کا حد سے زیادہ طرفدار اور مداح و ثنا خوان تھا؛ چنانچہ ۱۸۸۴ء مین
جب سرسید نے پنجاب کا سفر کیا اور لاہور مین پہنچے تو اسی اخبار مین سرسید کی نسبت ایک لمبی مدحیہ
عبارت چھپی تھی جسکے سرے پر یہ شعر لکھا تھا

"مرحبا سید او لادِ نبیّ مدنی   جان جان باد فدایت کہ وحید زمنی"

مگر جب دوسری بار یہ اخبار جاری ہوا تو سرسید کی مخالفت مین تمام اگلے پچھلے مخالفون سے
گوے سبقت لیگیا۔ وہی شخص جسکی نسبت پہلے "سید اولادِ نبی مدنی" لکھا گیا تھا اس پرچہ مین
کوئی بُرائی ایسی نہ تھی جو اُسکی طرف منسوب کی گئی ہو اور کوئی آلہ لوگون کو اُس سے بدظن کرنے کا ایسا
نہ تھا جو اس پرچہ مین استعمال نہ کیا گیا ہو۔ سرسید کے دوست اُسکی زبان درازیان دیکھکر بگڑتے تھے
اور اسکا جواب لکھنے پر آمادہ ہوتے تھے مگر سرسید سب کو منع کرتے تھے اور کسی کو اُس سے مقابلہ کرنے کی
اجازت نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ "موسم کی آندھی ہی چند روز مین خود بخود فرو ہو جائیگی"
اب سرسید کے انتقال کے بعد ۱۸۹۹ء مین وہ ایک مدت تک بند رہکر تیسری بار پھر جاری ہوا ہی

کبھی کوئی خاص انتظام کیا۔ سرسید کی وفات سے چند مہینے پہلے ایک مخالف گروہ کی نسبت یہ مشہور ہوا
کہ اُنکا ارادہ سید کے قتل کرنے کا ہی اور فی الحقیقۃ اُس گروہ کا جوش اُس حد کو پہنچا ہوا تھا کہ اُنسے ایسی
حرکت کر بیٹھنا کچھ بعید نہین معلوم ہوتا تھا۔ ایکدن سرسید کے بعض احباب نے اُنسے کہا کہ آپ سوار ہونا
چھوڑ دین اور کچھ زائد چوکیدار رات کے پہرے کے لیے کوٹھی پر مقرر ہونے چاہیین اور ایسا انتظام
ہونا چاہیے کہ کوئی اجنبی شخص بلا اطلاع اور بغیر تفتیش حال کے کوٹھی کے اندر نہ آنے پائے۔ سرسید
یہ باتین سنکر تعجب کرتے تھے اور ہنستے تھے؛ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے صلاح کار دوستون کو نادان
اور وسواسی سمجھتے ہین اور ایسا انتظام کرنے کو ایک نہایت سبک حرکت خیال کرتے ہین۔ چنانچہ
کسی طرح کا انتظام نہین کیا گیا، نہ کسی کے آنے جانے کی روک ٹوک کی گئی، نہ چوکیدار رکھے گئے،
نہ سوار ہونا موقوف ہوا۔

۱۸۹۸ء مین جب پہلی بار محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کا منعقد ہونا لاہور مین قرار پایا تو
خان بہادر برکت علیخان - جنکی تحریک سے لاہور مین اس جلسہ کا ہونا قرار پایا تھا - اُنکے ایک مخالف
کی طرف سے کانفرنس کی تاریخون سے ایکدن پہلے ایک نہایت گستاخ تحریر سرسید کے نام پہنچی جسمین
علاوہ اور نالائق باتون کے نہایت بُرے لفظون مین یہ مطلب بھی ادا کیا گیا تھا کہ تم کانفرنس مین
آنے کا ہرگز ارادہ نکرنا ورنہ جو حال کل رات کو خان بہادر کا کیا گیا ہی اُس سے بدتر تمھارا حال کیا جائیگا
سرسید نے جو وقت علیگرھ سے لاہور کی روانگی کا مقرر تھا اُسمین کچھ تبدیلی نہین کی صرف خان بہادر
کی خیروعافیت دریافت کرنے کے لیے چلنے سے پہلے اُنکو تار دیا اور جب اُنکی خیریت معلوم ہو گئی فوراً لاہور
کو روانہ ہو گئے۔ لاہور پہنچکر وہ تحریر اُنھون نے خان بہادر اور سردار محمد حیات خان کو دکھائی۔ دونو صاحب

نہ صرف آپ کو بلکہ تمام قوم کو جسکے مذاق پر اخبارون کی برائی بھلائی کا انحصار ہی دنیا مین رسوا اور بدنام کرین ۔ سرسید بھی ان اخبارون کے آوازے توازے سنتے سنتے اُنکے عادی ہو گئے تھے یہانتک کہ جس اخبار مین اُنپر کوئی چوٹ نہ ہوتی تھی اُسکو دیکھکر تعجب کرتے تھے چنانچہ تہذیب الاخلاق مین ایک جگہ لکھتے ہین " ہمارا حال تو اُس بڑھیا کا سا ہو گیا ہی جسکو بازار کے لونڈے چھیڑا کرتے تھے اور جب وہ چھیڑنے والے نہوتے تو کہتی کیا آج بازار کے لونڈے مر گئے "

اسی طرح سرسید کی تمام تحریرین - جو اُس مخالفت کے زمانہ مین تہذیب الاخلاق مین چھپی تھین نہایت لطیف اور دلچسپ ہوتی تھین ازانجملہ دو تین فقرے مختلف مقامات سے اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین ۔

ایک مقام پر لکھتے ہین " ہمارے ایک دوست نے ہمسے نقل کی کہ ضلع سہارنپور مین ہمارے حال پر بحث ہو رہی تھی + + + ایک صاحب نے کہا کہ " ہی تو کرشان مگر ہماری قوم کی بھلائی اگر ہو گی تو اسی کرشان سے " یہ نقل سنکر مین نہایت خوش ہوا اور مین نے کہا کہ اگر درحقیقت مجھسے ایسا ہو تو اس کرشانی خطاب پر ہزار مسلمانی نثار ہی + + + صائب نے ایک ناواقف شاعر سے پوچھا کہ صائب کیسا شعر کہتا ہی اُسنے نہایت دلی جوش سے کہا کہ " آن قرمساق ہمہ خوش میگوید " صائب کہتا ہی کہ " جیسی عزت مجکو قرمساق کے لفظ سے حاصل ہوئی اعلے سے اعلے خطاب سے بھی ممکن نہین " اسی طرح خدا کرے کہ یہ لفظ کرشان کا میرے لیے عزتِ قومی کا باعث ہو "

ایک جگہ لکھتے ہین " حضرات ہماری تو وہی مثل ہی دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا ؛ از برادران دور واز بیگانگان نفور ، ایک گوشہ مین پڑا ہون ، نزدیک و دور یگانہ و بیگانہ سے لعن وطعن سنتا ہون ، جس طرح بیگانگان مجھسے نفرت کرتے ہین برادران وطن بھی - الا ماشاء اللہ - اسی طرح متنفر ہین ۔ قصور یہ کہ اپنی دانست مین

اور چشم بد دور اب بھی باوجود اسکے کہ سرسید دنیا سے رحلت کر چکے ہین اپنی وضعداری نباہے جاتا ہی
لیکن اب سرسید کا نام صراحۃً کم لیتا ہی بلکہ جو کچھ سرسید یا اُنکے کامون کے برخلاف لکھنا ہوتا ہی اُسکو
علیگڈھ مشن پر ڈھال دیتا ہی مگر ہم خوش ہین کہ سرسید کی مخالفت کی بدولت ابکی بار اسمین خود بخود
ایک ایسی خوبی پیدا ہوگئی ہی جو ملک کے حق مین نہایت مفید ہی وہ برخلاف اُن اخبارون کے جو
ہندو مسلمانون مین تفرقہ ڈالنا چاہتے ہین دونو قومون مین آشتی اور مصالحت کی بنیاد ڈالتا
معلوم ہوتا ہی۔ اُسکی یہ پالسی۔ جیسا کہ اُسکے مخالف خیال کرتے ہین۔ کسی غرض پر مبنی کیون نہو
ملک کے حق مین بہرحال مفید ہی۔

ایک شخص نے چند اجزا سرسید کی لائف کے نام سے لکھکر اُنکے پاس بھیجے جسمین بہت سی باتین
خلاف واقع درج تھین اور جابجا اُنکی تنقیص کی گئی تھی مگر مؤلف نے اپنا نام ظاہر نہین کیا تھا۔
سرسید نے اُسپر یہ ریمارک کرکے اخبار مین چھپوا دیا "ایک ہمارے شفیق غائبانہ نے۔ جنسے ہمسے ملاقات ظاہر(ی)
نہین ہی۔ ہماری لائف اپنے خیال کے مطابق لکھکر ہمارے پاس بھیجی ہی جسمین ایسی باتین بھی ہین جنسے ہم نہ
واقف نہین ہین۔ ہم اُنکا شکریہ ادا کرتے ہین اور یہ رباعی حسب حال لکھتے ہین

اے آنکہ مرا ندیدہ بشناختۂ   نادیدہ تصورم چسان ساختۂ

بایزد بے مثال مانند نیم   حقا کہ ندیدۂ و نشناختۂ

سب سے زیادہ سرسید کا ذکر خیر پنچ اخبارون مین ہوتا تھا جنکے اڈیٹر اور بیرو پرائٹر عموماً مسلمان تھے
تھے اور گرم بازاری صرف اس بات پر منحصر تھی کہ اپنی قوم کے خیرخواہ اور جان نثار پر پھبتیان اُڑائین
اُسکے کارٹون بنائین اُسکی ہجو کے اشعار شایع کرین اُسکی خوبیون کو عیب بنا کر دکھائین اور اسطرح

جو وضع اور لباس مین سرسید کی پیروی کرتے تھے سخت مشکلین پیش آئین بلکہ خود سرسید اسی روک ٹوک کے سبب بعض یوروپین افسرون سے - باوجودیکہ برسون ایک جگہ رہے - کبھی نہ مل سکے ۔ مگر جس بات کو اُنھون نے اپنے نزدیک بہتر سمجھا کسی کی مخالفت کے خوف سے اُسکو ترک نہین کیا ؛ جیسا سمجھا ویسا ہی کہا اور وہی کیا ۔ جب کبھی اُنکو معلوم ہوا کہ کسی افسر یا حاکم اعلے نے ہندوستانیون کے یوروپین ڈریس پر اعتراض کیا ہی فوراً اخبار مین اُسکا جواب لکھا یہانتک کہ جب لارڈ ڈفرن نے اسی تبدیل وضع کے خلاف ایک عام مجمع مین کچھ تقریر کی اور وہ اخبارون مین چھپی تو سرسید نے ایک نہایت زبردست آرٹکل اُسکے برخلاف لکھکر اپنے اخبار مین شائع کیا اور اسطرح کے بے شمار آرٹکل سوسائٹی اخبار کی جلدون مین اُنکے لکھے ہوے موجود ہین ۔

جو مسلمان سرسید کے مخالف تھے وہ بھی انگریزون کی اس مخالفت سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے ۔ چنانچہ مولوی امداد العلی اپنی ایک تحریر مین لکھتے ہین " بعض اہالیان ہند نے واسطے دھوکا دینے حکامِ رس سے اپنا طریقۂ مذہبی اور لباسِ ملکی اور وضعِ قومی چھوڑکر - برخلاف اپنے ہموطنون اور ہمقومون اور ہم پیشون کے جاکٹ اور کوٹ پتلون پہننا اور میز و کرسی پر بیٹھکر چھری کانٹے سے کھانا اس مراد سے اختیار کیا ہی کہ ہمکو حکام وقت - جنکے لباس اور طعام کی یہ وضع ہی - اپنا مخلص و مطیع اور پیرو جانین اور اُنکے محکومین ہمکو حکام کا ہمسر مانند صاحب لوگون کے سمجھین ۔ سو نتیجہ اُنکے خُبثِ طینت کا کہ مکر و دغا ہی یون ظاہر ہی کہ اکثر حُکام سوائے فریبی دغاباز سمجھنے کے اُنکو اچھا نہین جانتے اور اُنکی وضع اور چال چلن کو پسند نہین کرتے "

باوجود ان تمام مخالفتون کے جو مسلمانون کی طرف سے ہوتی تھین سرسید نے جو اُنکے مقابلہ مین ابتدا سے خاموشی کا طریقہ اختیار کیا تھا بغیر اشد ضرورت کے کبھی اُسکو ترک نہین کیا نہ وہ خود جواب دینا

بھائیون کا بھلا چاہتا ہون، اُنکی عام رای کی مخالفت سے نہین ڈرتا بلکہ جو اُنکے بھلے کی ہو وہی کہتا ہون۔
یہی کمبخت خصلت ہو جسنے مجھکو اس حال پر پہنچایا ہو"

پھر ایک جگہ لکھتے ہین " دنیا مین کوئی نہین رہا؛ پیر نہ پیغمبر نہ زاہد خدا پرست نہ فاسق نفس پرست؛
سب کو گذرنا ہو مگر مین سمجھتا ہون۔ بشرطیکہ میری سمجھ کی غلطی نہو۔ کہ حضرت مرزا جانجانان مظہر علیہ الرحمہ۔ جنکو
بلحاظ اُن نسبتون کے جو مجھے اُس خانوادہ سے ہین نازسے پردادا کہنا زیبا ہو۔ اُنکا یہ شعر میری خاک مرقد کا کتابہ ہوگا

بلوح تربتِ من یافتند از غیب تحریرے — کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

سرسید نے جو لباس و طعام و مکان اور طرز ماندو بود اور طرز معاشرت وغیرہ مین تعلیم یافتہ ترکون
کا طریقہ اختیار کیا تھا اور جس سے انگریزون اور مسلمانون مین میل جول پیدا کرنا مقصود تھا مسلمان تو
اس طریقہ کو ناپسند کرتے ہی تھے بلکہ اُسکو عیسائی ہوجانیکے برابر سمجھتے تھے مگر تماشا یہ ہو کہ بعض متعصب اور
مغرور انگریز بھی اس سے نہایت ناراضی ظاہر کرتے تھے اور گویا اس بات کا ثبوت دیتے تھے کہ انسانی
اخلاق مین منو کے زمانہ سے آجتک باوجود اسقدر علمی اور عقلی ترقیات کے ایک ذرہ برابر بھی ترقی
ہوئی اور جو فرق منو نے شدر اور برہمن مین رکھا تھا وہی فرق اس زمانہ کے اعلے سے اعلے درجہ کے
شایستہ لوگ حاکم و محکوم مین برقرار رکھنا چاہتے ہین۔ اگرچہ فیاض طبع اور کشادہ دل انگریز جو
ہندوستان مین رہکر انگلستان کے اصلی جوہر یعنی آزادی کو کھو نہین بیٹھتے وہ ان باتون کا کچھ خیال
نہین کرتے اور ہندوستانیون سے خواہ وہ کسی لباس مین ہون ناک بھون نہین چڑھاتے مگر تنگدل
انگریزون کو ہرگز گوارا نہین کہ ہندوستانی جو ہماری جوتیون کے تلے ہین وہ ٹرکش کوٹ پتلون
اور ٹرکی ٹوپی اور انگریزی بوٹ پہنکر ہم سے ملنے کو آئین۔ چنانچہ اسی بنا پر بعض اوقات اُن لوگون کو

کہ جو مضمون کسی انگریزی اخبار مین مدرسہ یا بانی مدرسہ کے خلاف چھپتا تھا سر سید کو انھین دونو صاحبون پر اُسکے لکھنے کا گمان ہوتا تھا۔ چنانچہ انڈین آبزرور مطبوعہ ۱۸۷۲ء مین جو ایک سخت آرٹکل مدرستہ العلوم اور سرسید بلکہ تمام مسلمانون کے برخلاف چھپا تھا اسپر بھی سرسید کو یہی خیال ہوا کہ ان دونو افسرون مین سے کسی کا لکھا ہوا ہی۔ اسپر سرسید نے دو آرٹکل تہذیب الاخلاق مین لکھے جنکا انگریزی ترجمہ ساتھ ہی ساتھ چھاپا تھا اُسمین سے چند فقرے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین

"انڈین آبزرور مطبوعہ ۲۸ ستمبر ۱۸۷۲ء مین آرٹکل لکھنے والے نے ہمکو (یعنی مسلمانون کو) سخت متکبر اور متعصب کہا ہی اور یہی سبب ہمکو گورنمنٹ کالجون اور اسکولون سے کم فائدہ حاصل کرنیکا قرار دیا ہی۔ اس آرٹکل کو پڑھکر اول دل تو ہمکو بہت تردد اور خوف معلوم ہوا؛ تردد تو اس بات کا ہوا کہ یہ کس کا لکھا ہوا ہی؟ مسٹر ڈی پی آئی[1] کا؟ یا مسٹر سی[2] اس کا؟ اور خوف اس بات کا ہوا کہ اگر پچھلے کا ہو تو ایسا نہو کہ وہ کبھی ہمارے ملک کا لفٹنٹ گورنر ہو جائے اور مسلمانون کی زندگی اُسکے ہاتھ مین پڑ جاوے۔ مگر چونکہ اُس آرٹکل کے مضمون اکثر وہ ہین جو مدت ہوئی کہ ہم سن چکے تھے اسلیے وہ ہمارا تردد اور خوف دونو جاتے رہے"

"مگر ہم کہتے ہین کہ ہان ہم (یعنی مسلمان) متکبر بھی ہین اور متعصب بھی؛ پر کیون نہ ہم ایسا طریقہ تعلیم تیار کرین جس سے ہمارے تکبر اور تعصب مین بھی خلل نہ آوے اور ہم تعلیم بھی پا دین"

"انڈین آبزرور کا آرٹکل لکھنے والا ہمکو طعنہ دیتا ہی کہ "خاص مسلمانون کے کالج قائم کرنے کے لئے کافرون (یعنی انگریزون) سے کیون مدد لیجاتی ہی؟ اور یہ بھی لکھتا ہی کہ "اگر ایسا مدرسہ خود مسلمانون ہی کی کوشش سے قائم ہوگا تو یہ ترقی و بہتری کی دلی خواہش کا ثبوت ہوگا؛ لیکن اگر لارڈ نارتھ برورک صاحب جیسے لوگون کی سخاوت سے

---

[1] یعنی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ۱۲ [2] یعنی سول سرونٹ ۱۲

چاہتے تھے اور نہ کسی دوست کا اپنی طرف سے جواب دینا پسند کرتے تھے چنانچہ اُنکی بہت سی تحریرین دیکھی گئی ہین جنمین اُنھون نے اپنے دوستون کو مخالفون کا جواب دینے سے روکا ہی؛ بلکہ ایک دفعہ خود راقم کو ایک اسی قسم کی تحریر اخبارون مین چھپوانے پر نہایت شرمندہ کیا ۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ اُنکو اپنی سچائی پر کسقدر بھروسا تھا اور کہان تک وہ سلف کے اس سچے مقولہ پر یقین رکھتے تھے کہ "مَاذَلَّ ذُوحَقٍّ وَلَوِاتَّفَقَ الْعَالَمُ عَلٰی خِلَافِہٖ"

اُنھون نے ۱۸۶۹ء مین ولایت سے سوسائٹی اخبار کے اڈیٹر کو لکھا تھا " ردوقدح پر متوجہ ہونے کی ضرورت نہین ہی اسلئے کہ جو بات جھوٹی ہی وہ تھوڑے ہی زمانہ مین مثل جھوٹے موتی کے بےآب ہوجاویگی؛ خواہ وہ بات خود اُس شخص کی (یعنی میری) ہو اور خواہ اُسکے مخالف کی ۔ پس مین نہایت عاجزی سے آپ کی خدمت مین التماس کرتا ہون کہ جو لوگ میری بُرائی لکھین آپ بلاتکلف اپنے اخبار مین نقل کیجیے مگر کوئی حرف بھی اُسکے جواب کے طور پر ارقام نہ فرمایا کیجیے؛ صرف اسکی صحت اور عدم صحت پڑھنے والون کی رائے پر چھوڑ دیجیے امید ہی کہ آپ اپنی عنایت سے میری التماس کو قبول فرماوینگے "

لیکن اگر کسی انگریز کا مضمون سرسید کے خیالات یا مدرسۃ العلوم کے خلاف کسی انگریزی اخبار مین چھپتا تھا تو اُسکا جواب دئے بغیر وہ کبھی نہ رہتے تھے اور اکثر ایسے مضامین کا انگریزی ترجمہ بھی ساتھ کے ساتھ چھپوا دیتے تھے ۔ جس زمانہ مین اُنھون نے مدرسۃ العلوم کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا اکثر یوروپین افسر اُنکے مخالف ہوگئے تھے اور - جیسا کہ پہلے حصہ مین مذکور ہوچکا ہی - کمیٹی نے مدرسہ کے لئے جس قطعۂ زمین کے ملنے کی گورنمنٹ سے درخوست کی تھی ضلع کے حکام اُسکا ملنا نہین چاہتے تھے ۔ خصوصًا ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم اضلاع شمال مغرب اور صاحب کلکٹر ضلع علیگڑھ سخت مخالف تھے یہانتک

ایک روشن ہیرا یا لعل نہین بن سکتا" پس اب ہم پوچھتے ہین کہ آیا ہماری قوم کو سنگریزون مین اور کنکرون مین پڑا رہنا اور ہر ایک کی ٹھوکرین کھانا اور دشنام سُننا ہی پسند ہی یا اپنی حالت مین کچھ ترقی کرنے کا ارادہ ہے؟

یہ سچ ہی کہ جو شخص بدزبانی کسی کی نسبت استعمال مین لاتا ہی وہ خود اولًا اپنے آپ کو اُن سے سوا لائق ثابت کرتا ہی اور یہ بھی سچ ہی کہ اُس آرٹکل کا لکھنے والا ہمکو متکبر اور سخت متعصب بتاتا ہی حالانکہ وہ ہمسے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہی مگر ہمکو اسپر خیال کرنا نہین چاہیے بلکہ جو لفظ ہمارے دشمن نے بھی ہمارے حق مین کہے ہون اُنسے بھی ہمکو نصیحت پکڑنی چاہیے"

"ایک مقام پر اُس آرٹکل کا لکھنے والا لکھتا ہی کہ "کمیٹی کو مناسب ہی کہ +++ اس امر کی تفتیش کرے کہ آیا اُس قوم (یعنی مسلمانون) مین کبھی کوئی بڑا فلسفی یا شاعر پیدا بھی ہوا ہی جو ایمانداری کے ساتھ اپنی نسبت خود یہ باتین بیان کرے جو کمیٹی نے بیان کی ہین" اگر اس عبارت کا یہ مطلب ہو کہ ہمارے ملک کے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کے وقت مین (یعنی اُنکے طریقۂ تعلیم کے اثر سے) کوئی شخص ہماری قوم کا ایسا ہوا ہی یا نہین؟ تو اسکا جواب صاف ہی نہین۔ اور اگر کبھی کے لفظ سے غیر مقید زمانہ مراد ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس آرٹکل کے لکھنے والے کو دوبارہ کیمبرج یونیورسٹی مین جاکر ہسٹری اوف فلاسفی اور ہسٹری اوف اورنیٹل لٹریچر پڑھنی چاہیے"

انڈین آبزرور کے مذکورہ بالا آرٹکل مین جو سخت الفاظ مسلمانون کی نسبت استعمال کیے گئے ہین اور جنکا جواب سرسید کو بھی کسی قدر سختی کے ساتھ دینا پڑا اُنسے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی کہ ۱۸۷۲ء تک اینگلو انڈینز کے خیالات مسلمانون کی نسبت کیسے تھے اور وہ مسلمانون کی قوم کو کسقدر ناقابل اور اُنکی تعلیم کے لیے کوشش کرنے کو کسقدر بے سود اور لاحاصل سمجھتے تھے اور مدرستہ العلوم کی نسبت کیسے مخالفانہ خیالات رکھتے تھے۔ بااینہمہ جب یہ دیکھا جاتا ہی کہ آج اُسی قوم کے تمام اعلےٰ فہم

قائم ہوا تو کچھ دلی خواہش کا نشان نہ ہوگا " اگرچہ ایسا لکھنا ایک عیسائی کو اور خصوصاً اُس قوم والے کو۔
جس سے ہمنے مدد مانگی اور جو اپنے تئین انسان کی خیرخواہ اور سچی دوست سمجھتی ہو۔ زیبا نہ تھا مگر ہم دل سے
قبول کرتے ہین کہ جو کچھ اُسنے لکھا ہو بالکل صحیح اور بالکل سچ ہو اور اپنی قوم سے کہتے ہین کہ درحقیقت وہ نہایت
نالایق بےشرم بےحیا اور تمام دنیا کی قومون مین ذلیل ہوگی جو اب بھی ایسے طعنے سنکر اس مدرسہ کے قائم ہوجانے
مین دل وجان سے روپیہ سے اور کوشش سے مدد نہ کریگی "

" انڈین آبزرور مین آرٹکل لکھنے والا ہماری ناقص انگریزی کی ہنسی اُڑاتا ہو مگر ہکو اس سے کچھ رنج نہین
کیونکہ یہ جو کچھ ہو انڈین ایجوکیشنل سسٹم کی عمدگی کا ثبوت ہو۔ ہم مجبور ہین کہ ہماری یونیورسٹیان اور ہمارے ملک کے
ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی ایسی ہی تعلیم ہو اور صرف ہماری ہی ایسی تعلیم نہین بلکہ ہزارون در ہزارون کی ایسی
تعلیم ہو اسی لئے اُس سے بھاگتے ہین اور نفرت کرتے ہین "

پھر دوسرے آرٹکل مین اُسی انڈین آبزرور والے آرٹکل کی نسبت ایک جگہ لکھتے ہین " سلیکٹ کمیٹی
خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان مین یہ سوال بحث مین آیا تھا کہ ہندوستان مین انگریزی تعلیم کا اثر ایسا کیون نہین ہوتا
جیسا کہ انگلستان مین ہوتا ہو ؟ سو اسکا جواب انڈین آبزرور کا آرٹکل لکھنے والا یہ دیتا ہو کہ " اُنکو (یعنی مسلمانون کو)
گورنمنٹ کی ذات سے یہ توقع نہین کرنی چاہیے کہ وہ سُور کے بالون سے ریشم کی تھیلی بنادے " پس اب ہم اپنی قوم سے
پوچھتے ہین کہ علم کے دیوتا نے ہمکو سور کا خطاب دیا ہو ؛ آیا ہمکو اسی خطاب مین خوش رہنا چاہیے یا کوشش کرکے
اور اپنی حالت کو درست کرکے دنیا کو بتلانا چاہیے کہ اس خطاب کا مستحق کون تھا ؟

" دوسرا جواب اسی سوال کا اُس آرٹکل لکھنے والے نے یہ دیا ہو کہ " جس شئے پر اسکا (یعنی تعلیم کا) اثر ہوتا ہی
وہ دونو ملکون (یعنی ہندوستان اور انگلستان) مین مختلف ہو گو آلہ دونو کا ایک ہی ہو ؛ سنگریزہ یا کنکر سے

بے شک زمانہ کا تقاضا یہی تھا کہ مسلمان اپنی حالت درست کرین، وقت کی ضرورتون کو سمجھین اور خواب غفلت سے بیدار ہون مگر اُسکا اقتضا بالکل اسکے برخلاف تھا؛ اُسکا اقتضا وہ تھا جو ملکۂ سبا نے سلیمانؑ کا پیغام سنکر اپنے درباریون سے کہا تھا کہ "اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّة" حکمران قوم جب مفتوح ہوتی ہی- خواہ فاتح قوم دانشمند اور منصف ہو اور خواہ وحشی اور ظالم- دونو صورتون مین اُسکا میلان پستی اور تنزل کی طرف ہونا ایک قدرتی بات ہی- اُسکو درحقیقت گورنمنٹ نہین گراتی بلکہ وہ آپ ہی اپنے بل مین گرتی چلی جاتی ہی- جس چال پر وہ قدیم سے چلی آتی ہی اسکے خلاف دوسری چال چلنا اُسکے لئے ایسا ہی دشوار ہوتا ہی جیسے کسی جسم کا اپنی حیز طبیعی کے خلاف حرکت کرنا. مفتوح قوم کو- گوکہ اُسکی اقبال مندی کا زمانہ بالکل ختم ہوگیا ہو- مدتِ دراز تک اقبال مندی کے خواب برابر نظر آتے رہتے ہین اور اُسکی امیدون کا طلسم بدستور بندھا رہتا ہی. اُنکو اپنی پستی اور تنزل کا شعور مطلق نہین ہوتا اور اپنی حالت کی صلاح کا کبھی بھولکر بھی اُنکے دل مین خیال نہین گذرتا. اگر بالفرض اپنے تنزل پر متنبہ ہوتے ہین تو اُسکو زمانہ کی ناانصافی اور اپنی حق تلفی پر محمول کرتے ہین، اپنی نالائقی کی طرف ہرگز منسوب نہین کرتی- اسی بُھلاوے مین وہ گرتے گرتے اُس گہرے گڑھے مین جا پڑتے ہین جہان سے اُبھرنا ناممکن ہوجاتا ہی.

ہندوستان کے مسلمانون کی بھی ایسی ہی حالت تھی؛ وہ کچھ تو ڈیڑھ سو برس سے پست ہوتے چلے ہی آتے تھے اسپر طرہ یہ ہوا کہ واقعۂ ۵۷ء نے اُنکو اور بھی نیچے گرادیا. اب اُنکے اُبھرنے کی بظاہر کوئی صورت باقی نہ رہی تھی اور وہ وقت کچھ دور نہ تھا کہ امریکا اور آسٹریلیا کے قدیم باشندون کی طرح ملک مین اُنکا عدم اور وجود برابر ہوجائے. پس اگر دنیا فی الواقع عالم اسباب ہی تو اس مین شک کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے

اور اعلےٰ سے اعلےٰ حکام اور ارکان سلطنت اس مدرسہ کے صرف مداح وثنا خوان ہی نہین بلکہ دل سے اُسکے مددگار ہین اور اُسکو ترقی دینا چاہتے ہین اور مسلمانون کی نسبت اُنکے وہ خیالات نہین رہے جواب سے ستائیس برس پہلے تھے تو ایک عجیب انقلاب معلوم ہوتا ہی اور تعجب ہوتا ہی کہ سرسید کی کوشش، حسنِ تدبیر، صبر اور استقلال نے اس قلیل عرصہ مین مدرسۃ العلوم اور مسلمانون کی حالت کو کہان سے کہانتک پہنچا دیا ہی ۔

سرسید کی کامیابی اور اُسکے اسباب

سرسید کو اپنے مقاصد مین جو غیر متوقع کامیابی گذشتہ تیس برس کے اندر اندر ہوئی وہ اس حد سے گذر گئی ہی کہ لوگون کو باور کرانے کے لئے اُسکا ثبوت دینے کی ضرورت ہو؛ پس بجاے اسکے کہ اُسکا ثبوت پیش کیا جائے اُسکے اسباب کا سراغ لگانا بہتر معلوم ہوتا ہی ؛ کیونکہ جو امر تیس برس پہلے محال معلوم ہوتا تھا اسکا اسقدر جلد وقوع مین آجانا بلاشبہہ اُسکے اسباب کی عظمت پر دلالت کرتا ہی اور چونکہ قوم کو ابھی سرسید جیسے بہت سے کامیاب شخصون کی ضرورت ہی اسلئے امید ہی کہ اُنکی کامیابی کے اسباب کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہوگا ۔

ممکن ہی کہ سرسید کی کامیابی کی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ اُنھون نے جتنے کام کیئے وہ سب زمانہ کے مقتضا کے موافق کیے اور اسلئے زمانہ خود اُنکی تائید کرتا رہا تھا ۔ پس اُنکی کامیابی اُسیقدر تعریف کے لائق ہی جیسے اُس تیراک کی تیرائی جو دریا کے بہاؤ پر بے تکان تیرتا چلا جاتا ہی ۔ مگر ہمارے نزدیک اس خیال مین کسی قدر غلطی ہی ۔ زمانہ کا تقاضا اَور چیز ہی اور زمانہ کا مقتضا اور چیز،

ٹرکی ہی مین نہین ہو بلکہ ہندوستان مین بھی موجود ہو ۰ اس ملک (یعنی انگلستان) کے لئے جو مسلمانون کی سب سے زیادہ آبادی کا مالک ہو - نہایت ضروری ہو کہ اس امر کی نسبت عمدہ وقفیت حاصل کرے ۰ اس سوال کے فیصلہ پر - کہ آیا اسلام اور شایستگی باہم موافقت رکھتے ہین یا نہین - پانچ کرور آدمیون کی آیندہ زندگی کا مدار ہو ۰ کیا یہ آبادی (یعنی ہندوستان کے مسلمان) روز بروز مخالف ہوتی جائیگی ؟ کیا اسکے سرگروہ مبرجبالت کے ساتھ کسی دوسری جگہ ہمدردی کرینگے تاکہ ہمارے دشمنون کے ہاتھون مین - جو اور ملکون مین ہین - چلے جائین ؟ اگر ایسا ہو تو انگلستان جسقدر جلد مصائب کے مقابلہ کے لئے تیار ہو اُسی قدر بہتر ہو ۰ مگر اس معاملہ مین کرنل گریہم کی کتاب "سید احمد خان" نے ایک خفیہ روشنی ڈالی ہو ۰ یہ ایک کتاب ہو جو مغربی خیالات کی ہمدردی کا ایک عجیب وغریب تماشا دکھاتی ہو جو ایک انگریزی زبان سے ناواقف شیخ العرب کے خون نے ظاہر کیا ہو"

غرض کہ یہ خیال کرنا ٹھیک نہین کہ سرسید کو جو کچھ کامیابی ہوئی وہ صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اُنکی کوششین زمانہ کے مقتضا کے موافق تھین ، بلکہ اُنکی کامیابی صاف اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ کوششین استقلال ، دانائی اور راستبازی کے ساتھ کیجاتی ہین وہ زمانہ کے اقتضا پر غالب آسکتی ہین ۰

سب سے بڑا ثبوت اس بات کا - کہ زمانہ کا تقاضا - جب تک کوئی زبردست ہاتھ اُسکی پشتی پر نہو - کچھ نہین کرسکتا - یہ ہو کہ مدت دراز سے گورنمنٹ ہندوستان مین تعلیم نسوان جاری کرنا چاہتی ہو اور بیس پچیس برس سے تمام تعلیم یافتہ ہندو مسلمانون مین اسکا جوش پھیلا ہوا ہو ، اخبارون اور میگزینون مین سب سے زیادہ اسی مضمون کا زور شور ہو ، بیسیون نوول اور رسالے اسی باب مین لکھے گئے ہین اور لکھے جاتے ہین ، جابجا اسی غرض سے کمیٹیان قائم ہین ؛ اس سے زیادہ زمانہ کا تقاضا اور کیا ہوسکتا ہو ؟

کہ مسلمانون نے ابتک جو کچھ اپنی پولٹکل حالت مین ترقی کی ہی وہ صرف سرسید کی چہل سالہ کوششون کا نتیجہ ہے ۔

کرنل گریہم سرسید کی لائف مین ایک موقع پر لکھتے ہین کہ "غدر کے زمانہ مین اور اُسکے بعد بہت مدت تک مسلمانون پر ایک بدلی چھائی رہی ۔ اُس خوفناک زمانہ کے تمام مکروہات اُنکی طرف منسوب کیے جاتے تھے اور کچھ شک نہین کہ یہ تعصب (یعنی انگریزون کا) زیادہ تر بے جا تھا ۔ مسلمانون کو اسکا بہت رنج تھا اور یہ بات اُنکو بُری معلوم ہوتی تھی ۔ بظاہر کسی شخص نے اُنکی حمایت کی ہامی نہین بھری ۔ سید احمد خان نے یہ مشکل کام اپنے ذمہ لیا اور جہانتک اسکی قدرت مین تھا اُسنے مسلمانون کی بگڑی ہوئی بات کو پھر بنا دیا "

تھیوڈور مارسین اپنے اُس آرٹکل مین - جو سرسید کی وفات کے بعد مئی ۹۸ئ کے کالج میگزین مین چھپا تھا - لکھتے ہین کہ " غدر سے پہلے اور اُسکے بعد چند سال تک تقریباً تمام انگریز مسلمانون کو بدگمانی کی نظر سے دیکھتے تھے اور اعتبار کے اعلےٰ عہدون پر انکو ترقی دینے اور اُنکی خواہشون کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنے پر کسیطرح رضامند نہین ہوتے تھے ۔ نہایت نمایان انقلاب جو فی الحال اینگلو انڈینز کے خیالات مین ظاہر ہوا ہی یہ سرسید ہی کی تلقین کا نتیجہ ہی ++++ اُسنے مسلمانون کے دل مین جہان نفرت اور بدگمانی تھی وہان اعتماد اور وفاداری کا درخت لگا دیا اور انگریزون کو یقین دلا دیا کہ مسلمان وفادار ہین "

اکیڈمی نام ایک ولایت کا اخبار مورخہ ۱۹ - دسمبر ۱۸۸۵ئ کرنل گریہم کی لائف اوف سید احمد خان پر ریویو کرتے ہوے لکھتا ہی " کم سے کم اسقدر تسلیم کرنا ضروری ہی کہ اسلامی دنیا کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت کرنا نہین چاہیے ۔ کروسیڈ کا زمانہ گذر گیا ' اب اسلام دوسری جانب جوش ظاہر کر رہا ہی ۔ اگرچہ اولڈ فیشن مسلمان سویلیزیشن کی ترقی کے مخالف ہین مگر اُنمین ایک آزاد خیال گروہ بھی موجود ہی ۔ یہ گروہ صرف

ایک خاص حد تک صحیح مانا جاسکتا ہی مگر جسطرح سرسید کے رسوخ سے اُسکی تائید ہوئی ہی اسی طرح مزاحمت بھی کچھ کم نہین ہوئی ؛ اسی رسوخ واعتبار کی بدولت ایک مدت تک سرسید کی نسبت لوگون کو طرح طرح کی بدگمانیان رہین • ہزارون آدمی یہ سمجھتے تھی کہ انگریزی تعلیم کی اشاعت سے مسلمانون کو عیسائی یا لامذہب بنانا منظور ہی اور ہزارون یہ خیال کرتے تھے کہ مدرسہ قوم کے فائدہ کے لئے قائم نہین کیا گیا بلکہ اسلیے قائم کیا گیا ہی کہ انگریزی سلطنت کو زیادہ استحکام ہو • اگرچہ اس خیال کا دوسرا جزو صحیح تھا مگر پہلا جزو اسلیے غلط تھا کہ حالتِ موجودہ مین مسلمانون کی قومی زندگی اسی بات پر موقوف ہی کہ انگریزی سلطنت کو زیادہ استحکام ہو•

بہرحال سرسید کے رسوخ سے مدرسہ کو یقیناً بہت کچھ فائدہ پہنچا ہی • خصوصاً سرجان اسٹریچی کی گورنمنٹ نے سرسید کا حوصلہ ہی نہین بڑھایا بلکہ اُنکے ارادون مین جان ڈالی ہی اور جتنے لفٹنٹ گورنر اضلاع شمال مغرب مین اور جتنے وایسرائے کالج کے قیام کے بعد آئے سبنے کالج پر مربیانہ توجہ مبذول رکھی ہی ؛ مگر ریفارمیشن کے عظیم الشان کام مین - بجاے اسکے کہ یہ رسوخ ممدو معاون ہوا ہو - اُسنے اور اُلٹی مزاحمت کی ہی • ہر ایک قوم اور خاصکر مسلمانون کی قوم مذہبی خیالات کا مصلح اگر کسی کو تسلیم کرسکتی ہی تو اُسی شخص کو کرسکتی ہی جسمین وہ تمام خصوصیتین موجود ہون جو مذہبی تقدس کے لیے درکار ہین نہ کہ ایسے شخص کو جسمین بظاہر اس قبیل کی کوئی حیثیت نہ پائی جائے بلکہ سرتاسر اُسکی زندگی ایک دنیادار آدمی کیسی زندگی ہو خصوصاً سلطنت مین تقرب و رسوخ پیدا کرنا عام اس سے کہ مسلمانون کی سلطنت ہو یا انگریزون کی - مذہبی تقدس کے بالکل خلاف سمجھا جاتا ہی باوجود اسکے سرسید نے لاکھون مسلمانون کے دل مین اپنی اکثر اصلاحین تہ نشین کردین پھر کیونکر

مگر ہم دیکھتے ہین کہ آج تک جیسی کہ چاہیے کامیابی نہین ہوئی کیونکہ اسکا کوئی زبردست حامی مثل سید احمد خان کے کھڑا نہین ہوا ۔

ہمارے نزدیک سرسید کی کامیابی کا اصل سبب یہ تھا کہ اُنکی ذات مین وہ تمام خصلتین اور اخلاق بالطبع موجود تھے جو ایک رفارمر کی ذات مین جمع ہونے ضرور ہین ۔ رفارمر کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز سچائی اور راستبازی ہی کہ جس بات کو وہ اپنے نزدیک قوم کے حق مین بہتر سمجھے۔ اگرچہ ایک زمانہ اُسکا مخالف ہو۔ اُسکے ظاہر کرنے مین کچھ پس و پیش نہ کرے ۔ راستبازی کی مثال بعینہ ایسی ہی جیسے ریختہ کی چنائی جو عین برسات کے موسم مین کیجائے ؛ راستباز آدمی کو بلاشبہہ بہت سی مخالفتون کا نشانہ بننا پڑتا ہی اور اسلیئے اُسکی کامیابی مین بہت دیر لگتی ہی مگر جو رد ا ایک دفعہ رکھا گیا پھر اُسکو جنبش نہین ہوتی ۔ سرسید کو اپنی راستبازی کی بدولت بعض اوقات۔ جیساکہ اس کتاب مین جابجا بیان ہوا ہی۔ سخت خطرات پیش آئے ہین مگر بہت جلد وہ تمام خطرے رفع ہوگئے اور راستی نے اپنا پایدار نقش دلون پر بٹھادیا ۔ استقلال۔ جسکی نسبت کہا گیا ہی کہ " الصبر مفتاح الفرج " وہ بھی بغیر استبازی کے پیدا نہین ہوتا کیونکہ جسکو اپنے کام پر بھروسا نہین ہوتا وہ کبھی اپنے ارادہ پر قائم نہین رہ سکتا چنانچہ سرسید نے۔ جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ سید مہدی علیخان کو ولایت سے لکھا تھا کہ " جون جون مخالفون نے نیکی کا مقابلہ کیا ہی وون وون نیکی بڑھتی گئی ہی ؛ پس اگر میرا کاربار سچا اور میری نیت نیک ہی تو انشاء اللہ تعالے اسمین کچھ نقصان نہین ہونے کا "

اکثر خیال کیا جاتا ہی کہ گورنمنٹ مین سرسید کا رسوخ و اعتبار سب سے بڑھکر اُنکی کامیابی کا باعث ہوا ہی ۔ بلاشبہہ مدرستہ العلوم کے قائم کرنے اور اُسکو موجودہ حالت تک پہنچانے مین اس خیال کو

تذکرہ احباب کے اپنے قلم سے لکھہ جائین ؛ مگر امید ہی کہ جو شخص مدرسۃ العلوم کی ہسٹری لکھیگا وہ اس فرض کو فراموش نہ کریگا کیونکہ یہ ذکر اسی موقع سے زیادہ مناسبت رکھتا ہی ۔

لیکن ایک شخص جو سرسید کے کامون کا صرف مددگار ہی نہ تھا بلکہ اس گاڑی کے ہانکنے مین گویا راہبر کی جوڑ تھا - اگر اس موقع پر اُسکا ذکر قلم انداز کیا گیا تو ہمارے نزدیک سرسید کی کامیابی کا ایک بڑا سبب بیان کرنے سے رہ جائیگا ۔ اُس شخص سے ہماری مراد محسن الملک سید مہدی علی خان ہین جو تمام قوم کے اتفاق سے سرسید کے بعد اُنکے جانشین ہوے ہین ۔ یہی وہ شخص ہی جسنے سب سے پہلے سرسید کو سمجھا ، اُنکی سچائی کو پرکھا ، اُنکے منصوبون کی تھاہ دریافت کی اور اُنکے مقاصد کی عظمت کا اندازہ کیا اُن کا اُسوقت ساتھہ دیا جب کوئی ساتھی نہ تھا ، اور اُسوقت مدد دی جب کسی سے مدد کی امید نہ تھی ۔ سرسید ولایت مین خطبات احمدیہ لکھہ رہے تھے اور سید مہدی علی ہندوستان سے اُسکے لیے مٹیریل بھیجتے تھے وہ ولایت مین اُسکو چھپوا رہے تھے اور یہ ہندوستان سے اُسکی چھپائی کے لیے چندہ وصول کر کر کے روانہ کرتے تھے ۔ جب سرسید ولایت سے واپس آئے اور کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کرنی چاہی اُسوقت اُنپر عجب مایوسی کا عالم تھا ، جو منصوبے دل مین باندھہ رکھے تھے اُنمین سے کسی کے پورا ہونے کی امید نہ تھی ۔ سید مہدی علی مرزاپور سے بنارس گئے اور سرسید کی ڈھارس بندھوائی ؛ چنانچہ کمیٹی بڑی دھوم دھام سے قائم ہوئی ۔ جب کمیٹی نے - اس بات کے دریافت کرنے کو کہ مسلمان سرکاری کالجون اور اسکولون مین کیون نہین پڑھتے - انعامی رسالے لکھوانے کا اشتہار دیا سید مہدی علی نے نہایت کوشش سے ایک مبسوط رسالہ لکھا جو سب رسالون مین اول درجہ کا تسلیم کیا گیا اور پانسو کا انعام - جسکے وہ مستحق تھے - اپنے سے نیچے درجہ کا رسالہ لکھنے والے کو دلوایا ۔ جب تہذیب الاخلاق

کہا جاسکتا ہی کہ گورنمنٹ مین اُنکا رسوخ اور اعتبار مطلقاً اُنکی کامیابی کا باعث ہوا ہی۔

لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ سرسید کی تمام کامیابیون کا مدار اسی رسوخ اور اعتبار پر تھا تو بھی اصل سبب اُنکی راستبازی اور سچائی ٹھیریگی کیونکہ برٹش گورنمنٹ مین ایک نیٹو کا اسقدر رسوخ و اعتبار پیدا کرنا۔ جب تک کہ اُسکی وفاداری اور خلوص کا سونا سخت امتحان کی آگ پر تایا نہ گیا ہو ہرگز ممکن نہین تا

سب سے زیادہ اُنکے کامون مین مدد اور اُنکے ارادون کو تقویت اُنکے دوستون نے دی ہی اور یہ بھی ایک نتیجہ اُنکی راستبازی اور خلوص کا تھا۔ فی الواقع سرسید کو محض اپنی صداقت اور بے ریا محبت کی بدولت ایسے سچے دوست اور اعوان و انصار ملے جو اُس زمانہ مین نادرالوجود اور عجائب روزگار سے تھے۔ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ سرسید کے اعوان و انصار اُنکو اپنا مذہبی پیشوا سمجھکر اُنکے کامون مین مدد دیتے تھے، سو اس سے زیادہ کوئی غلط خیال نہین ہوسکتا: اُنکے دوستون اور مددگارون مین جہانتک کہ ہمکو معلوم ہی۔ ایک شخص بھی ایسا نظر نہین آتا جو اُنکو اپنا مذہبی پیشوا جانتا ہو یا اُنکے تمام اقوال اور تمام رایون کو تسلیم کرتا ہو۔ سرسید کے بہت سے دوست ایسے بھی تھے جنکو قومی معاملاً کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی بعض اُنکی کوششون پر ہنستے تھے اور اُنکی جد و جہد کو رایگان سمجھتے تھے مگر ہرکام مین مدد دینے کو دل و جان سے حاضر تھے۔ جب چندہ کی ضرورت ہوتی تھی پہلے دوستون سے مانگا جاتا تھا پھر اَور لوگون کے سامنے ہاتھ پسارا جاتا تھا۔ اگرچہ مقام اس بات کا مقتضی تھا کہ ان تمام بزرگون نے جس ذوق و شوق سے سرسید کے کامون مین مدد دی ہی اور جس امنگ اور چاؤ سے مدرستہ العلوم کے چندون مین شریک ہوے ہین اور جو بیش بہا خدمتین قوم کی اُنسے بن آئین اُنکو مفصل بیان کیا جائے؛ خصوصاً اس وجہ سے کہ سرسید کی آخری تمنا۔ جو پوری نہ ہوئی۔ یہ تھی کہ ایک کتاب بطور

سمجھی کہ سرسید کی رائے کا ہر حال مین اتباع کیا جائے ۔ اگر سرسید نے اُنکی رائے کے خلاف بھی کسی تجویز پر زور دیا اُسکو بھی طوعًا و کرہًا منظور کر لیا اور یہ سمجھا کہ اگر اُنکی رائے فی الواقع غلط ہی تو اسکا تدارک ممکن ہی لیکن اگر مزاحمتون کے سبب مدرسہ کے کام سے اُنکا جی چھوٹ گیا تو اسکا کچھ تدارک نہین ہو سکتا۔

حیدر آباد سے آکر اُنھون نے علیگڑھ ہی مین رہنا اختیار کیا اور بہت سے علمی کام مدرسہ کے متعلق انجام دیے ، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو ترقی دینے کی تدبیرین کین اور اُسکی طرف مسلمانون کو خاص توجہ دلائی اور خود ہر ایک جلاس مین نہایت مفید لکچر اور اسپیچین دین ۔ پھر بمبئی مین جا کر وہان کے مسلمانون کو مدرسہ اور کانفرنس کی طرف متوجہ کیا یہانتک کہ اُنھون نے کانفرنس کو بمبئی مین بلایا مگر سرسید کے کبرسن کے سبب وہان کانفرنس کا منعقد ہونا موقوف رہا ۔ سرسید کی وفات سے پہلے وہ پھر علیگڑھ مین آئے اور اُنکے اخیر دم تک وہین رہے اور اس آخری رفاقت مین بھی دوستی اور محبت کا حق پورا پورا ادا کیا ۔ سرسید کی وفات کے بعد جو غیر معمولی مستعدی اور سرگرمی قومی خدمات مین اُنسے ظہور مین آئی وہ اس بات کا کافی ثبوت ہی کہ اُس مرحوم کے بعد کوئی شخص محسن الملک سے زیادہ اُنکی جانشینی کے مناسب نہ تھا ۔ اُنھون نے اپنی صحت اور طاقت سے بڑھکر چندہ جمع کرنے مین کوشش کی اور توقع سے زیادہ کامیابی حاصل کی ۔

باوجود ان تمام خدمات کے اپنے ہر ایک کام کو ہمیشہ سرسید ہی کی طرف منسوب کیا اور اپنے تئین ایک مشین سے زیادہ کبھی کچھ نہ سمجھا ۔ اٹاوہ کے ایڈریس مین جب لوگون نے اُنکی قومی خدمات کی تعریف کی اُنھون نے اُسکے جواب مین صاف صاف کہدیا کہ ان خدمات کو میری طرف منسوب کرنا تہمت ہی ، اس تعریف کا سید احمد خان کے سوا کوئی مستحق نہین ۔ سرسید کے بعد اُنکا جانشین بننے کی ، جہانتک کہ ہمکو معلوم ہی

جاری ہوا اور سرسید نے رفارمیشن کا کام علی الاعلان شروع کیا سید مہدی علی پہلے شخص تھے جنھون نے نہایت دلیری سے سرسید کی تائید مین مضامین لکھنے پر کمر باندھی جو معزز خطاب مولوی اور واعظ سرسید کو دے رہے تھے سید مہدی علی نے بھی اُنکا استحقاق پیدا کیا اور کفر کے فتوون کی بوچھاڑ - جو اکیلے سید پر پڑ رہی تھی - آدھی اپنے سر پر لی ۔

سرسید کی تحریرین اکثر نشتر کا کام کرتی تھین مگر سید مہدی علی کی تحریرون نے مرہم کا کام کیا؛ سرسید ہمیشہ مسلمانون کو نفرین و ملامت کرتے تھے، اگلے علما کی غلطیان ظاہر کرتے تھے، جو کچھ اپنی تحقیق ہوتی تھی - اکثر بغیر اسکے کہ سلف کے اقوال سے اُسپر استشہاد کرین - حوالۂ قلم کردیتے تھے، سید مہدی علی نے مسلمانون کے اسلاف کے کارنامے بیان کرکے قوم کے دل بڑھائے اور جو کچھ سرسید کی تائید مین لکھا مستند اور معتبر کتابون کے حوالہ سے لکھا ۔ اُنکا اکثر مضامین بجاے خود بڑے بڑے رسالے ہین جو نہایت چھان بین اور تلاش کے بعد لکھے گئے ہین ۔ تہذیب الاخلاق کے مضامین لکھنے مین باوجود اسکے کہ اُنکی صحت ہمیشہ نازک حالت مین رہی ہے وہ اس قدر منہمک ہو گئے تھے کہ سرکاری کام مین حرج واقع ہونے لگا ۔ سنا ہے کہ اُنکے بالادست افسر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے سرسید کو لکھا کہ مہدی علی کو سمجھاؤ وہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہون ورنہ مجبوراً اُنکی نسبت رپوٹ کرنی پڑیگی ۔

مدرسۃ العلوم کو جو مالی مدد اُنھون نے اپنی جیب سے اور اپنی کوشش سے پہنچائی اُسکا اندازہ کرنا مشکل ہے ۔ سرسید سے کیا مدرسہ کے انتظام کے متعلق اور کیا مذہبی مسائل کے متعلق وہ اکثر اختلاف کرتے تھے مگر مخالفت کبھی نہین کی ۔ ہمیشہ سرسید کا دل ہاتھ مین رکھا اور مدرسہ کی مصلحت اسی مین

اُنھون نے سرسید کی تقلید اختیار کی؛ یہانتک کہ اُنکو زندہ دلانِ پنجاب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ۔ انھون نے
ہندوستان کے اور حصون کی طرح سرسید کو مسلمانون کی صرف دنیوی ترقی کا خواستگار مگر دین کا مخرب نہین ٹھیرایا
بلکہ اُنکو دنیا اور دین دونو کا سچا خیر خواہ اور خیر اندیش سمجھا ۔ حق یہ ہو کہ قومی خدمات کی داد جو قوم کی طرف
سے سرسید کو ملنی چاہیئے تھی اُسکا حق پنجاب کے مسلمانون کے برابر کسی صوبہ سے ادا نہین ہو سکا اور جو
تقویت برٹش گورنمنٹ کی امداد اور حضور نظام کی فیاضی اور بعض دیگر ریاستون کے عطیّون سے ہوئی
پنجاب کے عام مسلمانون نے اُس سے کچھ کم تقویت سرسید کو نہین پہنچائی ۔

سرسید کی کامیابی کے اسباب مین اگر کالج اسٹاف کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ ایک بہت بڑی ناانصافی
؛ خصوصاً یوروپین اسٹاف کے بعض ممبرون نے باوجود غیر قوم اور غیر مذہب ہونے کے کالج کے
لام اور اُسکی ترقی اور فروغ دینے مین درحقیقت سرسید کے دست و بازو کا کام کیا ہو ۔ اُنھون نے صرف
منصبی فرائض پر جنکے لئے وہ بُلائے گئے تھے۔ بس نہین کی بلکہ سرسید کے خاص مشن مین جسپر کالج
درکھی گئی تھی ۔ معتد بہ حصہ لیا ہو ۔ اُنھون نے کالج کو گورنمنٹ اور مسلمانون کا معتمد علیہ بنایا اور
ساتھ ایک خاص تعلق پیدا کیا جسکی وجہ سے سرسید کالج اور بورڈنگ ہوس کی طرف سے بالکل
اور فارغ بال ہوگئے ۔ اُنھون نے اپنے اقوال اور افعال سے ثابت کردیا کہ وہ مسلمانون کی درماندہ
نے سچے خیر خواہ اور اُنکے ترقی کے دل سے آرزومند ہین ۔ مگر درحقیقت یہ سب نتیجے اُسی مرحوم کی
راستبازی اور صاف دلی کے تھے؛ اگر وہ یوروپین اسٹاف پر پورا پورا اعتماد نہ کرتے اور کالج اور
بورڈنگ ہوس کی باگ اُنکے حوالہ نہ کردیتے تو ہرگز امید نہ تھی کہ یوروپین پروفسر اپنے معمولی فرائض سے
ایک انچھ آگے بڑھنے کا ارادہ کرتے ۔

اُنکو مطلق خواہش نہ تھی مگر تقریباً تمام ٹرسٹی، تمام کالج اسٹاف، تمام کالج سٹوڈنٹس، صوبہ کے تمام اعلےٰ حکام اور افسر- جو کالج کے بہی خواہ تھے، تمام ڈلیگیٹ- جو پچھلے سال بمقام لاہور محمدن ایجوکیشنل کانفرنس مین شریک ہوے، تمام مسلمان اخبار اور عموماً تمام مسلمان- جنکو قومی معاملات سے دلچسپی تھی سب اس بات پر متفق تھے کہ اُنکو کالج ٹرسٹیز کا سکرٹری بنایا جائے اسلئے اُنکو اسکے سوا کچھ چارہ نہ تھا کہ اس جوئے کو اپنے کندھے پر رکھین ۔

الغرض سرسید کو ایسے دوستون کا ملنا- جنکا نواب محسن الملک کو ایک عمدہ نمونہ سمجھنا چاہیے اُن کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب تھا اور یہ محض اُنکی راستبازی اور قوم کی سچّی ہمدردی کا نتیجہ تھا ایسے ایسے مرغ زیرک خود بخود آکر جال مین پھنسجاتے تھے اور اُس زمانہ پر جو آزادی مین گذرا تھا افسوس کرتے تھے ۔ جیسا کہ نظیری نے کہا ہی

"نالہ از بہر رہائی نکند مرغ اسیر خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود"

ایک اور خداساز تائید سرسید کے منصوبون کی یہ ہوئی کہ پنجاب کے مسلمان- جنھون نے برٹش گورنمنٹ کی بدولت ایک مدت کے بعد نئی زندگی حاصل کی تھی اور اسلئے انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے- سرسید کی منادی پر وہ اسطرح دوڑے جیسے پیاسا پانی پر دوڑتا ہے، اُنھون نے صرف یہی نہین کہ مدرستہ العلوم کو مالی مدد پہنچائی بلکہ سچ یہ ہی کہ سرسید اور اُنکے کامون کی کسی صوبہ نے عام طور پر ایسی قدر نہین کی جیسی پنجاب والون نے کی ۔ کالج مین اُنھون نے ہر ایک صوبہ سے زیادہ لڑکے تعلیم کے لیے بھیجے، ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھ اُنھون نے سب سے زیادہ دلچسپی ظاہر کی، سرسید کی ہر قسم کی اصلاحین اُنھون نے سب سے زیادہ قبول کین اور قوم کی بھلائی کے کامون مین سب سے بڑھکر

مقناطیسی پیدا کر دی تھی اور چھاپے کی آزادی نے اُسکے لیے ہر ایک میدان صاف کر دیا تھا۔ اگرچہ اسمین شک نہین کہ اگر آزادی کا زمانہ نہوتا اور گورنمنٹ کی طرف سے زبانون پر مہر لگی ہوئی ہوتی تو سرسید کو اسطرح کھلے بندون اپنی رائین ظاہر کرنے کا موقع نہ ملتا مگر یہ بات فراموش کرنی نہین چاہیے کہ جسوقت اُنھون نے رسالہ اسباب بغاوت لکھکر گورنمنٹ مین پیش کیا وہ ایک ایسا نازک وقت تھا کہ اُسوقت کسی کو آزادانہ رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہ تھی ؛ چنانچہ کسی قدر اُنکو اپنی جرأت اور دلیری کا خمیازہ بھگتنا بھی پڑا ، بعض جلیل القدر انگریز اُنکے سخت مخالف ہوگئے جس سے کچھ دنون وہ مارشل لا کی زد مین رہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آزادی کا زمانہ نہ ہوتا تو بھی شاید یہ چشمہ اُبلے بغیر نہ رہتا ۔

سرسید مین مختلف لیاقتون کا جمع ہونا

ایک شریف اور لائق انگلشمین نے - جب کہ سرسید زندہ تھے - ہمارے سامنے اُنکا ذکر کرتے وقت کہا تھا کہ " یوروپ مین بلاشبہہ ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہین جو کسی خاص علم یا فن یا صنعت مین فرد کامل ہین جنکا نظیر ایشیا مین ملنا مشکل ہو لیکن ایسے جامع حیثیات اشخاص - جیسے کہ سید احمد خان ہین - وہان بھی لیاب بلکہ نایاب ہین " اسی لئے الہ آباد مین ایک عام جلسہ کے موقع پر ایک لائق اور فاضل پنڈت نے یہ الفاظ[1] کہے تھے کہ " ہم مسلمانون سے دولت مین زیادہ ہین ، تعلیم مین زیادہ ہین ، تعداد مین زیادہ ہین ؛ مگر افسوس ہو کہ ہم مین کوئی سید احمد خان نہین ہو ؛ بلکہ اگر ہم بیس بھی ملکر ایک ہو جائین تو بھی سید احمد خان کے برابر نہین ہوسکتے "

[1] خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ نے اپنی ایک تحریر مین یہ قول نقل کیا ہے ۱۲

اگر سرسید کی ذات مین صرف راستبازی ہی کی صفت ہوتی اور اُسکے ساتھ فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی نہوتی توشاید اُنکی کامیابی مین زیادہ دیر لگتی بلکہ ممکن تھا کہ اُنکو اپنی کوشش کا پھل اپنی زندگی مین دیکھنا نصیب نہوتا مگر خوش قسمتی سے اُنکے ظرف مین زہر وانگبین دونو موجود تھے گو اُنکی راست گوئی نے بہت سے لوگون کو بدکایا مگر فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی نے ایک زمانہ کو اُنکی طرف جھکا دیا اُنھون نے ابتدا سے اخیر تک جس کام کے لیے چندہ کھولا اُسمین سب سے پہلے خود سبقت کی اور اپنی بساط اور حیثیت سے مراتب بڑھکر دیا وہ ایک بانیِ مدرسہ کی نسبت اپنے ایک دوست کو ولایت سے لکھتے ہین۔

" افسوس کہ آپ نے اپنی تقریر مین یہ نفرمایا کہ خود بانی نے۔ جو فضلِ الٰہی سے اپنے شہر کے تمام مسلمانون مین زیادہ ذی مقدور ہین۔ کسقدر روپیہ دیا ' اُسوقت البتہ آپ کی لعنت ملامت محتاجانِ شہر پر۔ جو نانِ شبینہ کو محتاج ہین۔ درست و بجا ہوتی مین سوسائٹی کے لیے سب سے بھیک مانگتا ہون مگر دس ہزار کئی سو روپیہ مجھ فقیر نے اپنے پاس سے دیا ہی؛ پس ایسیر حالت مین اگر مین آپ سے سو روپیے دینے کو کہون تو کچھ مضایقہ نہین "

اسکے سوا عزم جزم اور دلیری۔ جو ہر کامیابی کی جڑ ہی اور دنیا کے تمام کامیاب شخصون مین پائی دیکھی گئی ہی۔ سرسید مین معمولی آدمیون سے بہت بڑھکر تھی۔ وہ مشکل سے مشکل کام کو۔ جب ضروری سمجھ لیتے تھے۔ بغیر تردد اور تذبذب کے اُسکو فوراً اکر بیٹھتے تھے اور جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کر لیتے تھے پھر کبھی اُسمین پس و پیش نہ کرتے تھے۔ اسکے سوا اُنمین اَور اکثر خصوصیتین ایسی تھین جنکے بغیر کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام دنیا مین انجام نہین پا سکتا جیسے جفاکشی، فرائض کی پابندی، حزم و احتیاط وغیرہ وغیرہ۔

ایک اَور خداداد قابلیت اُنکی فصاحتِ بیان تھی جسمین بجز ہمدردی کے جوش نے کشش

اُس ضرورت کا احساس کرنیوالا نہو وہان سب کام اُسی ایک کو کرنے پڑتے ہین ۔ یہی وجہ تھی کہ سرسید کبھی ایک کام پر ہاتھ ڈالتے تھے، کبھی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوتے تھے، ایک زمانہ مین اُنھون نے اُردو ڈکشنیری لکھنے کا ارادہ کیا، پھر اُسی زمانہ مین اُردو لٹریچر کی تاریخ لکھنے کے لیے میٹریل جمع کیا، اُس سے پہلے وہ صوبہ شمال مغرب مین ایک عظیم الشان یتیم خانہ کی بنیاد ڈالنے والے تھے، انگریزی زبان سے علوم وفنون کی کتابین ترجمہ کرنے کے لئے اُنھون نے بڑے بڑے سامان کئے تھے، اگرچہ یہ سب کام ادھورے رہے مگر ان باتون سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہو کہ جہان قومی ضرورتین ایک شخص کے سوا دوسرون کو محسوس نہین ہوتین وہان ایک فردِ واحد کو کیا کیا کرنا پڑتا ہی

بہرحال اسمین شک نہین کہ سرسید کی فطرت مین مختلف بلکہ متضاد کامون کے کرنے کی قابلیت تھی جسکی نسبت مسٹر ارنلڈ نے سرسید کی وفات کے بعد اپنی اسپیچ مین بمقام لاہور یہ الفاظ کہے تھے کہ "دنیا مین بڑے آدمی اکثر گذرے ہین مگر ایسے بہت کم نکلینگے جنمین یہ حیرت انگیز اوصاف اور لیاقتین جمع ہون ۔ وہ (یعنی سرسید) ایک ہی وقت مین اسلام کا محقق، تعلیم کا حامی، قوم کا سوشل رفارمر، پولٹیشن، مصنف اور مضمون نگار تھا" سلئے ہم چاہتے ہین کہ بقدر ضرورت اُنکی چند نمایان لیاقتون کا اس عنوان کی ذیل مین جدا جدا ذکر کرین ۔

پالیٹکس

اگرچہ بہ ظاہر سرسید کے پولٹکل ورکس مین چند تحریرون اور اسپیچون کے سوا اور کچھ نظر نہین آتا مگر درحقیقت - جیسا کہ اُنکی بائیوگرفی سے ثابت ہوتا ہی - ۱۸۵۷ع کے بعد جو کچھ اُنھون نے لکھا یا کہا یا کیا اُسکا بہت بڑا حصہ مسلمانون کی پولٹکل حالت کی اصلاح سے علاقہ رکھتا ہی ۔ اس شخص نے نہ انگریزی تعلیم پائی تھی - جسکے بغیر انگریزی طرزِ حکومت کا ذہن نشین ہونا قریب ناممکن کے تھا - اور نہ ملک مین کوئی نظیر کسی ایسے پولٹیشن کی دیکھی تھی جسکی تقلید کچھ کام آتی، اور نہ گورنمنٹ کی

فی الحقیقت یہ بات کچھ کم تعجب انگیز نہین ہو کہ جس شخص کو تعلیم و تربیت کے زمانہ مین اسکول کی ہوا تک نہ لگی ہو اور جسنے چالیس برس کی عمر تک تعلیم مین کسی قسم کا تجربہ حاصل نہ کیا ہو وہ تعلیمی معاملات مین ایسا امتیاز پیدا کرے کہ علمی دنیا مین اُسکو مسلمانون کی تعلیم کا پروفٹ خیال کیا جائے ۔ یا جس شخص نے ایک ایسی سوسائٹی مین ہوش سنبھالا ہو - جہان دو سو برس سے کسی نے پالٹکس کا خواب تک نہ دیکھا تھا - وہ بغیر اسکے کہ کسی پولٹکل خدمت پر مامور رہا ہو انگلشن گورنمنٹ مین ایک رکن سلطنت خیال کیا جائے ۔ یا جو شخص مذہبی تعلیم مین متوسط سے بھی کم درجہ رکھتا ہو اور جسنے علوم جدیدہ کا ایک حرف کسی اُستاد سے نہ پڑھا ہو وہ مذہب اور سائنس مین مصالحت کرانے کا بیڑا اُٹھائے اور اسلام مین ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈال جائے ۔ اسی طرح اور مختلف لیاقتین جو اس شخص کی ذات مین جمع تھین اُنمین سے ایک بھی ایسی نہین معلوم ہوتی جو تعلیم یا اکتساب سے حاصل ہوئی ہو ۔

اگرچہ سرسید کی تمام لیاقتون کا اصل مخرج اُنکی غیر معمولی قابلیت اور استعداد تھی مگر اُس قابلیت کو قوت سے فعل مین لانیوالی زمانہ کی ضرورتین ' اور اُن ضرورتون کا پورا پورا احساس ' اور قوم مین اُن ضرورتون کے رفع کرنیوالون کا قحط تھا جسنے سرسید کو - اُس معمار کی طرح جو تعمیر کے لیے آپ ہی اینٹین پکائے ' آپ ہی مصالح تیار کرے ' آپ ہی پاڑ باندھے ' آپ ہی ٹوکری ڈھوئے ' آپ ہی نقشہ بنائے اور آپ ہی عمارت چُنے - ایک سر و ہزار سودا کا مصداق بنا دیا تھا ۔ دنیا مین عموماً کام کرنے والے لوگ الگ ہوتے ہین اور سوچنے والے الگ ' ایک مصنف مشکل سے معماری و سنگتراشی کی طرف متوجہ ہو سکتا ہو ' عمدہ لکھنے والے اکثر عمدہ بولنے والے نہین ہوتے ' مذہبی تحقیقات مین مصروف رہنے والون کو ملکی معاملات سے بہت کم لگاؤ ہوتا ہو ؛ مگر جہان سب چیزون کی ضرورت ہو اور ایک کے سوا کوئی

اگرچہ اپنی جان کے بچنے کی بہت کم امید تھی مگر انگریزی تسلط کے جلد از سر نو قائم ہو جانے کا پورا یقین تھا۔ اُنکے ایک دوست۔ جو اُسوقت بجنور مین موجود تھے۔ اُنکا بیان ہی کہ "مین اُس بدعلی کے وقت۔ جبکہ تمام روہیلکھنڈ مین کوئی یوروپین یا یوریشین باقی نہ تھا۔ سید احمد خان ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ کم و بیش ایک سال بعد تمام ملک مین انگریزی تسلط بدستور قائم ہو جائیگا۔ اور گورنمنٹ کے بے شمار خیر خواہون مین کسی کی چہرہ سے وہ اطمینان اور استقلال ظاہر نہین ہوتا تھا جیسا سرسید کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا" ہم پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین کہ سرسید نے۔ جب کہ تمام ضلع بجنور مین نواب محمود خان کی دوہائی پھر رہی تھی۔ نواب کے مونہ پر صاف کہدیا تھا کہ انگریزی عملداری جانے والی نہین ہی ' آپ ملک گیری کا خیال دل سے نکال ڈالین۔ اور جب کہ سرسید کا اثاث البیت اور کتابین اور سب کچھ بجنور مین لُٹ چکا تھا اور جان کے لالے پڑے ہوے تھے۔ وہ تاریخ سرکشی بجنور کے لئے نہایت اطمینان کے ساتھ مٹیریل جمع کرتے اتے تھے اور روزانہ تمام حالات قلمبند کرتے تھے اور تمام تحریرین جو کہ وہ نواب یا چودھریون کو لکھتے تھے جو اُنکے پاس سے وصول ہوتی تھین ' یا وہ خود آپس مین ایک دوسرے کو بھیجتے تھے سب بہم پہنچا کر کتاب مین درج کرتے تھے۔ ایسا اطمینان۔ سوا اُس شخص کے جو ملکی معاملات مین پُرانا تجربہ کار یا جسکی رائے ایسے امور مین فطرۃً سلیم واقع ہوئی ہو۔ دوسرے کو ہرگز نہین ہو سکتا۔

سرسید کی پولٹکل قابلیت پر اس سے زیادہ اور کیا شہادت ہو سکتی ہی کہ اُسنے غدر کے بعد اینگلو انڈین اخبارون اور اینگلو انڈین افسرون کی عام رائے کے برخلاف اپنی کتاب اسباب بغاوت مین نہایت زور شور کے ساتھ اس بات کی تردید کی کہ ۵۷ء کا غدر ایک ملکی بغاوت تھی یا اُسکی بنیاد برٹش حکومت کے خلاف کسی عام سازش پر تھی؛ اور اس امر کے ثابت کرنے مین کامیاب ہوا

کسی ایسی خدمت پر مامور رہوا جہان ملکی معاملات کا کچھ تجربہ حاصل ہوتا ؛ باوجود اسکے اس نے اپنی تاَمل اندیش اور سلیم طبیعت سے خود ہی اس مشکل کو حل کرلیا اور ایک ایسا پولٹکل کورس اختیار کیا جو بالکل صحیح اور بے خطا تھا ۔

وہ سلطنت مغلیہ کے ایک قدیم متوسل گھرانے کا ممبر تھا اور خود دار الخلافہ کی خاک سے پیدا ہوا اور قلعۂ معلےٰ کے سایہ مین نشوونما پائی ؛ اسلئے یہ ایک نیچرل بات تھی کہ فاتح قوم کی حکومت کو وہ ایک ناگواری کی نظر سے دیکھتا ۔ مگر اُسکی عقل اُسکی طبیعت پر غالب تھی ، اسلئے قومی تعصبات اُسکو مغلوب نہین کرسکے ۔ اُسنے دیکھا کہ ہندوستان سے مسلمانون کی حکومت کا اُٹھ جانا کوئی اتفاقی یا غیر متوقع امر نہ تھا بلکہ فی الحقیقت اُنمین حکمرانی کی لیاقت باقی نہین رہی تھی اور اُنکا دَور پورا ہوچکا تھا اور اسلئے ضرور تھا کہ ہندوستان پر کوئی دوسری قوم حکمران ہو ۔ اُسنے انگریزی طرز حکومت کو نہایت غور سے دیکھا اور اس بات کا فیصلہ کرلیا کہ ہندوستان کے حق مین - جہان مختلف مذہب اور مختلف نسل کی قومین آباد ہین - اور خاصکر مسلمانون کے حق مین - جو بتیس[۳۲] دانتون مین زبان کی مانند ہین - کسی قوم کی حکومت انگریزی حکومت سے بہتر نہین ہوسکتی ۔ پس بجاے اسکے کہ اُسنے برٹش حکومت کو ناگوار کی نظر سے دیکھا ہو - اُسکو مسلمانون کی حکومت کا نعم البدل سمجھا اور اُسکی خیرخواہی کو ملک اور قوم کی خیرخواہی کا ایک سب سے عمدہ ذریعہ خیال کیا ۔

وہ جسقدر انگلش قوم کی دانشمندی اور شایستگی سے واقف تھا اُس سے زیادہ اُسکی ملکی اور جنگی طاقت سے باخبر تھا ۔ اسکو غدر کے نازک موقع پر جب کہ فی الواقع سلطنت کے ارکان متزلزل ہوگئے تھے اور بڑے بڑے سمجھدار آدمیون کو یہ امید نہ رہی تھی کہ ہندوستان مین انگریزی تسلط پھر قائم ہوگا - اگرچہ

کتاب پر یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ " ہمارے نزدیک سید احمد خان کی شکایتون کا اثر بہت جلد اور بہت وسعت کے ساتھ ہوا ہی بہ نسبت اُن شکایتون کے جو لال موہن گھوس اور اُسکے اسکول کے نوجوان آدمی نہایت فصاحت کے ساتھ کرتے ہین "

ایک اور ثبوت سر سید نے اپنی پولٹکل قابلیت کا ۱۸۷۱ء مین اُسوقت دیا جب کہ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب " آور انڈین مسلمانز " نے ہندوستان سے لیکر انگلستان تک تمام حکمران قوم کے دل مین مسلمانون کی طرف سے ہمیشہ کے لئے بدگمانی کا بیج بو دیا تھا۔ وہ تیرہ برس سے برابر اس کوشش مین تھے کہ جو بے اصل شکوک و شبہات حکمران قوم کے دل مین مسلمانون کی نسبت پیدا ہو گئے ہین اُنکو رفع کیا جائے اور جہانتک ممکن ہو انگریزون اور مسلمانون مین صفائی اور خلوص اور دوستانہ میل جول کو ترقی دیجائے۔ مگر ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب اُن غلط فہمیون کو اور تقویت دینے والی اور گویا کہ سر سید کی تیرہ برس کی کوشش کو برباد کرنے والی تھی۔ اگرچہ - جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہی - سر سید کو اُسوقت کالج کی ابتدائی مشکلات کا سامنا تھا اور وہ رات دن اسی اُدھیڑ بُن مین مصروف رہتے تھے باوجود اسکے کتاب مذکور کا شایع ہونا تھا کہ اُنھون نے سب کام چھوڑ کر اُسپر ریویو لکھنا اور پایونیر مین اُسکو چھپوانا شروع کیا - اس ریویو نے ڈاکٹر ہنٹر کی غلطیان اور مسلمانون کے مذہب سے اُنکی ناواقفیت انگریزون کے دل مین دلنشین کر دی اور اس غلط خیال کو کہ اسلام بغاوت کی تعلیم دیتا ہی اور وہابی مسلمان گورنمنٹ کے لئے خطرہ کی چیز ہین اُنکے دل سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا - اُسنے اس غلط فہمی ہی کو رفع نہین کیا بلکہ ضمناً یہ بھی ثابت کر دیا کہ ایسی نازک حالت مین - جیسی کہ اُسوقت ہندوستان کی حالت تھی - ایسی تحریرین شایع کرنا - جو حاکم و محکوم مین تفرقہ ڈالنے والی ، حاکمون کے غصہ کو مشتعل کرنیوالی اور محکوم قوم کو مایوس کرنیوالی ہون - سراسر مصالح ملکی کے برخلاف ہین۔ یہی وجہ تھی

کہ اس سرکشی کا اصل باعث محض سپاہیون کی عدول حکمی تھی جسنے رفتہ رفتہ اُن عام غلط فہمیون
کے سبب جو گورنمنٹ کی نسبت ملک مین پھیلی ہوئی تھین۔ ملکی بغاوت کی شکل اختیار کر لی تھی۔
اُسنے جو اسباب ان غلط فہمیون کے بتائے اُنپر پارلیمنٹ مین مدت تک مباحثے رہے اور آخر کار
اُنمین سے اکثر بالاتفاق تسلیم کیے گئے؛ یہانتک کہ گورنمنٹ نے اُنکا فورًا اندارک کیا۔

سرسید نے اس کتاب مین گورنمنٹ پر بہ نسبت نیشنل کانگرس کے کچھ کم نکتہ چینی نہین کی
مگر سرسید کی نکتہ چینی کئی باتون مین کانگرس سے مختلف تھی۔ سرسید نے جو الزامات گورنمنٹ پر عائد
کیے تھے اُنکی اطلاع گورنمنٹ اوف انڈیا اور پارلیمنٹ کے سوا کسی متنفس کو نہین ہوئی اور کانگرس نے
جو الزام گورنمنٹ پر لگائے اُنکی تمام ملک مین منادی کی گئی۔ سرسید نے رعایا اور گورنمنٹ کی غلط فہمیان
دور کرنے مین کوشش کی اور کانگرس نے غلط فہمیون کے پھیلانے مین۔ سرسید نے اُن باتون
کی خواہش کی جنسے تمام ملک کا فائدہ متصور تھا اور کانگرس نے زیادہ تر اُن باتون پر زور دیا جنسے
صرف تعلیم یافتہ جماعتون کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سرسید کی تمام خواہشون مین گورنمنٹ اور رعایا دونو
کی مصالح ملحوظ رکھی گئی تھین اور کانگرس کی اکثر خواہشین گورنمنٹ کی مصالح ملکی کے برخلاف
تھین۔ اسی لیے سرسید کی اکثر شکایتون کا۔ جو کہ اُسنے بنفس واحد اپنی طرف سے پیش کی تھین
فورًا اندارک کیا گیا اور کانگرس کو۔ باوجودیکہ وہ تمام ملک کی قائم مقامی کا دعوے کرتی ہے۔ آجتک
ایک بات کے سوا جسکی بنیاد قانونی کونسل مین محض سرسید کی تحریک سے سنہ ۱۸۶۱ء مین پڑ چکی تھی[1]
کسی بات مین نمایان کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ چنانچہ اخبار سینٹ جیمس گزٹ مین سرسید کی

[1] یعنی لیجسلیٹو کونسل مین ہندوستانیون کا بذریعہ الکشن کے ممبر مقرر ہونا ۱۲

سرسید کا سب سے اخیر کام ملکی معاملات کے متعلق مسلمانون کو انڈین نیشنل کانگرس مین شریک ہونے سے روکنا تھا جسکا مفصل حال ہم پہلے بیان کر چکے ہین اور جسکے اعادہ کی اب ضرورت نہین ہی۔ مگر ہمکو اُنکی ایک لطیف تحریر دستیاب ہوئی ہی جو اُنھون نے لندن مین ایک بڑے عالی رتبہ انگریز کو کسی وقت لکھکر بھیجی تھی اور جس سے ملکی معاملات کے متعلق اُنکی اصلی راے ظاہر ہوتی ہی۔ اس چٹھی کے چند فقرے اس مقام پر نقل کرنے مناسب معلوم ہوتے ہین جنسے سرسید کا ایک بہت بڑا سٹیٹسمین ہونا ثابت ہوتا ہی۔

وہ لکھتے ہین کہ " مین مسلمان ہون، ہندوستان کا باشندہ ہون اور عرب کی نسل سے ہون؛ انھین دو باتون سے کہ مین عرب کی نسل سے ہون اور مسلمان ہون آپ سمجھ سکتے ہین کہ مذہب اور خون دونو کے لحاظ سے مین سچا ریڈیکل ہون۔ اہل عرب اس بات کو پسند نہین کرتے کہ بجاے اسکے۔کہ وہ خود اپنے اوپر حکومت کرین۔ کوئی اَور مت کرے۔ اسوقت تک اہل عرب آزاد ہین اور اپنے مشائخ کے جھنڈون کے نیچے رہتے ہین۔ وہ سلطان ٹرکی [illegible]ان نہین کہتے بلکہ اپنے ویران اور پتھریلے جزیرہ نما کا خادم سمجھتے ہین۔ وہ اپنی آزادی کو تمام دنیا کی نعمتون سے [illegible]تے ہین۔ اونٹ چراتے ہین، جو پر زندگی بسر کرتے ہین، اونٹنیون کا دودھ پیتے ہین اور اپنی [illegible] ازادی مین خوش رہتے ہین۔"

" ابھی تک میری رگون مین عرب کا خون گردش کرتا ہی اور پھر میرا مذہب یعنی اسلام۔ جسپر مجھے پورا اور پکا یقین ہی۔ وہ بھی ریڈیکل اصولون کو سکھلاتا ہی اور شخصی گورنمنٹ سے موافق نہین اور نہ لمیٹڈ مانرکی کو مانتا ہے بلکہ موروثی حکومت ناپسند کرتا ہی۔ ایک پریزیڈنٹ جسکو لوگ منتخب کرین اُسکو اسلام پسند کرتا ہی اور اس بات کو پسند نہین کرتا کہ دولت ایک جگہ اکھٹی رہے۔ اسی اصول کے موافق اسلام کے بانی نے یہ قاعدہ بنایا کہ بعوض [illegible] پہنچانے

کہ سرسید کا ریویو نکلنے کے بعد ڈاکٹر ہنٹر نے اس مضمون کے متعلق پھر سانس تک نہین نکالی اور انگریزی اخبارون نے بجاے اسکے کہ سرسید کی تردید کرتے۔ نہایت شدومد کے ساتھ اُنکی تائید کی اور اُس بے چینی کی حالت مین۔ جو حکمران گروہ مین عموماً پھیلی ہوئی تھی۔ سرسید کے ریویو کا نکلنا نہایت غنیمت سمجھا گیا۔

اگرچہ سرسید کی مذکورۂ بالا تحریرون سے ملک اور قوم اور خود گورنمنٹ کے حق مین بہت عمدہ نتائج پیدا ہوے لیکن اُنکی اعلے درجہ کی پولٹکل قابلیت کا بھید درحقیقت اینگلو اورنیٹل کالج مین چھپا ہوا ہی۔ اگر کوئی اصلی چیز مسلمانون کو پولٹکل بے وقعتی سے نکالنے والی اور گورنمنٹ مین اُنکا اعتبار زیادہ کرنیوالی اور گورنمنٹ کو ہندوستان کی چھ کرور رعایا کی طرف سے مطمئن کرنے والی ہوسکتی ہی تو وہ یہی محمدن کالج ہوسکتا ہی۔ اسی لیے سرسید کی وفات پر پایونیر نے لکھا تھا کہ "سرسید احمد خان۔ جو ایک دوراندیش مدبر ہونے کی وجہ سے تعلیم کا نہایت سرگرم حامی تھا۔ اُسکے انتقال کے ساتھ اُس نہایت مفید، بارآور اور نہایت زبردست پولٹکل طاقت کا خاتمہ ہوگیا جسنے موجودہ صدی کے اخیر ربع میں ہندوستان کی اسلامی دنیا کو متحرک کردیا تھا" اور اسی بنا پر لندن کے بڑے بڑے نامور اخبارون نے اُنکی وفات کو ہندوستان کے مسلمانون کی ایک نہایت اعلے درجہ کی پولٹکل طاقت کے زوال سے تعبیر کیا ہے اور اسی وجہ سے مسٹر کین ممبر پارلیمنٹ نے کالج کی نسبت یہ ریمارک کیا تھا کہ "وہ ایک خالص تعلیمی جوش کی نسبت زیادہ تر ایک پولٹکل جوش پھیلانے والا ہی" اور اسی واسطے سر آکلنڈ کالون نے اپنی اسپیچ مین اُن تدبیرون کی نسبت۔ جو سرسید نے رسالہ اسباب بغاوت مین رعایا اور گورنمنٹ کی غلط فہمیان رفع کرنے کے لئے بتائی تھین۔ یہ الفاظ کہے تھے کہ "انھین خیالات سے ہمارے ہندوستان کے انتظامی مسائل حل ہونگے اور انھین خیالات کی دوسری صورت علیگڑھ کالج ہی"

بعض سربرآوردہ ہندوون کی طرف سے نہایت سرگرمی کے ساتھ اس باب مین کوشش شروع ہوئی
کہ تمام سرکاری دفترون اور کچہریون مین اُردو زبان اور فارسی خط کی جگہ ہندی بھاشا اور ناگری خط
جاری کیا جائے ۔ پھر جسقدر ہندوون کی طرف سے وقتاً فوقتاً مخالفتین ظہور مین آتی گئین اُسیقدر
وہ خیال زیادہ پختہ ہوتا گیا اور آخرکار اُنکو یقین ہوگیا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت اس قابل نہین ہے
کہ اُسمین ریپرزنٹیشن کے اصول پر عملدرآمد ہو سکے ۔

اول اول وہ گورنمنٹ کی خودمختاری کے سخت مخالف تھے ۔ چنانچہ سنہ ۱۸۶۶ء مین جبکہ اُنھون نے
علیگڈھ برٹش انڈین ایسوسیئشن قائم کی اُس موقع پر اُنکی اسپیچ کے ابتدائی الفاظ یہ تھے " مین تمسے
اُس طوائف الملوکی کے زمانہ کا ذکر نہین کرتا جو اٹھاروین صدی مین ہندوستان مین تھا " بلکہ مین آپ کو اُس تاریخانہ
زمانہ کو یاد دلاتا ہون جبکہ ہندوستان ایک سلطنت شخصیہ کی حکومت مین تھا ۔ ایک بادشاہ یا راجہ کرورہا مخلوق خدا
ن تھا ۔ اُسکی حکومت ۔ بہ نسبت اسکے کہ کسی قانون عقلی یا نقلی کے تابع ہو ۔ زیادہ تر اُسکی مرضی ، خوشی ، طبیعت
غضب کی تابع ہوتی تھی ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے اپنے مسلمان بادشاہون کی تعریف مین یہ کلمے بہت سنے ہونگے کہ
رقاب الامم " حالانکہ بادشاہ یا گورنمنٹ کو ایسا کہنا درحقیقت اُسکی نسبت تمام دنیا کی بُرائیون کا منسوب کرنا ہے
پھر عجیب نہین کہ تم مین سے اکثر ایسے ہون کہ ابتک اُس پُرانے زمانہ کو یاد کرتے ہون مگر جب کبھی تمھارا دل انصاف
اور اخلاق کی طرف توجہ کریگا تو تم خود اُس زمانہ کے نقصانون اور اُسوقت کی حکومتون کی بُرائیون کا اقرار کروگے ۔
مین سمجھتا ہون کہ اُس زمانہ کی حکومتین نہ مسلمانون کی شرع کے مطابق تھین اور نہ ہندوون کے دھرم شاستر کے مطابق
+++ بڑا اصول اُن وقتون کی حکومتون کا یہی تھا کہ جو زبردست ہو وہ کمزور پر غالب ہے اور جسطرح چاہے زیادتی اور
جبر و غصب سے صرف اپنے عیش و آرام کے لئے زیردستون کے حقوق پر تصرف کرے ۔ پس ایسی حکومتون کو

کسی شخص کے اُسکی جائداد بہت سے آدمیون مین تقسیم ہوجاوے کیونکہ کتنی ہی زیادہ جائداد کیون نہو وہ بعد دو نسلون کے یقینًا بہت سے حصون مین تقسیم ہوجاویگی - پس مین دو نو طرح کیا بلحاظ مذہب اور کیا بلحاظ خون کے ریڈیکل ہون"

"لیکن ہمارا مذہب - جسنے یہ خیالات آزادی کے میرے دل مین پیدا کیے - اُسنے اَور باتین بھی سکھلائی ہین؛ ایک یہ کہ اگر خدا کے حکم سے ہم کسی ایسی قوم سے مفتوح ہو جائین - جو کہ ہمکو مذہبی آزادی دیتی ہو، انصاف سے ہم پر حکمرانی کرتی ہو، ملک مین امن قائم رکھتی ہو اور ہماری جان اور مال کو محفوظ رکھتی ہو - جیسا کہ انگریزی سلطنت ہندوستان مین کرتی ہو - تو اُس حالت مین ہمکو اُسکا تابعدار اور خیر خواہ رہنا چاہیئے - دوسرے یہ کہ وہ ریڈیکل اصول جو ہمنے اپنے باپ دادا اور اپنے مذہب سے سیکھے ہین اُنپر ہمکو صرف اسی حالت مین عمل کرنا چاہیئے جب کہ زمانہ کی حالت اُنکے عمل مین لانے کے موافق ہو نہ کہ اُس حالت مین جبکہ زمانہ کے حالات اُنکے موافق نہون؛ مثلًا جب کہ اُنکے اختیار کرنے سے ملک کے اندرونی امن یا گورنمنٹ کے قائم رہنے مین فرق آوے یا اُسکو کمزور اور ضعیف کردے - مین یقین کرتا ہون کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک خیال کے لوگ خواہ وہ کنسرویٹو ہون، خواہ لبرل اور خواہ ریڈیکل - سب اس اصول کو قبول کرینگے"

یہی خیالات جو اس تحریر مین درج ہین سرسید نے کانگرس کی مخالفت کرنے سے پانچ برس پہلے ممبری کونسل کے زمانہ مین لارڈ رپن کے سامنے اپنی اسپیچ مین - جیسا کہ پہلے حصہ مین بیان ہو اُسوقت ظاہر کئے تھے جبکہ کونسل مین سلف گورنمنٹ کے قانون کا مسودہ پیش تھا - اُسکی رو سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ریپریزنٹیٹو اصول کو اُسی حالت مین پسند کرتے تھے جبکہ اُسکے جاری کرنے سے ملک مین سوشل اور پولٹکل خطرات کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہو - پس جو لوگ اُنکی پچھلی تحریرون کو حال کی تحریرون کے خلاف سمجھتے ہین یہ اُنکی سمجھ کی غلطی ہے - ہان اسمین شک نہین کہ ہندوستان مین قومی اختلافات کا خیال زیادہ تر اُنکو اُسوقت پیدا ہوا جبکہ سنہ ۱۸۶۷ء مین مسلمانون کے خلاف شمال مغرب کے

منجملہ اُنھین سزاؤن کے ایک یہ بھی سزا ہی کہ دہلی اور اُسکے متعلق ضلاع مین پنجابی انتظام کیا گیا اور بے قانونی ملک بنادیا گیا "

اسکے بعد وہ سفرنامہ مین لکھتے ہین کہ " حقیقت مین اب وہ زمانہ نہین ہا جسمین ڈسپاٹک گورنمنٹ کو لوگ پسند کرتے تھے اور نہ اب وہ بھلائیان ہین جو ہزارون برائیون کے ساتھ اگلے زمانہ کی ڈسپاٹک گورنمنٹ مین ملی ہوئی تھین اور جنسے اُن برائیون کا علاج ہوتا تھا سے جو رگ نہ کہ جرّاح و مرہم نہ ست - اب اُنکا ہونا کسی ڈسپاٹک گورنمنٹ مین ممکن نہین ہی - وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہین کہ ہندوستان مین بجای کانسٹیٹیوشنل گورنمنٹ کے ڈسپاٹک گورنمنٹ جیسی کہ قدیم سے تھی زیادہ تر مفید ہوگی وہ نہایت غلطی مین ہین "

لیکن آخرکار اُنکو یقین ہوگیا کہ جب تک مثل انگلستان کے ہندوستان کی تمام قومین ملکر ایک نہ بنجائین - جو قریب ناممکن کے ہی - اُسوقت تک ایک خالص کانسٹیٹیوشنل گورنمنٹ ہندوستان کی لت کے مناسب ہرگز نہین ہوسکتی - چنانچہ جو اسپیچ اُنھون نے قانون سلف گورنمنٹ پر لارڈ رپن کے مدمین کی تھی اُسمین اُنھون نے نہایت مدلل طور پر اِس مطلب کو بیان کیا تھا اور اصل مقصد اُس اسپیچ بسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہی - یہ تھا کہ تمام ہندوستان کے لوکل بورڈون مین دو ثلث ممبر الکشن سے اور لث نومنیشن سے مقرر کیے جائین کیونکہ لارڈ رپن اضلاع متوسطہ کے سوا باقی صوبون مین کل ممبر ن سے مقرر کرنا چاہتے تھے مگر آخرکار جیسی کہ سرسید کی راے تھی وہی قاعدہ تمام صوبجات کے لئے مقرر کیا گیا جو اضلاع متوسطہ کے لئے قرار پایا تھا اور اسی قاعدہ کی بدولت تمام بورڈون مین کم و بیش مسلمان ممبرون کی صورت آجتک دکھائی دیتی ہی ورنہ خاص خاص مقامات کے سوا کسی بورڈ کی ممبری پر اُنکی شکل نظر نہ آتی .

اگرچہ اکسٹرا اسسٹنٹی اور منصفی کے لئے پنجاب مین مقابلہ کا امتحان نیشنل کانگرس کے قائم ہونے سے پہلے

بجز اُن غاصب شخصون کے - جنکا کام اُسوقت مین بنا ہوا تھا - اَور کون پسند کر سکتا ہی"

سرسید کی یہ باتین صرف زبانی ہی نہ تھین بلکہ غدر کے بعد اُنھون نے اس بات کا عملی ثبوت بھی دیا تھا کہ جہان انتظام ملک کا مدار قانون پر نہین بلکہ زیادہ تر حکام کی زبان پر ہو وہان رہنا وہ ہرگز پسند نہ کرتے تھے؛ کیونکہ غدر کے بعد - جبکہ قسمت دہلی صوبہ شمال مغرب سے نکالکر صوبہ پنجاب کے ساتھ ملحق کی گئی - اُنھون نے دہلی کی سکونت فوراً ترک کر دی اور اپنے تمام بڑے بڑے کامون کا مرکز علیگڈھ کو قرار دیا' یہانتک کہ ۱۸۶۶ء مین - جب کہ سر ڈونلڈ مکلوڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبہ پنجاب نے دہلی مین دربار کیا - جسمین سرسید کو بھی علیگڈھ سے بلایا گیا تھا - تو سرسید سے پرائوٹ ملاقات کے وقت صاحب ممدوح نے اس بات کی سخت شکایت کی کہ تمنے سائنٹفک سوسائٹی علیگڈھ مین جاکر قائم کی اور اپنے قدیم وطن دہلی کو اُسکے فوائد سے محروم رکھا۔ سرسید نے کہا کہ مین پنجاب گورنمنٹ کو جیسی کہ وہ اب ہی - ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ کا نمونہ سمجھتا ہون اور اسی لئے جب سے کہ قسمت دہلی پنجاب مین شامل کی گئی مین دہلی مین رہنا پسند نہین کرتا۔ اسی کے قریب قریب اُنھون نے سنہ ۶۹ مین ڈی فٹز پیٹرک صاحب سے - جو دلی مین ڈپٹی کمشنر رہ چکے تھے اور آخر کو پنجاب کے لفٹنٹ گ ہوے - انگلستان جاتے ہوے جہاز مین تقریر کی تھی جسکا ذکر اُنھون نے اپنے سفرنامہ مین کیا

وہ لکھتے ہین کہ "ایک دن پنجاب کے انتظام کی بھلائی بُرائی کا ذکر آگیا' مین نے کہا ہان ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ ہی اور بلاشبہہ سکھون کی عملداری سے ہزار درجہ بہتر ہی؛ لیکن شاید پنجاب کے لوگ اُس سے خوش ہون کیونکہ اُنکو آگ (یعنی سکھون کی عملداری) مین سے نکالکر دھوپ مین بٹھایا ہی؛ مگر ہم لوگ اُسکو پسند نہین کرتے +++ جہانتک مجھکو معلوم ہی لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ غدر مین جہان اَور سزائین اہل دہلی اور اُسکے متعلق اضلاع کو دی گئین

اسکو تبدیل نہین کرسکتے توکم سے کم اُسکی تبدیلی کی خواہش اُنکے دل مین ضرور ہوتی ہی۔ ہندوستان کی موجودہ گورنمنٹ ظاہر ہی کہ نہ ریپبلک ہی اور نہ پارلیمنٹری اور اسیلئے اسکو بجز ایک شایستہ اور مہذب مانرکی ہونے کے۔ جو ملک مین امن رکھنا اور رعایا کے حقوق کو انصاف اور نیک نیتی سے فیصل کرنا چاہتی ہے اور کچھ نہین کہا جاسکتا۔ پس ایک ایسی گورنمنٹ کی پالسی کے برخلاف۔ جیسی کہ ہندوستان کی گورنمنٹ ہی۔ اگر کوئی ایجیٹیشن پھیلایا جائے اور اُسمین کامیابی نہو تو غور کرنا چاہیئے کہ رعایا کا خیال کس طرف مائل ہوگا ؟ کیا انکا خیال اسطرف مائل ہوگا کہ کونسل تبدیل ہوجائے یا موجودہ گورنر جنرل کی جگہ کوئی دوسرا گورنر جنرل بھیجا جائے ؟ ہرگز نہین بلکہ خود گورنمنٹ سے ناراضی کا پھیلنا اُسکا نتیجہ ہوگا۔ اگرچہ ناراضی پھیلانے والے گورنمنٹ کے تبدیل کرنے پر کچھ قابو نہ رکھتے ہون مگر گورنمنٹ سے ناراضی کا پھیلنا خود گورنمنٹ کے لئے، ملک کے لیے اور رعایا کے لئے شدید نقصان کا باعث ہوتا ہی۔

سرسید ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ "سلطنت شخصی ہو یا جمہوری، ایک امر مین دونو کا اصولِ ایڈمنسٹریشن ہوتا ہی؛ اور وہ یہ ہی کہ اپنی گورنمنٹ کو جسطرح ہوسکے قائم اور مضبوط رکھنا سب سے مقدم اور سب سے بڑا انصاف ہی اور اسکے رعایا کے واجبی حقوق کی حفاظت کرنا ہی۔ پہلے امر کے متعلق ایک مہذب سلطنت یا سلطنت جمہوری بھی ویسی کرتی ہی جیسے نامہذب سلطنت یا شخصی سلطنت کرتی ہی؛ کوئی نظیر دنیا مین ایسی نہین ہی کہ ایسے وقت مین ایک مہذب یا جمہوری سلطنت نے وہ نہ کیا ہو جو ایک نامہذب یا شخصی سلطنت نے کیا ہو"

اُنکا قول تھا کہ اُن بادشاہون مین سے جو ظالم کہلاتے ہین دو ایک کے سوا۔ جو درحقیقت مجنون تھے۔ کسی بادشاہ نے ظلم کرنے کے ارادہ سے ظلم نہین کیا؛ بلکہ صرف اس خیال سے کیا کہ ویسا کئے بغیر اُنکی حکومت قائم نہین رہ سکتی تھی۔ ہان یہ ممکن ہی کہ اُنکے اس خیال اور اندازہ مین غلطی ہو۔

جاری ہوچکا تھا اور جسوقت سرسید نے کانگرس کے خلاف لکھنؤ مین اسپیچ دی اسوقت جو نتایج اس قاعدہ سے مسلمانون کے حق مین مترتب ہونے والے تھے وہ ظہور مین نہین آئے تھے مگر سرسید نے اُسی وقت اُس نقصان کا بخوبی اندازہ کرلیا تھا جو اس قاعدہ سے مسلمانون کو پہنچنے والا تھا۔ چنانچہ پنجاب مین۔ باوجودیکہ وہان مسلمانون کی تعداد ہندو قومون سے بہت زیادہ ہی ۱۸۸۳ء سے ۱۸۹۳ء تک اکسٹرا اسسٹنٹی مین منجملہ ۲۵ کے صرف سات مسلمان کامیاب ہوے اور منصفی مین منجملہ ۲۷ کے ایک مسلمان بھی کامیاب نہین ہوا اور اگر دونو عہدون کا مدار محض مقابلہ کے امتحان پر ہوتا اور کچھ عہدے نومنیشن کے ذریعہ سے مقرر نہ کئے جاتے تو منصفون مین ابتک شاید ہی کوئی مسلمان نظر آتا اور اکسٹرا اسسٹنٹی پر بھی خال خال مسلمان باقی رہجاتے۔ علی ہذا القیاس وایسرای کی قانونی کونسل مین اگر نومنیشن کا اختیار گورنمنٹ اپنے ہاتھ مین نہ رکھتی تو ایک مسلمان کو بھی کونسل کی شکل دیکھنی نصیب نہ ہوتی۔ اسی قسم کے خیالات تھے جنکی وجہ سے سرسید نے مسلمانون کو نیشنل کانگرس مین شریک ہونے سے روکا اور اسی لئے اُنھون نے قانون سلف گورنمنٹ کے مسودہ پر اپنی اسپیچ مین کہا تھا کہ جب تک ہندوستان کی حالت مثل انگلستان کے نہ ہو جہان عیسائیون کو یہودیون کی نسبت ووٹ دینے مین کچھ تامل نہین ہوتا۔ اسوقت تک انگلستان سے ریپرزنٹیٹو انسٹیٹیوشنون کا اصول مستعار لینے مین بڑے بڑے مشکلات کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

پولٹکل ایجیٹیشن کی نسبت سرسید کی یہ رائے تھی کہ اُسکے بد اثر سے کوئی گورنمنٹ خواہ وہ ریپبلک ہو یا پارلیمنٹری اور یا مانرکی۔ محفوظ نہین رہسکتی ریپبلک گورنمنٹ مین اُسکا لازمی نتیجہ بشرطیکہ ایجیٹیشن کو پوری قوت حاصل ہوجائے پریزیڈنٹ کی تبدیلی ہی اور پارلیمنٹری گورنمنٹ مین وزرا کی تبدیلی اور اگر وہ گورنمنٹ مانرکی ہی تو اسکا اثر سیدھا گورنمنٹ تک پہنچتا ہی جسکے معنی یہ ہین کہ اگر ایجیٹیشن کسیوالے

اور کیا وہ جماعت کثیر جو بہر بات مین اُنکی مخالفت کرتے تھے، سب نے بالاتفاق نیشنل کانگرس سے صرف
اس بنا پر علحدگی اختیار کی کہ سید احمد خان کے نزدیک اُنکا اسمین شریک ہونا مناسب تھا اور لکھو کھا
مسلمانون نے اُن کاغذون پر آنکھین بند کرکے دستخط کردیے جو پیٹریاٹک ایسوسیئشن نے اس بات کی
اظہار کے لیے ولایت بھیجے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان کانگرس مین شریک نہین ہین ۔

سرسید نے مسلمانون مین تعلیم پھیلانے کی غرض سے جو غیر معمولی کوششین کی ہین
اُنکی تفصیل پہلے اور دوسرے حصہ مین کافی طور پر بیان ہو چکی ہی ۔ یہان ہم صرف اُن
بڑی بڑی باتون کی طرف اشارہ کرینگے جنسے تعلیمی معاملات مین اُنکی عالی دماغی، حسن تدبیر اور
اصول اشاعت تعلیم سے ایک قدرتی مناسبت پائی جاتی ہی ۔

تعلیم کے مسئلہ پر کبھی نظام تعلیم (ایجوکیشنل سسٹم) کے لحاظ سے اور کبھی طریقۂ تعلیم کے
سے اور کبھی دیگر حیثیتون سے بحث کیجاتی ہی مگر سب سے مقدم اور مہتم بالشان حیثیت ۔
سے تمام حیثیتین متفرع ہوتی ہین ۔ یہ ہی کہ کسی قوم مین ایک اجنبی اور غیر مانوس تعلیم جاری
کیا سبیل ہی ؟

جو قوم ہزار برس سے زیادہ عرصہ سے ایک ایسی تعلیم کی پابند چلی آتی ہو جسمین عقلی اور نقلی
دونو تعلیمون نے مِل جُلکر ایک مقدس مذہبی تعلیم کی بلکہ خود مذہب کی شکل اختیار کرلی ہو ۔ اُس قوم
مین ایک نئی قسم کی تعلیم کا جاری کرنا ۔ جو مضامین تعلیم اور ذریعۂ تعلیم دونو کے لحاظ سے بالکل اُوپری
اور غیر مانوس ہو ۔ بعینہ ایسا ہی جیسے کسی قوم مین ۔ جو اپنے مذہب کی سخت پابند ہو ۔ ایک نئے مذہب کو
جاری کرنا ۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۳۵ء مین جب گورنمنٹ نے ہندوستان مین انگریزی تعلیم جاری کرنی چاہی

اُنکی راے تھی کہ گورنمنٹ کا اچھا یا بُرا ہونا درحقیقت کوئی اصلی چیز نہین ہی بلکہ اصل چیز رعایا کا بُرا یا اچھا ہونا ہی۔ اگر رعایا اچھی اور شایستہ ہی تو گورنمنٹ کو خواہ مخواہ شایستہ بننا پڑتا ہی اور اگر رعایا شایستہ نہین ہی تو گورنمنٹ کو بھی ویسا ہی بننا پڑتا ہی۔ اسی لیے مسلمانون کو انکی بڑی نصیحت یہی تھی کہ اگر انگریزی حکومت مین عزت سے رہنا چاہتے ہین تو تعلیم اور سویلزیشن مین ترقی کرین اور عزت حاصل کرنے سے پہلے اُسکا استحقاق پیدا کرین۔

اُنکی نہایت پختہ رای تھی کہ ہندوستان کے لئے انگلش گورنمنٹ سے بہتر گو کہ اُسمین کچھ نقص بھی ہون کوئی گورنمنٹ نہین ہوسکتی اور اگر امن و امان کے ساتھ ہندوستان کچھ ترقی کرسکتا ہی تو انگلش گورنمنٹ ہی کے ماتحت رہ کر کرسکتا ہی۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "گو ہندوستان کی حکومت کرنے مین انگریزون کو متعدد لڑائیان لڑنی پڑی ہون مگر درحقیقت نہ اُنھون نے یہان کی حکومت بزور حاصل کی اور نہ مکر و فریب سے بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اُسکے اصلی معنون مین ضرورت تھی سو اُسی ضرورت نے ہندوستان کو انکا محکوم بنایا"

اُنھون نے کئی موقعون پر یہ ظاہر کیا ہی کہ "مین ہندوستان مین انگلش گورنمنٹ کا استحکام کچھ انگی محبت اور انکی ہوا خواہی کی نظر سے نہین چاہتا بلکہ صرف اسلئے چاہتا ہون کہ ہندوستان کے مسلمانون کی خیر اسی استحکام مین سمجھتا ہون اور میرے نزدیک اگر وہ اپنی حالت سے نکل سکتے ہین تو انگلش گورنمنٹ ہی کی بدولت نکل سکتے ہین"

اگرچہ سرسید کو مسلمانون نے عموماً اپنا مذہبی پیشوا نہین مانا لیکن شاید ہندوستان مین ایسا ایک مسلمان بھی نہ ہوگا جو ملکی معاملات مین اُنکو قوم کا لیڈر نہ سمجھتا ہو اور اسکا بڑا ثبوت یہ ہی کہ سرسید کی ایک آواز پر بہ استثناے معدودے چند ہندوستان کے تمام مسلمان کیا سنّی کیا شیعہ کیا وہابی، کیا غیر وہابی، کیا پڑھے لکھے اور کیا اَن پڑھ، کیا وہ لوگ جو انکی پارٹی مین گنے جاتے تھے

انگریز ۱۸۷۱ء تک تمام ہندوستان مین مسلمان گریجوئٹس کی تعداد بمقابلہ ہندو گریجوئٹس کے مشکل سے اتنی ہوگی جتنا آٹے مین نمک ہوتا ہی۔

سرسید کو ۱۸۵۸ء مین - جبکہ وہ بجنور سے مرادآباد بدلکر گئے - تعلیم کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا اُس زمانہ سے لیکر اُسوقت تک جبکہ کالج نے نمایان ترقی کرلی - اُنکے تمام کامون مین جو تعلیم کی متعلق اُنھون نے انجام دئے ایک خاص ترتیب پائی جاتی ہی جس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس شخص نے ابتدا ہی مین وہ تمام مشکلات - جو وقتاً فوقتاً پیش آنے والی تھین اور ہر ایک مشکل کے ساتھ اُسکا حل - بخوبی ذہن نشین کرلیا تھا۔ سب سے پہلے اُنکو تعلیمی معاملات پر خود غور کرنا اور تعلیم کے متعلق کسیقدر تجربہ حاصل کرنا ضروری تھا؛ چنانچہ اُنھون نے اول اسی غرض سے دو اسکول پبلک چندوں سے قائم کئے جنسے لوگون کی اُس دلچسپی کا - جو اُنکو بہ نسبت سرکاری مدرسون کے اپنے اسکولون کے ساتھ بالطبع زیادہ ہوتی ہی - بخوبی اندازہ ہوگیا اور اس بات کا یقین ہوگیا کہ اگر مسلمانون کو کچھ دلچسپی ہوسکتی ہی تو خاصکر اُسی کالج سے ہوسکتی ہی جو قومی چندے سے قائم کیا جائے اسکے بعد سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی اور یہ خیال کیا کہ شمالی ہندوستان کے باشندے - کیا ہندو اور کیا مسلمان - انگلش لٹریچر اور مغربی علوم کی حقیقت سے محض ناواقف ہین؛ پس تا وقتیکہ

۱۸۸۴ء مین جبکہ سرسید پہلے ہی بار چندہ کے لیے لاہور گئے ہین اُسوقت اُنھون نے راقم کے سامنے بابو نوبین چندر سے ایک سوال کے جواب مین کہا تھا کہ صرف اس خیال سے کہ یہ کالج خاص مسلمانون کے لئے اُنھین کے روپئے سے قائم کیا جاتا ہی ایک طرف تو مسلمانون مین اور دوسری طرف اُنکی ریس سے ہندوون مین توقع سے زیادہ جوش پیدا ہوگیا ہی" اور پھر خان بہادر برکت علی خان سے پوچھا کہ کیون حضرت اگر یہ قومی کالج نہوتا تو آپ ہماری مدارات اسی جوش محبت کے ساتھ کرتے اُنھون نے صاف کہدیا کہ ہرگز نہین۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ سرسید اپنے کام کے شروع ہی مین اس قومی فیلنگ سے بخوبی واقف تھے ۱۲

تو مسلمانون کے ایک جم غفیر نے - جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے - بذریعہ عرضداشت کے یہ شکایت پیش کی کہ گورنمنٹ کا انگریزی تعلیم پر اسقدر توجہ کرنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُسکا ارادہ ہندوستانیون کو عیسائی بنانے کا ہے - برخلاف اسکے ہندوؤن نے اس واقعہ سے گیارہ برس پہلے جب کہ گورنمنٹ نے اُنکے لئے سنسکرت کالج قائم کرنا چاہا تو اُس سے ناراضی ظاہر کی اور انگریزی کالج قائم کرنے کے لئے گورنمنٹ سے اصرار کیا : کیونکہ اول تو اُنکے ہان مذہبی تعلیم صرف برہمنون کے خاص خاص افراد مین محدود تھی اور باقی تمام ہندو قومین مسلمانون کے عہد مین دنیوی ضروریات کے لیے ایک غیر قوم کی زبان سیکھنے کی عادی ہوگئی تھین - دوسرے - جیسا کہ سر جان اسٹریچی نے اپنی کتاب انڈیا مین لکھا ہے - نہ ہندو مذہبی تعلیم کے خواہش مند تھے اور نہ اُنکا مذہب ایسا تھا جسکی تعلیم ہو سکے -

بہرحال مسلمانون مین مغربی تعلیم کا جاری کرنا ایک نہایت مشکل کام قریب ناممکن کے تھا - چنانچہ ۱۷۹۲ء سے - جبکہ کورٹ اوف ڈائرکٹرز کے ایک نامور ممبر چارلس گرانٹ نے ہندوستان تعلیم پھیلانے کی صلاح دی تھی - اُسوقت تک - جبکہ ۱۸۷۰ء مین سر سید نے کمیٹی خواستگار ترقی مسلمانان قائم کی - گورنمنٹ کی تمام تدبیرین اور تمام کوششین - جو ہندوستان مین بغرض تعلیم کی گئین - مسلمانون کے حق مین بے سود ثابت ہوئین - علاوہ طرح طرح کی ترغیبون کے کی طرف سے تعلیم کی اشاعت کے لئے وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھین - خاص مسلمانون کے چند معقول اوقاف گورنمنٹ کے ہاتھ مین تھے جنکو وقف کرنے والون نے تعلیم کے لئے مخصوص کیا تھا - جیسے بنگال مین محسن فنڈ اور ضلاع شمال مغرب مین نواب فنڈ - مگر اُنسے بھی زیادہ تر غیر قومین مستفید ہوتی رہین - باوجودیکہ ۱۸۵۷ء مین ہائی ایجوکیشن کے لئے کلکتہ بمبی اور مدراس مین یونیورسٹیان قائم ہوئین

تعلقہ دارون سے گھرا ہوا تھا جنمین سے بعض کالج کمیٹی کے ممبر بھی تھے اور ایک ایسے کام کی طرف سے۔ جسکو بہت سے ذی وجاہت مسلمان ملکر کرنا چاہتے تھے اور جسمین مذہبی تعلیم بھی شامل تھی۔ گورنمنٹ کو مطمئن کرنا سب سے مقدم تھا۔ جس قطعۂ زمین پر کالج کی نیو رکھنی منظور تھی وہ نزولی زمین تھی جہان ایک زمانہ مین سرکاری چھاؤنی رہ چکی تھی اور اکثر حکام اور افسر نہین چاہتے تھے کہ وہ زمین مسلمانون کو دی جائے۔ مسلمان جنکی اولاد کی تعلیم کے لئے کالج قائم کیا جاتا تھا وہ تعلیم کے خرچ سے زیادہ کسی خرچ کو فضول اور بیکار نہین سمجھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ اس بات کا خیال تھا کہ کالج کی وقعت پبلک اور گورنمنٹ کی نظر مین جہانتک ہوسکے جلد پیدا کی جائے؛ کیونکہ جو بڑا منصوبہ سرسید نے اُسکے لیئے اپنے دل مین باندھ رکھا تھا وہ بظاہر اُنکی زندگی مین پورا ہوتا نظر نہ آتا تھا اور مسلمانون مین کسی سے یہ امید نہ تھی کہ سرسید کے بعد کالج کی وقعت اور اُسکا ایک انچھ آگے بڑھا سکے۔

سرسید نے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا اور سب پر غالب آئے چندہ توقع بلکہ وہم و گمان زیادہ وصول کرلیا۔ گورنمنٹ کو کالج کی طرف سے مطمئن ہی نہین کیا بلکہ اُسکا مربی اور سرپرست بنادیا۔ کالج کے لئے وہی زمین۔ جسکا ملنا قریب ناممکن کے ہوگیا تھا۔ گورنمنٹ سے حاصل کی۔ مسلمانون کو تعلیم مین اپنے بوتے اور طاقت سے بڑھکر خرچ کرنا سکھادیا یہانتک کہ وہ ولایت کی تعلیم کے مصارف بہ کشادہ پیشانی برداشت کرنے لگے۔ کالج کی عالیشان عمارتون اور عمدہ اشاف اور بورڈنگ ہوس کے انتظام سے اسکی وقعت بہت جلد پبلک اور گورنمنٹ کی نظر مین پیدا کردی۔ الغرض جو کچھ سرسید نے مسلمانون کی تعلیم کے متعلق پچیس برس کے

دیسی زبان کے ذریعہ سے اُنمین یورو پین سائنس اور لٹریچر کا مذاق پیدا نہ کیا جائے اسوقت تک انگریزی تعلیم کا ذوق وشوق اُنمین پیدا نہین ہوسکتا۔ اسی مقصد کے لیئے اُنھون نے علاوہ کتابون کے ترجمہ کرانے کے سوسائٹی سے ایک اخبار نکالا جسمین بے شمار علمی اور لٹریری مضامین انگریزی سے اُردو مین ترجمہ ہوکر شائع ہوے اور جسنے فی الواقع اُردو لٹریچر کا رخ دوسری طرف پھیر دیا اور انگلش لٹریچر کی عظمت ہزارون کے دل مین جو سلیم الطبع تھے۔ دلنشین کردی۔ پھر زیادہ تجربہ اور زیادہ بصیرت حاصل کرنے کے لئے اُنھون نے ولایت کا سفر اختیار کیا اور وہان پہنچکر کیمبرج یونیورسٹی اور اُسکے تمام انتظامات کو خود جاکر دیکھا اور اُسکے مقابلہ مین جو نقص ہندوستان کی یونیورسٹیون مین معلوم ہوے اُنپر ایک پمفلٹ لکھکر انگلستان ہی مین شایع کیا؛ کیونکہ سرسید کا اصل مقصد جو پورا نہ ہوسکا۔ ہندوستان مین واپس آکر ایک محمڈن یونیورسٹی قائم کرنے کا تھا اور اسلیے ضرور تھا کہ ہندوستان کے نظام تعلیم مین جو نقص تھے اُنکو ظاہر کیا جائے تاکہ ہندوستان مین ایک یونیورسٹی قائم کرنے کی ضرورت ثابت ہو۔ پھر ہندوستان مین پہنچتے ہی اُنھون نے ایک طرف کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی جسکی تحقیقات سے ثابت ہوگیا کہ سرکاری کالجون اور اسکولون سے مسلمانون کی تعلیمی ضرورتین رفع نہین ہوسکتین؛ اور دوسری طرف مسلمانون کو جگانے کے لئے ایک ماہواری رسالہ جاری کیا جسنے چند روز مین ایک مردہ قوم مین حرکت پیدا کردی۔

جب کالج قائم کرنے کا ارادہ ہوا اُسوقت اُنکو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا تھا۔ اول اسلام تو سے۔ جو قومی چندون کے مفہوم سے ناواقف اور تعلیم سے متنفر بلکہ اُسکے مخالف تھے۔ چندہ وصول کرنا تھا۔ پھر جو موقع کالج کے لئے تجویز کیا گیا تھا وہ چند ضلاع کے بارعب مسلمان رئیسون اور

اُسوقت سے وہ اپنی ہر ایک تحریر مین ورنیکلر زبانون کے ذریعہ سے علوم کی تعلیم دینے پر سخت اعتراض کرتے تھے اور انگلش ہائی ایجوکیشن کے موقوف کرنے کو ملک کے حق مین نہایت مضر بتاتے تھے ۔

جس زمانہ مین سرسید نے سوسائٹی قائم کی اُسوقت اُدھر تو مسلمان انگریزی کے نام سے کوسون دور بھاگتے تھے اور اِدھر انگریزی تعلیم کی ضرورت کا لوگون کو یقین دلانا مشکل تھا کیونکہ تمام عدالتون مین دیسی زبان مرّوج تھی ' اعلے سے اعلے عہدہ کے لیئے جو اُسوقت تک ہندوستانیون کو مل سکتا تھا خاصکر شمالی ہندوستان مین مشرقی زبانون کی تعلیم کافی تھی ' کمپنی کی عملداری کو گئے ہوئے چند روز گذرے تھے اور ہندوستانیون کو عملی طور پر اس بات کا یقین نہین دلایا گیا تھا کہ وہ اعلے اعلے ملکی عہدون مین حکمران قوم کے ساتھ شریک ہو سکتے ہین پھر جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہی - یورپ مین سائنس اور لٹریچر کی عظمت - جب تک کہ انگریزی سے عمدہ عمدہ علمی اور لٹریری مضامین دیسی زبان مین ترجمہ کر کے شائع نہ کیے جائین - کسیطرح معلوم نہین ہو سکتی تھی - جب کہ یہ حالت تھی تو کون کہ سکتا ہی کہ مسلمانون مین ہائی ایجوکیشن کی اشاعت سے پہلے سوسائٹی کا قائم کرنا اور ترجمون کا شایع کرانا بیجا یا غیر ضروری تھا ۔

بے شک ہائی ایجوکیشن کی حمایت کے جوش مین سرسید کے قلم سے بعض مواقع پر ایسے الفاظ نکل گئے ہین جن سے معلوم ہوتا ہی کہ ترجمون کی غرض سے سوسائٹی قائم کرنے کو وہ اپنی ایک غلطی تسلیم کرتے تھے اور اسی بنا پر شمس العلما مولانا شبلی نے " مسلمانون کی گذشتہ تعلیم " مین اسی غلطی کا جسکو سرسید چھ سات برس پہلے ایجوکیشن کمیشن مین تسلیم کر چکے تھے - ذکر کیا ہی اور اس بنا پر - کہ مغربی علوم و فنون کا دیسی زبانون مین ترجمہ ہونا ممکن نہین ہی - سائنٹفک سوسائٹی قائم کرنے کو سرسید کی

قلیل عرصہ مین کر دکھایا وہ ایک ایسا عظیم الشان کام تھا جو پچیس برس پہلے بالکل محال معلوم ہوتا تھا۔

ابتدائی کارروائیان جو سرسید نے بطور بنیاد اور اساس اشاعتِ تعلیم انگریزی کے کین - خواہ انکو اتفاقی سمجھو اور خواہ یہ خیال کرو کہ وہ بہت سوچ سمجھکر کی گیئن تھین - سب ایسی ضروری معلوم ہوتی ہین کہ بغیر اُنکے شاید اصل مقصد تک پُہنچنا سخت دشوار ہوتا۔ سرسید نے جو چند موقعون پہ سائنٹفک سوسائٹی کے مقاصد کو اپنی راے کی غلطی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ یورپین علوم کی اشاعت بذریعۂ دیسی زبانون کے ملک کو حقیقی فائدہ نہین پہنچا سکتی - اس سے بعض لوگ سچ مچ یہ سمجھ گئے ہین کہ سوسائٹی کا قائم کرنا محض بے سود تھا اور یہ کہ سرسید نے اپنی اس غلطی پر متنبہ ہونے کے بعد انگریزی تعلیم کی اشاعت کی طرف توجہ کی ہے مگر یہ اُنکی سمجھ کی غلطی ہے: سرسید کا جو خیال انگریزی تعلیم کی نسبت اخیر زمانہ مین تھا وہی خیال اُنکا اسوقت تھا جب کہ مرادآباد مین اُنھون نے ورنیکلر سکولون کے خلاف اپنی رای انگریزی اور اُردو مین لکھا ہوا منٹ اُسوقت تھا جبکہ سائنٹفک سوسائٹی کو قائم ہوے کچھ بہت دن نہ گذرے ... اسیطرح کی اس تجویز کی سخت مخالفت کی تھی کہ بجاے کلکتہ یونیورسٹی کے ورنیکلر یونیورسٹی بنائے ترجمون کی ضرورت کو جیسا کہ وہ سوسائٹی کے قیام کے وقت ضروری اور لابدی سمجھتے تھے اخیر دم تک اُسکو ضروری اور ملک کی عام تعلیم کو اُسکے بغیر ناممکن سمجھتے رہے۔ مگر اسمین شک نہین کہ اعلے درجہ کی انگریزی تعلیم کی جگہ دیسی زبانون مین مغربی علوم اور لٹریچر کی تعلیم دینے کو وہ ملک کے حق مین کچھ بھلائی نہین سمجھتے تھے اور اسی لئے جب سے اُنکو یہ خیال پیدا ہوا کہ گورنمنٹ بجاے انگلش ہائی ایجوکیشن کے مشرقی علوم کی تعلیم دینا اور مغربی علوم کو بذریعۂ دیسی زبانون کے شایع کرنا چاہتی ہے

بیان کی تھین پیش کی ہین ۔ اگر مولانا کی یہ اصلی راے ہوتی تو ہمکو اُس سے تعرض کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ اُنھون نے خود سرسید کے بعض بیانات سے یہ راے استنباط کی ہی اسلیئے ہمکو سرسید کے خیالات کا اصل منشا ظاہر کرنا ضرور ہی ۔

شاید اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی کہ ایک رفارمر کی شان اور اُسکی حالت عام آدمیون کی شان اور اُنکی حالت سے بالکل مختلف ہوتی ہی ۔ وہ جس بات کو قوم کے لئے ضروری سمجھتا ہے اُسکی تائید کرتے وقت اس بات کی کچھ پروا نہین کرتا کہ مین پہلے کیا کہہ چکا ہون یا کیا کرچکا ہون ۔ وہ اس بات کو کہ اُسکی پہلی کارروائی غلط ثابت ہو یا اُسکے افعال و اقوال کو لوگ متناقض سمجھین نہایت بہتر جانتا ہے بہ نسبت اسکے کہ جو امر اُسکے نزدیک سردست قوم کے حق مین ضروری ہی اُسمین کسیطرح کی فروگذاشت ہوجائے ۔ یہی وجہ تھی کہ سرسید نے اپنے اصلی اور قدیم خیالات کو - جو کہ وہ ہندوستان کے پالٹکس کی نسبت رکھتے تھے - اخیر زمانہ مین صرف اس بنا پر بالکل بدل دیا کہ وہ خیالات مسلمانون کی پولٹکل حالت کے موافق نہ تھے ؛ یہانتک کہ نیشنل کانگرس کے بانی مسٹر ہیوم - جو سرسید کے قدیم دوست تھے - اُنسے ناراض ہوگئے اور انگلستان مین اُنھون نے ہندوستان کے ایک شریف مسلمان سے نہایت تعجب کے ساتھ کہا کہ "مجھکو نیشنل کانگرس کا خیال صرف سید احمد کی کتاب "اسباب بغاوت" کو دیکھکر پیدا ہوا تھا مگر مین نہین جانتا کہ اب اُنکو کیا ہوگیا"

سرسید کو جسوقت قوم کی بھلائی کا خیال پیدا ہوا اُسوقت مسلمانون کی حالت پر یہ مثل صادق آتی تھی کہ "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی" اُسمین صدہا باتین اصلاح طلب اور اُنکے متعلق صدہا مشکلات حل طلب تھین ۔ اگر سرسید جزئیات کی اصلاح یا حل کرنے کا ارادہ کرتے تو عمر بھر مین ایک کام کو پورا کرنے سے

ایک غلطی قرار دیا ہے اور اپنے اس دعوے پر کہ ترجمہ ممکن نہیں زیادہ تر وہی دلیلیں[1] جو خود سرسید نے بعض مواقع پر

[1] مولانا نے اس بات پر کہ جسطرح عباسیون نے یونانی سے عربی مین ترجمے کرائے تھے اسطرح ہم مغربی علوم انگریزی سے اُردو مین ترجمہ نہین کرا سکتے - پہلی دلیل یہ لکھی ہے کہ لاکھون روپیہ جو خلفای عباسیہ نے ترجمہ پر خرچ کیا وہ اب غیر ممکن ہے؛ مگر یہ دلیل صحیح نہین ہے کیونکہ واقعات اسکے خلاف شہادت دیتے ہین ؛ گزشتہ تیس چالیس برس مین - بغیر اسکے کہ سلطنت نے ترجمہ کا اہتمام اپنے ذمہ لیا ہو - جسقدر علمی اور لٹریری مضامین اور کتابین انگریزی سے دیسی زبانون مین ترجمہ ہوئین - اگر ہمارا قیاس غلط نہو - تو وہ کسیطرح خلفائے اموئیہ وعباسیہ کے عہد کے ترجمون سے کم نہونگے ۔ دوسری دلیل اُنکی یہ ہے کہ اُس زمانہ مین علوم محدود تھے اور ترقی رُک چکی تھی - جسقدر کتابین ترجمہ کر لی گئین گویا یونانیون کے علوم پر احاطہ کر لیا گیا مگر اس زمانہ مین نہ علمی ترقی کی انتہا ہے اور نہ کتابون کے شمار کی کوئی حد ہے جنکی تصنیف کا سلسلہ برابر جاری ہے" یہی دلیل غالباً سرسید نے بھی کسی موقع پر بیان کی ہے مگر یہ بھی صحیح نہین ہے کیونکہ جسطرح اب علوم اور کتابین غیر محدود ہین اسیطرح ہندوستان مین ترجمہ کے وسائل بھی غیر محدود ہین - عباسیون نے صرف چند یہودی عیسائی اور مجوسی نوکر رکھکر ترجمے کرائے تھے کیونکہ یونانی زبان کی تعلیم کا کبھی مسلمانون مین عام رواج نہین ہوا بخلاف ہندوستان کے جہان انگریزی کی تعلیم عام طور پر جاری ہے اور کاپی رائٹ کے قانون نے ہر تعلیم یافتہ کے دل مین ترجمہ کرنے کی امنگ پیدا کر دی ہے نیز ہر ایک علم کی تمام کتابین ترجمہ کرنے کی ضرورت نہین ہے بلکہ ہر علم کے چند نامور مصنفون کی کتابون کا ابتدا مین ترجمہ کر لینا کافی ہے؛ پھر جتنی صدیان یوروپ کی علمی ترقیات مین صرف ہوئی ہین اور جتنی مدت مین انگریزی زبان نے ترقی کی ہے اور جسقدر عرصہ مین مغربی علوم مدوّن ہوے ہین - کم سے کم اُس سے نصف مدت کی مہلت ہندوستان مین اُنکے ترجمون کے لیے ملنی چاہیے نہ یہ کہ جتنے دنون تک سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ ترجمہ کا کام کرتی رہی ہے اتنی مدت مین تمام مغربی علوم وفنون کے دیسی زبانون مین منتقل ہونے کی توقع کیجائے ۔ تیسری دلیل اُنھون نے یہ لکھی ہے کہ جب یونانی سے عربی مین ترجمے ہوے اُس زمانہ مین عربی اُن ممالک مین حکومت کرنے والی زبان تھی اور کسی قوم نے اُس زبان مین علوم کو ترقی نہین دی جو اُنپر حکومت کرنے والی نہ تھی ' تقریباً اسی تقریر کا اعادہ ہے جو سرسید نے ایجوکیشن کمیشن کی شہادت مین کی تھی ۔ بلاشبہہ تاریخ مین کوئی ایسی مثال موجود نہین کہ کسی محکوم قوم نے علوم کو اپنی زبان مین ترقی دی ہو؛ لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ آیندہ بھی ایسا وقوع مین نہین آے حکومت کے اصول بدلنے سے دنیا کے تمام حالات بدل گئے ہین ۔ شایستہ سلطنتون کی رعایا اب وہ کام کر سکتی ہے جو خود سلاطین نہین کر سکتے تھے ۔ پہلے تمام رفاہ عام کے کام خود سلطنتون کو کرنے پڑتے تھے اور رعایا کو - خواہ وہ رعایا بادشاہ کی ہم قوم ہو اور خواہ غیر قوم - اُن کا موقع کچھ سروکار نہ ہوتا تھا ۔ مگر اب وہ سب کام خود رعایا کرتی ہے ۔ وہ درسگاہین اور یونیورسٹیان اور ہوسپٹل قائم کرتی ہے ' ملکون مین مذہب کی اشاعت کرتی ہے ' علمی تحقیقات کے لئے علما کے قافلے اطراف عالم مین بھیجتی ہے ' ترجمون کے ذریعہ سے غیر قومون کے علوم اپنے ملک مین پھیلاتی ہے ' ریلین جاری کرتی ہے ' دنیا کی خبرین باہم پہنچا کر ملکون مین شایع کرتی ہے ' غرضکہ ملک کے اندرونی انتظام اور بیرونی حملون کی مدافعت کے سوا سب ملک کی بھلائی کے کام رعایا کرتی ہے ۔ بے شک ہندوستان کی رعایا حالت موجودہ مین بہت سے بڑے بڑے رفاہ کے کام مثل انگلستان کی رعایا کے نہین کر سکتی مگر طرز حکومت انکو آہستہ آہستہ سب باتین سکھاتی جاتی ہے ' چنانچہ جسقدر قومی رفاہ کے کام ہندوستان کی رعایا نے اس صدی کے اخیر نصف مین کئے ہین ہندوستان کی تاریخ مین ہرگز انکی مثال نہین مل سکتی - بس اس زمانہ کی حالت کو زمانہ گذشتہ کے حالات پر قیاس کرنا صحیح نہین ہے ۱۲

اُسوقت سے اخیر دم تک وہ فیمل سوسائٹی سے بالکل علحدہ رہے ؛ غدر سے چند روز بعد اُنکی والدہ اور
بی بی کا انتقال ہوگیا اور دہلی کی آمد و رفت بالکل موقوف ہوگئی ۔ اگرچہ زنانہ سوسائٹی کی حالت سے
وہ بے خبر نہ تھے مگر جو فیلنگ خود اُس سوسائٹی مین رہکر اور ہر وقت آنکھ سے اُنکی حالت دیکھکر ایک
ذکی الحس آدمی کے دل مین پیدا ہو سکتی ہو وہ صرف سُنی سنائی یا کبھی کبھی کی دیکھی ہوئی باتون سے
ہرگز پیدا نہین ہو سکتی ۔ **دوسرے** اُنکے خاندان کی فیمل سوسائٹی کی حالت بہ نسبت اکثر مسلمان
خاندانون کے بہت عمدہ تھی ؛ اُنکے خاندان کی عورتون سے میری اکثر رشتہ دار عورتون کو ملنے کا اتفاق
ہوا ہو جو اُنکے اخلاق و عادات اور لیاقت اور سنجیدگی کی حد سے زیادہ تعریف کرتی ہین ۔ خود سر سید نے
ایجوکیشن کمیشن مین اور اپنی متعدد اسپیچون مین اپنے خاندان کی عورتون کے لکھے پڑھے ہونے
کا حال بیان کرکے اس خیال کی تردید کی ہو کہ مسلمان عورتین عموماً جاہل ہوتی ہین ۔ یہی وجہ تھی کہ
جب مرآۃ العروس پہلی ہی بار چھپکر شایع ہوئی تو جو نقشہ اُسمین عورتون کی اخلاقی حالت کا
کھینچا گیا تھا اُسکو دیکھکر سر سید کو نہایت رنج ہوا تھا اور وہ اُسکو مسلمان شرفا کی زنانہ سوسائٹی
پر ایک قسم کا اتہام خیال کرتے تھے ۔

لیکن سب سے بڑا مانع تعلیم نسوان پر متوجہ ہونے کا یہ تھا کہ اُنھون نے اُسکی دشواریون کا
بخوبی اندازہ کر لیا تھا اور اُنکے نزدیک ابھی وہ وقت بہت دور تھا کہ مسلمان شرفا کی لڑکیون کی تعلیم
کا ایک باقاعدہ اور قابل اطمینان انتظام کرنا ممکن ہو ۔ چنانچہ انگلستان جاتے ہوے جب مس[1] کارپنٹر سے

[1] یہ ایک شریف لیڈی برسٹل کی رہنے والی ڈاکٹر کارپنٹر کی بیٹی تھین جنھون نے ہندوستان کی عورتون کی جہالت کا حال سنکر ہندوستان
کا ارادہ اس غرض سے کیا تھا کہ ہندوستانی عورتون کی تعلیم مین کوشش کرین اور اب واپس انگلستان کو جاتی تھین ۱۲

بھی عمدہ برآنہو تے ۔ اُنھون نے تمام خرابیون کی اصلاح اور تمام مشکلات کا حل اس بات مین دیکھا کہ قوم مین
تعلیم کی اشاعت کیجائے ۔ مگر قومی تعلیم و تربیت خود ایک عظیم الشان کام تھا جسکے لئے صدیان درکار
تھین اسلئے اُنھون نے خیال کیا کہ سبسے مقدم مسلمانون کو پولٹکل بے وقعتی سے نکالنا اور ملک کی حکومت
مین جسقدر حصہ لینے کا گورنمنٹ نے اُنکو بحیثیت ہندوستان کی رعایا ہونے کے حق دیا ہی اُسکا اُن مین
استحقاق پیدا کرنا ہی جو بغیر اسکے ۔ کہ قوم مین ایک مناسب تعداد ہندوستان اور انگلستان کی یونیورسٹیون
کے گریجوٹس کی پیدا ہو جائے ۔ کسیطرح ممکن نہین ۔ اسکے سوا تمام ترقیات کی جڑ خیالات کی ترقی اور دماغی
تربیت ہی جسکے لئے انگلش لٹریچر کی اعلے درجہ کی تعلیم نہایت ضروری ہی پس جس بات کو اُنھون نے
ہائی ایجوکیشن یا لٹریری تعلیم مین مخل سمجھا اُسکی ہمیشہ مدافعت کرتے رہے ۔ اسی بنا پر وہ جسطرح
اورینٹیل تعلیم اور ورنیکلر تعلیم کے مخالف تھے اسیطرح ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہی ۔ وہ ٹکنکل ایجوکیشن کی
بھی اُس صورت مین سخت مخالف تھے کہ اُس سے لٹریری تعلیم کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو ۔ لیکن اس سے
یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہی کہ وہ درحقیقت ہندوستانیون کے لئے ٹکنکل ایجوکیشن کی ضرورت
نہین سمجھتے تھے بلکہ اسکی وجہ بھی وہی ہائی ایجوکیشن یا لٹریری تعلیم کی حمایت تھی جسکی نسبت اُنکو
خیال ہو گیا تھا کہ گورنمنٹ اُسکو بتدریج موقوف کرنا چاہتی ہی ۔

اسی اصول پر ۔ کہ جو سب سے اہم اور ضروری چیز ہی صرف اُسی پر سردست اکتفا کرنا چاہئے
سرسید نے جسقدر کوشش کی وہ لڑکون کی تعلیم کے لئے کی اور لڑکیون کی تعلیم پر کبھی ہاتھ نہین ڈالا
یہانتک کہ لوگون نے اُنکو تعلیم نسوان کا مخالف تصور کیا ۔ اگرچہ ہمارے نزدیک اصل سبب تعلیم نسوان
کی طرف توجہ نہ کرنے کا یہ تھا کہ اوّل تو جب سے اُنکو مسلمانون کی سوشل رفارم کا خیال پیدا ہوا

رعایت کی ۔ پس اگر اب ہم کسی نیک بات کے پھیلانے مین عام رواج کی رعایت نہ کرینگے تو خود خدا کی اس عادت کو توڑینگے اور خود اپنے لئے نقصان کا سبب ہونگے ‘‘

’’ بہرحال مین خدا سے چاہتا ہون کہ مس کارپنٹر صاحبہ کی کوششین کامیاب ہون اور ہندوستان مین کیا مرد اور کیا عورت سچائی اور علم کی روشنی سے ۔ جو دونو اصل مین ایک ہین ۔ روشن ضمیری حاصل کرین ‘‘

سرسید کی اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ ۔ گو وہ عورتون کی تعلیم کو نہایت ضروری سمجھتے تھے مگر ہندوستانیون کے اور خاصکر ہندوستان کے شریف مسلمانون کے رسم و رواج ، الفت و عادت اور مذہبی اوہام و خیالات سے اُسکو اسقدر بعید جانتے تھے کہ سردست اُسمین کوشش کرنے کو بے سود اور رائگان سمجھتے تھے ۔ اسی لئے اُنھون نے بارہا اپنی اسپیچون مین ایسے الفاظ استعمال کئے ہین جنسے لوگون کو اس بات کا شبہہ ہو گیا تھا کہ وہ عورتون کی تعلیم کے بالکل مخالف ہین ۔ یہان ہم اُنکی خاصکر اُس اسپیچ کا ۔ جو اُنھون نے ۱۸۸۴ء مین بمقام گرداسپور خاتونان پنجاب کے ایڈریس کے جواب مین لکھکر دی تھی اور جو ہندوستان کی تاریخ مین پہلی اسپیچ تھی جسمین شریف ہندو مسلمان اور عیسائی عورتون کو مخاطب کیا گیا تھا ۔ خلاصہ نقل کرتے ہین ایڈریس مین سرسید کی اُن کوششون کی شکرگزاری کے بعد ۔ جو کہ وہ لڑکون کی تعلیم کے لئے کر رہے تھے ۔ اشارۃً اس بات کا بھی ذکر تھا کہ وہ عورتون کی تعلیم پر بھی اسی طرح توجہ کرین ۔ سرسید نے اُسکے جواب مین کہا

’’ اے میری بہنو ! آج کی رات میرے لئے شب قدر سے کچھ کم قدر کی نہین ہی ۔ جو ایڈریس تمھاری طرف سے مجھکو دی گئی ہی وہ میرے لئے ایسی عزت ہی جو آج تک ہندوستان مین کسی کو نصیب نہین ہوئی ۔ مین تمھاری اس شفقت کا دل سے شکرگزار ہون ‘‘

اُنکی ملاقات ہوئی اور اُنھون نے ایک کتاب۔ جسمین ہندوستانیون کی رائین اور چھپیان مس صاحبہ کی کوششون کی نسبت درج تھین۔ سر سید کے سامنے اس غرض سے۔ کہ وہ بھی اپنی رائے تعلیم نسوان کے متعلق اُسمین لکھدین۔ پیش کی تو سر سید نے اُسمین مندرجۂ ذیل عبارت لکھی تھی جو اُنکے سفر نامہ مین درج ہے ۔

"مجھکو بڑودہ دخانی جہاز مین۔ جبکہ مین لندن کو جاتا تھا۔ مس کارپنٹر صاحبہ سے ملاقات حاصل ہونے کی عزت اور بے انتہا مسرت حاصل ہوئی ۔ جب سے مین نے اُنکا نام اور اُنکی کوششون کا حال نسبت تعلیم ہندوستانی عورات کے سنا تھا مین بہت مشتاق اُنکی ملاقات کا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ بطور نعمت غیر مترقبہ اُنکی ملاقات ہوگئی"

"اُنکی عالی ہمتی اور بلند نظری اور تہذیب اخلاق اور نیک نیتی کا مُثبت خود وہی مضمون ہے جو اُنھون نے اختیار کیا ہے۔ یعنی اس گروہ کی تعلیم مین۔ جسکو خدا تعالی نے مرد کے لیئے بطور دوسرے ہاتھ کے بنایا ہے اور جسکو نیک کامون کے بخوبی انجام ہونے کے لیئے مرد کا مددگار کیا ہے۔ کوشش کرنا، درحقیقت یہ مضمون اور اُسپر اُنکی کوشش نہایت قدر کے لائق ہے مین سمجھتا ہون کہ نیک کام پر کوشش ہونی۔ گو وہ کسی طرح پر ہو۔ نہایت اچھی ہے: کیونکہ اگر وہ کوشش درست بنیاد پر قائم ہوئی ہے تو وہ خود کامیاب ہوگی اور اگر اُسمین کچھ غلطی ہے تو اُس سے امید ہے کہ اورون کو اُس نیک کام پر کوشش کرنے کی تحریک ہوئی۔ جس سے توقع ہے کہ کوئی نہ کوئی کوشش بغیر کسی غلطی کے شروع ہوگی اور ٹھیک ٹھیک نیک نتیجہ تک پہنچیگی"

"نیک کام پر کوشش کرنے والون کی کوششین کبھی کبھی اسلئے کہ وہ اُن لوگون کی عادات و رسم و رواج کی مخالف طریقے پر جنکی بھلائی کے لئے کوشش کیجاتی ہے۔ قائم کی گئی ہین۔ برباد ہوگئی ہین۔ حقیقت مین ایسا کرنا گویا نیچر کا مقابلہ کرنا ہے اور خود اُس نیکی کی رُکاوٹ کا آلہ بننا ہے۔ خدا نے یوشع کے لئے سورج کا تھم جانا کہا، حالانکہ شاید وہ غلط تھا، کیونکہ اگر وہ واقع بھی ہوا تو شاید زمین کا تھم جانا سچ ہوتا؛ مگر خدا نے نیک بات پھیلانے مین بالکل عام سمجھ کی جو اُس زمانہ مین تھی

لڑکیون کی تعلیم کی جڑ ہی ۔ پس جو خدمت مین تمھارے لڑکون کو لئے کر رہا ہون درحقیقت وہ لڑکون اور لڑکیون دونو کے لئے ہی "

" میری یہ خواہش نہین ہی کہ تم اُن مقدس کتابون کے بدلے - جو تمھاری دادیان نانیان پڑھتی آئی ہین -
اس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابون کا پڑھنا اختیار کرو جو اس زمانہ مین پھیلتی جاتی ہین ۔ مردون کو جو تمھارے لئے
روٹی کما کر لانیوالے ہین ۔ زمانہ کی ضرورت کے مناسب کچھ ہی علم یا کوئی سی زبان سیکھنے اور کیسی ہی نئی چال چلنے کی ضرورت
پیش آتی ہو مگر ان تبدیلیون سے جو ضرورت تعلیم کے متعلق تمکو پہلے تھی اُسمین کچھ تبدیلی نہین ہوئی "

" تمھارا فرض تھا کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے واقف ہو، اسکی نیکی اور خدا کی عبادت کی خوبی کو تم جانو، اخلاق
مین نیکی اور نیکدلی رحم و محبت کی قدر سمجھو اور ان سب باتون کو برتاؤ مین لاؤ، گھر کا انتظام اپنے ہاتھون مین رکھو، اپنے
گھر کی مالک رہو، اُسپر مثل شہزادی کے حکومت کرو اور مثل ایک لائق وزیرزادی کے منتظم رہو، اپنی اولاد کی پرورش کرو،
اپنی لڑکیون کو تعلیم دیکر اپنا سا بناؤ، خداپرستی خداترسی ہمسایون کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو ۔ یہ تمام سچی
علیم نہایت عمدگی سے اُن کتابون سے حاصل ہوتی ہی جو تمھاری دادیان نانیان پڑھتی تھین ۔ جیسی وہ اُس زمانہ مین
نیک تھین ویسی ہی اس زمانہ مین مفید ہین ۔ پس اس زمانہ کی نامفید اور نامبارک کتابون کی تمکو کیا ضرورت ہی ؟
ہان یہ بات سچ ہی کہ تمھارے خاندانون کے مردون کی نالائقی اور جہالت سے تمھارے متعدد حقوق - جو خدا کے حکم سے
تمکو ملے ہین اور جنکا انسانیت کی رو سے تمھارا حق ہی - برباد ہوگئے ہین ؛ وہ حق تمکو پھر واپس دلانے کی یہی تدبیر ہی
کہ تمھارے لڑکون کی تعلیم مین کوشش کیجاوے - جبکہ وہ تعلیم یافتہ ہوجاوینگے وہ مغصوبہ حقوق ازخود بے مانگے
تمکو واپس ملینگے "

آخر مین سرسید نے ہندو اور عیسائی خاتونون کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ " اے میری ہندو
اور عیسائی بہنو ! تمنے جو اپنی محبت اور وطنی یگانگت سے اپنی مسلمان بہنون کے ساتھ اس ایڈریس مین اور اس امداد مین

"اے میری بہنو! مین اپنی قوم کی مستورات کی بہت زیادہ قدر کرتا ہون۔ ہماری قوم کے مردون نے اپنے باپ دادا کی بزرگی کو خاک مین ملا دیا ہو مگر خدا کے فضل سے تم مین ہمارے باپ دادا کے بزرگ نشان بدستور موجود ہین۔ یہ سچ ہو کہ ہم مردون مین شبلی اور جنید موجود نہین ہین مگر خدا کا شکر ہو کہ تم مین ہزارون لاکھون رابعۂ بصری موجود ہین"

"تمھاری نیکی، تمھاری بردباری، تمھاری محبت، ہر قسم کی مشکلات کی برداشت اور اُسپر صبر، بچون کی پرورش گھر بار کا انتظام ہمارے فخر کا باعث ہو۔ اگر کوئی قوم تمام دنیا مین اپنے تئین کسی قسم کا فخر دے سکتی ہو تو ہم اپنی قوم کی مستورات کو دنیا کی قومون پر فخر دے سکتے ہین۔ یہ ہمارا فخر تمھارے ہی سبب سے ہو"

"اے میری بہنو! مین اپنی قوم کی خاتونون کی تعلیم سے بے پرواہ نہین ہون۔ مین دل سے اُنکی ترقی تعلیم کا خواہان ہون۔ مجھکو جہانتک مخالفت ہو اس طریقہ تعلیم سے ہو جسکے اختیار کرنے پر اس زمانہ کے کوتاہ اندیش مائل ہین۔ مین تمھین نصیحت کرتا ہون کہ تم اپنا پُرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے پر کوشش کرو۔ وہی طریقہ تمھارے لیئے دین و دنیا مین بھلائی کا پھل دیگا اور کانٹون مین پڑنے سے محفوظ رکھیگا"

اسکے بعد سرسید نے پُرانا طریقہ تعلیم نسوان بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور پھر یہ کہا "اے میری بہنو تم یقین جانو کہ دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہو جسمین مردون کی حالت درست ہونے سے پہلے عورتون کی حالت مین درستی ہوگئی ہو؛ اور کوئی قوم دنیا مین ایسی نہین جسمین مردون کی حالت درست ہوگئی ہو اور عورتون کی حالت درست نہ ہوئی ہو۔ ان سچے واقعات نے میرے دل مین بہت کچھ اثر کیا ہو۔ مین نے تمھارے لڑکون کی تعلیم پر جو کوشش کی ہو اُس سے تم یہ نہ سمجھو کہ مین اپنی پیاری بیٹیون کو بھول گیا ہون؛ بلکہ میرا یقین ہو کہ لڑکون کی تعلیم پر کوشش کرنا

لہ یہ ایڈریس درصل مسلمان عورتون کی طرف سے جسکی بانی مبانی سردار محمد حیات خان بہادر کی بیگم صاحبہ تھین دی گئی تھی مگر اُسکے نیچے بعض ہندو اور عیسائی عورتون کے بھی دستخط تھے ۱۲

سمجھینگے۔ پس جبکہ یہ حالت ہی تو اُنسے کیا امید ہو سکتی ہی کہ وہ اپنی قوم کی عورتون کے مغصوبہ حقوق واپس دینگے؛ اُنکا بڑا سلوک اپنی قوم کی ہم کفو لڑکیون کے ساتھ یہی ہو سکتا ہی کہ وہ سرے سے اُنکے حقوق کا بوجھ ہی اپنے ذمہ نہ لین بلکہ اُنکو بدستور جاہل اور ناتربیت یافتہ لڑکون کے لئے چھوڑ دین۔ اگرچہ ابھی تک سوسائٹی کے دباؤ نے بہت کچھ اُنکے جذبات کو دبا رکھا ہی لیکن آخرکار ایک طرف کی تعلیم اور دوسری طرف کی جہالت قوم کے حق مین یقیناً بُرے نتائج پیدا کریگی۔

مذہبی تحقیقات:

مذہب کے متعلق جو کچھ سرسید کی مذہبی خدمات اور رفارمیشن کے بیان مین لکھا گیا اُس سے یا تو اُن کوششون کا دکھانا مقصود تھا جو اسلام اور مسلمانون کی خیرخواہی اور حمایت مین اُنسے ظہور مین آئین اور یا اُس دلیری اور جرأت کا بیان کرنا تھا جو اُنھون نے اپنی مذہبی تحقیقات کے اعلان کرنے مین ظاہر کی۔ یہان ہم اُنکی مذہبی تحقیقات کے متعلق ایک دوسری حیثیت سے بحث کرنا چاہتے ہین جس سے اس بات کا اندازہ کرنا ممکن ہو کہ اس شخص مین مذہبی عقدون کے حل کرنے اور اُنکی پیچیدگیون کے سُلجھانے اور مذہب کو حقائق محققہ پر منطبق کرنے کی کسقدر قابلیت تھی؟ نہ وہ واعظ تھا نہ مفتی، نہ فقیہ تھا نہ محدث، نہ معانی و بیان کا ماہر تھا نہ منطق و فلسفہ کا مدعی تھا؛ باوجود اسکے زمانۂ حال کے شبہات۔ جو لوگون کے دل مین اسلام کی نسبت پیدا ہوتے تھے۔ اُنکا حل کرنے والا تمام ہندوستان مین صرف یہی ایک شخص تھا جسکی تحریرین مجروح دلون پر مرہم کا کام کرتی تھین۔ اُسکے پاس اطراف ہندوستان سے اسلام کی نسبت بیسیون حل طلب سوالات صرف اس وجہ سے آتے تھے کہ موجودہ علماے اسلام اُنکا شافی جواب نہ دے سکتے تھے۔ چنانچہ بہت سے خطوط۔ جو سرسید نے اس قسم کے سوالات کے جواب مین لکھے ہین

جو مدرستہ العلوم کے غریب طالب علمون کو دی گئی ہی شرکت کی وہ ایک نمونہ تمھاری محبت اور یگانگت کا ہی - مین دل سے اُسکے لئے تمھارا شکریہ ادا کرتا ہون اور دعا دیتا ہون کہ تمپر بھی خدا تعالی کی برکت ہو اور ہر طرح کی ترقی اور خوشی تمکو نصیب ہو. آمین "

اس اسپیچ سے صاف ظاہر ہی کہ سرسید اُسوقت تک جب تک کہ لڑکون مین تعلیم عام نہو جائے لڑکیون کے لئے ضروری مسائل مذہبی کی تعلیم کافی سمجھتے تھے . مگر اُنکی اسپیچ مین یہ بات قابل غور ہی کہ اُنھون نے جو صرف لڑکون کے تعلیم یافتہ ہو جانے سے یہ امید ظاہر کی ہی - کہ اُس سے عورتون کے مغصوبہ حقوق بن مانگے ازخود واپس ملجائینگے - اُنکی یہ امید پوری ہوتی نظر آتی ہی یا نہین ؟ اگرچہ تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ تعلیم یافتہ نوجوان عورتون کے حقوق پہچانین ، اُنمین تعلیم کی کمی سے جسقدر عقل یا سمجھ یا اخلاق کی کمی ہی اُسکو اسی طرح برداشت کرین جسطرح اُنکے اسلاف برداشت کرتے آئے ہین ، اُنسے - جب تک کہ قوم مین تعلیم نہایت محدود ہی - اُن باتون کی توقع نہ رکھین. جو یوروپ کی ایک تعلیم یافتہ لیڈی سے رکھنی چاہئے مگر افسوس ہی کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان تعلیم و تربیت سے بجائے تحمل و برداشت اور سلوک و درگذر اور قومی حمیت اور رقت جنسیت کے - یہ سبق سیکھتے ہین کہ تمدن اور معاشرت کے جس درجہ پر اہل یوروپ کو صدیون اور قرنون کے بعد پہنچنا نصیب ہوا ہی اُنکو یونیورسٹی کی سند پاتے ہی اُسکے خواب نظر آنے لگتے ہین اور مستثنے صورتون کے سوا ہر تعلیم یافتہ نوجوان کی یہ تمنا معلوم ہوتی ہی کہ اگر ممکن ہو تو لندن یا پیرس کی کسی لیڈی سے شادی کرین اور اگر یہ امر اُنکی قدرت سے باہر ہو تو غالباً وہ ایک مشن اسکول کی تعلیم پائی ہوئی نیٹو کرسچن عورت کو قوم کی اعلے سے اعلے خاندان کی لڑکی سے - جو باقاعدہ کسی اسکول کی تعلیم یافتہ نہو - بہتر اور افضل

بھیجتے تھے کہ آپ کی تصنیفات سے ہمکو یہ اور یہ فائدے پہنچے ہین ۔

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ سرسید نے جسقدر اختلافات مذہبی مسائل مین علمای سلف سے کیے ہین اُنمین سے اکثر ایسے ہین جنمین اَور لوگ بھی اُنکے ساتھ شریک ہین ۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اُنھون نے محض اگلے محققین کی تقلید سے ان اختلافات پر مبادرت کی ہی ۔ اول تو جس مقصد سے اگلے محققین نے جمہور سے اختلاف کیا ہی وہ مقصد سرسید کے مقصد کے ساتھ متحد نہ تھا ۔ سرسید کے تمام اختلافات کا اصل مقصد اسلام کی طرف سے معترضین کے اعتراضات یا متشککین کے شبہات کا رفع کرنا تھا بخلاف اگلے محققین کے جنکے اختلافات کا ہرگز یہ منشا نہین ہو سکتا ؛ کیونکہ جو اعتراضات آج کل مذاہب پر وارد کیے جاتی ہین اُنسے اُن بزرگون کے کان کبھی آشنا نہ ہوے تھے ۔ دوسرے جن لوگون نے سرسید کی طرز تصنیف کو بنظر غور دیکھا ہی وہ اس بات سے بخوبی واقف ہین کہ وہ جب تک کسی مسئلہ کی نسبت خود اپنی کوئی راے قائم نہ کر لیتے تھے اُسوقت تک کتابون کی طرف بہت ہی کم رجوع کرتے تھے ۔ پھر اگر کسی مصنف کا قول اُنکے موافق نکل آتا تھا تو اُسکو بھی اپنی راے کی تائید کے لئے لکھدیتے تھے ورنہ صرف اپنی راے لکھدینے پر اکتفا کرتے تھے ۔ اکثر ایسا ہوا ہی کہ جب اُنکی تحریر چھپکر شایع ہو چکی اُسوقت حسن اتفاق سے کسی محقق کا قول سرسید کی راے کا مؤید اُنکے کسی دوست کو معلوم ہوا اور اُسنے یا تو سرسید کو اُس سے مطلع کر دیا اور یا بذریعۂ تحریر کے کسی میگزین یا اخبار مین چھپوا دیا ۔ اصل یہ ہی کہ سرسید کو مذہبی تحریرات مین جسقدر اپنے دماغ سے کام لینا پڑتا تھا اُسقدر دوسرے مصنفون کی کتابون سے مدد ملنے کی اُنکو توقع نہ تھی اور اسلئے وہ خود کتابون کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے ۔ یہی سبب ہی کہ اُنکی تصنیفات مین کتابون کے حوالے جتنے کہ ہونے چاہیئے تھے اُنسے بہت کم ملتے ہین اور جسقدر ملتے ہین اُنمین زیادہ تر ایسے ہین

بعض احباب کے بھیجے ہوے اسوقت ہمارے پاس موجود ہیں، بعض خطوں کے جواب تہذیب الاخلاق یا انسٹیٹیوٹ گزٹ وغیرہ کے ذریعہ سے شایع ہوے ہیں اور بعض اس مرحوم نے ہماری سامنے لکھکر لوگوں کو بھیجے ہیں۔ اکثر لوگ[۱] دور دور سے قصد کرکے اسی غرض سے سرسید کے پاس آتی تھے اور اپنے شبہات بیان کرتی تھے اور مطمئن ہو کر واپس جاتی تھے۔ اسیطرح اس مرحوم کے پاس بہت سے لوگ تشکر کے خط[۲]

---

[۱] ایک صاحب نے جنکا نام احمد یا محمد رومی تھا۔ غالباً لاہور سے ۱۸۹۰ء میں سرسید کے پاس یہ سوال بھیجا تھا کہ قرآن مجید میں یحییٰؑ کی نسبت "برًّا بوالدیہ" اور عیسیٰؑ کی نسبت "وبرًّا بوالدتی" آیا ہی۔ اگر فی الواقع عیسیٰ کا کوئی باپ ہوتا تو انکا قول بوالدتی کی جگہ بوالدیّ نقل کیا جاتا۔ اگرچہ سرسید نے تفسیر میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہی مگر خاصکر اس شبہہ سے کچھ تعرض نہیں کیا۔ اُنھوں نے جواب میں یہ چند سطریں لکھ بھیجیں "جناب مخدومی! حضرت عیسیٰؑ تمام لوگوں میں ابن مریم کرکے مشہور تھے۔ اس شہرت کے سبب قرآن مجید میں بھی انکو ابن مریم سے تعبیر کیا ہی۔ بہت لوگ اسی طرح اپنی ماں کے نام سے مشہور ہوے ہیں پس قرآن مجید میں جسطرح ابن مریم کہا گیا ہی برًّا بوالدتی بھی کہا ہی۔ اس لفظ سے یہ سمجھنا کہ انکا کوئی باپ نہ تھا صحیح نہیں ہی۔ کیا سادات کو۔ جو بنی فاطمہ کرکے مشہور ہیں۔ آپ بن باپ کا پیدا ہوا خیال کرتے ہیں؟ والسلام" ۱۲

[۲] مولوی سید ممتاز علی بی۔ اے کہتے ہیں۔ جبکہ وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ اسلام کی نسبت طرح طرح کے شبہات پیدا ہو گئے تھے انھوں نے سرسید کو۔ جو اُسوقت بتقریب ممبری کونسل کلکتہ میں تھے۔ اپنے شبہات لکھکر بھیجے۔ اُسوقت تک سرسید انکو نہیں جانتے تھے۔ مگر اُنھوں نے فوراً انکو خط لکھا کہ خط کتابت سے کچھ فائدہ نہوگا، تم چند روز کے لئے کلکتہ چلے آو اور ریل کے کرایہ کی ضرورت ہو تو میں بھجوا دوں۔ وہ فوراً کلکتہ چلے گئے اور چند صحبتوں میں اُنکے تمام شبہات زائل ہو گئے ۱۲

[۳] انھیں خطوں میں سے ایک خط ہمارے سامنے سرسید کے نام سیموگہ علاقہ مدراس کے اہل اسلام کی جماعت کی طرف سے جسپر سید احمد قاضی سیموگہ اور شیخ بابن محمدن مشنیری سیموگہ اور چار اور معزز مسلمانوں کے دستخط تھے۔ پہنچا تھا جسکو ہمنے سید صاحب سے مانگ لیا تھا۔ اُسمیں سے چند فقرے ہم اُنھیں کی عبارت میں یہاں نقل کرتے ہیں "جناب کی تفسیر ہر ایک مسلمان کے دل پر ایسی روشنی ڈالتی ہی جیسی اندھیری رات پر آفتاب کی۔ اس تفسیر سے ہمکو بہت بڑا فائدہ یہ ملتا ہی کہ ایک تحصیل شدہ مولوی اور ایک ردّ خواں ہر دو کو برابر سمجھاتی ہی۔ جسکو عقل سے کچھ بھی تعلق ہی وہ بلا شبہہ یہ کہہ سکتا ہی کہ اس تفسیر کے پڑھنے و سننے سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہی اور دل کو یقین ہو جاتا ہی کہ اسلام فطرت کے مطابق ہی۔ ہم آج تک مذہبی باتوں میں عقل کو دخل نہیں دئے۔۔۔۔ اور کبھی یہ نہیں خیال میں آیا کہ انہونی بات کیونکر ہو سکتی ہی۔ ہاں یہ تو ضرور سمجھتے تھے نصاریٰ کے (یعنی نصاریٰ کے) تین خدایان ملکر ایک ہونا غیر ممکن ہی؛ بدستور ہنود کے ایک شخص کو تین مونہ اور دو سے زیادہ کئی ہاتھ اور آدمی کو ہاتھی کا سر لگائی جانا یہ سب غلط۔ (یعنی عیسائیوں اور ہندؤوں کے ہاں جو ناممکن باتیں مانی جاتی ہیں اُنکو تو ہم غلط جانتے تھے) مگر وہی غیر ممکن بلکہ اُس سے زیادہ تعجب انگیز باتیں ہمارے علما و واعظین کی بدولت ہمکو دکھائی نہ دی۔ الحمد للہ اس حق گو تفسیر کی بدولت اس روحانی مہلک بیماریوں کو آج غسل صحت ملا۔۔۔۔ مسلمانوں کے پاک دلوں میں وہ گندی گندی باتیں جمی ہوئی تھیں جیسے کعبہ میں بتان، اب انکا یک بیک دور ہونا خدا کے مقدس کلام کی سچی تفسیر کا نتیجہ ہی۔ ہم اس احسان کے بدلے اپنی کھال کی جوتیاں بنا دیں تو حضرت کی تفسیر کے ایک فقرہ کا معاوضہ نہوگا" ۱۲

کے مطابق اور جاہل و عالم اور وحشی و شایستہ سب کی سمجھ کے موافق اور ہر زمانہ کی حالت کی مناسبت
اور صرف بتایا ہی نہین بلکہ اپنے دعوے کا ثبوت اُس حد تک پہنچا دیا جس سے زیادہ مذہبی مسائل کا
ثبوت ہرگز نہین دیا سکتا ۔۔

اُسی نے سب سے پہلے اس بات کو دریافت کیا کہ اسلام جو مدت دراز سے غیر قومون مین مطعون و متہم
چلا آتا ہی اسکے مختلف اسباب مین سے ایک بڑا سبب یہ ہی کہ اُنھون نے مسلمان فاتحون اور کشورکشاؤن
کی بے اعتدالیون کو ایک نتیجہ اسلام کی تعلیم کا قرار دیا ہی اور اسکو مسلمانون کے کردار کا جوابدہ تصور
کیا ہے حالانکہ اسلام ہر ایک طعنہ اور ہر ایک اعتراض سے اُسوقت تک بالکل بری ہی جب تک
کہ خود اُسکی تعلیم مین کوئی بات قابل گرفت کے نہ پائی جائے

اُسی نے سب سے پہلے اسلام پر سے عیسائی قومون کا یہ الزام رفع کیا کہ وہ شایستگی اور
سویلزیشن کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا اور مسلمان جب تک کہ مسلمان ہین دنیوی ترقیات
مین حصہ نہین لے سکتے ۔

اُسی نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم کا کوئی غزوہ اور کوئی سریہ اس ارادہ پر مبنی نہ تھا
کہ کفار کو تلوار کے زور سے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے بلکہ جسقدر چھوٹی یا بڑی لڑائیان آپ کے
عہد مین کفار کے ساتھ ہوئین اُنکا اصل مقصد امن کا قائم کرنا اور مسلمانون کی مذہبی آزادی کے
موانع کو دور کرنا تھا اور اُسی نے نہایت روشن دلیلون سے اس امر کا ثبوت دیا کہ قرآن مین ایک
آیت بھی ایسی نہین جسمین لوگون کو جبرًا مسلمان کرنے کا حکم ہو بلکہ بے شمار آیتین اسکے برخلاف
صاف صاف دلالت کرتی ہین کہ دین مین کسی قسم کا جبر و اکراہ نہین ہی ۔

جو اُنکے لئے اَور لوگون نے تلاش کرکے بہم پہنچائے ہین۔ اسکے سوا بہت سے مقامات اُنکی تصنیفات مین ایسے موجود ہین جنمین اگرچہ اُنھون نے سلف کے اقوال سے اپنی رائے پر استشہاد کیا ہی مگر جب اُن اقوال کے مجمل اور غیر شافی بیان کو سرسید کے مدلل اور شافی بیان کے مقابلہ مین دیکھا جاتا ہی تو دونون مین اسقدر فرق معلوم ہوتا ہی کہ مشکل سے اُن اقوال کو سرسید کی رائے کا ماخذ قرار دیا جاسکتا ہے باوجود ان سب باتون کے ہم بے شمار تحقیقاتین سرسید کی مذہبی تصنیفات مین ایسی اچھوتی پاتے ہین جنکو بظاہر اس چودھوین صدی کے محقق سے پہلے کسی کے قلم نے مس نہین کیا اور بہت سے ایسے اُرجنل خیالات اور اُرجنل رائین دیکھتے ہین جنکو اُسکی اولیات کے ساتھ تعبیر کیا جا سکتا ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے مذہب کی سچائی کا یہ معیار قرار دیا کہ اُسکی تعلیم مین کوئی بات فطرت انسانی یا فطرۃ اللہ کے خلاف نہو اور اُسی نے سب سے پہلے اس بات کا دعوے کیا کہ اس معیار پر جیسا کہ اسلام پورا اُترتا ہی دنیا کا کوئی مذہب ایسا پورا نہین اُترتا۔

اُسی نے سب سے پہلے اس بات کو سمجھا کہ نبی کی عظمت اور بزرگی اسمین نہین ہی کہ اُس سے معجزات اور پیشین گوئیان صادر ہون بلکہ اُسکی تمام عظمت اور تمام بزرگی اسمین ہی کہ جب منکرین اُس سے معجزہ طلب کرین تو اُنکو یہ جواب دے کہ "انما الآیات عند اللہ" اور "سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا"

اُسی کا ذہن سب سے پہلے اس نکتہ تک پہنچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا قرآن مین ذکر نہ ہونا جسکو مخالفین آپ کی نبوت کے عدم ثبوت کی ایک دلیل قرار دیتے ہین۔ یہی سب سے بڑی دلیل آپ کی سچائی اور نبی برحق ہونے کی ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے بتایا کہ قرآن مین سب سے بڑی وجہ اعجاز یہ ہی کہ اُسکی تعلیم فطرت انسانی

اُسی نے سب سے پہلے قرآن سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ اگر مسلمان کو اس بات کا احتمال بھی ہو کہ وہ متعدد ازواج مین عدالت نہ کرسکیگا تو اُسکو ایک وقت مین ایک سے زیادہ جورو کرنی جائز نہین ہے ۔

اُسی نے سب سے پہلے اس بات کا ثبوت دیا کہ طلاق کے مسئلہ مین یہودیون کے ہان افراط ہے اور عیسائیون کے ہان تفریط اور اعتدال صرف اسلام مین ہے اور بس ۔

اُسی نے سب سے پہلے رسول خدا صلعم کا نسب نامہ عدنان سے لیکر اسمعیل علیہ السلام تک زمانہ حال کے اصول مسلمہ کے موافق صحیح کرکے دکھایا اور مخالفین کے اس اعتراض کو دفع کیا کہ آنحضرت کا بنی اسمعیل مین سے ہونا ثابت نہین ہے ۔

اُسی نے سب سے پہلے عیسائی مصنفون کی اس غلط فہمی کو رفع کیا کہ مکہ کے قریب اسمعیل ع کا آباد ہونا محض بناوٹ اور افسانہ ہے اور بوسۂ حجر اسود، طواف کعبہ، اشہر حُرم کی تعظیم اور مکہ و منا و عرفات مین جو مناسک ادا کئے جاتے ہین انمین سے کسی بات کو حضرت ابراہیم کے اصول سے تعلق نہین ہے بلکہ بت پرستی کے اصول جو جنوبی عرب مین جاری تھے اُنسے تعلق ہے ؛ اُسنے نہایت روشن دلیلون اور تاریخی شہادتون اور بائبل کے حوالون سے ثابت کیا کہ انمین سے ایک بات بھی ایسی نہین جسکی نظیر بنی اسحق یا بنی اسرائیل مین موجود نہو ۔

اسی نے سب سے پہلے عیسائی مصنفون کے اس اعتراض کو دفع کیا کہ قوم عاد کا قوم نوح کے بعد اُنکا جانشین ہونا۔ جیسا کہ قرآن سے پایا جاتا ہے۔ صحیح نہین ہے ۔

اُسی نے سب سے پہلے قدیم جغرافیون کی شہادت اور بائبل کے حوالون سے ثابت کیا کہ فاران کا لفظ جو حضرت موسی اور حبقوق نبی کی بشارت مین آیا ہے اور جس سے مسلمان آنحضرت صلعم کی نبوت کے

اُسی نے سب سے پہلے اس نکتہ کو ظاہر کیا کہ اپنی مذہبی آزادی کے برقرار رکھنے کے لئے دین کے دشمنون سے لڑنا اور اُنکے ظلم و تعدی کا انتقام لینا ہی فطرت انسانی کا مقتضا ہی جسپر انسان عموماً آمد کرسکتا ہی نہ یہ کہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسرا گال بھی سامنے کردینا، کیونکہ نہ اسپر کبھی پہلے عمل ہوا ہی اور نہ آیندہ ہوسکتا ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے نص قرآنی سے ثابت کیا کہ اُن کفار و مشرکین کے سوا جو مسلمانون سے محض دین کی بابت لڑین، اُنکو جلاوطن کرین اور اُنکے برخلاف لوگون کی مدد کرین کسی مشرک یا کسی کافر کتابی یا غیر کتابی کے ساتھ دوستی کرنا، اُنسے میل جول رکھنا اور صفائی و خلوص سے ملنا دین اسلام کی رو سے منع نہین ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے فقہا کی اس غلطی کو پکڑا کہ ہر ملک مسلمانون کے لئے یا دارالاسلام ہے یا دارالحرب اور ہر کافر حربی ہی یا ذمّی؛ کیونکہ ہجرت اُولے مین جب مسلمان نجاشی کی پناہ مین جاکر رہے تو اُسوقت ابی سینیا پر نہ دارالاسلام کا اطلاق ہوسکتا تھا نہ دارالحرب کا، اور ابی سینا کے عیسائیون پر نہ اہل حرب کا اطلاق صحیح تھا نہ اہل ذمہ کا۔ اور اسی طرح جن ملکون مین آج مسلمان عیسائی سلطنتون کے محکوم ہین اور مذہبی امور مین اسلامی سلطنتون سے بھی زیادہ آزاد ہین اُن ملکون کو بھی نہ دارالحرب کہہ سکتے ہین نہ دارالاسلام اور عیسائی حکمرانون کو نہ اہل حرب کہہ سکتے ہین نہ اہل ذمّہ۔

اُسی نے سب سے پہلے نص قرآنی سے استدلال کیا کہ اسلام نے برخلاف شرائع سابقہ کے اسیرانِ جنگ کے قتل کرنے یا غلام بنانے کو ہمیشہ کے لئے موقوف کردیا ہی۔

علم کلام کی بنیاد قائم کی گئی ہی۔ سب سے عمدہ نمونہ اُنکی تصنیفات کا ہی اور اسکا اندازہ اُس سیدھے سادے اور عام فہم طریقہ سے بخوبی ہو سکتا ہے جو اس تفسیر مین بمقابلہ علوم جدیدہ کے اسلام کی حمایت کے لیئے اختیار کیا گیا ہی۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ جو طریقہ دین کی حمایت کا بمقابلہ یونانی فلسفہ کے ہمارے قدیم متکلمین نے اختیار کیا تھا وہ اس زمانہ مین کچھ بکار آمد نہین رہا یہان تک کہ جو مصنفین اس زمانہ مین اُس طریقہ پر کاربند ہوئے ہین اُنکی تصنیفات سے تعلیم یافتہ لوگون کی تشفی نہین ہوتی اور جو شبہات مذہب کی نسبت اُنکے دل مین خطور کرتے ہین وہ بدستور کھٹکتے رہتے ہین۔

آج کل ممالک عثمانیہ مین رسالہ حمیدیہ کی بہت شہرت ہے جو طرابلس کے مشہور عالم شیخ حسین افندی نے ۱۳۰۶ھ مین وہان کے تعلیم یافتہ نوجوانون کے خیالات کی اصلاح کی غرض سے لکھا ہے اور جسپر شام کے بارہ جلیل القدر عالمون نے اور روم و شام و مصر کے بہت سے نامور اخبارون نے لمبی لمبی تقریظین اور ریویو لکھے ہین۔ چونکہ ممالک مذکور مین کسی مسلمان عالم کی یہ مجال نہین کہ سلف کی تقلید کے دائرہ سے قدم باہر رکھ سکے اسلیے مصنف موصوف کا طریقہ استدلال زیادہ تر اُنھین اصول پر مبنی ہے جو قدیم متکلمین نے یونانی فلسفہ کے مقابلہ مین اختیار کیا تھا۔

مثلاً اس زمانہ کے نئے اکتشافات مین سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سورج اور تمام ثوابت و سیارات جو قدیم خیالات کے موافق آسمانون مین جڑے ہوے تسلیم کئے جاتے تھے درحقیقت ایسا نہین ہے بلکہ سب ایک فضاے ممتد مین جسکی وسعت غیر متناہی ہے۔ جا بجا بکھرے ہوے ہین اور بذریعہ کشش کے جو منجملہ قوانین قدرت کے ایک زبردست قانون ہے۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم ہین اور کبھی اُس حد سے تجاوز نہین کرتے اور کوئی ایسا کرہ جو تمام عالم پر محیط ہو مثل آسمان یا عرش و کرسی وغیرہ کے اس فضا مین

استدلال کرتے ہین اُس سے وادی حجاز مراد ہی نہ وہ مقامات جنکو بعض عیسائی مصنفون نے
مسلمانون کے برخلاف فاران کا مصداق قرار دیا ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے اُن عظیم الشان فائدون کو بیان کیا جو دیگر مذاہب کو اور خاصکر دین
عیسوی کو اسلام کی اشاعت سے پہنچے۔

اُسی نے سب سے پہلے دین اسلام اور مغربی علوم مین مصالحت کی بنیاد ڈالی اور اسی غرض
سے کم و بیش دو تہائی قرآن کی تفسیر لکھی اور ایسے اصول مقرر کیئے جنکے بموجب آیندہ نسلین اُسکے
اس دشوار کام کو پورا کر سکین اور اگر اُس سے تفسیر قرآن مین کوئی لغزش ہوئی ہو تو انھین اصول
کے موافق اُسکی اصلاح کر سکین۔

اُسی نے سب سے پہلے اس بات کو سمجھا کہ اسلام کے لئے اب وہ زمانہ نہین رہا کہ قرآن کی جن آیتون
کے معنی علماے سلف نے۔ بہ پاس ادب، یا بخوفِ خرقِ اجماع، یا بسبب عدم ضرورت، یا اس وجہ سے
کہ ممالک اسلامیہ مین علماے اسلام کو پوری پوری مذہبی آزادی نہ تھی۔ صاف صاف بیان نہین
اور خاص خاص صورتون کے سوا تمام الفاظِ قرآنی کو اُنکے حقیقی معنون پر مقصور رکھا ہی، اب بھی اُنکو
اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے؛ بلکہ ضرور ہی کہ جو الفاظ درحقیقت بطور مجاز و استعارہ و تمثیل کے استعمال
کیئے گئے ہین اُنکے اصلی معنی بیان کیئے جائین اور جو شبہات اُنکے حقیقی معنی مراد لینے سے پیدا
ہوتے ہین اُنکو رفع کیا جائے۔

اگرچہ مذہبی تحقیقات کا خداداد ملکہ جو سرسید کی طبیعت مین ودیعت تھا اُسکا ثبوت اُنکی ہر ایک
تحریر مین جو غدر کے بعد اُنکی قلم سے نکلی نمایان طور پر پایا جاتا ہی۔ مگر تفسیر القرآن جسمین گویا نئے

لیکن جن لوگون نے علوم جدیدہ کی تعلیم پائی ہے اور تعلیم نے اُنپر اپنا پورا پورا اثر بھی کیا ہے ایسے جوابون سے اُنکے دل کی خلش کا مٹنا دشوار ہے کیونکہ جن باتون کو وہ مثل بدیہیات اولیہ کے یقینی سمجھے ہوے ہین اُنکا یقین محض احتمالات سے زائل نہین ہوسکتا ۔

مگر جو طریقہ سرسید نے ایسے شبہات کے رفع کرنے کا اختیار کیا ہے وہ بالکل شارع کے اس اصول کے موافق ہے کہ "کلموا الناس علی قدر عقولھم" کیونکہ اُس سے جہانتک کہ دیکھا گیا ہے تعلیم یافتہ نوجوانون کی خاطر خواہ تشفی ہو جاتی ہے اور قرآن کے بیان مین شک و شبہہ کرنے کی کوئی وجہ باقی نہین رہتی ۔ سرسید کہتے ہین کہ جسطرح قرآن کا بلفظہ کلام الٰہی ہونا مسلم ہے اسیطرح یہ بھی مسلم ہے کہ وہ انسان کی زبان مین نازل ہوا ہے ۔ پس جسطرح انسان کے کلام کے معنی لگائے جاتے ہین اسی طرح خدا کے کلام کے معنی لگائے جائینگے ۔ ظاہر ہے کہ انسان کبھی الفاظ کو اُنکے حقیقی معنون مین استعمال کرتا ہے اور کبھی مجازی معنون مین ؛ پس قرآن کے الفاظ سے بھی کہین حقیقی معنی مراد لیے جائینگے اور کہین مجازی معنی ۔ بڑے بڑے جلیل القدر عالمون اور محققون نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قرآن مین انسان کی عقل اور سمجھ کے موافق جو علمی ترقی سے پہلے اُسکی اصل خلقت مین ودیعت تھی خطاب کیا گیا ہے ۔ پس جو کچھ مبدا و معاد کے متعلق قرآن مین بیان ہوا ہے ممکن نہین کہ اُن الفاظ کو اُنکے حقیقی معنون پر محمول کیا جائے کیونکہ جسطرح انسان کی سمجھ خدا کی ذات و صفات و اسما و افعال کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے اسی طرح واقعات بعد الموت اُسکے فہم کی رسائی سے وراء الورا ہین اور کوئی لفظ یا الفاظ انسان کی زبان مین ایسے موجود نہین ہین جنکے ذریعہ سے اُن حقائق و معارف کو کما ہی ہی تعبیر کیا جا سکے ۔ پس عرش

موجود نہین ہے ۔ یہ مسئلہ اب تھیوری کی حد سے نکلکر سائنس کے درجہ کو پہنچ گیا ہے جسپر تمام یوروپ اورامریکا کے ہیأت دانون کا اتفاق ہے ۔ اگرچہ حکمای اسلام مین سے ابوبکر بن العربی کی بھی یہی رائے تھی مگر چونکہ اُسوقت تک کشش کا قانون معلوم نہین ہوا تھا اسلئے وہ رائے سائنس کے درجہ کو نہین پہنچی تھی ۔ چونکہ قرآن مجید مین سبع سمٰوات اور عرش وکرسی اور لوح وقلم اور جنت وجہنم کے الفاظ وارد ہوے ہین جو بظاہر اس نئی تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتے ہین اور جنسے بڑے بڑے کرون کا اور ایسے اجسام عظیمہ کا جو زمین اور آسمان سب پر محیط ہین اس فضا مین موجود ہونا سمجھا جاتا ہے اسلئے مصنف رسالۂ حمیدیہ نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ خداتعالے کا ہمارے اوپر سات آسمانون کا پیدا کرنا اور اُنکے اوپر کرسی اور کرسی کے اوپر عرش کا پیدا کرنا اور جو کچھ کہ ہوا یا آیندہ ہوگا اسکے ثبت کرنے اور لکھنے کے لئے لوح وقلم کا پیدا کرنا اور انسان کے اعمال کی جزاوسزا کے لئے بہشت ودوزخ کا پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ ۔ جیسا کہ نصوص شرعیہ مین وارد ہوا ہے ۔ انمین سے کوئی بات ایسی نہین ہے جو تحت قدرتِ کاملۂ باری تعالیٰ داخل نہو ۔ پس جب تک کسی دلیل قاطع عقلی سے یہ ثابت نہو کہ انمین کوئی چیز بالفعل موجود نہین ہے یا انکا موجود ہونا محالات سے ہے اُسوقت تک کوئی وجہ نہین کہ اُنکے وجود کا انکار کیا جائے ۔

ہم یہان اس امر سے بحث کرنا نہین چاہتے کہ ان چیزون کے عدم وجود یا عدم امکان پر کوئی دلیل قاطع عقلی موجود ہے یا نہین لیکن ہمارے نزدیک اسمین شک نہین کہ جن لوگون کے مذہبی خیالات کی اصلاح کی غرض سے مصنف موصوف نے یہ کتاب لکھی ہے اُنکے دل کا کانٹا ایسے بیانات سے نہین نکل سکتا ۔ اگرچہ ممکن ہے کہ ممالک اسلامیہ مین علانیہ ایسی تصنیفات پر چون وچرا نہ کیجائے

خرق عادت کو دلیل نبوت کہتے چلے آئے ہین ۔ لیکن اس زمانہ مین وہ تمام دلیلین جو خرق عادت کے ممکن ہونے یا اُنسے نبوت کے ثابت ہونے پر قائم کیجاتی تھین سب بیکار ہو گئی ہین ۔ ہر شخص جسنے زمانہ حال کے علوم طبیعیہ کی تعلیم پائی ہے اور اُنکو اچھی طرح سمجھا ہے وہ دل سے اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ قوانین قدرت کبھی نہین بدلتے اور اسباب و مسبّبات مین کبھی تخلف واقع نہین ہوتا ۔ سب سے بڑا شبہہ متکلمین کے استدلال پر یہ وارد ہوتا ہے کہ مثلاً جو معجزات آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کئے جاتے ہین اُنمین سے کسی معجزہ کی نسبت یہ ثابت نہین ہوتا کہ آپنے دعوت اسلام کرتے وقت یا اُسوقت جبکہ آپ سے معجزے طلب کئے گئے منکرین کو کوئی معجزہ دکھایا ہو ۔ بلکہ برخلاف اسکے قرآن سے بخوبی ثابت ہے کہ جب کبھی کفار کی طرف سے معجزے طلب کرنے مین اصرار ہوا تو آپ نے اسکے سوا کچھ نہین کہا کہ "انما الآیات عند اللہ" یا "سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا" یا "لو ان عندی ما تستعجلون بہ لقضی الامر بینی وبینکم" یا "ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون" حالانکہ نبوت کا ثبوت اگر معجزہ پر منحصر ہوتا تو کفار کو عند الطلب معجزہ دکھانا ضرور تھا ۔ بعینہ ایسا ہی انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ جسقدر معجزات حضرت عیسیٰؑ کی طرف منسوب کئے جاتے ہین اُنمین سے کوئی معجزہ عند الطلب نہین دکھایا گیا بلکہ برخلاف اسکے متی باب ۴ و ۱۲ و ۲۶ و ۲۷ اور مرقس باب ۸ و ۱۴ و ۱۵ اور لوقا باب ۲۲ و ۲۳ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح سے بارہا معجزے طلب کئے گئے مگر آپ نے اُنکے دکھانے سے انکار کیا ۔

نیز مصنف موصوف نے قدیم متکلمین کی طرح آنحضرت کے معجزات کی نسبت یہ بھی لکھا ہے

وکرسی اور لوح و قلم اور جنت و جہنم اور اسی طرح تمام الفاظ جو مبدأ و معاد کے متعلق قرآن مجید مین وارد ہوے ہین وہ سب بطور مجاز و استعارہ کے اطلاق کئے گئے ہین نہ بطور حقیقت کے ۔ اسیطرح جو خیال عام انسانون کا آسمان اور زمین اور ستارون کی نسبت تھا اُسی کے موافق قرآن مین اُنکا ذکر کیا گیا ہے وہ آسمان کو مثل ایک چھت یا سائبان کے زمین پر چھایا ہوا تصور کرتے تھے سو اُنھین کی سمجھ کے موافق فرمایا " وجعلنا السماء سقفا محفوظا " وہ زمین کو مثل فرش کے بچھا ہوا جانتے تھے سو اُنھین کے خیال کے مطابق کہا " والارض فرشناها " وہ ستارون کو آسمان مین جڑا ہوا تصور کرتے تھے سو اُنھین کے تصور کے موافق فرمایا " انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب " کیونکہ اصل مقصود آسمان اور زمین اور ستارون کی حقیقت بیان کرنا نہ تھا بلکہ مصنوعات کی عظمت سے جسطرح پر کہ وہ اُسکو تسلیم کیئے ہوے تھے ۔ صانع کی عظمت و جلال کا تصور دلانا اور اُسکی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا ۔

یہ ایک نہایت مختصر اور ناکافی خلاصہ ہے اُن تحریرون کا جو سرسید نے اس قسم کے شبہات رفع کرنے کی غرض سے تفسیر کے مختلف مقامات مین بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہین ۔ اگر کسی کو زیادہ تفصیل دیکھنی منظور ہو وہ تفسیر کی جلدون کو اور اُنکے رسالۂ اصول التفسیر کو مطالعہ کرے ۔

یا مثلاً مصنفِ رسالۂ حمیدیہ نے آنحضرت صلعم کی نبوت پر خوارق عادات یعنی معجزات سے استدلال کیا ہے اور جو کچھ معجزہ کے متعلق علم کلام کی کتابون مین لکھا ہے اُسی کو زیادہ صفائی کے ساتھ اپنی عبارت مین ادا کیا ہے ۔ اگرچہ خرق عادت کو دلیل نبوت گردانںنے پر قدیم سے ردّ و قدح ہوتی چلی آئی ہے یہانتک کہ خود اہل اسلام مین سے بعض محققین نے نہایت زبردست دلیلون سے ثابت کیا ہے کہ معجزہ کسی طرح دلیل نبوت نہین ہوسکتا ۔ مگر اسمین شک نہین کہ جمہور متکلمین قدیم سے

کہ جو گروہ کسی شخص کو دین یا شریعت کا ہادی سمجھتا ہے اُسکو جب تک انسانیت کے درجہ سے وراء الورا
نہین ٹھیرا لیتا اسکے دل کو صبر نہین آتا یہان تک کہ اُسکو خدا اور خدا کا بیٹا تک کہنے کی جرأت کر بیٹھتا ہے
اور کم سے کم یہ کہ اُسمین ایسے اوصاف اور معجزات اور کرامتین ثابت کرتا ہے جنسے وہ باوجود انسان ہونے
کے نوع انسان سے بالاتر سمجھا جائے ۔ معمولی واقعات - جو عادت الٰہی کے مطابق واقع ہوتے رہتے ہین -
جب اُسکی طرف منسوب ہوتے ہین تو وہی اُسکی کرامتین اور معجزے قرار پا جاتے ہین ۔ اگر ایک
عام آدمی کسی کو بد دعا دے کہ تجھپر بجلی گرے اور اتفاق سے وہ بجلی ہی سے مارا جائے تو کسی کو کچھ خیال
نہین ہوتا لیکن اگر وہ بد دعا کسی ایسے شخص نے دی ہو جسکے تقدس کا خیال لوگون کے دلون مین ہو
تو اُسکی کرامت یا معجزہ سمجھا جاتا ہے + + + انسان مین بعضی ایسی قوتین ہین جو خاص طریقہ مجاہدہ
سے قوی ہو جاتی ہین اور کسی مین بمقتضای خلقت قوی ہوتی ہین اور اُنسے ایسے ایسے امور ظہور
مین آتے ہین جو اُن لوگون سے ظہور مین نہین آسکتے جنکی قوتین مجاہدہ سے یا بمقتضای خلقت
قوی نہین ہین ۔ حالانکہ وہ سب امور اُسی طرح واقع ہوتے ہین جیسے تمام کام بمقتضاے فطرت
انسانی وقوع مین آتے ہین مگر وہ امور بھی اُن مقدس شخصون کے معجزے یا کرامات سمجھے جاتے ہین ۔
پھر بہت سی عجیب باتین بزرگون کی نسبت ایسی مشہور ہو جاتی ہین جنکی درحقیقت کچھ اصل نہین ہوتی
مگر جنکی طرف وہ منسوب کیجاتی ہین اُنکی عقیدت کے سبب سے بلا تحقیق اُن پر یقین کر لیا جاتا ہے ۔ اسی لیے
انبیا علیہم السلام کے اکثر کامون کو بطور خوارق عادات کے بیان کیا گیا ہے اور بہت سی باتین اُنکی طرف
ایسی منسوب کی گئی ہین جنکا کچھ ثبوت نہین - انتہے ملخصًا ۔

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " انھین غلط خیالات کے سبب لوگون نے انبیاء سے انکار کیا ہے ۔ چنانچہ

کہ آپ سے خوارقِ عادات کا وقوع مین آنا تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گیا ہے اور جو بات تواتر سے ثابت ہو اُسکا کسی طرح انکار نہین ہوسکتا۔ لیکن اس زمانہ مین تواتر کو اُسی حالت مین مفید یقین مانا جاتا ہے جب کہ روایت مین کوئی مضمون دلیل قاطع عقلی یا قانون قدرت کے خلاف مندرج نہو۔

بہرحال کسی نبی کی نبوت کے ثبوت مین اُسکے خوارق عادات کو پیش کرنا۔ جیسا کہ قدیم متکلمین کا دستور تھا۔ اس زمانہ مین کچھ بکار آمد نہین رہا بلکہ کسی نبی کی نسبت یہ ثابت ہونا۔ کہ اُسنے خوارق عادات دکھانے کا کبھی دعوے نہین کیا۔ یہی بڑی دلیل اسکی سچائی کی سمجھی جاتی ہے۔

سرسید نے برخلاف جمہور متکلمین کے خرق عادت کے واقع ہونے سے انکار کیا ہے اور اس دعوے کی تائید مین کہ معجزہ دلیل نبوت نہین ہوسکتا قاضی ابن رشد اندلسی کی ایک لمبی تقریر اُنکی کتاب "الکشف عن مناہج الادلہ فی عقائد الملۃ" سے نقل کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ بعد تسلیم کرنے اس بات کے۔ کہ خدا موجود، مرید، متکلم، قادر اور مالک عباد ہے اور وہ رسول بھیجا کرتا ہے اور اُنسے معجزات بھی صادر ہوا کرتے ہیں۔ یہ ثابت نہین ہوتا کہ جنسے معجزے صادر ہوتے ہین وہ خدا کے رسول ہوتے ہین۔ ایک دوسرے موقع پر جہان آنحضرت صلعم کے معجزات پر بحث کی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب تفہیمات سے اُنکا یہ قول نقل کیا ہے کہ "شق قمر ہمارے نزدیک معجزات مین سے نہین ہے بلکہ علامات قیامت مین سے ہے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے "اقتربت الساعۃ وانشق القمر +++ اور خدا تعالے نے اُن معجزات مین سے (یعنی آنحضرت کے معجزات مین سے) اپنی کتاب مین کچھ ذکر نہین کیا اور نہ کہین اُنکی طرف اشارہ کیا ہے"

اسکے بعد خود سرسید نے ایک نہایت مفصل اور شافی بحث فطرت انسانی پر اور اس بات پر کی ہے کہ انسان اپنی فطرت کی رو سے ہدایت کرنیوالون کا محتاج ہے اور اسی فطرت کا مقتضا یہ ہے

اور چھپا اُنکا نہین رکھا اسکا اصلی سبب یہ تھا کہ بڑا جزو اسلام کا +++ جسکی وجہ سے آپ خاتم النبیین ہوے وہ صرف تکمیل تلقین توحید ذات باری کی تھی جو توحیدات ثلاثہ مین منحصر ہے۔ یعنی توحید فی الذات، توحید فی الصفات اور توحید فی العبادۃ۔ انبیاء مین معجزات کا (علے المعنی المتعارف) یا اولیاء اللہ مین کرامات کا یقین کرنا (گو کہ اعتقاد کیا جاوے کہ خدا ہی نے وہ قدرت یا صفت اُنمین دی ہے) توحید فی الصفات کو نا مکمل کر دیتا ہے۔ کوئی عزت، کوئی بزرگی، کوئی تقدس اور کوئی صداقت اسلام اور بانی اسلام کی اس سے زیادہ نہین ہو سکتی کہ اُسنے بغیر کسی لاؤ لپیٹ کے اور بغیر کسی دھوکا دینے کے اور بغیر کسی کرشمہ و کرتوت کا دعوے کرنے کے صاف صاف لوگون کو بتا دیا کہ معجزے تو خدا کے پاس ہین، مین تو مثل تمھارے ایک انسان ہون، میرے دل مین جو وحی ڈالی ہے اُسکی مین تمکو تلقین کرتا ہون؛ صلی اللہ علی محمد خاتم النبیین وحبیب رب العالمین۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ خوارقِ عادات جو عموماً انبیاء ع کی طرف منسوب کیے گئے ہین مسٹر سید اسکی وجہ یہ نہین سمجھتے کہ اُنکی نبوت کا یقین لوگون کو فی الواقع اُنکے خوارقِ عادات دیکھنے سے ہوا تھا بلکہ اُنکے نزدیک انسان کی فطرت کا مقتضا یہی ہے کہ انبیا اور اولیا اور تمام مقدس لوگ جنسے اُنکو عقیدت ہوتی ہے۔ اُنکی معمولی باتین بھی اُسکو معجزہ اور کرامت معلوم ہونے لگتی ہین۔ اسی مطلب کو وہ آگے چلکر دوسری طرح پر بیان کرتے ہین۔ وہ لکھتے ہین کہ "لوگون کا خیال ہے کہ انبیا پر ایمان لانا بسبب ظہور معجزات باہرہ کے ہوتا ہے مگر یہ خیال محض غلط ہے۔ انبیاء ع پر یا کسی ہادی باطل پر ایمان لانا بھی انسانی فطرت مین داخل اور قانون قدرت کے تابع ہے۔ بعض انسان ازروی فطرت کے ایسے سلیم الطبع پیدا ہوتے ہین کہ سیدھی اور سچی بات اُنکے دل مین بیٹھ جاتی ہے، وہ اسپر یقین کرنے کے لیے دلیل کے محتاج نہین ہوتے۔ باوجودیکہ وہ اُس سے مانوس نہین ہوتے مگر اُنکا وجدانِ صحیح اُسکے سچے ہونے پر گواہی دیتا ہے۔ اُنکے دل مین ایک کیفیت

قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود نے انبیا کے انکار کرنے کی یہی وجہ بیان کی کہ "ان انتم الا بشر مثلنا" اور انھین غلط خیالات کی وجہ تھی کہ مشرکین عرب بھی آنحضرت صلعم سے معجزون کے طلبگار ہوتے تھے. کبھی کہتے تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہین تو کیون نہین انکے پاس فرشتے آتے؟ کیون نہین انکے پاس خزانہ اُتارا گیا؟ کبھی کہتے تھے کہ یہ تو عام انسانون کی طرح کھاتے پیتے ہین، بازارون مین پڑے پھرتے ہین؛ یعنی انسانون سے زیادہ کوئی بات انمین نہین ہے. کبھی آسمان سے پتھر برسانے چاہتے تھے، کبھی آسمان کا ٹکڑا ٹوٹ کر گرنے کی خواہش کرتے تھے.

اسکے بعد سرسید نے سورۂ کہف، سورۂ اعراف، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ عنکبوت کی وہ آیتین نقل کی ہین جنمین آنحضرت کو حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ معجزہ یا علم غیب کے تجھسے متوقع ہین اُنسے کہدے کہ اسکے سوا کچھ نہین کہ مین ایک بشر ہون مثل تمھارے جسکو وحی سے معلوم ہوا ہے کہ تمھارا خدا ایک خدا ہے اور بس؛ اور کہدے کہ مین بغیر خدا کی مشیت کے نہ اپنے تئین نفع پہنچا سکتا ہون نہ نقصان، اور اگر مین غیب کا علم رکھتا تو کثرت سے بھلائیان حاصل کر لیتا اور بُرائی مجھکو چھوتی بھی نہین، مین کچھ نہین ہون سوا اسکے کہ مومنون کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہون اور... اور کہدے کہ پاک ہے میرا رب مین کچھ نہین ہون مگر ایک انسان خدا کا بھیجا ہوا؛ اور کہدے کہ معجزے تو خدا کے پاس ہین، مین کچھ نہین ہون مگر ایک علانیہ ڈرانے والا.

ان آیتون کے نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہین کہ "آنحضرت صلعم کے پاس جو کہ افضل الانبیاء والرسل ہین۔ معجزہ نہ ہونے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاے سابقین (علیہم السلام) کے پاس بھی کوئی معجزہ نہ تھا. اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنون مین) سمجھتے تھے وہ درحقیقت معجزات نہ تھے بلکہ ایسے واقعات تھے جو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوے تھے. خاتم النبیین (علیہ الصلوۃ والسلام) نے جو اس بات کو کھول دیا

نہ آنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی ' اور اگر اُس سے - جیساکہ جمہور متکلمین قائل ہین - کوئی امر خارق عادت جو قوانین قدرت کے برخلاف ظہور مین آئے - مراد ہے تو ہم اُسکے انکار پر مجبور ہین ؛ نہ اسلئے کہ حکماء و فلاسفہ اُسکو کسی وجہ سے ناممکن سمجھتے ہین بلکہ صرف اسلئے کہ قرآن ہمکو صاف صاف ہدایت کرتا ہے کہ قوانین قدرت کبھی نہین بدلتے ۔ جیساکہ خداتعالے نے سورۂ قمر مین فرمایا کہ "انا کل شیٔ خلقناہ بِقَدَرٍ" اور رعد مین فرمایا " وکل شیٔ عندہ بمقدار" اور فرقان مین فرمایا "خلق کل شیٔ فقدرہ تقدیرا" اور روم مین فرمایا "لا تبدیل لخلق اللہ" اور ملائکہ مین فرمایا "فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا" اور سورۂ فتح مین فرمایا "سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" اور بنی اسرائیل مین فرمایا "قل کل یعمل علی شاکلتہ" (ای علی طریقہ التی جُبِل علیہا) یہ تمام آیتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ کوئی شے اپنے اندازہ سے - خداتعالی نے اُسکے لئے مقرر کیا ہے - نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے اور خدا کی بنائی ہوئی شے مین تبدیلی ممکن نہین اور خدا کی سنت (یعنی عادت) نہ بدل سکتی ہے نہ دگرگون ہوسکتی ہے اور ہر کوئی اُسی طریقہ پر چلتا ہے جو اُسکی جبلت مین رکھا گیا ہے - انتہے ملخصًا ۔

بہرحال معجزہ - جن معنون مین کہ وہ عمومًا بولا جاتا ہے - سرسید کے نزدیک نہ اُسکا وقوع مین آنا ممکن ہے اور نہ نبی کی تصدیق اُسپر موقوف ہے ۔ اُنکے نزدیک نبی کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اُسکی تعلیم تمام طبقاتِ اُناس کی سمجھ کے موافق اور جاہل اور حکیم اور خداپرست اور نفس پرست سب کو ایک نتیجہ پر پہنچانے والی ہو ۔ وہ کہتے ہین کہ " حکماے الٰہی اور انبیاے ربانی دونو ایک سا کام کرتے ہین ' فرق یہ ہے کہ حکما صرف اُن چند لوگون کو تربیت کرسکتے ہین جنکا دل و دماغ تربیت پاچکا ہے ۔

پیدا ہوتی ہے جو اُس بات کے سچ ہونے پر اُنکو یقین دلاتی ہے ۔ یہی لوگ ہین جو انبیای صادقین پر صرف اُنکا وعظ و نصیحت سنکر ایمان لاتے ہین ، نہ معجزون اور کرامتون پر ۔ اسی فطرت انسانی کا نام شارع نے ہدایت رکھا ہے ۔ مگر جو لوگ معجزون کے طلبگار ہوتے ہین وہ کبھی ایمان نہین لاتے اور نہ معجزون کے دکھانے سے کوئی ایمان لاسکتا ہے ۔ خود خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ " اگر تو زمین مین ایک سرنگ ڈھونڈھ نکالے یا آسمان مین ایک سیڑھی لگائے تب بھی وہ ایمان نہین لائینگے " اور ایک جگہ فرمایا کہ " اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی بھیجدین اور اُسکو وہ اپنے ہاتھون سے بھی چھولین تب بھی وہ ایمان نہین لائینگے اور کہینگے کہ یہ تو علانیہ جادو ہے " پس ایمان لانا صرف ہدایت (فطرت) پر منحصر ہے ، جیسے کہ خدا نے فرمایا " اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم " ہادی باطل پر جو لوگ ایمان لاتے ہین (یا ہادی برحق کی بات قبول نہین کرتے) اُنکے دل مین بھی غالبًا اسی قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اُسکا سبب کبھی اُنکی فطرت ہوتی ہے جو کجی کی طرف مائل ہو اور سیدھی طرف مائل ہی نہین ہوتی ؛ اور اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہان فرمایا ہے " من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم " اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ دین آبائی کا اور سوسائٹی کا ایسا بوجھ اُنکی طبیعتون پر ہوتا ہے کہ سیدھی بات کے دل مین آنے کی جگہ ہی نہین رہتی ، اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ مخلے بالطبع ہو کر اُس بات پر غور نہین کرتے اور اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہان فرمایا ہے کہ " فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقًا حرجًا کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون "

پھر اسی معجزہ کی بحث مین سرسید نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر معجزہ سے - جیسا کہ شاہ ولی اللہ اور بعض دیگر محققین نے لکھا ہے - یہ مراد ہے کہ وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور مین نہین آتا تو ہم ایسے امر کے واقع ہونے سے انکار نہین کرتے مگر نبی کے ساتھ اُسکے مخصوص ہونے اور غیر نبی سے اُسکے ظہور مین

خالی ہین ؛ مگر جس جماعت کی تشفی کے لیے وہ کتاب لکھی گئی ہی اُنپر اُسکا منتر کچھ کارگر نہین ہوتا ۔ برخلاف اسکے جو طریقہ سر سید نے اپنی تفسیر مین اسلام کی حقیت ثابت کرنے کا اختیار کیا ہے - اگرچہ پُرانے خیالات کے مسلمان - جنکے لئے درحقیقت یہ تفسیر نہین لکھی گئی - اُسکی کسی بات کو تسلیم نہین کرتے - لیکن نئے خیالات کے لوگ - جو اس تفسیر کے مخاطب صحیح ہین - وہ اُس سے خاطر خواہ تشفی پاتے ہین ۔

آج کل ہندوستان مین مذہبی آزادی کا یہ حال ہے کہ ہر شخص جس مذہب پر اور جس مذہبی تصنیف پر چاہے اعتراض کرسکتا ہے ۔ باوجود اسکے سر سید کی مذہبی تصنیفات پر جسقدر اعتراضات آج تک سُنے گئے ہین وہ سب قدیم خیالات کے مسلمانون کی طرف سے سُنے گئے ہین ، کسی نئے تعلیم یافتہ مسلمان نے اُنپر نکتہ چینی نہین کی ۔ اگرچہ اسمین شک نہین کہ نئے تعلیم یافتہ مسلمانون مین اکثر مذہب کی طرف سے ایسے بے پروا ہین کہ وہ کسی مذہبی تصنیف کے مخالف یا موافق لکھنے کو ایک فضول بات سمجھتے ہین اور بہت بڑا حصہ اس گروہ کا وہ لوگ ہین جو اس بات کے سمجھنے کی لیاقت ہی نہین رکھتے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اسلام کے خالص اصول کے موافق صحیح ہے یا نہین ؛ مگر باینہمہ نئے خیالات کے مسلمانون مین ایسے لوگ بھی موجود ہین جو دین اسلام کے دلدادہ ہین ، قرآن اور حدیث کو بخوبی سمجھتے ہین اور جو کچھ مذہب کے متعلق آج کل لکھا جاتا ہے اُسپر نکتہ چینی کرنے اور رائے دینے کی کافی لیاقت رکھتے ہین ۔ ان لوگون مین سے بھی کسی نے - سوا اسکے کہ بعض جزئیات مین سر سید سے اختلاف کیا ہو - اُن اصول کے تسلیم کرنے سے جن پر تفسیر مذکور کی بنیاد رکھی گئی ہے انکار نہین کیا ۔

سر سید نے جن اصول پر قرآن کے معنی بیان کئے ہین اُنمین ظاہرا کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوتی جسپر کچھ گرفت ہوسکے ، مگر اسمین شک نہین کہ بہت سی آیتون کے معنی بیان کرنے مین جن اصول کی اُنکو

برخلاف اسکے انبیا تمام کافۂ انام کو تربیت کرتے ہین جنکا بہت بڑا حصہ محض ناتربیت یافتہ، جاہل، وحشی، جنگلی، بدوی، بےعقل اور بددماغ ہوتا ہے اور اسی لئے انبیا کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اُن حقائق و معارف کو جنکو تربیت یافتہ عقل بھی مناسب غور و فکر و تامل سے سمجھ سکتی ہے - ایسے الفاظ مین بیان کرین کہ تربیت یافتہ دماغ اور کوڑ مغز دونو برابر فائدہ اُٹھاوین ۔ قرآن مجید مین جو بےمثل چیز ہے وہ یہی ہے کہ اُسکا طرز بیان ہر ایک کے مذاق اور دماغ کے موافق ہے اور باوجود اسقدر اختلاف کے دونو نتیجہ پانے مین برابر ہین ۔ انھین آیات کی نسبت (یعنی جن آیتون مین جنت اور حور و قصور وغیرہ کا بیان ہے) دو مختلف دماغون کے خیالات پر غور کرو؛ ایک تربیت یافتہ دماغ خیال کرتا ہے کہ بہشت وغیرہ کا جن الفاظ سے بیان ہوا ہے اُنسے بعینہ وہی اشیا مقصود نہین بلکہ صرف اعلے درجہ کی خوشی و راحت کو فہم انسانی کے لائق تشبیہ مین لایا ہے ۔ اس خیال سے اُسکے دل مین ایک بے انتہا عمدگی نعیم جنت کی اور ایک ترغیب اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے ۔ اور ایک کوڑ مغز ملّا یا شہوت پرست زاہد سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت مین نہایت خوبصورت اَن گنت حورین ملینگی، شرابین پئینگے، میوے کھاوینگے، دودھ اور شہد کی نہرون پر اور جو دل چاہیگا مزے اُڑائینگے؛ وہ بھی اس لغو و بیہودہ خیال سے دن رات اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے ۔ اور جس نتیجہ پر پہلا پہنچا تھا اُسی پر یہ بھی پہنچ جاتا ہے اور کافۂ انام کی تربیت کا کام بخوبی تکمیل پاتا ہے ۔ پس جس شخص نے قرآن مجید کی ان حقائق پر جو فطرت انسانی کے مطابق ہین غور نہین کی اُسنے درحقیقت قرآن کو مطلق نہین سمجھا اور اس نعمت عظمی سے بالکل محروم رہا "

اس طریقۂ استدلال مین - جو کہ سرسید نے اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اختیار کیا ہے - اور شیخ حسین افندی کے طریقہ مین - جو رسالۂ حمیدیہ مین اختیار کیا گیا ہے - یہ فرق ہے کہ شیخ کے استدلال سے زیادہ تر وہ لوگ متاثر ہوتے ہین جن پر نئی تعلیم نے کچھ اثر نہین کیا اور جنکے دل ہر قسم کے شکوک و شبہات سے

اسی اصول کے موافق سرسید نے اُس آیت کی تفسیر کی ہے جسمین زمین و آسمان کا چھ دن مین پیدا کرنا بیان ہوا ہے اور جسپر سائنس کا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ دنیا چھ دن سے بہت زیادہ عرصہ مین پیدا ہوئی ہے۔ اُنکی تفسیر کا ماحصل یہ ہے کہ اس سے کسی حقیقت یا کسی خبر کا بیان کرنا مقصود نہین ہے بلکہ توریت مین بھی چونکہ اس موقع پر چھ دن کا لفظ واقع ہوا تھا اور عرب کے تمام اہل کتاب اور دیگر قومین جو اہل کتاب سے میل جول رکھتی تھین سب کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا چھ دن مین بنی ہے اسلیئے شارع نے اسلام کا اصل مقصد۔ یعنی خدا کی الوہیت اور توحید کا یقین دلانا۔ مخاطبین کی سمجھ کے موافق ان لفظون مین ادا کیا ہے کہ "ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام"

چونکہ سرسید کے قول کے موافق بزرگون اور مقدس لوگون کی طرف خوارق عادات کا منسوب کرنا انسان کی فطرت کا مقتضا ہے یہانتک کہ اُنکی اکثر معمولی باتین بھی معجزات یا کرامات تصور کیجاتی ہین خاصکر انبیاے بنی اسرائیل کے قصے جو عرب کے اہل کتاب مین مشہور تھے اُنمین بہت سی باتین بطور خوارق عادات کے مشہور چلی آتی تھین اور قرآن مین اُن قصون کا بیان کرنا مقصود بالذات نہ تھا بلکہ اُنمین جو باتین مخاطبین کی ہدایت اور تہذیب نفس مین دخل رکھتی تھین صرف اُنکا مجملاً ذکر کرنا منظور تھا اسلیئے یہ ایک لازمی بات تھی کہ انبیاے بنی اسرائیل کے قصّون مین سے جسقدر کہ قرآن مجید مین بغرض روحانی تعلیم کے اخذ کیا جائے وہ اُنھین پیرایون مین بیان کیا جائے جو اہل کتاب کے دلون پر مثل علوم متعارفہ کے نقش ہو رہے تھے۔ کیونکہ قرآن کا اصل مقصد اُن نصیحتون کا بیان کرنا تھا جو اُن قصون سے استنباط ہوتی تھین نہ کہ اُن قصون کی نسبت اُنیسوین صدی عیسوی کی سائنٹفک تحقیقات کا بیان کرنا۔ ہان بلاشبہہ قرآن کا۔ جو خاصکر توحید کی تکمیل کیلئے نازل ہوا تھا

پابندی کرنی چاہیے تھی اُنکی پابندی نہین کی گئی اور اسی وجہ سے بعض آیات کی تفسیر مین سرسید کے بعضے ہمخیال آدمی اُنکے ساتھ متفق نہین ہین ۔

مثلاً سرسید جسطرح کہ آنحضرت صلعم کے معجزات کا قرآن مین مذکور ہونا تسلیم نہین کرتے اسیطرح اُنکے نزدیک انبیای سابقین کے معجزات کا بھی قرآن مین کچھ ذکر نہین ہے اور اسلئے اُنھون نے انبیاے سابقین کے ہر ایک ایسے واقعہ کو جو ظاہراً کسی امر خارق عادت پر دلالت کرتا ہے قانون قدرت کے مطابق ثابت کرنے مین کوشش کی ہے ؛ مگر اُنکے بعض ہم خیال - باوجود اسکے کہ وہ آنحضرت صلعم کے معجزات کا قرآن مین مذکور نہ ہونا تسلیم کرتے ہین اور یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ کوئی امر قانون قدرت کے خلاف وقوع مین نہین آسکتا - مگر اُنکو اسمین کچھ شک نہین ہے کہ انبیاے سابقین کے اکثر واقعات اگرچہ نفس الامر مین موافق قانون قدرت کے واقع ہوے ہون - مگر قرآن مجید مین بطور خوارق عادات کے - جیساکہ عرب کے اہل کتاب عتقاد رکھتے تھے - بیان کئے گئے ہین اور اُنکے نزدیک قرآن کا طرز بیان ہرگز اُسکی سچائی کے برخلاف نہین ہے ۔ کیونکہ قطع نظر اُور دلائل کے سرسید نے اُن آیتون کی تفسیر اس اصول کے مطابق کی ہے کہ قرآن مین بہت سی باتین - بلالحاظ اس امر کے کہ وہ فی الواقع صحیح ہین یا نہین - محض لوگون کی معمولی سمجھ اور اُنکے اعتقاد کے موافق بیان کی گئی ہین ۔ اور یہ اصول درحقیقت اُنھون نے شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ بالغہ سے اخذ کیا ہے جہان وہ لکھتے ہین کہ " شارع نے محض لوگون کی معمولی سمجھ کے موافق - جو دقائق علم و حکمت تک پہنچنے سے پہلے اُنکی اصل خلقت مین ودیعت تھی - اُنسے خطاب کیا ہے " اور دوسری جگہ اسی کتاب مین شاہ صاحب لکھتے ہین کہ " انبیا کی شان اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ لوگون کے ساتھ اُنکی معمولی سمجھ اور عقل سے بڑھکر جبکہ وہ مجبول ہو ہین - کلام نہ کرین "

مسئلہ کی تحقیق اور اسی قسم کی اور بہت سی تحقیقاتین اور بحثین خاصکر توجہ کے لائق ہین ۔

اگرچہ اسمین شک نہین کہ سرسید نے اپنی تفسیر مین قرآن کے وہ سربمہر اسرار ظاہر کئے ہین جنکے اعلان کرنے کی ممانعت قدیم سے ہوتی چلی آئی ہے مگر اس باب مین اُنھون نے جو عذر کئے ہین وہ بھی لحاظ کے قابل ہین ۔ اُنھون نے اپنی تفسیر کی تیسری جلد مین علامۂ ابن رشد کی ایک لمبی تقریر کا خلاصہ نقل کیا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ مسائل غامضہ جو جمہور کے سمجھنے کے لائق نہین ہین اُنکو ایسے لوگون کے سامنے۔ جو اُنکے اہل نہین ہین۔ بیان کرنے والا کافر ہے ۔ اور اُسکی وجہ اُنھون نے یہ بیان کی ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی نص کی تاویل کرتا ہے سو ظاہر ہے کہ اُسکا مقصد ظاہری معنون کو باطل کرنے اور تاویلی معنون کے ثابت کرنے کا ہوتا ہے ۔ پس جب کہ عام آدمیون کے نزدیک ظاہری معنے باطل ہوگئے اور تاویلی معنے اُنکی سمجھ مین نہ آئے اور وہ نص اصول دین سے علاقہ رکھتی ہے تو ظاہر ہے کہ کفر تک نوبت پہنچ جائیگی ۔ پس عام لوگون کو سمجھا دینا چاہیے کہ یہ خدا کی باتین ہین خدا ہی اُنکی حقیقت خوب جانتا ہے انتہی ملخصاً ۔

اس تقریر پر سرسید لکھتے ہین کہ "نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ کوئی بات بھی شریعت کی۔ جو بیان حقیقت یا تاویلات کی قسم سے ہو۔ سوائے راسخین فی العلم کے کسی کے سامنے بیان نہ کیجاوے ۔ جس قسم کے لوگون کو ابن رشد نے راسخین فی العلم مین قرار دیا ہے اس زمانہ مین تو ویسا شخص کوئی نہین ہے بلکہ اگلے زمانہ مین بھی دو ایک کے سوا کوئی نہ تھا ؛ پس ضرورۃً لازم آتا ہے کہ تمام مقدم باتین شریعت کی بطور ایک معما و چیستان یا مثل راز فرمیسن کے غیر معلوم رہنی چاہیین"

"اگر ہمارا مذہب اسلام ایسا ہو کہ اُسکے اصول لوگون کو نہ سمجھا سکین جو اُنکو سمجھنا چاہتے ہین ، یا اُن لوگون کی تشفی نہ کرسکین جنکے دل مین شبہات پیدا ہوے ہین بلکہ اُن سب کو اسپر مجبور کرین کہ ان باتون کو اسی طرح مان لو

یہ کام تھا کہ خرق عادت کا غلط خیال - جو توحید فی الصفات کا منافی تھا - اُسکی غلطی ظاہر کر دے سو اُسنے نہایت تصریح کے ساتھ مستقل طور پر - نہ کہ انبیاے بنی اسرائیل کے واقعات کے ضمن مین اُسکی غلطی کو ظاہر کر دیا اور خود خاتم النبیین کی زبان حق ترجمان سے بکرات و مرات علی رؤس الاشہاد کھلوا دیا کہ " انما الآیات عند اللہ و انما انا نذیر مبین "

الغرض باوجود ان جزئی اختلافات کے - جو سرسید کے اسکول کے بعض اشخاص بعضی آیتون کی تفسیر مین اُنکے ساتھ رکھتے ہین - ظاہراً اُن اصول کو سب تسلیم کرتے ہین جن پر اس تفسیر کی بنیاد رکھی گئی ہے اور غالباً مستثنے مقامات کے سوا - جنکو ہم کسی دوسری تحریر مین بیان کرینگے - جو کچھ کہ سرسید نے زمانہ حال کے مسائل کلامیہ کی نسبت لکھا ہے اسکو صرف تسلیم ہی نہین کرتے بلکہ اس زمانہ کی اسلامی فتوحات مین شمار کرتے ہین - خصوصاً وحی اور اُسکے نزول کی تحقیق ' نبوت کی حقیقت ' قرآن کے معجز ہونے کا بیان ' جنت و دوزخ اور اُسکے نعیم و آلام کی حقیقت ' آدم کے بہشت سے نکالے جانے کی تحقیق ' معجزہ کی بحث ' ملائکہ اور شیطان کی بحث ' جبریل و میکائیل کی حقیقت ' ناسخ و منسوخ کی بحث ' سمت قبلہ کی تحقیق ' حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے کی تحقیق ' شہدا کو زندہ سمجھنے کی تحقیق ' قطع ید سارق کے مسئلہ کی تحقیق ' نفخ صور اور وزن اعمال کی تحقیق ' روح اور اُسکے باقی رہنے کی بحث ' آخرت اور قیامت کا بیان - حشر اجساد کی بحث ' آفات ارضی و سماوی کا باعث انسان کے گناہون کو قرار دینے کا بیان ' خدا کے ساتھ موسیٰؑ کے کلام کرنے اور کوہ طور پر تجلی ہونے کی بحث ' دیدار الٰہی کی بحث ' بدر و حنین کی لڑائی مین فرشتون کے آنے کی تحقیق ' طوفان نوح کی بحث ' حضرت یعقوب کے نابینا ہونے کے بعد بینا ہونے کی تحقیق ' معراج اور شق صدر کے

سمجھنے کے لائق نہین ہین نصیحتوں کے سمجھانے سے باز نہین رہے بلکہ طرح طرح سے سمجھایا اور کوشش کی کہ انکو اُنکے اُنکے سمجھنے کے لائق کرین "

" اس خوف سے۔ کہ اُن لوگون کے نزدیک جب ظاہری معنی باطل ہوجائینگے اور اصل حقیقت یا تاویل کے سمجھنے کے لائق نہونے کے سبب وہ اُسکو نہ سمجھین گے تو اصول شرع سے منکر ہوجاوینگے اور کفر تک نوبت پہنچاوینگے۔ ہمکو حقیقت اور صداقت کے بیان سے باز نہین رہنا چاہئے • اگر یہ الزام صحیح ہو تو قرآن مجید بھی باینہمہ خوبی اس الزام سے بری نہین رہ سکتا ؛ خود خدا تعالی فرماتا ہے " یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا "

ابن رشد نے اپنی تقریر مین یہ بھی بیان کیا تھا کہ ان باتون کا بیان کرنا خاصکر اُس حالت مین اَور بھی زیادہ خطرناک ہے جب کہ اصول شریعت مین تاویلات فاسدہ ہونے لگین جیسا کہ ہمارے (یعنی ابن رشد کے) زمانہ مین لوگون کو یہ بیماری لگ گئی ہے اس تقریر پر سرسید یہ ریمارک کرتے ہین " تاویلات فاسدہ بھی اگر ہون تو کچھ نقصان نہین پہنچاسکتین ' اسلیے کہ جو چیز غلط ہے اُسکی غلطی بہت دیرپا نہین ہوسکتی ' دوسرون کو اُسکی غلطی بیان کرنے کا اور غلط کو صحیح کرنے کا موقع ملتا ہے اور اگر وہ بیان ہی نہ کیجاوین تو سچ بات کے ظاہر ہونے کا کبھی موقع ہی نہین آسکتا "

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ مین۔ جبکہ علما نے اس قسم کی رائین لکھین۔ علم ایک نہایت محدود فرقہ مین تھا جسکو وہ اپنے خاص خاص لوگون کے سوا اورون مین شایع کرنا ہی پسند نہین کرتے تھے اور تمام لوگ اعلے و ادنے علوم کے ادنے ادنے مسائل سے بھی بے بہرہ تھے ' اور اُنکے دل شبہات و تشکیکات سے پاک تھے ' اور یہی باعث ہوا کہ اُن علما نے ایسی رائے قائم کی تھی • مگر وہ زمانہ گیا ' علوم و حکمت اب اسقدر عام ہوگئی کہ ایک بہت بڑا حصہ دنیا کا اُس سے واقف ہوگیا • طفل دبستان اپنے مکتب مین ارسطو اور افلاطون کی غلطیون کا۔ جہان جہان

تو ہم اپنے مذہب کی صداقت فی نفسہ اور بمقابلہ دیگر مذاہبِ غیر حق کے کیونکر ثابت کرسکتے ہین ۔ ایک عیسائی کہتا ہے کہ مسئلہ تثلیث کا مسئلہ - کہ تین تین بھی ہین اور ایک بھی ہین - ایک الہی مسئلہ ہے : اسپر بے سمجھے یقین کرنا چاہیئے" پس اگر ہم مذہب اسلام کے بہت سے مسئلون کی نسبت ایسا ہی کہنا قرار دین تو کیا وجہ ہے کہ اُسکی تکذیب اور اسکی تصدیق کرین"

اسکے بعد اُنکی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا مین عالم اور جاہل سب دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو اپنے مذہب کی ہر ایک بات کو بلا دلیل تسلیم کرتے ہین ۔ دوسرے وہ جو ہر ایک بات کی دلیل طلب کرتے ہین ؛ عام اس سے کہ وہ جاہل ہون یا عالم کسی بات کا بغیر دلیل یقین نہین کرتے ۔ اس دوسری قسم کے لوگون سے (جو اس زمانہ مین بہت کثرت سے ہین) یہ کہنا کہ تم راسخین فی العلم مین سے نہین ہو لہٰذا مذہب کی ہر ایک بات کو بلا دلیل تسلیم کرلو اور اسی پر یقین رکھو - کس طرح اُنکے دل کو تشفی دے سکتا ہے ؟ کیونکہ یقین کوئی اختیاری چیز نہین ہے بلکہ اضطراری شے ہے کہ جبتک وہ شبہہ رفع نہو جسنے یقین مین خلل ڈالا ہے ہرگز حاصل نہین ہوسکتا ۔ پس ضرور ہے کہ ہر ایک امر قابل بیان کی حقیقت اور قابل تاویل کی تاویل اُنکے سامنے بیان کیجائے اور اس صورت مین جو لوگ اُن باتون کے بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہین اور بیان نہین کرتے وہ اُسی دلیل سے کافر قرار پاتے ہین جس دلیل سے کہ ابن رشد نے ان چیزون کے بیان کرنے والون کو کافر بتایا ہے ۔

پھر وہ لکھتے ہین کہ " فرض کرو اُن متشککین کو اسقدر لیاقت نہین ہے کہ وہ اُن حقیقتون اور تاویلون کو سمجھین مگر اتنی بات تو اُنپر ثابت ہوگی کہ اُسکے لئے دلیلین اور اُسکی صداقت کے ثبوت کے لئے وجوہ باتین اور اُس کی حقیقت کے لئے بیانات ہین مگر ہم اُنکو سمجھ نہین سکتے ۔ ادنے درجہ یہ ہے کہ اُنکے سمجھانے کا جو فرض ہم پر تھا اُسکو تو بلاشبہہ ہم ادا کردینگے ۔ بہت لوگون نے پیغمبرون کی نصیحتون کو نہین سمجھا مگر پیغمبر اس خیال سے کہ وہ اُنکے

سوشل خرابیان محسوس ہونے لگی ہین مگر اتنی جرأت کسی کو نہین ہوتی کہ تمام قوم کے برخلاف کسی بُری رسم یا ریت کو ترک یا کسی اچھی بات کو اختیار کیا جا سکے ۔ سرسید نے اپنی ایک تحریر مین اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ اکثر لوگ ہین جو بہت سی رسمون کو بُرا جانتے ہین مگر اُنکو چھوڑ نہین سکتے، اور بہت سی باتون کو اچھا جانتے ہین مگر اُنکو اختیار نہین کرتے ۔ بعضے تو یہ چاہتے ہین کہ گورنمنٹ مداخلت کرے تو قرار واقعی اصلاح ہو، مطلب یہ کہ ہم بدنامی سے بچین اور گورنمنٹ بدنام ہو، اور بعضے کہتے ہین کہ برادری کا اتفاق ہو تو کام چلے ۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "لوگ اصلاح اور ترقی کو اتفاق پر منحصر رکھتے ہین + + مگر مین سمجھتا ہون کہ رسمون کی اصلاح اور ترقی کا ذریعہ اتفاق نہین ہے بلکہ اختلاف ہے ۔ جس شخص کے دل مین اصلاح کا خیال ہو اسکو چاہئے کہ خود نہایت استقلال اور مضبوطی اور بہادری سے تمام قوم سے اختلاف کرے اور اُس رسم کو توڑے یا اُسمین اصلاح اور ترقی کرے ۔ بے شک تمام قوم اُسکو بُرا کہیگی اور نکو بنائیگی، مگر پھر رفتہ رفتہ لوگ اسکی پیروی کرنے لگینگے اور جس طرح کہ اوّل وہ ہدفِ تیرِ ملامت ہوا تھا انجام کو وہی سب کا ہادی اور پیشوا اور مصلح قوم شمار کیا جائیگا"

بلاشبہہ جس شخص مین قوم کے برخلاف کسی کام کے کرنے کی جرأت نہین ہوتی وہ کسی قوم کا مصلح بننے کی لیاقت نہین رکھتا ۔ سرسید مین یہی چیز تھی جسنے اُنکو اس منصب جلیل کے لائق بنایا تھا ۔ ہم پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین کہ کسی شخص نے حلّتِ طعام اہل کتاب کے باب مین سرسید کی ایک تحریر دیکھکر یہ لکھا تھا کہ "کاش ہم سید صاحب کو اپنے قول کے موافق عمل کرتے ہوے بھی دیکھین" سرسید نے فوراً اُسکے جواب مین لکھا کہ "نہایت کمینہ وہ آدمی ہے جو کہتا کچھ ہو اور کرتا کچھ ہو، اور اُس سے بھی زیادہ کمینہ وہ ہے جو شریعت کے حکم سے واقف ہو اور پھر رسم و رواج کی شرم سے یا لوگون کے لعن وطعن کے ڈر سے اُسکے کرنے مین تامل کرے ۔

اُنھون نے کی ہین، ذکر کرتا ہے، ہزارون آدمی ہر شہر و قصبہ مین ایسے موجود ہین جو خود کچھ نہین جانتے مگر بہت سے مسائل علوم و حکمت کے سُن سُن کر اُنکے کان آشنا ہو گئے ہین، اور اکثر الناس وہ ہین جنکے دل شبہات و تشکیکات سے ملو ہین۔ اس زمانہ مین جو اہل علم ہین اُنکا ایمان بھی حلق کے نیچے تک نہین ہے، مونہ سے کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن و حدیث مین آیا ہے اُسپر یقین کرنا چاہیے مگر دل مین شبہات بھرے پڑے ہین۔ وہ اس بات کو بھول جاتے ہین کہ یقین کرنے سے نہین ہوتا بلکہ ہونے سے ہوتا ہے۔ پس اب یہ زمانہ ہے کہ جو کوئی بقدر اپنی طاقت کے اُن تمام حقائق اور تاویلات کو نہ کھولے اور لومۃ لائم سے نڈر ہو کر اگلے علما کی اُن غلطیون کو۔ جو اُس زمانہ کے ناکمل علوم اور ناکمل تحقیقات کے سبب حقائق کے بیان اور قرآن مجید کی تفسیر مین راہ پا گئی ہین۔ عام طور سے سب کے سامنے بیان نہ کرے وہ اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہے۔ ومن یفعل ذالک فھو یؤدی حق اللہ وحق دینہ وحق اھل دینہ وقومہ۔ واللہ المستعان۔[1]

سوشل ریفارم

اگرچہ ہندؤون مین اس صدی کے آغاز سے وقتًا فوقتًا ایسے اولوالعزم آدمی اُٹھتے رہے ہین جنھون نے اپنی قوم کی سوشل خرابیون کی اصلاح پر کمر باندھی ہے۔ جیسے راجہ رام موہن رائے، بابو کیشپ چندر سین، ایشر چندر ودیا ساگر، سریش چندر بھٹاچارج، رام تنو لاہیڑی، سوامی دیانند سرستی وغیرہ وغیرہ؛ مگر مسلمانون مین غالبًا دو شخصون کے سوا کہ دونو دلّی کی خاک سے اُٹھے تھے کسی نے اس کام پر ہاتھ نہین ڈالا۔ ایک مولانا اسمٰعیل اور دوسرے سید احمد خان۔ گو کہ زمانہ کے اقتضا سے مسلمانون مین ایسے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین جنکو قوم کی

---

[1] سرسید کے اس بیان مین کسیقدر تسامح ہے؛ ہمارے نزدیک یہ مطلب اُنکو اسطرح ادا کرنا چاہیے تھا کہ "نڈر ہو کر اُن باتون کو۔ جنکے بیان کرنے کا اب سے پہلے کبھی وقت نہین آیا تھا اور اسلیئے ہمارے قدیم مفسرین اُنکے بیان کرنے سے ساکت رہے تھے۔ عام طور سے سب کے سامنے بیان نہ کرے وہ اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہے" ۱۲

ایک مدت تک مفتوح قوم کو نیچرل طور پر فاتح قوم کے ساتھ رہنے ضرور ہین ۔ مسلمانون کی یہ نفرت اور کراہیت اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ اس باب مین جو کچھ شریعت کا حکم ہے اُسکو علما عوام الناس کے سامنے صاف صاف بیان نہین کر سکتے تھے ؛ اور اگر کوئی عالم ایسی جرأت کر بیٹھتا تھا تو اُسکی بات کو کوئی تسلیم نہین کرتا تھا اور اُسکی طرف سے کھٹک جاتا تھا ۔ ایک اور وجہ سے بھی علما مسلمانون[1] کو انگریزون کے میل جول سے مانع آتے تھے ؛ اُنکو خوف تھا کہ حاکم و محکوم قوم کا میل جول ۔ خاصکر اُس صورت مین کہ حکمران قوم اپنے دین کی اشاعت مین سرگرم ہو ۔ ضرور ہے کہ محکوم قوم کو حاکمون کے مذہب کی طرف مائل کرے ۔

الغرض غدر سے پہلے مسلمان عموماً انگریزون کی مخالطت سے اور ہر ایک بات مین اُنکے ساتھ

---

[1] معتبر ذریعہ سے سنا گیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ مین ایک شریف مسلمان مولوی نے ۔ جو میان دوآب کے کسی ضلع مین منصف یا صدر امین تھے ایک روز کسی یوروپین حاکم کے بنگلہ پر اُسکے ساتھ ایک میز پر بیٹھکر کھانا کھا لیا ۔ یہ خبر فوراً مشہور ہو گئی ، مولوی صاحب کی برادری نے اُنکو ذات سے خارج کر دیا ۔ اُنھون نے ہر چند اہل برادری کے سامنے آیتین اور حدیثین پڑھین مگر کسی نے التفات نہ کیا ۔ یہانتک کہ کچھ لوگ مولوی کے مخالف اور کچھ موافق دلی مین شاہ صاحب سے مسئلہ پوچھنے کو آئے ۔ جب شاہ صاحب کے مدرسہ کے دروازہ پر پہنچے تو شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین اندر سے نکلتے تھے اُن لوگون نے پہلے انھین سے مسئلہ پوچھا ۔ شاہ رفیع الدین نہایت صاف گو اور آزاد طبع آدمی تھے اُنھون نے صاف صاف کہدیا کہ جنھون نے مولوی کو ذات سے خارج کیا اُنھون نے جھک مارا اُسنے کوئی کام شرع کے خلاف نہین کیا ۔ مگر کسی نے اُنکا کہنا نہین مانا اور بڑے شاہ صاحب کے پاس پہنچے ۔ اُنھون نے صورت حال سنکر ایک لمبی چوڑی تقریر کی جسکا ماحصل یہ تھا کہ اس مولوی نے ایسا کام کیا ہے کہ قریب کفر کے پہنچ گیا ہے جو لوگ مولوی کے مخالف تھے وہ یہ سنکر خوش ہو گئے مگر اسکے طرفدارون نے پوچھا کہ حضرت وہ اب کسی طرح مسلمان بھی ہو سکتا ہے ؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کفر کے قریب پہنچ جانے سے کوئی کافر نہین ہو جاتا اس لئے وہ اسلام سے خارج نہین ہوا مگر احتیاطاً اُسکو پانچون کلمے اور آمنت باللہ پڑھواؤ اور قدم شریف کا پانی پلواؤ اور پھر برادری مین شامل کر لو ۔ اگر شاہ صاحب اس غدر کی تقریر نہ کرتے تو غالباً اُنکا کہنا بھی کوئی نہ مانتا اور اُن مولوی کو برادری مین شامل نہ کیا جاتا ۔

جو کام سرسید کی ذات سے علاقہ رکھتے تھے اور جنکا کرنا نہ کرنا خود اُنکے اختیار مین تھا انمین رسم ورواج کی پابندی کو اُنھون نے بالکل چھوڑ دیا تھا ۔ شادی غمی اور تیج تہوار مین جو فضول رسمین قوم مین جاری ہین سرسید کے گھر مین کہین اُنکا نام و نشان نہ تھا ۔ اُنھون نے اُس بیٹے کا نکاح جو ہائی کورٹ کا جج تھا دلّی مین جاکر ایسا چُپ چپاتے کر دیا کہ چند عزیزون اور دوستون کے سوا کسی کو خبر تک نہین ہوئی اور اس خوشی مین بجاے اسکے کہ تورہ بندی یا دعوت وغیرہ مین زرِ خطیر خرچ کیا جاتا ایک مناسب رقم مدرسۃ العلوم کی نذر کرکے تقریب کو ختم کر دیا ۔ پوتے کی بسملہ مین علیگڑھ سے دلّی جانے کی بھی کچھ ضرورت نہین سمجھی اور نہ کسی عزیز یا رشتہ دار کو اس تقریب مین وطن سے بلایا ۔ جب کانفرنس کا جلسہ ختم ہوچکا اُسی قومی مجمع مین بسملہ پڑھی گئی اور حاضرین کو معمولی شیرینی تقسیم ہونے کے بعد پانسو روپیہ مدرسہ کی نذر کیا گیا ۔

سرسید کی کوشش سے جو نمایان انقلاب مسلمانون کی سوشل حالت مین ہوا وہ اُس مغائرت اور نفرت کا دور ہونا تھا جو انگریزون اور مسلمانون کے درمیان مثل سمندر کے حائل ہو رہی تھی حالانکہ دینِ اسلام اہل کتاب کے ساتھ دوستی اور میل جول رکھنے ' اُنکا کھانا اور ذبیحہ کھانے اور اُنکے ہان شادی کرنے کی صاف صاف اجازت دیتا تھا اور تمام ممالک اسلامیہ مین اُنکے ساتھ مسلمانون کا یہی برتاؤ دیکھا اور سُنا جاتا تھا باوجود اسکے ہندوستان کے مسلمان مثل ہندوؤن کے اُنکی ہر ایک چیز سے اجتناب کرتے تھے ؛ اُنکے ہان کی پکّی ہوئی چیز بلکہ اُنکے ہاتھ کی مس کی ہوئی چیز کو نجس جانتے تھے اور اُنکے ساتھ کھانا کھانے کو عیسائی ہو جانے کے برابر خیال کرتے تھے ۔ جسکا سبب کچھ تو ہندوؤن کی تقلید تھی جنسے صدہا رسمین اور عادتین ہندوستان مین آکر مسلمانون نے سیکھی تھین اور کچھ قومی تعصبات تھے جو

پیدا کی ہے ؟ اور اُنکی دیرینہ آرزو اس باب مین کس حد تک پوری ہوئی ہے ؟ اور اگر سر سید کے ظاہری الفاظ کو دیکھا جائے تو اُنھون نے ۱۸۸۴ء مین ایک موقع پر مسٹر بلنٹ ممبر پارلیمینٹ کے سامنے صاف صاف کہدیا تھا کہ " ہماری یہ خواہش پوری نہین ہوئی " لیکن ہمین شک نہین کہ مسلمانون کی سوشل معاشرت اور اُنکا سوشل برتاو جو غدر کے بعد تک انگریزون کے ساتھ تھا اُسمین جسقدر انقلاب گذشتہ تیس برس مین ہوا ہے اگر سر سید کا قدم درمیان مین نہ ہوتا تو اُسکے لئے ایک صدی بھی مشکل سے کافی ہوسکتی تھی ۔ اگرچہ ابھی اس بات کا فیصلہ کرنا باقی ہے کہ طریقِ معاشرت مین انگریزون کی تقلید کرنا کہانتک ہماری حالت کے مناسب ہے لیکن اسمین کلام نہین کہ سر سید نے مسلمانون کی ایک معتدبہ جماعت کو قومی تعصبات کی بیڑی اور ملکی رسم و رواج کی غلامی سے بالکل آزاد کردیا ہے اور اس قابل ہوگئے ہین کہ جس بات کو اپنے حق مین قرینِ مصلحت جانین اسکو اختیار کرین اور جس کو مضر سمجھین اُسکو ترک کرین ۔

اگرچہ سر سید نے مسلمانون کی باہمی معاشرت کی عام اصلاح کے متعلق کوئی عملی کارروائی نہین کی بلکہ اُنکی سوشل حالت جو انگریزون کے ساتھ تھی زیادہ تر اُسی کی اصلاح پر توجہ کی ہے لیکن درحقیقت اُنھون نے مذہبی خیالات کی اصلاح اور مغربی تعلیم کی اشاعت سے قومی سوسائٹی کی عام اصلاح کا بیج بو دیا ہے ۔ اُنکو معلوم تھا کہ مسلمانون مین بہت سی سوشل خرابیان تو ہندوستان مین رہنے اور ہندؤون کے میل جول سے پیدا ہوئی ہین ، اور بہت سی غلط مذہبی خیالات کی بنیاد پر قائم ہوئی ہین ، اور بعض نے دیگر وجوہ و اسباب سے وجود پکڑا ہے ؛ اور ان تمام خرابیون کی تعداد اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اُنکی اصلاح کے لئے ایک طول طویل زمانہ اور بہت سے مصلح درکار ہین ۔

تشبہ کرنے سے پرہیز کرتے تھے مگر انگریزون کو مسلمانون سے کوئی وجہ نفرت کی نہ تھی۔ لیکن غدر کے
بعد انگریز بھی مسلمانون سے کھچنے لگے اور دونو قومون کا جمع کرنا مثل اجتماع نقیضین کے محال ہوگیا۔
مگر سرسید کو خوب یقین ہوگیا تھا کہ مسلمانون کی پولٹکل حالت کی اصلاح کے لئے جسطرح انمین مغربی تعلیم کا
پھیلانا ضروری ہے اسیطرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اُنکے اور حکمران قوم کے سوشل تعلقات کو ترقی
اور استحکام دینا ضرور ہے۔ جب تک دونو قومون مین دوستانہ معاشرت اور میل جول پیدا نہوگا اور دونو
قومون کو ایک دوسرے کے اصلی خیالات سے آگاہی حاصل نہوگی اُسوقت تک آپس مین صفائی اور
خلوص اور اعتبار پیدا نہین ہوسکتا۔

مگر یہ کوئی آسان کام نہ تھا؛ قطع نظر مسلمانون کی مخالفت کے انگریزون کی طرف سے بھی بہت سی
رکاوٹین نظر آتی تھین سب سے بڑا عذر انگریزون کو یہ تھا کہ مسلمانون کے ساتھ۔ جنکے ہان عورتون کے
پردہ کا رواج ہے۔ کسی طرح ہمارا دوستانہ میل جول نہین ہوسکتا۔ اگرچہ سرسید اسکا یہ جواب دیتے تھے
کہ مسلمان جسطرح اپنی عورتون کو غیر قوم کے مردون سے چھپاتے ہین اُسی طرح اپنے مسلمان دوستون اور
دور کے رشتہ دارون سے بھی چھپاتے ہین مگر اس سے باہمی دوستی اور یگانگت مین کچھ فرق نہین آتا؛
پھر کیا وجہ ہے کہ پردہ کی پابندی سے ہماری اور انگریزون کی دوستی اور سوشل تعلقات مین فرق آئے۔
مگر حق یہ ہے کہ ایسی دو مختلف قومون مین دوستانہ میل جول ہونا غیر ممکن ہے جنمین سے ایک قوم مین
عورتون کا مردانہ سوسائٹی مین شریک ہونا اُسکے لئے باعث عزت سمجھا جائے اور دوسری قوم مین باعث
شرم۔ لیکن باوجود ایسے سخت موانع کے سرسید نے اپنے مقصد مین توقع سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔
اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ سرسید کی کوشش نے انگریزون مین مسلمانون کے ساتھ کہانتک موانست

اس جانکاہ اور دماغ سوز فکر سے دل بھلاتا تھا۔

جس زمانہ مین سرسید نے بائبل کی تفسیر لکھنی شروع کی اُس زمانہ کا حال اُن کے قدیم دوست محمد سعید خان اسطرح بیان کرتے ہین کہ مین اُن دنون مین اکثر اُنکے ساتھ رہا ہون۔ سرسید نے اس زمانہ مین رات کو پلنگ پر سونا قطعاً ترک کر دیا تھا؛ چونکہ اُسوقت تک کرسی کی نشست کی عادت نہ تھی فرش ہی پر چارون طرف کتابین پھیلی رہتی تھین اور کتابون کے بیچ مین اُنکی نشست رہتی تھی۔ کبھی کبھی بات چیت کے لئے مجھے بھی پکڑ بٹھاتے تھے، نہ خود سوتے تھے اور نہ مجھے سونے دیتے تھے، باتین بھی کرتے جاتے تھے اور تفسیر بھی لکھتے جاتے تھے، اور اس غرض سے کہ نیند نہ آئے باربار خود بھی چاے پیتے تھے اور مجھے بھی پلواتے تھے۔ جب نیند کا بہت ہی غلبہ ہوتا تھا وہین کسی کتاب پر سر رکھکر گھنٹا آدھ گھنٹے سو رہتے تھے اور پھر اُٹھکر لکھنے لگتے تھے، اسی طرح ساری رات گذر جاتی تھی۔

سرسید کے دماغ مین تصنیف وتالیف کے متعلق دو خاصیتین عجیب وغریب تھین۔ ایک یہ کہ مختلف آدمیون اور مختلف کامون کے ہجوم مین اُنکے خیالات منتشر نہوتے تھے۔ اُنکے دفتر کا بڑا کمرہ جہان وہ بیٹھکر کام کرتے تھے۔ صبح سے شام تک وہان ہر قسم کے لوگ برابر آتے جاتے رہتے تھے اور ہر وقت دوستون اور ملاقاتیون اور ماتحت کام کرنے والون کا مجمع رہتا تھا۔ اسی مجمع مین جہان وہ اَور سب کام کرتے تھے تصنیف وتالیف کا دشوار گزار مرحلہ بھی وہین طے کیا جاتا تھا۔ مشکل سے مشکل مضامین جو کہ اکثر جمہور کی رائے اور مذہبی خیالات کے برخلاف ہوتے تھے، اور جنمین قدیم علما اور مصنفین پر نکتہ چینی کرنے کی ضرورت اور غور وخوض کرنے کی سخت حاجت ہوتی تھی۔ اُنکے لئے بھی کبھی نہین دیکھا کہ وہ خیالات کے مجتمع کرنے کے لئے کسی علحدہ کمرے مین جاکر بیٹھے ہون، یا اَور لوگون کو اپنے پاس سے

اسلئے بجاے اسکے کہ وہ جزئیات کی اصلاح کی طرف توجہ کرتے اُنھون نے جہانتک کہ ممکن تھا مسلمانون
کے خیالات کی اصلاح مین جو تمام اصلاحون کی جڑ ہے۔کوشش کی. سب سے پہلے اُنھون نے مذہبی
خیالات واوہام کی اصلاح کو ضروری سمجھا کیونکہ جن باتون کو لوگ غلطی سے مذہب مبنی سمجھ لیتے ہین
اُنکا چھوٹنا قریب ناممکن کے ہوجاتا ہے. دوسرے سب سے بڑا ذریعہ خیالات کی اصلاح کا مغربی
تعلیم کی اشاعت تھی جسنے یوروپین اقوام کو حسن معاشرت مین تمام دنیا پر فائق کردیا ہے سو اُسکے اشاعت
مین جو کارنمایان اُنھون نے کئے وہ سب پر ظاہر ہین.

تصنیف و تالیف

اگرچہ سرسید کی طبیعت ایسی ہمہ گیر واقع ہوئی تھی کہ جو کام اُنکو پیش آتا تھا اُسمین وہ
ایسی دلچسپی ظاہر کرتے تھے کہ گویا وہی اُنکا خاص کام اور ضروری فرض تھا؛ کالج کی تعمیر،
بجٹ کی تیاری، جلسون کا اہتمام، مہمانون کی مدارات، چندے وصول کرنے کی تدبیرین، غرض
ہر ایک کام کو وہ یکسان ذوق و شوق اور یکسان دلبستگی کے ساتھ انجام دیتے تھے مگر خود
یہ بیان تھا کہ جیسا تصنیف و تالیف مین میرا جی لگتا ہے ویسا اَور کسی کام مین نہین لگتا؛ اور
فی الواقع۔ جیسا کہ دیکھا گیا ہے۔ رنج مین، خوشی مین، صحت مین، بیماری مین، خلوت مین اور جلوت مین
اس مشغلہ سے اُنکا جی نہین اکتاتا تھا. گرمی کی دوپہرون مین۔ جبکہ ایک صبح خیز آدمی ضرور آرام لینا
چاہتا ہے۔ یہ شخص ہمیشہ تصنیف و تالیف مین مصروف پایا جاتا تھا. بیماری کی حالت مین اُنکو کبھی
نہین دیکھا کہ دوپہر کو پلنگ پر جاکر کمر سیدھی کی ہو. بارہا ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ علالت یا کسی اور وجہ سے
رات کو نیند اُچاٹ ہوگئی اور اُنھون نے میز کرسی پر بیٹھکر کسی مضمون کے لکھنے مین صبح کردی. جہان اَور
لوگ بیماری کی راتین لوگون کو جگاکر، یا قصے کہانیان سنکر، یا ہاے واے کرکر بسر کرتے ہین یہ شخص

یا کسی پیشدست سے لکھوانا شروع کرتے تھے (اگرچہ کیسا ہی مشکل اور طولانی مضمون ہو) یہ معلوم ہوتا تھا
کہ اُسکے تمام پوائنٹس سلسلہ وار اپنے اپنے محل اور موقع پر اُنکی آنکھوں کے سامنے موجود ہین، صرف اُنکو
الفاظ کا لباس پہنانا باقی ہے ۔ چنانچہ مستثنےٰ حالتون کے سوا کبھی ایسا نہوتا تھا کہ جس ترتیب سے
اُنھون نے کوئی مضمون لکھنا شروع کیا ہو اُسکو بغیر کسی قسم کی تبدیلی کے اُسی چال سے آخر تک
نہ پہنچا دیا ہو ۔ اس مطلب کے زیادہ دلنشین ہونے کے لئے ناظرین مندرجۂ ذیل مثال پر غور کرین ۔

سرسید نے معراج کے مسئلہ کا بیان اپنی تفسیر کی چھٹی جلد مین ۱۴۱ صفحہ پر لکھا ہے اور ہم سمجھتے ہین
کہ اس مسئلہ پر زمانۂ حال کی ضرورت کے موافق نہ پہلے کسی نے ایسا لکھا ہے اور نہ آئندہ اُس سے زیادہ
لکھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے ۔ مگر اس مضمون کے لکھنے کی جو کیفیت ہمکو معلوم ہوئی ہے اُسکو سنکر اور پھر
اس مضمون کی وسعت کو دیکھکر نہایت تعجب ہوتا ہے ۔ مولوی سید وحید الدین سلیم جنھون نے تفسیر کے لکھنے
مین کئی سال تک برابر سرسید کو مدد دی ہے اُنکا بیان ہے کہ " جب تفسیر کی نوبت سورۂ بنی اسرائیل تک پہنچی
اور سید صاحب نے معراج کے مسئلہ پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ کیا تو مجھسے کہا کہ جسقدر روایتین صحاح اور دیگر کتب حدیث مین
معراج اور شقِ صدر کے متعلق اور اس باب مین صحابہ کے اختلاف کے متعلق وارد ہوئی ہین اور عقل و نقل کی تناقض
کی صورت مین جو رائین اور اقوال علما کے ہین اُن سب کو آپ اس طرح پر کتابون مین سے انتخاب کر کے نقل کرین کہ
ایک ایک صفحہ پر اُنکو لکھتے جائین اور دوسرا صفحہ کورا چھوڑتے جائین " مین نے کتابین دیکھنی شروع کین اور بے شمار
روایات و اقوال علما جو کہ سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر مین درج ہین ۔ موافق ہدایت کے نقل کر کے سید صاحب کے
سامنے پیش کین ۔ مین سمجھتا تھا کہ جب مین تمام روایتین اور اقوال نقل کر لونگا اُسوقت سید صاحب اُنکو دیکھکر
معراج کے مسئلہ پر لکھنا شروع کرینگے ۔ مگر میرا یہ خیال غلط تھا ۔ اُنھون نے اس مضمون کو اُس ترتیب پر جو اُن کے

اٹھا دیا ہو، یا اُنکے پاس بیٹھنے سے تنگدل ہوے ہون، یا لوگون کے اُٹھ جانے کے انتظار مین مضمون لکھنا ملتوی کردیا ہو۔ بے شک جب کوئی مہمان باہر سے آتا تھا، یا کسی دوست سے مدت کے بعد ملاقات ہوتی تھی، یا کسی اَور خاص وجہ سے، ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ لکھنا پڑھنا بند کردیتے تھے؛ مگر ایسا کبھی نہین دیکھا گیا کہ حاضرین کے ہجوم کے سبب اُنکے خیالات پراگندہ ہوگئے ہون اور اسلئے اُنھون نے مضمون لکھنے سے ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ ہمنے خود دیکھا ہے کہ احباب جمع ہین اور آپس مین دلچسپ بحثین یا ہنسی چہل کی باتین کررہے ہین۔ جسنے خواہی نخواہی ایک کامی آدمی کا دھیان بٹ جاتا ہے۔ مگر یہ شخص بدستور اپنے مضمون کی اُدھیڑ بُن مین مستغرق ہے، کبھی لکھتا ہے اور کبھی سوچتا ہے اور دوستون کے حرف وحکایت سے مطلق خبر نہین ہوتا۔ ہم یہ نہین کہتے کہ اَورون کے لئے مجمع عام مین بیٹھکر تصنیف وتالیف کرنا غیر ممکن ہے؛ بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ مذہب کو اُنیسوین صدی کے سائنس پر منطبق کرنا یا کسی مذہبی مسئلہ کی نسبت جمہور کے برخلاف رائے قائم کرنا ایسی غیر مطمئن حالت مین سید احمد خان کے سوا دوسرے شخص کا کام نہ تھا۔

دوسری خاصیت شاید اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز تھی۔ جب مصنف کسی ایسے مضمون پر قلم اُٹھاتا ہے جسکو اُس سے پہلے کسی نے نہ لکھا ہو اور جو ترتیب کے لباس سے ابتک عاری ہو (جیسی کہ عموماً سرسید کی مذہبی تحریرین ہوتی تھین) تو اُسکے ذہن مین خیالات کا ایک بے ترتیب اور غیر منتظم انبار ہوتا ہے جسکا مرتب اور منتظم کرنا اور ہر ایک پوائنٹ کو اُسکے مناسب موقع پر رکھنا اُس مصنف کا فرض سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ ایک ایسا دشوار کام ہے کہ مصنف کو اکثر اوقات کئی کئی دفعہ ترتیب بدلنی اور بار بار کاٹ چھانٹ کرنی پڑتی ہے۔ لیکن جہانتک کہ دیکھا گیا ہے سرسید جب کسی مضمون کو خود لکھنا

ہوئی ہے جیسی کہ ایک مسلم الثبوت رائے کی تائید کرنے والے کو ہونی چاہیے۔

اسباب بغاوت مین جو کچھ اُنھون نے لکھا وہ تمام اینگلوانڈینز بلکہ شاید تمام انگلش نیشن کی رائے کے برخلاف تھا اور اسی لئے اُسکا مارشل لا کے دور دورہ مین شایع کرنا خطرناک خیال کیا جاتا تھا۔ جو اسکے جس دھڑتے سے کہ اُسکا بہت بڑا حصہ منوایا گیا، اور جو کام کہ اُسنے اعیانِ سلطنت کی غیظ وغضب کی آگ بجھانے مین کیا اور جو عمدہ نتایج اُسپر مترتب ہوے اُس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسقدر مُدلل اور موجہ لکھا گیا تھا اور اُسمین کیسے صحیح اصول پر استدلال کیا گیا تھا۔ اسیطرح ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کا ریویو ایک ایسے خیال کی غلطی ثابت کرنے کے لیے لکھا گیا تھا جو عموماً مدبران سلطنت کے دل مین جما ہوا تھا اور جسکو ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب نے اور بھی زیادہ پختہ کردیا تھا۔ لیکن اس ریویو کے شایع ہونے سے۔جیسا کہ پہلے مذکور ہوچکا ہے۔اُس خیال کی غلطی علی العموم سب پر ظاہر ہوگئی۔

جسوقت کہ سرسید نے غلامی کے مسئلہ پر جمہور اہل سلام کے برخلاف رسالہ لکھنے کا ارادہ کیا تو مولوی سید مہدی علی خان نے اُنسے کہا کہ تم اس باب مین ایک حرف بھی اپنے دعوے کے ثبوت مین ایسا نہین لکھ سکتے جو اصول اسلام کے موافق صحیح ہو۔ لیکن جب اُنھون نے سرسید کا ابطال غلامی کا مضمون تہذیب الاخلاق مین اول سے آخر تک پڑھا تو اُنکو ماننا پڑا کہ اسلام نے فی الواقع ہمیشہ کے لئے غلامی کا استیصال کردیا ہے یہانتک کہ سرسید نے تہذیب الاخلاق مین ایک موقع پر صاف صاف لکھدیا ہے کہ جن مسائل مین ہم اور سید مہدی علی متفق ہین اُنھین مین سے ایک یہ ہو کہ "اسلام مین رقیت نہین ہے"

مسلمانون کا جہاد کا مسئلہ جو تمام عیسائی دنیا مین انگشت نما تھا اور جس سے بڑھکر کوئی بے رحمی اور ناخداترسی کا کام نہ سمجھا جاتا تھا۔اُسکا مقابلہ۔جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین۔سرسید نے انجیل کے

ذہن مین تھی بجاے خود اُسی وقت لکھنا شروع کر دیا تھا جب کہ مجھکو روایات وغیرہ کے نقل کرنے پر مامور کیا تھا۔ وہ مسودہ کے ہر ایک صفحہ پر کہین کہین کچھ عبارت لکھتے تھے اور کہین سفیدی چھوڑتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ مین ابھی اپنا کام پورا کرنے نہ پایا تھا کہ جو کچھ اُنکو لکھنا تھا وہ سب لکھ چکے اور اس مضمون کو کچھ کم ڈیڑھ سو صفحہ پر ختم کر دیا۔ جب مین اُن بےشمار روایتون اور اقوال کا دفتر لیکر پہنچا تو اُنھون نے وہ تمام کاغذات لیکر اُنکو قینچی سے کترنا اور اُن ٹکڑون کو جابجا سفیدیون پر لئی سے چپکانا شروع کیا یہانتک کہ تمام پرچے جنکا شمار بتانا مشکل ہے جہان جہان اُنکا موقع تھا چپکا دیئے اور کاتب کو صاف کرنے کے لئے دیدیا۔ جب تمام مسودہ صاف ہو چکا اور مین نے اُسکو اول سے آخر تک پڑھا تو مضمون کی ترتیب اور انتظام اور تمام روایات و اقوال علما کو اپنے اپنے موقع پر چسپان دیکھکر میرے ہوش جاتے رہے" وہ کہتے ہین کہ سرسید کو مسودہ لکھتے وقت ان روایات کے مضمون سے اسکے سوا کچھ علم نہ تھا کہ جب مین کتابون مین روایتین تلاش کر رہا تھا اُسوقت جس قسم کے اختلافات اُنمین پائے جاتے تھے اُنکا ذکر بالاجمال سرسید کے سامنے ہوتا رہتا تھا؛ صرف اسقدر واقفیت پر اُنھون نے تمام مضمون کا خاکا اپنے ذہن مین کھینچ لیا تھا اور ہر ایک روایت کا موقع اور محل جہان جہان کہ ہونا چاہیئے تھا قرار دے لیا تھا۔

اگرچہ یہ دونو خاصیتین - جو ہمنے سرسید کی مصنفانہ قابلیت کے متعلق بیان کین - فی نفسہ عجیب ہین مگر انسے سوا اُس شخص کے جو اُنکی طرز تصنیف کو بنظر غور دیکھتا رہا ہو دوسرا واقف نہین ہو سکتا۔ اب ہم ایک تیسری خاصیت کا ذکر کرتے ہین جسکو ہر سمجھدار آدمی جو اُنکی تصنیفات کو دیکھیگا یقیناً تسلیم کریگا اور اس سے ہماری مراد **قوّتِ استدلال** ہے ظاہر ہے کہ سرسید کی بعض پولٹکل اور اکثر مذہبی تحریرین ایسی ہین جنمین اُنھون نے ایک جماعت کثیر یا جمہور اہل اسلام سے اختلاف کیا ہے؛ باوجود اسکے اُنکو اپنے دعوے کے اثبات مین خلافِ توقع اکثر ایسی کامیابی

لیکن چونکہ حق کبھی نہ کبھی ظاہر ہوئے بغیر نہین رہتا اسلئے آخرکار لوگ اُنکے حسن و قبح کی چھان بین کی طرف متوجہ ہوئے ہین، اور اُنھون نے صواب کو خطا سے اور کھرے کو کھوٹے سے الگ کیا ہے' اور باوجود اُنکی غلطیان ظاہر ہونے کے۔ جنسے کسی محقق کا کلام محفوظ نہین رہ سکتا۔ جس درجہ کے وہ مستحق تھے وہ درجہ اُنکو دیا گیا ہے۔

طرز تحریر

سرسید کی طرز تحریر پر کچھ ریمارک کرنا جسقدر ضروری ہے اُسیقدر مشکل بھی ہے۔ ضرورت تو ظاہر ہے؛ کیونکہ بیوگرفر اگر بالفرض اپنے ہیرو کی تمام کلی و جزئی حیثیات پر بحث نہ کرسکے تو کم ازکم اُسکی نمایان اور مسلم لیاقتون کو دکھائے بغیر اپنے فرض سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ پس سرسید کی طرز تحریر۔ جسنے تیس بتیس برس کے عرصہ مین اُردو لٹریچر کا رخ پھیر دیا اور مسلمانون کے پولٹکل سوشل اور مذہبی خیالات مین انقلاب عظیم پیدا کردیا۔ اُسکے بیان سے کیونکر خاموش رہا جاسکتا ہے۔ اور مشکل اسلئے ہے کہ جس تحریر مین یہ تاثیر اور یہ کرشمہ تھا اُسکو ہم اُن متعارف خوبیون سے۔ جو مشرقی لٹریچر مین کلام کی عمدگی کا معیار سمجھی جاتی ہین۔ بظاہر مُعرّا پاتے ہین۔ پس اس بات کا دریافت کرنا کوئی آسان کام نہین ہے کہ جو تحریر تشبیہات و استعارات سے، صنائع لفظی و معنوی سے، شاعرانہ نزاکتون سے اور فاضلانہ و منشیانہ تراش خراش سے خالی نظر آتی ہے اُسمین وہ کیا چیز تھی جسنے تھوڑی سے مدت مین ایسے غیر مترقبہ نتائج پیدا کردئے۔ لیکن چونکہ سرسید کی بائیوگرفی لکھنے کا مشکل کام ہمنے اپنے ذمہ لیا ہی اسلئے چار ناچار ہمکو کچھ نہ کچھ لکھنا ضرور ہے۔

سرسید کی ابتدائی تحریرین غالباً سید الاخبار[1] مین درج ہونی شروع ہوئی تھین جسکو اُنکے

[1] چونکہ سید احمد کا عرف اُس زمانہ مین سید تھا اور اُنکے بھائی کو اُنسے بہت محبت تھی اسلئے اخبار کا نام اُنکے عرف کے لحاظ سے سید الاخبار رکھا تھا ۱۲

اس مشہور اخلاقی حکم سے کیا ہے کہ "اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اُسکے سامنے کر دے"
اور نہایت عام فہم طریقہ سے ثابت کیا ہے کہ فطرت انسانی کے موافق اور قابلِ عملدرآمد جہاد کا حکم ہے
جو قرآن مین آیا ہے نہ انجیل کا وہ اخلاقی حکم جو قرآن کی تعلیم پر اعتراض کرتے وقت مسلمانون کے سامنے
پیش کیا جاتا ہے اور جسپر نہ آجتک کبھی عمل ہوا ہے نہ آیندہ ہونے کی امید ہے۔

اسیطرح سرسید کی تصنیفات مین بے شمار مقامات ایسے نکلینگے جو بادی النظر مین ممتنع الثبوت
معلوم ہوتے ہین مگر جب اُن دلائل پر نظر کیجاتی ہے جو سرسید نے اُنکے ثبوت مین پیش کی ہین تو
مخالفون کو بھی - بشرطیکہ تعصب سے خالی ہون - تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہین معلوم ہوتا۔

ہمارے نزدیک مصنفون مین سرسید کا جو درجہ خاصکر مذہبی تصنیف و تالیف کے لحاظ سے
قرار پاسکتا ہے اُسکا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنے کا ابھی وقت نہین آیا؛ کیونکہ اسوقت کچھ لوگ اُنکے
حد سے زیادہ معتقد ہین جنکو اُنکی تصنیفات مین کوئی لغزش یا خطا نہین معلوم ہوتی۔ اور بہت بڑا گروہ
اُنکے منکرون اور مخالفون کا ہے جنکو اُنکی مذہبی تحریرون مین کفر و الحاد کے سوا کچھ نظر نہین آتا۔ پس جبتک
یہ دونو گروہ موجود ہین اُنکی تصانیف کے باب مین بغیر حیف و میل کے رائے دینے کی کسی سے امید نہین ہوسکتی۔

اسکے سوا اول تو مسلمانون کے خیالات مین عموماً یہ بات جمی ہوئی ہے کہ اعلے درجہ کی مذہبی تصنیفات
کے لیے ضرور ہے کہ وہ عربی یا کم سے کم فارسی زبان مین ہون۔ اُردو زبان مین کیسے ہی محققانہ مضامین
لکھے جائین اور کیسے ہی بلند خیالات ظاہر کیے جائین اُنکے نزدیک وہ اُردو کی معمولی کتابون سے کچھ
زیادہ وقعت نہین رکھتے۔ دوسرے جن لوگون نے تقلید کے دائرہ سے نکلکر تحقیق کے میدان مین قدم
رکھا ہے اُنکی تصنیفات ہمیشہ علماے دین کے حلقون مین ایک مدت تک مردود و مطرود رہے ہین۔

جو ایک رفارمر مین ہونی ضرور ہین ۔ انھین خاصیتون مین سے ایک یہ تھی کہ وہ ابتدا سے تحریر یا تقریر مین تصنع اور الفاظ کی تراش خراش سے نفرت رکھتے تھے اور گریمر کی پابندی سے فطرۃً آزاد تھی ۔ یہی وجہ تھی کہ اُنھون نے جو اول اول دلّی مین اپنے گرد شعرا کا جمگھٹا دیکھکر اُنکی دیکھا دیکھی شعر کہنا شروع کیا تھا کچھ بہت دن نہ گذرے کہ وہ اُن تکلفاتِ لایعنی سے ۔ جو شاعری کے لئے لازم ہین اور حقائق نگاری مین مُخل ہوتے ہین ۔ ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوگئے ۔ اُنھون نے سیرت فریدیہ مین اپنے بچپن کا حال لکھا ہے کہ اُنکے نانا نے ۔ جب کہ وہ بوستان پڑھتے تھے ۔ اُنکا سبق سنا ، سبق مین وہ شعر بھی تھا جسکا پہلا مصرع یہ ہے "طمع را سہ حرف ست ہر سہ تہی" اُنھون نے اسکا ترجمہ کیا کہ "طمع کے تین حرف تینون خالی" نانا نے تین دفعہ ٹوکا اور بہت خفا ہوے مگر یہ وہی معنی کہے گئے ؛ چونکہ محاورہ کے موافق ترجمہ یہی فصیح تھا اسلئے گریمر کا مطلق خیال نہ آیا ۔ جو حال اُنکا اُس بچپن کے زمانہ مین تھا وہی اخیر دم تک باقی رہا ۔ وہ تحریر یا تقریر کی رَو مین گریمر کی کچھ پروا نہ کرتے تھے ، وہ اُن قیدون سے جو شاعرون اور منشیون نے مقرر کی ہین بالکل آزاد تھے ، وہ اُن غلط لفظون کو جو عام فہم اور خاص و عام کی زبان پر جاری ہون ۔ صحیح الفاظ پر ترجیح دیتے تھے ، اُنکی زبان دلّی کی بول چال مین محدود نہ تھی بلکہ جو لفظ یا جو جملہ بے اختیار قلم سے ٹپک گیا وہی اُنکی زبان اور وہی بول چال تھی ۔ غالباً اُنھون نے کسی لفظ کے استعمال کرتے وقت یہ خیال نہ کیا ہوگا کہ یہ لفظ اہل زبان بولتے ہین یا نہین ؟ اور کسی فقرہ کو لکھکر پھر یہ نہ دیکھا ہوگا کہ قواعد کی رو سے اسکی ترکیب صحیح ہے یا نہین ؟

یہ خاصیت جسکو ہمنے بیان کیا ایک سچے رفارمر کے کلام مین ایسی ہی ضروری ہے

بڑے بھائی سید محمد خان نے ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء مین اُسوقت جاری کیا تھا جبکہ سرسید کی عمر سترہ یا اٹھارہ برس کی تھی ۔ اگرچہ اُسوقت سے لیکر ۱۸۵۷ء تک اُنھون نے متعدد کتابین اور رسالے مذہب اور تاریخ کے متعلق لکھے اور اُنمین سے بعض کتابین (جیسے آثار الصنادید) بدرجہ غایت مقبول اور مشہور بھی ہوئین لیکن طرز تحریر مین اُسوقت تک کوئی ایسی صریح تبدیلی پیدا نہین ہوئی جسکے لحاظ سے سرسید کو اُردو لٹریچر مین کسی ممتاز حصہ کا مستحق کہا جاسکے ۔

البتہ یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ عبارت کی سادگی اور بے ساختگی - جو سرسید کی تحریر کی عام خاصیت ہے - وہ ۵۷ء سے پہلے کی تحریرون مین بھی - جبکہ تصنع اور تکلف انشا پردازی کا زیور سمجھا جاتا تھا - برابر پائی جاتی ہے اور آثار الصنادید کا سب سے پہلا اڈیشن - جسکی عبارت مین بہت کچھ ساختگی اور تکلف پایا جاتا ہے - وہ جیساکہ سرسید خود اقرار کرتے تھے مولانا صہبائی کا لکھا ہوا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ گو اُسوقت طبع سلیم کے اقتضا سے خود سرسید کی طرز تحریر سیدھی سادھی تھی مگر سوسائٹی کے اثر سے یقیناً سادی عبارت لکھنے کو وہ خود حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے جسکی وجہ سے اُنھون نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ جن عمارتون کی تحقیقات نہایت جانکاہ کوشش سے انجام کو پہنچائی ہے اُنکا حال اپنی سیدھی سادی عبارت مین جو اُسوقت خود اُنکی نظر مین کم وزن معلوم ہوتی تھی - تحریر کرین ۔ مگر اس اڈیشن کے شایع ہونے کے بعد وہ بہت جلد اس غلطی سے متنبہ ہوے اور اُسکو دوبارہ اپنے سیدھے سادے نیچرل اسٹائل مین لکھکر شایع کیا جسکا فرنچ مین ترجمہ ہوکر فرانس مین چھپا ۔

نہایت صحیح اور سچا مقولہ ہے کہ " اذا اراد اللّٰہ شیئاً ھیّأ اسبابہٗ " چونکہ سرسید سے قوم کی اصلاح کا عظیم الشان کام ظہور مین آنا تھا اسلئے خداتعالی نے اُنکی ذات مین وہ تمام خاصیتین جمع کردی تھین

پیدا ہوتا ہے ؟ اسی ایک مقصد کے لئے کوئی الفاظ مین تراش خراش اختیار کرتا ہے اور کوئی سادگی، کوئی کلام کی بنیاد متانت اور سنجیدگی پر رکھتا ہے اور کوئی مزاح وظرافت پر، کوئی سوچ سوچ کر علمی اصطلاحین اور فاضلانہ ترکیبین استعمال کرتا ہے اور کوئی ڈھونڈ ڈھونڈ کر اہل زبان کے محاورے اور روزمرے بہم پہنچاتا ہے ؛ اسی طرح کوئی کسی ڈھنگ پر چلتا ہے اور کوئی کسی طریقہ پر۔ مگر حق یہ ہے کہ کلام کی تاثیر کو ان باتون سے کچھ علاقہ نہین۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

بے شک کلام کے موثر ہونے کے لئے اُسکا سادہ اور بے تکلف ہونا ضرور ہے مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جو کلام سادہ اور بے تکلف ہوگا وہ مؤثر بھی ضرور ہوگا۔ کلام کیسا ہی سادہ اور بے تکلف ہو، جب تک کہ متکلم کا دل آزادی اور سچائی سے بھرا ہوا نہو۔ کبھی مؤثر نہین ہوسکتا۔ جسطرح تلوار کا کاٹ درحقیقت اُسکی باڑ مین نہین بلکہ سپاہی کے کرتبی ہاتھ مین ہے اسی طرح کلام کی تاثیر اُسکے الفاظ مین نہین بلکہ متکلم کی سچائی اور اُسکے نڈر دل اور بے لاگ زبان مین ہے۔ وہی الفاظ جو ایک سچے اور دلسوز ناصح کی زبان سے نکلکر لوگون کے دلون پر تیر و سنان کا کام کرتے ہین ممکن نہین کہ ایک نمایشی واعظ کی زبان پر اُنمین کچھ بھی اثر باقی رہے۔ سچے ناصح کے لعن وطعن مین جو اثر ہوتا ہے وہ جھوٹے واعظ کی بشارتون مین نہین ہوتا۔ سرسید کے کلام مین جو تاثیر تھی وہ درحقیقت اُنکی سچائی اور حق گوئی کا نتیجہ تھا۔

باوجودیکہ مسلمان صدہا سال سے نہ صرف مذہب مین بلکہ علوم و فنون مین، لٹریچر مین، رسم و رواج مین، اخلاق و عادات مین، طریق معاشرت مین، غرضکہ ہر چیز مین اگلون کی

جیسی سچائی اور راستبازی ۔ وہ مثل شاعرون اور انشا پردازون کے اپنے کلام کی بنیاد الفاظ کی شستگی اور ترکیبون کی برجستگی پر نہین رکھتا بلکہ اُس بے قرار آدمی کی طرح۔ جو گھر مین آگ لگی ہوئی دیکھکر ہمسایون کو بے تابانہ آگ بجھانے کے لئے پکارتا ہے۔ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو گھبراہٹ کی حالت مین بے ساختہ انسان کے مونہہ سے نکل جاتے ہین ۔ وہ واقعات پر تشبیہ و استعارہ کے پردے نہین ڈالتا بلکہ اُنکی ننگی تصویر کھلم کھلا سب پر ظاہر کرتا ہے ۔ وہ الفاظ و قواعد کا محکوم نہین ہوتا بلکہ الفاظ اور قواعد کو اپنے جذبات کا محکوم رکھتا ہے ۔

الغرض سرسید نے خیالات کے ظاہر کرنے مین بناوٹ اور تصنع کو کبھی دخل نہین دیا' جس سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ ابتدا مین مطلب نگاری شروع کی تھی غدر کے زمانہ تک جو کہ تقریبًا بیس برس کا زمانہ ہوتا ہے اپنے اُسی سیدھے سادے اور نیچرل اسٹائل مین ہر قسم کی تحریرین۔ کیا کتابین ۔ کیا مضامین اور کیا مقدمات کے فیصلے اور تجویزین۔ برابر لکھتے رہے ۔ اس بیس سال کی مشق نے۔ جو کہ ایک انداز پر متصل جاری رہی۔ ضرور ہے کہ اُنکی قلم مین ہر مطلب کے ادا کرنے اور ہر پیچیدہ مضمون کے سُلجھانے کی ایک غیر معمولی طاقت پیدا کر دی ہوگی؛ کیونکہ نیچرل قُوے سے جب اُنکے مقتضا کے موافق برابر کام لیا جاتا ہے تو اُنسے اکثر فوق العادۃ کرشمے ظہور مین آتے ہین ۔ مگر ابھی وہ وقت نہین آیا تھا جب کہ اس سیدھی سادی تحریر کے اصلی جوہر کھلنے والے اور اس ٹھنڈی آگ کے شعلے بلند ہونے والے تھے ۔

غالبًا اس بات پر سب کا اتفاق ہوگا کہ تحریر یا تقریر کا اصل مقصد لوگون کے دلون پر اثر کرنے کے سوا اور کچھ نہین ہے مگر اس امر مین سب کی رائے مختلف معلوم ہوتی ہے کہ اثر کس طرح

ایسی اُجاگر نہین معلوم ہوتین جیسی دیگر مصنفون کے کلام مین معلوم ہوتی ہین ورنہ صنائع لفظی کے سوا اُسمین تمام محاسن لفظی و معنوی موجود ہین ۔ تشبیہین بھی ہین ، استعارے بھی ہین کنائے بھی ہین ، تمثیلین برجستہ اور تلمیحین نہایت لطیف ہین ، بذلے اور لطیفے حد سے زیادہ دلکش و دلفریب ہین ، کہاوتین اور اشعار برمحل جا بجا نظر آتے ہین ۔ مگر اس قبیل کی جو چیز ہے اُسمین ایسا بے ساختہ پن پایا جاتا ہے کہ گویا بے قصد و بے ارادہ مصنف کی قلم سے ٹپکی ہے ۔

مگر جو چیز کہ سرسید اور دیگر مصنفون اور مضمون نگارون مین مابہ الامتیاز ہے وہ قدرتِ بیان ہے جسکے ثبوت کے لئے خود اُنکی مختلف تحریرون کا دیکھ لینا کافی ہے ۔ مصنف کی قدرتِ بیان کئی شکلون مین ظاہر ہوتی ہے ۔ ایک یہ کہ وہ ہر ایک مضمون کو اُسی پیرایہ مین بیان کر سکے جو اُس مضمون کی حالت کے مناسب ہے ۔ کیونکہ ہر قسم کے کلام کا پیرایۂ بیان جدا ہوتا ہے ۔ جس ڈھنگ پر نوول لکھا جاتا ہے اُس ڈھنگ پر تاریخ یا بایوگرفی نہین لکھی جاتی ۔ جہان متانت اور سنجیدگی کا موقع ہوتا ہے وہان ظرافت نازیبا معلوم ہوتی ہے ۔ تشبیہ و استعارہ اگرچہ نظم و نثر کا زیور ہے مگر کسی سررشتہ کی سالانہ رپوٹ ، یا کسی مقدمہ کے فیصلہ ، یا کسی پبلک جلسہ کی روئداد مین اُس سے زیادہ کوئی چیز بدنما نہین ہوتی ؛ اسی لئے کہا گیا ہے " ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانے دارد " مگر جہان تک دیکھا جاتا ہے ہر مصنف پر اُسکی طبیعت کے میلان کے موافق رفتہ رفتہ کسی خاص پیرایۂ بیان کا رنگ چڑھ جاتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ ایک خاص مضمون کے سوا اور کسی موضوع پر کچھ نہین لکھ سکتا اور یا جس موضوع پر قلم اُٹھاتا ہے اُسکو اُسی خاص رنگ مین رنگنا چاہتا ہے ۔ مثلاً بعضون کا قلم حسن و عشق کے میدان مین خوب دوڑتا ہے ، پس یا تو وہ ایسے مضمون پر قلم ہی

لکیر پر فقیر چلے آتے تھے اور کوئی ایسی بات۔ جس سے کبھی اُنکے کان آشنا نہ ہوے ہون - ہرگز سننی نہین چاہتے تھے مگر سچ مین وہ کرشمہ ہے کہ تاریکی مین بھی وہ چمکے بغیر نہین رہتا ۔ جو شخص سب سے پہلے تقلید کی بندشون کو توڑ کر اور سوسائٹی کی رکاوٹون کو برطرف کرکے قوم کی اصلی بھلائی کے خیالات صاف صاف ظاہر کرتا ہے - گو کہ وہ قوم کے مذاق اور اِلف و عادت کے کیسے ہی برخلاف ہون - اُنمین عجیب قسم کی کشش ہوتی ہے کہ اُنکے سننے کے لیئے کیا موافق اور کیا مخالف سب کے کان کھڑے ہوجاتے ہین اور دونو فریق مختلف طور پر اُنسے متاثر ہوتے ہین ؛ پہلا اُنکو حق سمجھکر بے چون و چرا قبول کرتا ہے اور دوسرا اُنمین مقبولیت کے آثار نمایان دیکھکر خائف ہوتا ہے کہ مبادا یہ خیالات تمام قوم مین شایع ہوجائین ۔ سرسید کی تحریر مین یہی چیز تھی جسنے اُن سیدھے سادھے اور معمولی لفظون مین جادو کا سا اثر پیدا کردیا تھا اور تمام قوم مین ہل چل ڈالدی تھی ۔

مگر اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ سرسید کی تحریر جو بظاہر متعارف لفظی خوبیون سے خالی معلوم ہوتی تھی درحقیقت اُسمین لفظی خوبیان نہ تھین بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب عمدہ اور پاکیزہ خیالات ایسے صاف اور معنی خیز لفظون مین بیان کیئے جاتے ہین کہ لفظون کے ساتھ ہی ساتھ معنی بھی ذہنون مین اُترتے جاتے ہین تو خیالات کی خوبی ناظرین کو الفاظ کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی بلکہ محاسن لفظی خیالات کی شکوہ مین دب جاتے ہین ۔ اسکے سوا جب مصنف کی ہمت محض عمدہ خیالات کے پھیلانے پر مقصور ہوتی ہے تو اُسکے بیان مین محاسنِ لفظی کی اُسی قدر گنجایش ہوتی ہے جسقدر کہ ہر مقام کا مقتضا ہوتا ہے اور اسلیئے وہ عبارت مین اسقدر گھل مل جاتے ہین کہ جبتک بنظرِ غور نہ دیکھا جائے عام بیان اُنسے سادہ نظر آتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید کی تحریر مین لفظی خوبیان

جواخلاق کے بیان مین ایک مورلسٹ کے ہاتھ مین معلوم ہوتی ہے تو عدالت کے فیصلون مین ایک کہنہ مشق جج کے ہاتھ مین ' اور سالانہ رپوٹون اور جلسون کی روئدادون مین ایک تجربہ کار سکرٹری کے ہاتھ مین ۔ یہان ہم ایک نہایت معمولی مثال کے ذریعہ سے ناظرین کو اس بات کا خیال دلانا چاہتے ہین کہ اس شخص کے قلم مین ہر ایک مطلب کو اُسکے مناسب پیرایہ مین بیان کرنے کی کس قدر قابلیت تھی ۔

سرسید نے تہذیب الاخلاق کے ایک آرٹکل مین آدم کی سرگذشت ایک قصہ کے پیرایہ مین بیان کی ہے ' وہان اُس موقع پر۔ جبکہ آدم نے محض تنہائی اور سناٹے کے عالم مین حوّا کو اچانک اپنے پہلو مین بیٹھے ہوے پایا اور اُس سے بے انتہا خوشی حاصل ہوئی۔ خدا کے شکر کے چند الفاظ فرضی طور پر آدم کی زبان سے اس بات کا تصور دلانے کے لئے لکھے ہین کہ آدم کا اُس غیر مترقبہ خوشی اور اُسکے وجد و ذوق مین کیا حال ہوا ہوگا ؟ اور انسان کی اُس ابتدائی اور نیچرل حالت مین۔ جبکہ زبان مین لفظ موجود نہ تھے۔ کس قسم کے بول خدا کے شکر مین اُسکی زبان سے نکلے ہونگے ؟ اور کیسے سیدھے سادے لفظون سے اُسنے خدا کو پکارا ہوگا ؟

گویا آدم کہتا ہے کہ " جب مین نے اپنے ہمجنس (یعنی حوا) کو اپنے پہلو مین بیٹھا ہوا دیکھا تو مین بہت خوش ہوا اور تالیان بجا کر خوب اچھلا اور خوب کودا ' اور اوپر کو دیکھ دیکھ کر ایک بڑی ہستی کا خیال کر کے خوب گیت گائے اور نہایت ذوق و شوق مین یون چلّایا " اُو ! اُو ! ارے اُو ! ارے او ! ارے وہ جو ہے ! ارے وہ جو ہے ! ارے وہ جو رہیگا ! ارے وہ جو رہیگا ! ارے وہ جو تو ہی ہے ! ارے وہ جو تو ہی ہے ! میرا شکر لے " اُس انجان جانب کا رنے میرا شکر لیا ' اب تم سب اُسی برکت کے پھل پھول ہو " اگرچہ بادی النظر مین یہ مثال بہت کم وزن اور حقیر معلوم ہوگی

نہین اُٹھاتے جس مین حسن وعشق کی چاشنی نہو اور یا جو مضمون لکھتے ہین اُسکو اُسی سانچے مین ڈھالنا چاہتے ہین ۔ اسی طرح بعض کی طبیعت پر استعارہ اسقدر غالب ہو جاتا ہے کہ سیدھے رستے سے بھی چکر کاٹے بغیر نہین گذرتے ' بعضے ہر ایک مضمون مین ظرافت کی چاشنی دینی چاہتے ہین اگرچہ نفس مضمون اُس سے اِبا کرتا ہو ۔ غرض کہ جس مصنف یا مضمون نگار کو دیکھیے اُسپر کوئی نہ کوئی بھوت سوار ہوتا ہے ۔

مگر سرسید کی تحریرون کو ہم اس عام قاعدہ سے مستثنےٰ پاتے ہین ؛ اُنکی ہر قسم کی بے شمار تحریرین کیا تاریخی ' کیا علمی ' کیا مذہبی ' کیا اخلاقی ' کیا سوشل ' کیا پولٹکل ' کیا افشل ' اور کیا لیگل ۔ علیگڑھ گزٹ ' تہذیب الاخلاق ' تصانیف احمدیہ ' سالانہ رپوٹون ' عدالت کی فیصلون ' جلسون کی رُوئدادون اور پرائوٹ خطون وغیرہ مین موجود ہین اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شاخ مین وہی پیرایۂ بیان پایا جاتا ہے جو اُسکے لئے موزون اور مناسب ہے ۔ حالانکہ مصنف کو خود خبر نہین کہ کس مضمون کے لئے کونسا پیرایۂ بیان موزون ہے مگر تحریر کی قدرتی قابلیت بغیر قصد وارادہ کے قلم کو اُسی راہ پر ڈالدیتی ہے جسپر اُسکو چلنا چاہیے ۔ جسطرح پہاڑ کی رَو رستے کی موڑ توڑ اور پیچ وخم کے ساتھ رخ بدلتی چلی جاتی ہے اسیطرح ہر مقام کے مقتضا کے موافق تحریر کا رنگ خود بخود بدل جاتا ہے ۔ اگر علمی اور تاریخی مضامین مین دریا کے بہاؤ کیسی روانی ہے تو مذہبی اور پولٹکل تحریرون مین چڑھاؤ کی تیراکی کا سا زور ہے ۔ اعتراضات کے جواب مین متانت اور سنجیدگی ہے تو بے دلیل دعوون کے مقابلہ مین ظرافت وخوش طبعی ۔ نصیحتین نشتر سے زیادہ دلخراش اور مرہم سے زیادہ تسکین بخش ہین ۔ غصہ مہربانی سے زیادہ پُر لطف ہے اور نفرین آفرین سے زیادہ خوش آیند ۔ وہی ایک قلم ہے

سُلجھانے پر کس قدر قدرت تھی ۔

تیسرے واقعات وحالات کے حسن و قبح کی تصویر اسطرح کھینچنا کہ جو بُرائیان بسبب اُلفت وعادت کے دلون مین کُھب گئی ہون اُنکی بُرائی ، اور جو خوبیان سوسائٹی کے اثر سے نظرون سے سپ گئی ہون اُنکی خوبی فوراً دلون پر نقش ہو جائے ۔ یہ کمال بھی جو سرسید کی تحریر مین دیکھا جاتا ہی دوسری جگہ آج تک نہین دیکھا گیا اور اُسکی مثالین خاصکر تہذیب الاخلاق کی قدیم اور جدید جلدون مین بکثرت موجود ہین

مثلاً وہ ایک آرٹکل مین مسلمانون کے کھانا کھانے کا طریق اسطرح بیان کرتے ہین کہ " ہندوستان مین مسلمانون کے کھانا کھانے کا بھی وہی طریق ہے جو ہندؤون کا ہے ؛ صرف اتنا فرق ہے کہ ہندو چوکے مین بیٹھتے ہین ، مسلمان دسترخوان بچھا کر بیٹھتے ہین ۔ جسطرح ہندو سب طرح کا کھانا ایک ساتھ اپنے آگے رکھ لیتے ہین اسیطرح مسلمان بھی قابُون اور رکابیون اور غوریون اور تشتریون اور پیالون مین سب طرح کا کھانا اور سب قسم کی روٹی اور ہر طرح کے کباب اور فیرنی کے خوانچے اور بورانی کے پیالے اور اچار مُربّے کی پیالیان سیتلا کے پوجاپے کی طرح سب اپنے آگے رکھ لیتے ہین اور اُس ایک دسترخوان پر کوئی فیرینی کلمۂ شہادت کی انگلی سے اور کوئی (دست پنجہ) چارون انگلیون سے چاٹ رہا ہے ، کوئی پلاؤ مین اروی کا سالن ملا ملا کر کھا رہا ہے ، کسی نے سالن ملا ہوا پلاؤ کھا کر نان آبی سے لتھڑا ہوا پنجۂ مبارک پونچھکر روٹی کو سالن مین ڈبو ڈبو کر کھانا شروع کیا ہے ، کسی نے بورانی کے پیالے کو مونھ سے لگا کر سڑ سڑ پابھرا اور یہ کہکر - کہ واللہ بڑی تیز ہے - اوہ اوہ کرنا شروع کیا ہے ۔ تمام جھوٹے برتن اور نیم خوردہ کھانا اور چچوڑی ہوئی ہڈیان اور روٹی کے ٹکڑے اور سالن مین کی نکلی ہوئی لکڑیان سب آگے رکھی ہوئی ہین ۔ اس عرصہ مین جو شخص پہلے کھا چکا ہے اُسنے ہاتھ دھو ، کھنکار کھنکار کر گلا صاف کرنا ، اور بیسن سے دانت رگڑنے ، اور زبان پر دو اُنگلیان رگڑ رگڑ کر صاف کرنا شروع کیا ہے ۔ اور اور

مگر موقع کا تصور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو حالت ان لفظون سے ظاہر ہوتی ہے اُسکے بیان کرنے کے لیئے ان سے بہتر الفاظ ملنے کسقدر مشکل تھے۔

دوسرے مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مطلب کو اسطرح سُلجھا کر ادا کر جانا کہ جو مضمون لفظون مین سماتا نظر نہ آتا ہو وہ ایسی خوبی سے ادا ہو جائے جیسے انگوٹھی پر نگین جڑ دیا۔ اس لحاظ سے جو قدرت سرسید کے قلم مین دیکھی گئی ہے وہ فی الواقع نادر الوجود تھی۔ قرآن مجید مین بے شمار مقامات ایسے ہین کہ سرسید کی تفسیر دیکھنے سے پہلے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ اُن مقامات کے معنی اُس اصول کے موافق قرار دیئے جاسکین جسکے مطابق سرسید نے تمام قرآن کی تفسیر کرنے کا دعوے کیا ہے؛ مگر تفسیر دیکھنے کے بعد مستثنےٰ مقامات کے سوا کوئی مقام ایسا نظر نہین آتا جسکی تفسیر اُسی اصول کے موافق پوری نہ اُتر گئی ہو۔ اگرچہ اسکی مثالین قرآن کی تفسیر مین جابجا موجود ہین مگر ایک نہایت بدیہی مثال آدم کے قصہ کا بیان ہے۔ اس قصہ کی نسبت - جو کہ قرآن مجید مین مذکور ہے - اگرچہ علمای سلف مین سے بھی بعض محققین نے یہی لکھا ہے کہ یہ کسی واقعہ کی خبر نہین بلکہ انسان کی فطرت کا بیان بطور تمثیل کے کیا گیا ہے مگر علمای سلف اس رمز کی طرف ایک مجمل اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے ہین؛ کسی نے قصہ کی تمام جزئیات کو تمثیل کے قالب مین ڈھالکر نہین دکھایا۔ سرسید نے اول تہذیب الاخلاق مین اسی مضمون کو ایک فرضی قصہ کے پیرایہ مین بیان کیا ہے اور پھر تفسیر مین بہ حیثیت ایک مفسر کے تمام قصہ کے جزئیات کو انسان کی فطرت اور اُسکے قُوٰی پر ایسی خوبی سے منطبق کیا ہے کہ اُنسے پہلے کسی سے یہ کام بن نہین آیا۔ پس صرف اسی مضمون کو تہذیب الاخلاق یا تفسیر مین دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو بذریعہ تحریر کے مشکل عقدون کے

اُڑنے لگتا ہے، باچھون تک کف بھر آتے ہین، سانس جلدی چلتا ہے، رگین تن جاتی ہین، آنکھ ناک بھون اور ہاتھ عجیب عجیب حرکتین کرنے لگتے ہین، عنیف عنیف آوازین نکلنے لگتی ہین، آستین چڑھا ہاتھ پھیلا اُسکی گردن اسکے ہاتھ مین اور اُسکی ڈاڑھی اُسکی مُٹھی مین لپا ڈُگی ہونے لگتی ہے، کسی نے بیچ بچاؤ کر کے چھڑا دیا تو غراتے ہوئے دھر چلا گیا اور ایک ادھر، اور اگر کوئی بیچ بچاؤ کرنے والا نہوا تو کمزور نے پٹ کر کپڑے جھاڑ سر سہلاتے اپنی راہ لی"

"جسقدر تہذیب مین ترقی ہوتی ہے اُسیقدر اس تکرار مین کمی ہوتی ہے۔ کہین غرفش ہو کر رہجاتی ہے، کہین تو تو مین تکار تک نوبت آجاتی ہے، کہین آنکھین بدلنے اور ناک چڑھانے اور جلدی جلدی سانس چلنے ہی پر خیر گذر جاتی ہے، مگر ان سب مین کسی نہ کسی قدر کتون کی مجلس کا اثر پایا جاتا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اپنے دوستون سے کتون کی طرح بحث و تکرار کرنے سے پرہیز کرے۔

یا مثلاً ایک آرٹکل مین۔ جسکا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون کی دنیوی ترقی مین کوشش کرنا اُنکی دنیا اور دین دونو کی خیرخواہی کا کام ہے۔ ایک موقع پر لکھتے ہین "اب دوسری طرح پر غور کرو اور ایک خیالی دنیا بناؤ اور یہ تصور کرو کہ ہندوستان مین تمام مسلمانون کے پاس دولت و حکومت اور منصب نہ رہے، سب مفلس اور نان شبینہ کو محتاج ہون (جیسا کہ انشاءاللہ تعالیٰ اُن بدعقلیون اور بدفہمیون اور بدنصیبیون کے سبب۔ جو زمانہ حال مین اُنکے خطوط پیشانی سے پڑھی جاتی ہین۔ عنقریب ہونیوالا ہے) اور دربدر بھیک مانگتے پھرین، اُنکی اولاد جاہل اور نالائق چور اور بدمعاش ہو، واعظین کو۔ جو محض ریاکاری اور مکاری سے دنیا کماتے پڑے پھرتے ہین۔ کوئی ٹکا دینے والا یا لقمہ تر کھلانے والا نہ رہے، جناب حضرت پیرجی صاحب۔ جو لوگون کو مرید کر کر اپنا لشکر بناتے پھرتے ہین اور سالانہ ٹیکس یا جزیہ اُنپر مقرر کرتے ہین اور ہر سال اُسکی تحصیل مین مصروف ہین۔ اُنکو کوئی دینے والا نہ رہے، یا جناب مولوی صاحب قبلہ۔ جو حدیث و تفسیر یا صدرا و شمس بازغہ طالب علمون کو پڑھاتے ہین۔

بے تکلف بیٹھے کھانا نوش فرماتے ہین۔ نہ اُن ہاتھ مونہ دھونے والون کو خیال ہے کہ ہم کھانا کھانے والون کے قریب کیسی حرکات ناشایستہ کرتے ہین اور نہ کھانا کھانے والون کو اُن لوگون کی کریہ آواز سُننے اور زرد زرد ہلدی ملے ہوے رنگ کا لعاب نکلنے اور بلغم کے لوتھڑے تھو تھو کرکے چلمچی یا تاش مین تھوک دینے اور بتاسے کی طرح اُس کے پانی پر تیرتے پھرنے کی پرواہ ہے۔ نعوذ باللہ منہا ! ! ! "

مثال ۲

یا مثلاً ایک آرٹکل مین بے تہذیب آدمیون کی بحث و تکرار کی تصویر اس طرح کھینچی ہے کہ

"جب[1] کتے آپس مین مل کر بیٹھتے ہین تو پہلے تیوری چڑھا کر ایک دوسرے کو بُری نگاہ سے آنکھین بدل بدل کر دیکھنا شروع کرتے ہین، پھر تھوڑی تھوڑی گونجیلی آواز اُنکے نتھنون سے نکلنے لگتی ہے، پھر تھوڑا جبڑا کُھلتا ہے اور دانت دکھلائی دینے لگتے ہین، اور حلق سے آواز نکلنی شروع ہوتی ہے، پھر باچھین چِر کر کانون سے جالگتی ہین، اور ناک سمٹ کر ماتھے پر چڑھ جاتی ہے، ڈاڑھون تک دانت باہر نکل آتے ہین، مونہ سے جھاگ نکل پڑتے ہین، اور عنیف آواز کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے ہین، اور ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہین، اسکا ہاتھ اُسکے گلے مین اور اسکی ٹانگ اسکی کمر مین، اُسکا کان اسکے مونہ مین اور اسکا ٹینٹوا اُسکے جبڑے مین، اسنے اُسکو کاٹا اور اُس نے اسکو پچھاڑ کر بھنبوڑا۔ جو کمزور ہوا دُم دبا کر بھاگ نکلا"

"نامہذب آدمیون کی مجلس مین بھی آپس مین اسی طرح پر تکرار ہوتی ہے۔ پہلے صاحب سلامت کرکر آپس مین مل بیٹھتے ہین، پھر دھیمی دھیمی بات چیت شروع ہوتی ہے، ایک کوئی بات کہتا ہے، دوسرا بولتا ہے واہ ! یون نہین، یون ہے، وہ کہتا ہے واہ ! تم کیا جانو، وہ بولتا ہے تم کیا جانو، دونو کی نگاہ بدل جاتی ہے، تیوری چڑھ جاتی ہے، رُخ بدل جاتا ہے، آنکھین ڈراونی ہوجاتی ہین، باچھین چِر جاتی ہین، دانت نکل پڑتے ہین، تھوک

[1] یہ مضمون اصل مین انگریزی سے لیا گیا ہو مگر سرسید کا آئین بہت کچھ تصرف ہے جسکے سبب سے وہ بہ نسبت اصل کے بہت زیادہ دلچسپ ہوگیا ہے

حالت مین - کہ ہم بخوبی یقین کرتے ہین کہ مسلمان یقینی اپنے مذہب پر پختہ ہین ' خدا کو ایک جانتے ہین '
رسول کو برحق سمجھتے ہین ' نماز روزہ حج زکوۃ فرض جانتے ہین ' ادنٰے ادنٰے آدمی ضروری نماز روزے کے مسئلے
جانتا ہے ' یا ہر طرح پر اُسکے جاننے کا سامان یا موقع موجود ہے - آیا مذہب اسلام کے دوستدار کا یہ کام ہے کہ اپنے تئین
پیروجی یا حضرت صاحب یا مولوی صاحب کہلانے اور دغابازی سے دنیا کمانے کے لئے انھین باتون کا جنکی ضرورت
نہین ہے - بیٹھا ہوا وعظ کہا کرے ؟ یا جنکی ضرورت درحقیقت مسلمانون کو اور خود اسلام کو ہے اُسکی تدبیر کوشش کرے ؟

" افسوس خدا ہاتھ نہین آتا ' جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم موجود نہین ہین ' ورنہ ایک ایک کا ہاتھ
پکڑ کر اُنکے سامنے لیجاتا اور کہتا اُو خدا ! اور اے جناب رسول خدا ! تم مجھ مین اور انھین محاکمہ کرو اور بتاؤ کہ کون
تمھارا دوستدار ہے ؟ مین گنہگار ؟ یا یہ دیندار ؟ اور انشاء اللہ تعالے اگر خدا سچ ہے اور قیامت درست ہے
تو یہ معرکہ ہونا ہے - لیکن بااینہمہ اگر کوئی مباہلہ پر آمادہ ہو تو مین مباہلہ کو موجود ہون "

یا مثلاً شرعی حیلے - جو فقہ کے فتاوٰون مین گناہ سے بچانے یا گناہ پر دلیر کرنے کے لئے
لکھے گئے ہین - اُنکی مذمت پر سرسید نے ایک آرٹکل ظریفانہ سوال وجواب کے پیرایہ مین تہذیب الاخلاق
مین لکھا ہے جسکا عنوان ہے " انشاء اللہ " ہم اُس آرٹکل کو بجنسہ اس مقام پر لکھتے ہین -

کافر کافر ![1]	کافر کافر ! یون کہو " انا مؤمن حقا " اس جگہ
کیون حضرت کافر کیون ؟	انشاء اللہ کا لفظ نہین کہتے ' ایسے موقع پر یون
تمنے کیا کہا ؟	بولنا کفر ہے -
مین نے کہا " انا مؤمن انشاء اللہ "	پھر حضرت کس جگہ کہتے ہین ؟

[1] گویا ایک مولوی یا فقیہ ایک جاہل آدمی سے مخاطب ہے اور اُسنے جو یہ لفظ کہا ہے کہ انا مؤمن انشاء اللہ اس پر اُسکو کافر بتاتا ہے ۱۲

انکو کوئی چار پیسے کو نوکر رکھنے والا نہ رہے (جیسا کہ اب بھی یہی حال موجود ہے کہ اچھے اچھے مولوی ٹکے ٹکے کو ماری پھرتے ہین اور کوئی نہین پوچھتا) تو اسوقت دین کا کیا حال ہوگا "

" مگر اسکے ساتھ یہ بھی تصور کرنا چاہیئے کہ پیٹ ایسی چیز ہے کہ دین رہے یا جاوے، خدا ملے یا نہ ملے، اُسکو بھرنا چاہیے؛ تو ایسی حالت مین مسلمانون کو پیٹ بھرنے کی تو کچھ فکر کرنی چاہیے ہوگی۔ سو اُسکا خیال بڑے دینداروں کی نسبت تو یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے گھر چھیتڑی جھاڑ رہے ہین، کسی جنگل مین گھانس چھیل رہے ہین، کسی پہاڑ پر لکڑیان چُن رہے ہونگے، کسی کا گھڑا ال رہے ہونگے۔ اور جو ایسے پکّے دیندار نہین ہین اُنکی نسبت کچھ خیال نہین ہوسکتا کہ وہ کیا کرینگے؟ معلوم نہین کہ اُنسے جیلخانے اور جزائر نو آباد بھرینگے، یا یتیم خانے اور کلیسا رونق پاوینگے۔ پس ایسی حالت مین خیال کرنا چاہیے کہ دینِ اسلام کی کیا شان ہوگی؟ اور اُسوقت ہم سلام کرینگے اور پوچھینگے کہ کیون جناب قبلہ وکعبہ؟ ہم جو مسلمانون مین دنیوی ترقی و تہذیب و تربیت و شایستگی مین کوشش کرتے تھے وہ ہمارا امرِ معاش مین[1] منہمک ہونا اور اُسکی ترغیب دینا اور امرِ معاد کی طرف سے بالکل ذہول اور غفلت کا پردہ ڈالنا تھا؟ یا یہ کام خاص خدا کا اور بالکل دین کا اور سرتاسر معاد کا تھا "

" خدا تعالے نے مذہب اسلام کو عین حکمت بنایا ہے؛ اُسکی بھلائی چاہنے والے کو ضرور ہے کہ وہ بھی حکیم ہو نہ مکار اور دغاباز۔ اور حکیم کا یہ کام ہے کہ جو مرض دیکھتا ہے اُسکی دوا کرتا ہے۔ اسوقت ہندوستان کے مسلمانون کا یہ حال ہے کہ امورِ معاش و تمدن و معاشرت اور علم کی ابتری و خرابی کے سبب روز بروز خراب و ذلیل و حقیر و برباد ہوتے جاتے ہین، اور واعظ و مولوی اور پیرجی خدا ورسول کے دشمن اُنکو روز بروز برباد و تباہ کرتے جاتے ہین۔ پس ایسی

[1] جب کالج قائم کرنے کی تدبیرین شروع ہوئین اور تہذیب الاخلاق جاری ہوا اُس وقت ایک آرٹکل علیگڑھ گزٹ مین کسی نے شایع کیا تھا جسمین یہ بھی لکھا تھا کہ جو قومین امرِ معاش مین منہمک ہوگئین ہین وہ دین سے بالکل غافل اور دست بردار ہوگئی ہین۔ سید صاحب نے یہ آرٹکل اُسی کے جواب مین لکھا تھا ۱۲

کوئی اشرفی نہیں ۔ کیون ! سچ بات ہوئی کہ نہیں ؟
بات ہی بات مین گناہ اُلٹ گیا کہ نہین ؟ یہ تو باتین ہی
باتین ہوئین ، روپے پیسے ، سود بٹے کے معاملہ مین
بھی لفظون ہی کے اُلٹ پھیر سے گناہ اُلٹ جاتا ہی ۔
تولہ بھر سونا سولہ روپئے کی قیمت کا ہمسے قرض لو ، سود سے
بچنے کو کہلو کہ بیس تولہ چاندی لینگے ، سولہ تولہ چاندی
مین وہی تولہ بھر سونا آیا ، اور چار تولہ چاندی سود مین
بچ رہی اور سود نہ ہوا ۔ کھوٹا سونا جس مین ذراسا
تانبے کا میل ہو قرض دو ، اور اُسی وزن کے برابر کھرا
سونا لے لو ، مال تو زیادہ کا ہاتھ لگ گیا اور سود نہ ہوا ۔
مکان گروی رکھو ، راہن سے کہلوا لو کہ سکونت مین نے
بحل کی ، کرایہ کا فائدہ ہوا اور سود نہ ہوا ۔ گانو گروی لو
مثلاً ہزار روپئے کو جس مین دوسو روپیہ سالانہ کا
فائدہ ہو ، راہن سے اسی روپیہ سال دینے کے اقرار پر
پٹا لکھوا لو ، اور گانو پر قبضہ کر لو ، کل منافع تحصیل کرو ،
ایک سو بیس روپیہ سال سود کے ، پٹے کے نام سے بچے
کہ نہین ؟ اور سود نہ ہوا ۔

حضرت ! کیا یہ ہوتا ہے ؟
خدا کی قسم سب کرتے ہین ؛ جتنے مقدس ، خدا پرست ،
وہابی ، نیم وہابی ، مقلد ، حنفی ، زمیندار ،
تعلقہ دار ہین سب کرتے ہین ؛ بڑے بڑے مولویون نے
فتوے دیدیے ہین ۔
اب سمجھے کہ لفظون کے اُلٹ پھیر سے گناہ پلٹ گیا کہ نہین ؟
اجی ابھی ہمارے پاس کوئی زکوۃ کا روپیہ لاوے اور ہم
مستطیع ہون ، ابھی گھر مین جاکر بیوی سے کہہ آوین کہ
ہمنے اپنا کل مال تمکو ہبہ کیا ، اب ہم مفلس ہوگئے کہ نہین ؟
باہر آوین اور زکوۃ کا روپیہ لے لین ؛ باتین ہی تو ہین ،
ان باریکیون کے سمجھنے کے لئے علم درکار ہے ۔
بھلا حضرت یہ تو ہوا ، انشاء اللہ والی بات رہ گئی ،
اُسکو بھی کسی مثال سے سمجھا دو ۔
ارے میان ! یون سمجھو کہ ہمنے تمھارا دل خوش
کرنے کو تم سے کہدیا کہ ہم کل تمھارے ہان آوینگے انشاء اللہ ،
ہمارا ارادہ آنے وانے کا کچھ نہ تھا ، یون ہی کہدیا تھا ، جب
نہ گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے نہین چاہا ، اسی پر وعدے کو

قسم سے بچنے، وعدہ پورا نہ کرنے، بے گناہ دھوکا دینے، جھوٹ بولنے اور جھوٹا نہ ہونے مین ۔

حضرت پھر تو انشاءاللہ خوب اوزار ہے ۔ کیا مسلمانون کا برتاؤ اسی مسئلہ پر ہے ؟

ہان، جو پرہیزگار، مولوی، عالم، شرع پر چلنے والے ہین، گناہون سے بچنا چاہتے ہین، وہ ہمیشہ اس پر خیال رکھتے ہین ۔

حضرت مین تو نہین سمجھا ۔

فقہ پڑھی ہو، اصول فقہ کو جانا ہو، عالمون کی صحبت اُٹھائی ہو تو جانو ۔ جاہل کندۂ ناتراش، نہ پڑھے نہ لکھے جانو تو کیا جانو ؟

حضرت آپ ہی سمجھا دیجیے ۔

ارے میان ! اِن کے معنی تو اگر، شاء کے معنی چاہا، اللہ کے معنی تو اللہ کے ہین ہی، مگر وہ فاعل واقع ہوا ہے جسکے معنی نے کے ہوتے ہین ۔ اب سب ملاؤ تو یہ معنی ہوے "اگر چاہا اللہ نے" اب دو مسئلے فقہ کے اور سمجھ لو؛ اگر کوئی امر کسی پر مشروط ہو، اور بسبب نہ پورے ہونے شرط کے ادا نہ کیا جاوے تو کچھ گناہ لازم نہین آتا " اذا فات الشرط فات المشروط " ایک مسئلہ ہوا ؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ خالق جمیع افعالِ عباد کا خدا ہے ۔ پس جب ان دونو مسئلون کو ملاکر انشاءاللہ کے معنون کو دیکھو تو پھر انشاءاللہ کہنے کے بعد کچھ گناہ نہین رہتا ۔

حضرت ! مین مسئلے تو بخوبی سمجھ گیا، مگر اب تک میری سمجھ مین یہ نہین آیا کہ گناہ کیونکر نہین رہتا ؟ کیا وہ لفظون کے الٹ پھیر سے اُلٹ جاتا ہے ؟

جاہل ! اور کیا ؟ ہماری جیب مین ایک گھڑی ہے، ہمارے دوست کو اُسکی ضرورت ہے جب اُسنے ہم سے مانگی ہمنے کہا کہ ہمارے گھر مین کوئی گھڑی ہی نہین، اُسنے کہا قسم تو کھاؤ ہمنے کہا خدا کی قسم ہمارے گھر مین کوئی گھڑی نہین ۔ ہمارے گھر مین ایک اشرفی رکھی ہے، ہمارے دوست نے ہمسے اشرفی مانگی، ہمنے کہا کہ ہمارے پاس کوئی اشرفی نہین ۔ اُسنے کہا قسم تو کھاؤ، ہمنے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس

پلٹ گیا کہ نہین ؟ مگر اس زمانہ مین جو کمبخت مقلدین فلاسفۂ ملاحدہ
نکلے ہین وہ تو مذہب اسلام کی جڑ کاٹتے ہین ۔ یا اللہ کیا مشکل
پڑی ہے !!!

تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک پیرمرد متبرک صورت سفید ریش
ملے ، جانا کہ یہ بھی کوئی مولوی ہین ، پکار کر کہنے لگے کہ مجھے
آپ سے کچھ پوچھنا ہے ، انھون نے کہا کہ بھائی ! کیا کوئی مذہبی
مسئلہ ہے ؟ بولے حضرت ! ہان مذہب کا مسئلہ ہے ۔ انھون
نے کہا کہ بھائی ! نہ مین مولوی نہ مولوی کی دم ، مجھ سے
اور مذہبی مسئلون کے پوچھنے سے کیا واسطہ ؟ کسی مولوی
صاحب سے جاکر پوچھو ، اسی شہر مین بہت سے مولوی ہین ، یہان
سے دس پندرہ کوس پر نامی نامی قصبے ہین ، وہان مولویون
کے ڈھیر کے ڈھیر ہین ، وہان جاکر پوچھو !

نہین حضرت ! مین آپ ہی سے پوچھنا چاہتا ہون ،
آپ کا نام بھی تو مشہور ہے ۔

ارے میان ! شیطان کا نام تو مجھسے بھی زیادہ مشہور ہے ،
ابھی ویسی شہرت تو مجھکو ہوئی بھی نہین ، مین نیچری
مشہور ہون ، مولوی ملا نہین ہون ، مجھسے مت پوچھو !

حضرت ! اگر مولوی ملاؤن سے دل کو تسکین ہوتی تو آپ تک کیون
آتے ؟ جب دل ہی کو تسکین نہو تو مولوی ملاؤن کو کیا کرین ؟ پھر آپ
نیچری ہون یا نیچری بے پوچھے تو دل مانتا نہین ، خدا کے واسطے بتا ہی دو !

اچھا صاحب پوچھو کیا پوچھتے ہو ، مگر مین کسی فتاوے وتاوے
کو نہین جانتا ، خدا کی کتاب اور خدا کے فتاوے کو جو سب کی

۱؎ یہان تک مولوی اور اُسکے جاہل مخاطب کی گفتگو تھی اسکے بعد گویا آخر کل لکھنے والا لکھتا ہے کہ اُس جاہل کا مقابلہ راہ مین نیچریون کے کسی سرگروہ سے ہوگیا پھر اُن دونون کے سوال وجواب ہین ۱۲

۲؎ خدا کے فتاوے سے مراد فطرت انسانی ہے جسمین حسن وقبح اشیا کا علم ودیعت کیا گیا ہے اور جسکی طرف مخبر صادق نے اس حدیث مین اشارہ کیا ہے کہ "اِستَفتِ قَلبَکَ وَلَو اَفتَاکَ المُفتُونَ" اور جو لوگ اس فتاوے کے موافق عمل کرتے ہین وہ مفتیون کے فتوون سے مستغنی ہین ۔ چنانچہ ہمنے خود دیکھا ہے کہ نواب مصطفے خان مرحوم رئیس جہانگیرآباد ضلع بلندشہر کے پاس ایک موضع گروی تھا ، بہت مدت کے بعد مالک نے اُسکو چھڑانا چاہا ، ہرچند کہ رہن نامہ مین تمام منافع موضع مرہونہ کا مرتہن کو معاف ومباح کردیا گیا تھا اور فک رہن کے وقت مالک بخوشی کل زررہن ادا کرنا چاہتا تھا اور مفتیون نے بھی اباحت کا فتوے دیدیا تھا مگر اُس مرحوم مغفور نے یہی حدیث پڑھی کہ استفت قلبک ولو افتاک المفتون اور جسقدر محاصل اس موضع سے وصول ہوا تھا سب زررہن مین سے مجرا دیکر باقی روپیہ راہن سے لے لیا ۱۲

مشروط کیا تھا ' اذافات الشرط فات المشروط ' بات کی
بات مین گناہ پلٹ گیا ۔ کبھی تم عدالت مین گواہی
دینے بھی گئے ہو ؟

ھان صاحب ! ایک دفعہ گیا تھا ' مین نے تو جو سچ
تھا وہ کہدیا تھا ' مگر میرا بھائی مقدمہ ہار گیا ' مین کیا
کرتا ' وہان ایک کالی مخمل کی گول جُنٹ دار ٹوپی پہنے
ہوے گوری رنگت کا مسلمان مولوی کرسی پر بیٹھا تھا '
اُسنے قسم دی کہ سچ کہنا ' مین جھوٹ بولنے سے ڈر گیا '
سچ کہدیا ۔

ھان فقہ نجاننے سے ' عالمون کی صحبت نہ اُٹھانے سے
یہی تو نتیجہ ہوتا ہے ' ارے جب اُس مولوی جج نے
قسم دی تھی کہ سچ بولنا تو تُونے کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ
بولونگا انشاء اللہ ' اگر وہ جج نام کا مولوی تھا اور فقہ
نہ جانتا تھا تو تو پکار ہی کر انشاء اللہ کہدیا ہوتا ' اور
اگر وہ مولوی تھا اور تجھ پر سے تھیٹر سے بلائی آن پڑی تھی
تو پکار کر کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولونگا ' اور جھٹ پٹ
دل مین کہلیا ہوتا انشاء اللہ ' مگر یہ خیال رکھا ہوتا
کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے ' ورنہ انشاء اللہ کا جوڑ ٹوٹ جاتا '
پھر جو چاہتے وہ کہدیتے ' ذرا بھی جھوٹی قسم کھانے کا گناہ
نہ ہوتا ۔

حضرت ! باتین تو آپ نے خوب بتائین ' مگر مین
حیرت مین ہو گیا ' اب تو رخصت ہوتا ہون ' اور کسی سے
بھی تحقیق کرونگا ' میرا دل دُھکڑ پکڑ کر رہا ہے ۔

تُم جس مولوی سے چاہنا پوچھنا ' یہی بتادیگا ۔ کہو
مین ابھی ہدایہ ' شرح وقایہ ' درمختار ' بحرالرائق ' نہرالفائق
اور بڑے بڑے معتبر فتاوے سے ہر ایک جزئی کی روایت نکالدون '
اور تمنے وہ فتاوے بھی دیکھا ہے ؟ جو پُرانے خاندانی
مولویون اور قاضیون کے ہان ہوتا ہے ' مین اسوقت
اُسکا نام بھول گیا ہون ' یاد آجاویگا تو بتادونگا ' اسمین
ہر ایک مسئلہ کی نسبت دو روایتین لکھی ہین ' ایک مین جائز
حلال ' اور دوسری مین ناجائز حرام لکھ رکھا ہے ' پھر
جونسی روایت کے مطابق چاہا فتوے لے لیا ' بہت ہوا
روپیہ دو روپیہ ۔ فتوے کے نام سے نہین ۔ اور کسی نام سے
کبھی کبھی دیتے رہے ۔ کیون ؟ بات کی بات مین گناہ

کرنے کا زیادہ یقین دلایا اور وعدہ پورا نہ کیا ، تیسرا
اس بات کا کہ خدا کو ضامن دیا اور اُسکے نام کی عزت
کا بھی کچھ ادب نہ کیا ۔ اگر کسی بات پر قسم کھاکر انشاء اللہ کہا
تو قسم توڑنے پر گناہ سے نہین بچتے ، بلکہ دُگنا گناہ
ہوتا ہے ، قسم توڑنے کا ، خدا کے ساتھ تعلیق کر کر اُسکا
ادب نہ کرنے کا ۔ جب قسم کھائی کہ سچ کہونگا اور ظاہر مین
یا دل مین انشاء اللہ کہہ لیا اور پھر جھوٹ بولے تو تین گناہ
ہوے ، جھوٹ بولنے کا ، قسم توڑنے کا ، خدا پر تعلیق کر کے
اُسکا ادب نہ کرنے کا ۔ جس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے جب
مصمم اور نہایت مضبوطی اور سچی نیت سے اُسکے پورا
کرنے کا ارادہ ہوتا ہے اُسوقت اُس کے ساتھ
انشاء اللہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ، تمنے ایک مولوی
سے کہا کہ مین تمکو انشاء اللہ دس روپئے دونگا تو اسکے
یہ معنی ہوے ضرور بے شک تمکو دس روپئے دونگا ۔

حضرت ! اپنے وعدون کی نسبت تو مولوی بھی یہی
کہتے ہین کہ یہ وعدہ لفظی نہین رہتا ، بلکہ بحکم نصوص صریحہ مثل
زکوۃ اور نذر معین کے واجب ہوجاتا ہے ، مگر اور جگہ کہتے ہین
کہ نہ وعدہ خلافی کا گناہ ہوتا ہے ، نہ قسم ٹوٹنے کا گناہ
ہوتا ہے ، اور انشاء اللہ کو ایک سپر بناتے ہین جو ہر ایک
حربے سے بچا لیتی ہے ، حضرت ! خدا مارے یا چھوڑے ان
مولویون نے جو اسلام بنا رکھا ہے اگر وہی اسلام ہے تو ہیر اسلام ،
اس سے نیچریت ہی اچھی ہے جو سچائی کو اسلام بتاتے ہین "

اگرچہ یہ تمام آرٹیکل ظرافت کے پیرایہ مین لکھا گیا ہے مگر اسمین جسقدر مسائل فقہا کی طرف
منسوب کیے گئے ہین اُنمین کوئی مسئلہ ایسا نہین جو فقہ کے فتاوون مین موجود نہو ۔ اسی قسم کے
فتوون کی نسبت کہا گیا ہے کہ " استفت قلبك ولو افتاك المفتون "
اور ایسے ہی حیلون کی نسبت جب علی مرتضے رضؓ سے پوچھا گیا کہ ما الحِیلَۃُ ؟
تو آپ نے فرمایا " تَرْكُ الحِیلَۃِ "

یا مثلاً وہ امام غزالی کے ایک رسالہ کے ریویو مین اہل دنیا اور مشائخ وعلما کی نسبت

آنکھوں کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ جانتا ہون ، جو
کہونگا اسی سے کہونگا ۔

بہت اچھا آپ اُسی سے فرمائیے گا' مین پوچھتا ہون
کہ آپ انشاء اللہ کو جانتے ہین ؟

خوب جانتا ہون ' ہماری دلّی کے رہنے والے تھے '
بڑے شاعر تھے ' ذرا مزاج مین ظرافت تھی ' اُنکے یہ
اشعار مجھے یاد ہین ' پہلے مصرع مین شاید کچھ لفظ
اول بدل ہوگئے ہین ۔

"مولوی کہتے ہین ہمکو تو نے کیون رسوا کیا "
"کیا گنہ کیا جرم کیا تقصیر ہمنے کیا کیا "
"واسطہ باعث سبب موجب جہت کچھ بات بھی "
"راز وہ کمبخت کیا تھا مین نے جو افشا کیا "
"کیا کہا کس سے کہا کسنے سنا کب کس گھڑی "
"کس جگہ کس وقت کس دم آپ کا چرچا کیا "

حضرت ! مین آپ سے انشاء اللہ خان شاعر کا
حال نہین پوچھتا ' انشاء اللہ کے لفظ کی نسبت حکم
شرع کا پوچھتا ہون کہ کس مراد اور کس مطلب سے
اور کس مقام پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے ؟

یہ کہو ' ذرا مجھکو خدائی فتاوے نیچر دیکھ لینے دو ۔
اُسمین تو یہ لکھا ہے کہ تمکو کسی کام کی نسبت یہ نہ کہنا چاہئے
کہ مین کل کرونگا ' بلکہ یون کہنا چاہیے کہ اگر خدا چاہے
تو مین کل کرونگا ۔ خدا بسبب علۃ العلل ہونے کے ہر کام
کو ۔ خواہ انسان کرے یا حیوان ۔ اپنی طرف منسوب کرتا ہے
اسلئے انسان کو بھی لازم ہے کہ ہر چیز کو خدا سے متعلق
کرے ' پس جس بات پر انشاء اللہ کا لفظ کہا جاتا ہے
تو انشاء اللہ کے لفظ سے اس بات پر تعلیق ہوتی ہے
اور وعدہ کو زیادہ استحکام ہوتا ہے ' سننے والے کو کامل
یقین ہو جاتا ہے کہ وعدہ کرنے والے نے خدا پر اس
وعدہ کی تعلیق کی ہے تو ضرور اُسکو پورا کریگا ۔ اگر تمنے
کسی سے وعدہ کیا کہ مین کل تمھارے گھر آؤنگا اور اسکے
ساتھ انشاء اللہ نہین کہا ' اور نہین گئے ' تو صرف
وعدہ خلافی کا گناہ ہوا ' اور اگر اُسکے ساتھ انشاء اللہ
بھی کہا اور پھر نہ گئے تو تین گناہ ہوے ایک وعدہ خلافی کا '
دوسرا اس بات کا کہ جس سے وعدہ کیا تھا اُسکو وعدہ پورا

اور گو بالفرض درحقیقت وہ بات کوئی نقص یا عیب کی نہو مگر اسوجہ سے - کہ وہ اُسکے ناقص اور معیوب
ہونے پر یقین رکھتے ہین گو کہ وہ غلطی پر ہون - خدا اور رسول کی شان سے اسکو بعید سمجھتے ہین اور
اسلئے اُسپر یقین نہین کرتے ۔ غرض کہ اُنکو خدا کے تقدس اور رسول کی منزلت پر ایسا یقین ہے
ہی دوسرے کی اُسکے سامنے کچھ حقیقت نہین سمجھتے - پھر وہ کوئی کیون نہو -

اعمال مین سے فرائض کو حق سمجھنا ' اور جسطرح پر ہو سکے اُنکو ٹوٹا پھوٹا مسلسل یا گنڈی دار
ادا کرنا ' اور اُسمین کوتاہی کو اپنی شامت اعمال سمجھنا ' اور اُسپر تاسف کرنا ' دل کو بدی اور بدنیتی
کینہ اور فساد و بغض و حسد سے پاک رکھنا ' کسی کے ساتھ دغابازی نکرنا ' کسی کا مال نہ مار رکھنا ' کسی
ایذا و تکلیف نہ پہنچانی ' ہر ایک کے ساتھ محبت سچی دوستی سے پیش آنا ' سب کی بھلائی چاہنا '
سب کے ساتھ ایمان داری سے معاملہ کرنا اور رکھنا اختیار کیا ہے ۔

دُنیا تو گویا اُنکا مقصد ہی ہے ان باتون کے سوا اُنھون نے دنیا ہی دنیا کو پکڑا ہے ' روپیہ
کے ایمانداری سے پیدا کرتے ہین ' اپنی محنت و مشقت سے روٹی کمانے مین بے انتہا کوشش کرتے ہین ؛
روپیہ کماتے ہین ' عمدہ عمدہ مکانات بناتے ہین ؛ دنیا مین عزت و ترقی و حشمت حاصل کرتے ہین ؛
باغ بناتے ہین ؛ اور اُسکے پھولون اور بیلون کی سیر سے خوش ہوتے ہین ؛ میوے کھاتے ہین ؛
گھوڑون پر چڑھتے ہین ؛ عمدہ سے عمدہ کپڑا پہنتے ہین ؛ اور اچھے سے اچھے کھانے کھاتے ہین ؛
قالینون کے فرش کو جوتیون کے تلے بچھاتے ہین ؛ تمام عیش و آرام - جو کہ انسان عمدہ اخلاق اور
شایستگی کے ساتھ کر سکتا ہے - کرتے ہین ؛ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزون کو - جس لئے اُسنے پیدا کیا ہے -
برتتے ہین اور کام مین لاتے ہین ؛ اور کہتے ہین کہ خدا نے ہمکو دیا ہے ہم کیون نہ برتین اور کیون

ایک[1] مقام پر لکھتے ہین " اس مقام پر امام صاحب نے دو قسم کے دلون کا حال لکھا ہے ایک کا جو اسرار ملکوت اور کفر و ایمان کی حقیقت سمجھنے کے قابل ہین (یعنی اہل دین) اور دوسرے وہ جو ناقابل ہین (یعنی اہل دنیا) اور دونو کے اوصاف بیان کئے ہین۔ مگر یہ مقام کسی قدر زیادہ تشریح کے قابل ہے۔

اسمین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا کہ اس مقام پر امام صاحب نے جو دوسری قسم کے لوگون کے حال سے بحث کی ہے (یعنی اہل دنیا کے حال سے) اُنمین وہ لوگ جو علانیہ اہل دنیا کہلاتے ہین داخل نہین ہین؛ اہل دنیا سے میری مراد اُن دنیا دارون سے نہین ہے جنکو اہل دنیا بھی الدنیا الحکام سمجھتے ہین۔ بلکہ اُنسے مراد ہے جنھون نے دنیا کو بغیر کسی بے ایمانی اور دغابازی کے اختیار کیا ہے؛ دنیا مین۔ بہ حیثیتِ دنیاداری۔ اپنی عزت' اپنا نام' اپنی شہرت' اپنا آرام' اپنی حشمت چاہتے ہین؛ زہد و تقوے' علم و اِتقا' صبر و قناعت کے ذریعہ سے دنیا و آخرت مین تفوق کی خواہش اُنھون نے ظاہر نہین کی؛ اُنھون نے ایمان مین سے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر دل سے یقین کیا ہے؛ وہ خدا کی ذات کو بے نقص اور رسول اللہ کو بے عیب سمجھتے ہین؛ وہ کسی ایسی بات کو جس مین اُنکی دانست مین خدا پر کوئی نقص آتا ہو اور رسول اللہ پر کوئی عیب لگتا ہو۔ نہین مانتے۔ گو وہ کسی نے کہی ہو اور کسی نے لکھی ہو' اور گو کہنے والے اور لکھنے والے کے نزدیک اُس سے کوئی نقص نہ آتا ہو اور عیب لگتا ہو'

---

[1] یہ وہ مقام ہے کہ امام غزالی نے اپنے رسالہ " التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ " مین دو قسم کے لوگون کا حال لکھا ہے ایک اہل دنیا۔ جنھون نے ہوائے نفس کو اپنا خدا' سلاطین کو اپنا معبود' درہم و دینار کو اپنا قبلہ' حب جاہ کو اپنی شریعت اور اہل دول کی خدمت کو اپنی عبادت قرار دیا ہے اور اسلئے وہ کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی مین تمیز نہین کر سکتے۔ دوسرے اہل دین۔ جنکا دل دنیا کے میل کچیل سے پاک ہے' کامل ریاضت سے مجلّے ہے' خدا کی یاد سے منور ہے وغیرہ وغیرہ اور اسلئے وہ کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو بخوبی تمیز کرتے ہین۔ سرسید نے امام صاحب کے بخلاف اہل دنیا کے ایک خاص گروہ کو مستثنے کر کے دنیا دارون کی برادت کی ہے اور پھر اہل دین کی خبر لی ہے ۱۲

مگر وہ دوسرا فرقہ بھی نہایت ہی خوفناک ہے جنکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ "اُنکا دل دنیا کے میل کچیل سے پاک ہے، کامل ریاضت سے مجلّے ہے، خدا کی یاد سے منور ہے، فکر کی شیرینی سے شیرین ہے، شریعت کی پابندی سے مزیّن ہے، مشکوٰۃ نبوت سے روشنی لیتا ہے، جلادار آئینہ کی مانند ہے، اُنکا نورِ ایمان شیشہ کی ہانڈی مین بے آگ کے سلگتا ہے۔ نور کے چمکارے اُنکے دل سے نکلتے ہین" ہان یہ سچ ہے کہ اس فرقہ نے ہوائے نفس کو اپنا خدا، اور سلاطین کو اپنا معبود، اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ نہین بنایا؛ مگر خود ہوای نفس نے اُنکو اپنا خدا، اور خود سلاطین نے اپنا معبود، اور درہم و دنانیر نے اُنکو اپنا قبلہ بنایا ہے؛ پھر اُنکو بنانے کی کیا حاجت تھی۔

جسوقت کہ پیر صاحب یا مولوی صاحب کے گرد اُنکے معتقدین کا حلقہ ہوتا ہے اور حجر اسود کی مانند اُنکے دستِ مبارک کے بوسہ دینے کو لوگ دوڑتے ہین تو اُنکا دست مبارک یمین الرحمٰن سے بھی بالادست ہو جاتا ہے۔ مولوی صاحب، حضرت صاحب کی آواز کا چارون طرف سے اُنکے کان مین آنا چاؤشانِ کسریٰ و کیقباد کی آواز سے بھی قوی اثر اُنکے دل پر ڈالتا ہے۔ مسکینی اور انکسار اُنکو آسمان پر چڑھاتی جاتی ہے، اسلیٔے وہ اور زیادہ مسکین اور منکسر ہوتے جاتے ہین۔ سادہ وضعی پر لوگ فریفتہ ہوتے ہین، اسلیٔے وہ اَور سادہ بنتے جاتے ہین۔ دنیا سے نفرت اُنکو دنیا دلاتی ہے، اسلیٔے وہ دنیا سے زیادہ نفرت کرتے جاتے ہین۔ بے طمعی حاجت سے زیادہ بغیر محنت کے درہم و دنانیر دلا دیتی ہے، اسلیٔے وہ زیادہ بے طمع ہوتے جاتے ہین۔ اُنکی ہر ایک بات پر لوگ آمنّا و صدّقنا کہتے ہین، اسلیٔے اُنکے دل مین دوسرے کی بات کی حقارت

---

[1] یہ اقوال امام صاحب کے رسالہ سے لئے گئے ہین جو اس جملہ پر ختم ہوتے ہین کہ "نور کے چمکارے اُنکے دل سے نکلتے ہین" ۱۲

مصیبت بھگتین ؛ اگر خدا کو انسے ہمارا عیش و آرام مقصود نہ تھا تو انکو پیدا ہی کیون کیا تھا ۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم انکو برتین اور عیش اڑاوین ؛ مگر زیادتی نہ کرین کیونکہ جسطرح کے استعمال کے لئے وہ بنائے گئے ہین اگر اُسطرح پر استعمال نکرین تو نمکحرام اور چور ہونگے نہ شریف دنیادار ۔ وہ نہ دعوے دینداری کرتے ہین ، نہ کسی کے پیشوا بننا چاہتے ہین ، نہ اپنے تئین تابع سنت کہلو پسند کرتے ہین نہ پیر مرشد ، نہ ممبر پر واعظ بننا چاہتے ہین نہ استفتا کے مفتی ۔ سیدھی طرح سے خدا کے بندے رسول کی امت ہین ، خدا کے دئے ہوے عیش و آرام مین مست رہتے ہین ۔ پس ایسے لوگ تو امام صاحب کی بحث سے خارج ہین ۔

ہان جو کچھ اس مقام مین امام صاحب نے لکھا ہے وہ اُن لوگون کی نسبت لکھا ہے جو جبہ و عمامہ دار ہین ، دنیا چھوڑ دین کی راہ پر چلتے ہین ، دن رات قال اللہ و قال الرسول مین بسر کرتے ہین دین ہی دین پکارتے ہین ، دین ہی کا اوڑھنا دین ہی کا بچھونا بناتے ہین ، دنیادارون نے جسقدر مختصر اکچھ دین کے اختیار کئے تھے اُن دینداروں نے اُسیقدر مختصر باتین دنیا کی اختیار کی ہین ، اور جسقدر وہ دنیا کے حاصل کرنے مین مشغول تھے ، اسی قدر یہ دین کے حاصل کرنے مین مشغول ہین ؛ گویا پہلے فرقہ کے بالکل برعکس ہین ۔ اسی مقدس فرقہ کا (خدا انسے پناہ مین رکھے) امام غزالی صاحب نے ذکر کیا ہے ۔ بے شک جب یہ فرقہ کریلا اور نیم چڑھا ہو جاوے یعنی ہواے نفس کو اپنا خدا ، اور سلاطین کو اپنا معبود ، اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ ، اور حُبّ جاہ کو اپنی شریعت ، اور اہلِ دوَل کی خدمت کو اپنی عبادت قرار دے تو وہ کبھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز نہین کرسکتا ۔ فماقالہ الغزالی فہو حق لاریب فیہ ۔

آجاوے تو جھپ نگل جاتا ہے۔ اور اگر کبھی اُگل دیتا ہے تو اس امید پر کہ اس سے بھی زیادہ لقمہ
تر بتر آویگا۔ یہی باتین تھین جنکے سبب حضرت عیسے نے فروسیون اور صدوقیون کو یعنی
شریعت پر چلنے والے یہودیون کو ملامت کی۔ یہی لوگ اسکے مصداق ہین کہ "یلعنھم اللہ
ویلعنھم اللاعنون" عمدہ زندگی وہی ہے جو سیدھی سادھی ایک دنیادار کیسی ہو۔ پھر خواہ
وہ دوزخ مین جائے، یا بہشت مین۔ قال رسول اللہ صلعم "ما ادری ما یفعل بی ولا بکم"

اگرچہ سر سید نے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین۔ اُردو زبان اور اُردو لٹریچر کو طرح طرح
سے مدد پہنچائی ہے مگر جو بے بہا مدد خاصکر اُنکے لٹریری ورکس سے اُردو لٹریچر کو پہنچی ہے اُسکے
لحاظ سے اُنکو فادر اوف اُردو کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے۔ اگرچہ سر سید کے سوا اور بھی بہت سے
لائق لائق مصنف، مترجم اور مضمون نگار ملک مین موجود ہین جو نئے نئے خیالات اور
نئے نئے اسلوبون سے اُردو زبان کو سرمایہ دار کر رہے ہین؛ لیکن ہر شخص کی طرزِ تحریر مین۔
گو کہ وہ فی نفسہ کیسی ہی عمدہ اور اعلے درجہ کی ہو۔ یہ قابلیت نہین ہوتی کہ وہ عام تحریرون کو اپنی
سطح پر لے آئے۔ بعضے اسٹائل ایسے اچھوتے اور شارعِ عام سے ایسے بعید ہوتے ہین کہ اَور لوگ
اُنکا تتبع کرنے کی دسترس اپنے مین نہین پاتے، اور بعضے ایسے سپاٹ اور سیٹھے پھیکے ہوتے ہین کہ
اُنکی طرف کسی کی توجہ مائل نہین ہوتی؛ اور اسلئے دونو قسم کے اسٹائلون کا عام لٹریچر پر کوئی معتدبہ
اثر نہین ہوتا۔ سر سید کی طرز تحریر مین یہی خصوصیت تھی کہ اُسکی لطافت اور خوبی کے سبب لوگ عموماً
اُسکو شوق اور توجہ سے پڑھتے تھے اور اُسکی سادگی اور بے تکلفی دیکھکر ہر ایک کے دل مین ویسا ہی
لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا تھا۔ اگرچہ بیان کی قدرت اور اُسکا زور اور تاثیر جو اس شخص کی خاص تحریرون مین

جبتی جاتی ہے ۔ ہاتھون کو چمواتے چمواتے ، ہر ایک مشکل کی حل کو دعائین منگواتے منگواتے ،
ہر ایک مسئلہ کا فتوے دیتے دیتے ، ایک اور بیماری اُنمین پیدا ہو جاتی ہے جسکے سبب بُرائی بھلائی ،
دوزخ و بہشت ، کفر و ایمان کی کُنجی وہ اپنے ہاتھ مین سمجھنے لگتے ہین ۔ کسی کو کافر بنا دیتے ہین
اور کسی کو مرتد ، کسی کو جہنم دیتے ہین اور کسی کو بہشت ۔ کبھی خازنِ جنت ہین اور کبھی مالکِ جہنم ۔
خدا کے نور کے دل مین بھڑکنے کے خیال سے ظلمت پر ظلمت مین پڑتے جاتے ہین ۔ یہ تمام باتین مل ملا کر
حضرت کو ایک ایسا شخص بنا دیتی ہین جو بھول بھلا کر گیا ہو جاتا ہے ۔ نہ کان رہتے ہین جو کچھ
سنین ، نہ آنکھین رہتی ہین جو کچھ دیکھین ، نہ مونہ رہتا ہے کہ حق بات کہین ۔ جو سرور اور دلی
آسایش اور دل کے پھولنے سے جو مزا اس فرقہ کو آتا ہے نہ کسی دنیا دار کو میسر ہوتا ہے نہ کسی دولتمند
کو اور نہ کسی صاحبِ تخت و سلطنت کو ۔ پس اس فرقہ سے بھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو
تمیز کرنے کی توقع نہین ہے ۔ الا ماشاء اللہ ۔ کوئی آفت انسان کے لئے اس سے زیادہ نہین ہے
جبکہ وہ سمجھتا ہے کہ مین نیک ہون ، کوئی گمراہی انسان کے لئے اس سے زیادہ نہین ہے جب
وہ جانتا ہے کہ مین پابند شریعت ہون ۔ وہ زبان سے اپنے تئین گنہگار کہتا ہے مگر اُسکا دل
اُسکو جھٹلاتا رہتا ہے ۔ اس کہنے کو بھی وہ ایک نیکی اور تعلی سمجھتا ہے ۔ اپنی چال ڈھال شریعت
کے موافق بناتا ہے مگر اُسکا دل روز بروز سیاہ ہوتا جاتا ہے ۔ ازار کے دو انگل نیچے ہونے ، ڈاڑھی
کے لمبی یا ایک مشت و دو انگشت ہونے ، کپڑے کو نجاست سے پاک کرنے ، پانی کے پاک ناپاک
ہونے پر دن رات بحث کرتا ہے ۔ لمبے لمبے فتوے لکھتا ہے ، مگر دل کو نجاستون سے پاک کرنے کا
خیال بھی نہین کرتا ۔ اکل حلال اور صدق مقال پر لمبے لمبے وعظ کہتا ہے مگر جب کوئی لقمہ تر

اسٹائل کی پیروی کرنے والے تھے اسلئے اگر اُن تمام فوائد کو صرف سرسید کی تحریرون سے منسوب کیا جائے تو کچھ بے جا نہین ۔

چونکہ اس مقام کو ہم تہذیب الاخلاق کے نتائج کے ذکر مین مفصل بیان کر چکے ہین اسلئے یہان اسپر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین سمجھتے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا مین اُنکو فارسی نظم و نثر لکھنے کا بھی شوق رہا ہے اگرچہ فارسی زبان مین- جیسا کہ وہ خود بیان کرتے تھے - اُنھون نے معمولی کتابون کے سوا جو مکتبون مین پڑھائی جاتی تھین کوئی اعلے درجہ کی کتاب نہین پڑھی تھی مگر جن مجلسون اور صحبتون مین اُنکا ابتدائی زمانہ گذرا تھا اُنمین دن رات فارسی نظم و نثر کا چرچا رہتا تھا ۔ مولانا صہبائی سے اُنکی دوستی اخوت کے درجہ کو پہنچی ہوئی تھی ۔ مولانا سے جو طالب علم مکان پر فارسی پڑھنے آتے تھے ابتدا مین وہ سرسید ہی کے مکان پر اُنکو تعلیم دیا کرتے تھے ۔ مفتی صدر الدین خان کے ہان بھی اُنکا ایک پھیرا ہر روز ہوتا تھا جہان صہبائی او شیفتہ اور مومن وغیرہم کا مجمع رہتا تھا ۔ مرزا غالب کو وہ چچا کہتے تھے اور مرزا اُنپر بزرگانہ شفقت کی نظر رکھتے تھے ۔ نواب ضیاء الدین احمد خان اُنکے نہایت گاڑھے دوست تھے ۔ اور یہ سب لوگ فارسی نظم و نثر مین کمال رکھتے تھے اسلئے ضرور تھا کہ فارسی لٹریچر پر اُنکی توجہ مائل ہو ۔ مگر - باوجودیکہ یہ سب لوگ بیدل یا ابوالفضل یا جلالاے طباطبا یا اَور مشہور نازک خیال نثارون کی پیروی کرنے والے تھے - لیکن ظاہرا سرسید نے فارسی نثر مین بھی مثل اُردو کی سادگی سے کبھی تجاوز نہین کیا ۔ اگرچہ اُنکی ابتدائی فارسی تحریرین - ایک سالہ کے سوا جو مسئلہ تصور شیخ کے بیان مین ہے- دستیاب نہین ہوئین مگر غدر کے بعد کی جو بعض تحریرین ملی ہین اُنمین ویسی ہی سادگی اور بے تکلفی

پائی جاتی ہے وہ تو اُسی کے دل ودماغ کا حصہ تھا، دوسرے کی تحریر مین اُسکا ڈھونڈنا لاحاصل ہے
مگر جو صفائی اور سلاست اور تہذیب اور شایستگی اور گھلاوٹ آج عام تحریرون مین دیکھی جاتی ہے،
اور جسقدر آرٹکل نگاری کا سلیقہ اخباری دنیا مین پھیلا ہے اور جہان تک اہل قلم مین ہر قسم کے
معاملات پر آزادانہ رائے زنی اور نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا ہے اگر ذرا غور کرکے دیکھا جائے
تو یہ سب اُسی ایک قلم کی آواز بازگشت ہے؛ اور اسکا اندازہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ جو اخبارات
سائنٹفک سوسائٹی علیگڈھ کا اخبار نکلنے سے پہلے ملک مین جاری تھے اُنکا مقابلہ اُن اخبارون
کے ساتھ کیا جائے جو اُسکے بعد جاری ہوے اور جو اخبار یا میگزین تہذیب الاخلاق سے پہلے شایع
ہوتے تھے انکا موازنہ اُن اخبارون یا میگزینون سے کیا جائے جو اُسکے بعد شایع ہوے؛ اس
مقابلہ سے صاف معلوم ہوجائیگا کہ اُردو اخبارون نے ان پرچون سے کیا سبق حاصل کیا ہے۔
اگرچہ سرسید کی دیگر تصانیف سے بھی اُردو لٹریچر کو بہت کچھ مدد پہنچی ہے مگر سوسائٹی اخبار اور
تہذیب الاخلاق نے خاصکر اُسمین ترقی کی روح پھونکی ہے کیونکہ اُنکے مضامین جلد جلد شایع
ہوتے تھے اور مہینے مین کئی کئی دفعہ پبلک کی نظر سے گذرتے تھے اور یہ سلسلہ بتیس برس
تک برابر جاری رہا۔

بے شک یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان دونو پرچون مین سرسید کے سوا اور بھی بہت سے لکھنے والے
تھے خصوصاً سید مہدی علی خان قدیم تہذیب الاخلاق مین گویا سرسید کے برابر کے شریک تھے
اور اسلئے کوئی وجہ نہین کہ جو لٹریری فوائد ان پرچون سے مترتب ہوے اُنکو صرف سرسید کی
تحریرات سے منسوب کیا جائے۔ لیکن چونکہ یہ سب لوگ سرسید کے قدم بہ قدم چلنے والے اور اُنھین کے

مبلغ یکہزار و پانصد روپیہ سکۂ انگریزی کہ بجہتِ تعمیر بورڈنگ ہوس مرحمت فرمودہ اند رسید۔ قوم را عزت افزود و دلم را تقویت داد، و ساعدِ سعیِ ما را قوت بخشید۔ سپاسِ آن ازین قوم ناسپاس دشوار، مگر اجر کم علی اللہ صلۂ آن کافی ست۔ من شکریۂ آن عطیہ بجا می آرم، و روزے می آید۔ و آن دور نیست۔ کہ تمام قوم و اخلاف شان نسلاً بعد نسلٍ بہ شکرگزاریِ ہمچو شما بزرگان۔ کہ در صلاح و فلاحِ قوم از قدم و قلم و درم دریغ نہ فرمودہ اند۔ رطب اللسان و عذب البیان خواہد بود"۔

"آنچہ بر حالِ زارم دل سوختہ اند و حسرت فرمودہ۔ مخدوما احسانِ شما، مگر ہیچ جائے دل سوختن و حسرت نمودن نیست۔

حسن شہرت عشق رسوائی تقاضا میکند　　جرمِ معشوق و گناہ عاشق بیچارہ نیست

اگر قوم ما را چشمِ بصیرت بودے و مآلِ کار خود فہمیدے، ما و شما را این کوشش و کشاکش ضرور نہ بودے۔ ہر گاہ حال این ست پس از زبان قوم بجز بدگوئی و افترا پردازی و نافہمی و از ما بجز صبر و تسلیم و رضا دیگر چہ توقع بود..... انصاف از دست نمیدہم و با کسی بدظنی روا نمیدارم، دوستانِ دشمن نما ے من بد نیستند، حق بجانب شان ہم ہست، چہ آنہا سخنے می شنوند و راہے می بینند کہ گاہے از اسلافِ خود شان نشنیدہ و ندیدہ بودند۔ دیرینہ غلطی ہاے ما رفتہ رفتہ استحکامِ آیاتِ قرآنی بہم رسانیدہ بلکہ از آن ہم مستحکم تر گشتہ۔ پس کسی کہ این اغلاط را وا نماید چگونہ از غیظ و غضب شان مصئون و از سب و شتم شان مامون تواند شد۔ آنہا از معارضاتِ ملیانِ ملل دیگر۔ کہ بر این غلط ہاے دیرینۂ ما وارد ساختہ آن را با اسلام نسبت میدہند۔ واقف نیستند، و از آن مشکلات کہ باعتبار علوم جدیدہ و تحقیقات حدیثہ بر اصول مقررۂ اسلاف ما از فقہا و محدثین و مفسرین واقع میشود نہ بر اصل اسلام۔ اطلاع ندارند۔ بگوشِ شان و بگوش اسلافِ شان بمقابل سخن ہاے خود شان بجز کلمۂ آمنا و صدقنا صداے دیگر نرسیدہ۔ یک گونہ خلفشارے

پائی جاتی ہے جیسی اُنکی اُردو تحریرون مین دیکھی جاتی ہے۔ ازانجملہ ایک وہ فارسی لکچر ہی جو انھون نے سائنٹفک سوسائٹی قائم کرتے وقت کلکتہ کی مجلس مذاکرہ علمیہ مین پڑھا تھا اور جو اُنکے لکچرون کے مجموعہ مین چھپ گیا ہے۔ اسکے سوا اُنکا ایک اَور فارسی خط منشی سراج الدین احمد کے مسوّدات مین ہمکو ملا ہے جو اُنکو حیدرآباد مین دستیاب ہوا تھا اور جو سرسید نے ۱۳- اگست ۱۸۹۱ء کو حاجی سید محی الدین خان رضوی کے نام اُنکے خط کے جواب اور پندرہ سو روپیہ چندہ کے شکریہ مین لکھا تھا۔ چونکہ یہ خط کہین نہین چھپا ہے اسلئے اُسکے تلف ہوجانے کے خیال سے ہم اُسکو بجنسہ اس مقام پر نقل کرتے ہین۔

"مخدوما و ملاذا! نامہ یافتم و متحیر گشتم۔ خواندم و برخواندم۔ بلندپایگی نویسندہ اش را خود آن نامہ نشان می داد۔ تحیر دران بود کہ مخاطب آن کیست؟ بغلط خود را دانستم و باز برگشتم کہ انچہ دران نامہ مرقوم ست سزاوار ہمچو منے دامن آلودہٗ، کمترین مخلوقے، ہیچ میرزے، گم کردہ راہے نمیتواند شد، بجز آن کہ اوصاف حمیدہٗ و اخلاق پسندیدۂ شما شخص خیالی خود را یا خود اوصاف خود را مخاطب ساختہ باشد۔ سخنے دیگر قرار دادن نمی توانم۔ و اگر ازین فروتر آیم و خود را مخاطبِ آن دانم حاشا کہ بدونِ اختیار مذہب وحدت وجود این چنین توانم دانست، تا کہ من کہ حجابِ خودم از میان برخیزم و تفاوتِ من و تو و تو و من از میان برافتد و ہمہ انچہ نوشتہ اید خود شما مصداق آن باشید۔ و شدہ رّ من قال " تو خود حجابِ خودی احمد از میان برخیز"

"رقم رفتہ است فرمودہ اند کہ "رضویت ذریعۂ یک گوہری ست نہ وسیلۂ یکجہتی" مگر الحمد للہ کہ بامادشما یک گوہری و یکجہتی ہر دو محقق ست؛ گو این نسبت ہائے من باشما باعثِ ننگ و عار شماست و مارا سببِ عزت۔ خداوند کہ محبت پیشہ ام و بجز محبت در کشت سینہ ام نہ کشتہ اند۔ الطاف و عنایتِ شمارا شکر گزارم و باین محبت جان نثار

لعن وطعن کی بھرمار ہو رہی تھی۔ اُنکو لکھتے ہین "در مصرعہ اول کہ خطاب بہ من فرمودہ اند اگر بجاے لفظِ دیدارت احوالت بودے نہایت مناسبِ حال من بودے "آنکہ با احوالت خلق ست تماشائی" اگر غم ست ہمین قدر ست کہ نمیدانم خداے من تماشاے کدام احوال من میکند انہ ہو الغفور الرحیم

گناہِ من ار نامدے در شمار — ترا نام کے بودے آمرزگار

اے خداے من ! اے رحیم وغفورِ من ! اے محبوب ومطلوب من ! خلق را بگذار ہرچہ خواہد تماشاے من کند تو مرا نیک تماشا کن۔

نمی گویم درین گلشن گل و باغ و بہار از من — بہار از یار و گل از یار و باغ از یار و یار از من

آہ چہ گفتم وکجا رفتم خداے من از من جدا نیست، مرا گذاشتن نمی تواند، پس چرا پریشان شوم، چرا اندیشہا کنم، حمد وثناے او سرایم کہ عین حمد وثناے خود ست، منصور انا الحق گفت پایۂ بلند داشت، من صرف احق گویم او خدا از من بشنو ومستجاب کن"

فارسی مین بھی سرسید کی قلم اُسی آزادی سے چلتی تھی جیسے اُردو مین۔ وہ اس بات کی کچھ پروا نہ کرتے تھے کہ کوئی لفظ اہل زبان کے محاورہ کے خلاف نہ لکھا جائے لیکن اصل مطلب بہت صفائی اور بے تکلفی سے ادا کر جاتے تھے۔ مثلاً جسطرح اُردو مین اَے حرفِ ندا کی جگہ اُو کا لفظ خاص خدا کے لئے استعمال کرتے تھے اسیطرح فارسی مین بھی یہی لفظ بول جاتے تھے۔ اُردو مین تو اتنی گنجایش بھی تھی کہ نہایت بے تکلف اور لنگوٹیے یار کو اُو کہکر پکار سکتے ہین مگر فارسی مین کہین بھی اُو کا لفظ اے کی جگہ استعمال نہین کرتے۔ اسی طرح اور بھی بعض الفاظ انکی فارسی تحریرون مین محاورہ کے خلاف نظر آتے ہین مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مطلب کو وہ جسطرح

درعہد خلفاے عباسیہ لسببِ تراجمِ فلسفۂ یونان بہم رسیدہ بود، علمای اسلام بمدافعتِ آن برخاستند۔ تعجب این کہ ہم خود معترض بودند وہم خود مجیب، مخالفے بمقابل نداشتند، خود گفتند وخود شنیدند ودانستند کہ فتح یافتند۔ قبول می کنم کہ فتح یافتند مگر حالا نہ آن مدعیان اندو نہ آن دعوے، نہ آن جام ست نہ آن ساقی، نہ آن بادہ ست نہ آن مینا، خود آن فلسفہ از پادر افتادہ ست وآن جام ومینا شکستہ، بناے نو بر اساس نو بپا شدہ۔ پس کسی کہ دعوےِ اسلام دارد واسلام را حق میداند، غلط را درآن امکان نمے پندارد چگونہ آن غلطہا را باور کند واسلام واسلامیان را رسوا سازد۔ پس این در انکار آن وآنہا در تکفیرِ این معذور اند، واین امری ست کہ فطرتِ انسانی انسان را برآن مجبور مے سازد۔ بہ این رہبر (یعنی دلیل) ما را واجب لازم ست کہ ہمہ مکفران ولاعنینِ خود را معذور داریم، واز سب وشتمِ شان رنجیدہ نہ شویم، وصدق وصفا را پیشۂ خود داریم وہمہ را معاف کنیم، تا از مواخذۂ عقبی ودادوری داورِ بے ہمتا ہم امین باشند۔ اما مخالفت وافترا نسبت بمدرسۃ العلوم کہ کارِ صلاح وفلاحِ قومی ست۔ عفوِ آن بہ اختیار من نیست کہ حقوقِ عباد برگردنِ شان ست۔ او شان دانند وخداے شان۔ قل کفٰے باللہ بینی وبینکم شہیداً یعلم ما فی السموات والارض والذین آمنوا بالباطل وکفروا باللہ اولٰئک ہم الخاسرون۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

العبد المفتقر الی اللہ الصمد

سید احمد

کبھی کبھی وہ اُردو تحریرون مین بھی ایک آدہ فقرہ فارسی کا لکھدیتے تھے جو لطف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ سید مہدی علی خان نے اُنکو ولایت سے خط بھیجا ہے جسمین کسی موقع پر سرسید کی طرف خطاب کرکے یہ مصرع لکھا ہے "آنی کہ بدیدارت خلقی ست تماشائی" اُسکے جواب مین سرسید۔ جبکہ ہندوستان مین اُنپر

حرکات بھی شامل ہوتی ہین اور اسکا تماشا ہمنے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے ۔

سرسید نے پنجاب کا پہلا سفر ۱۸۷۳ء مین کیا تھا جب کہ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوے پورے تین برس گذر چکے تھے ۔ اُسوقت راقم بھی لاہور مین موجود تھا ۔ بلاشبہہ جس گرمجوشی کے ساتھ اہل لاہور نے ریلوے اسٹیشن پر سرسید اور اُنکے ہمراہیون کا استقبال کیا تھا اور جس چاؤ اور امنگ اور فیاضی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اُن معزز مہمانون کی مدارات کی گئی اور جس شوق سے بیرونجات کے لوگ سید صاحب کی آمد آمد سنکر لاہور مین آئے اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ فی الواقع تہذیب الاخلاق نے سرسید اور اُنکے کام کی عظمت کا نقش عمومًا اہل پنجاب کے دل پر بٹھادیا ہے ۔ مگر ۲۹ - دسمبر کو جو لکچر کہ سید صاحب نے راجہ دھیان سنگھ کے توشہ خانے مین - جہان کئی ہزار آدمیون کا مجمع تھا - دیا اُسکا سمان مجھکو ہمیشہ یاد رہیگا ۔ سامعین پر ایک سکتہ کا سا عالم تھا، کوئی مسلمان ایسا نہوگا جو زار قطار نہ روتا ہو اور جو اپنی بساط سے زیادہ چندہ دینے پر آمادہ نہو ۔ اگر میرا قیاس غلط نہو تو میرے نزدیک جو اثر تہذیب الاخلاق نے تین برس مین اہل پنجاب پر کیا تھا اُس لکچر نے دو تین گھنٹے مین اُسکو دہ چند کردیا ۔ خصوصًا مندرجۂ ذیل الفاظ نے تمام حاضرین کی حالت دگرگون کردی تھی ۔ اُنھون نے کہا

"اے بزرگانِ پنجاب ! مین فرض کرتا ہون کہ مین بدعقیدہ ہون، مگر مین آپ سے پوچھتا ہون

لہ ایک صاحب جو غالبًا نارمل اسکول لاہور مین ہیڈ ماسٹر تھے اور سو ڈیڑھ سو سے زیادہ تنخواہ نہین پاتے تھے اُنھون نے پانسو روپیہ چندہ کی فہرست مین لکھا تھا ۱۲

اُردو مین بے تکلف ادا کرسکتے تھے اُسی طرح فارسی مین کرسکتے تھے ۔

پبلک سپیکنگ

پبلک سپیکنگ (یعنی مجمع عام مین اسپیچ یا لکچر دینا) یہ بھی منجملہ اُن اوصاف کے ہے جو سرسید اور اُنکے معاصرون مین ما بہ الامتیاز تھے ۔ مشہور ہے کہ تین چیزین تین چیزون کے ساتھ بہت کم جمع ہوتی ہین ؛ قوت نظری قوت عملی کے ساتھ ، ذہن حافظ کے ساتھ ، اور تحریر تقریر کے ساتھ ۔ یعنی سوچنے والے اکثر کام کرنیوالے نہین ہوتے ، اسیطرح ذہین آدمی قویُّ الحفظ کم ہوتے ہین اور اسی طرح جنکی قلم مین زور ہوتا ہے اُنمین قوت گویائی نہین ہوتی ۔ مگر یہ عجیب و غریب شخص جیسا سوچنے والا تھا ویسا ہی کام کرنے والا تھا ، اور جیسا ذہن والا تھا ویسا ہی حافظہ والا تھا اور جیسا لکھنے والا تھا ویسا ہی بولنے والا تھا ۔ وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ۔

سرسید کی تقریر کی نسبت یہ ریمارک کیا گیا ہے کہ اُنکی کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ اُنکی قوتِ تقریر تھی ۔ اور جہانتک غور کیا جاتا ہے یہ رائے بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے ؛ کیونکہ تحریر کا اثر مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور صرف معدود آدمی اُس سے متاثر ہوتے ہین ، بخلاف تقریر کے کہ اُسکا اثر آن واحد مین بجلی کی طرح تمام سامعین کے دلون مین دوڑ جاتا ہے ؛ تحریر ہر شخص پر جو اُسکو پڑھتا ہے فرداً فرداً اثر کرتی ہے اور اسلئے وہ اثر ایک سے دوسرے مین سرایت نہین کرتا ، مگر تقریر کا اثر تمام مجلس پر دفعۃً واحدۃً پڑتا ہے اور اسلئے تمام حاضرین ایک دوسرے کی حالت سے متاثر ہوتے ہین ؛ تحریر مین اثر کرنے والے صرف الفاظ اور معانی ہوتے ہین اور تقریر مین اُنکے ساتھ سپیکر کا لب و لہجہ ، اُسکی طرزِ ادا ، اُسکی آواز کا سوز و گداز اور اُسکے اعضا و جوارح کی

انقلاب عظیم پیدا کردیا ہے ۔ اسکا پورا پورا اندازہ کرنے کے لئے تھوڑی دیر کو قوم کی اُس دردناک حالت کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھینچ لینا کافی ہے جبکہ سید کی فصاحت وبلاغت نے ان لکچرون کی صورت مین اپنا مشن شروع کیا "

کرنل گریہم لکھتے ہین کہ " وہ (یعنی سید) ایک پیدایشی اورٹیر ہین ۔ جب وہ اپنے خاص مقصد کے متعلق جوش مین بھری ہوئی تقریر کرتے ہین تو اُنکی طرز تقریر مسٹر گلیڈسٹن سے مشابہ ہوتی ہے ۔ اُس جوش کے ضبط کرنے کی کوشش مین اُنکے ہونٹ کانپنے لگتے ہین ۔ آواز دردناک ہوجاتی ہے اور چہرہ متغیر ہوجاتا ہے ؛ اور یہ تمام درد وغم کی علامتین اُنکے سامعین پر بجلی کی طرح اثر کرتی ہین "

قومی اور ملکی مجمعون مین سپیچ یا لکچر دینے کا طریقہ قدیم یونان روما اور عرب مین برابر جاری تھا اور زمانۂ حال مین فرانس انگلینڈ اور امریکا مین نہایت ترقی پر ہے ۔ لیکن جہانتک دیکھا جاتا ہے ہندوستان مین اُنیسوین صدی سے پہلے کہین اُسکا سراغ نہین پایا جاتا ۔ اور اسکی وجہ ظاہر ہے ؛ جب تک سلطنت کی طرف سے رعایا کو ہر قسم کے خیالات اور رائین ظاہر کرنے کی آزادی نہین ہوتی کسی ملک مین عمدہ اورٹیر یا سپیکر پیدا نہین ہوسکتے ۔ چنانچہ جب سے برٹش گورنمنٹ نے اس ملک مین آزادی کا سایہ ڈالا ہے یہان بھی ایسے لوگ پیدا ہونے لگے ہین جنمین سے بعض بنگالی لیڈرون نے پبلک سپیکنگ مین بڑی شہرت حاصل کی ہے ۔ لیکن جہانتک سنا گیا ہے اُن لوگون کی تمام اورٹیری اور فصاحت انگریزی زبان مین منحصر ہے ۔ گویا جو سڑک برک پٹ اور فاکس وغیرہم تیار کر گئے ہین آنکھین بند کرکے اُسی سڑک پر پڑلئے ہین ، اپنی زبان مین کوئی داغ بیل نہین ڈالی ۔ سید احمد خان پہلا شخص ہے جسنے

کہ اگر ایک کافر مرتد آپ کی قوم کی بھلائی پر کوشش کرے تو کیا آپ اُسکو اپنا خادم اپنا خیر خواہ نہ سمجھینگے ؟
آپ کے دولت سرا بنانے مین جسمین آپ آرام فرماتے ہین اور آپکے بچے پرورش پاتے ہین " آپ کے لئے
مسجد بنانے مین جسمین آپ خدائے واحد ذوالجلال کا نام پکارتے ہین - چوہڑے ' چمار ' قلی ' کافر '
بت پرست ' بدعقیدہ سب مزدوری کرتے ہین مگر آپ نہ کبھی اُس دولت خانہ کے دشمن ہوتے ہین ' اور
نہ کبھی اُس مسجد کے منہدم کرنے پر آمادہ ہوتے ہین ' پس آپ مجھکو بھی اس مدرستہ العلوم کے قائم کرنے مین
ایک قلی چمار کی مانند تصور کیجئے اور میری محنت اور مشقت سے اپنے لئے گھر بننے دیجیے ؛ اور اس وجہ سے
کہ اُسکا بنانے والا یا اُسمین مزدوری کرنیوالا ایک قلی چمار ہے - اپنے گھر کو مت ڈھائیے - کیا آپ صاحب
مجھ بدبخت نامہ سیاہ کی شامتِ اعمال سے اپنی تمام قوم کو اور اُنکی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ ڈبونا اور خراب و خستہ
حالت مین ڈالنا چاہتے ہین ؟ اگر آپ سب صاحب میری حالت کو بدتر جانتے ہو اُس سے عبرت پکڑو '
اور برائے خدا اپنی قوم کی اپنی اولاد کی بھلائی و بہتری کی فکر کرو "

یہی الفاظ - جو اِسوقت معمولی باتین معلوم ہوتی ہین - اُس موقع پر جب سرسید کے مونہ
سے نکلے تھے اُنمین کچھ اور ہی جادو بھرا ہوا تھا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریر مین لفظون
اور معنون کے سوا کچھ اور چیز بھی ہوتی ہے جو تحریر مین نہین ہوتی -

سرسید کے اخیر زمانہ مین کسی لائق یوروپین نے اُنکے لکچرون پر ریویو کرتے ہوئے لکھا تھا کہ
" اگر یہ سچ ہے کہ درخت اپنے پھلون سے پہچانا جاتا ہے ' اگر یہ صحیح ہے کہ اچھا وہی ہے جسکا انجام اچھا ہو '
تو جو کامیابی سرسید کو بذریعہ اپنی لاثانی فصاحت کے حاصل ہوئی ہے اُس سے اُنکی نیکدلی اور اسلامی حمیت
کامل طور پر ثابت ہوتی ہے - اُنکے لکچرون نے عجیب و غریب اثر کیا ہے اور اُس فصاحت کے بجز خارق

اُنکو مجبور ماننا پڑا ۔ لیکن نہ اُنکو زیادہ غور کرنے کی مہلت ملی اور نہ کچھ لکھنے کی نوبت آئی کیونکہ ملاقاتیون کا صبح سے رات کے دس گیارہ بجے تک برابر تانتا بندھا رہتا تھا ۔ باوجود اسکے جب اُس طول طویل لکچر کو دیکھا جاتا ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح بغیر قلمبند کیے ایسی عمدگی اور حسن ترتیب کے ساتھ ایسے پیچ در پیچ اور نازک مطالب کو یون سُلجھا کر بیان کیا ہوگا ؟ کیونکہ وہ کوئی معمولی وعظ نہ تھا بلکہ اُن تمام شبہات کا جواب دینا تھا جو سرسید کے مذہبی خیالات کی نسبت لوگون کے دلون مین جاگزین تھے، یا اُن دلائل کا بیان کرنا تھا جنسے تعلیم یافتہ مسلمانون کو اسلام کی سچائی کا یقین ہو، یا اُن ضرورتون کا ذکر کرنا تھا جنھون نے سرسید کو تفسیر قرآن لکھنے پر مجبور کیا ۔ اور ان سب باتون کے بیان کے لئے بہت کچھ غور و فکر اور مہلت درکار تھی ۔ سفرنامہ پنجاب کے مؤلف سید اقبال علی لکھتے ہین کہ "مجھکو سید صاحب اکثر ملنے اور بات چیت سننے کا اتفاق ہوا ہے، مینے اسقدر موثر کلام اُنکا بھی اس سے پہلے کبھی نہین سنا تھا"

یہ تو اُس لکچر کا حال ہے جو مذہب پر دیا گیا تھا، اس سے بھی زیادہ عجیب وہ پولٹکل لکچر تھا جو نیشنل کانگرس کے خلاف اُنھون نے لکھنو مین دیا تھا ۔ ہمنے سنا ہے کہ اُسکا خیال اُنکو چند گھنٹے پہلے ہوا تھا باوجود اسکے وہ ایسا جامع اور مُدلّل اور پرزور تھا کہ اُسکے بعد ہزارون تحریرین اور تقریرین اس باب مین اُسکے موافق اور مخالف ہوئین مگر اُس کے آگے سب ہیچ تھین ۔

افسوس ہے کہ سرسید کی بہت سی اسپیچین - اس سبب سے کہ اُردو زبان کے لئے شارٹ ہینڈ رائٹنگ (یعنی مختصر نویسی کا کوئی قاعدہ مقرر نہین ہوا - تلف ہوگئین، ورنہ جسقدر

اپنی ملکی زبان مین پبلک سپیکنگ کی راہ نکالی ہے۔ نہ وہ انگریزی زبان جانتا تھا جسمین
بڑے بڑے اور یٹرون اور فصیحون کے لکچرون اور اسپیچون کے نمونے موجود تھے، اور نہ اُن اصول
و قواعد سے واقف تھا جو یوروپین زبانون مین اس فن کی تکمیل کے لئے مقرر کئے گئے ہین،
اور نہ اپنی زبان مین کوئی ایسی مثال دیکھی تھی جس سے اس راہ مین کچھ مدد ملتی۔ جسطرح
اُسکے تمام اوصاف فطری اور پیدایشی تھے اسی طرح سپیکنگ کی لیاقت بھی محض خداداد تھی۔
یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی اسپیچ یا لکچر کے لکھنے، یا پہلے سے اُسکے لئے تیار ہونے کا بالکل محتاج نہ تھا۔
ہم پہلے حصہ مین۔ جہان انگلستان کے سفر کا حال بیان کیا گیا ہے۔ لکھ چکے ہین کہ سمتھونین
سوسائٹی اوف سول انجنیرس کے سالانہ جلسہ مین۔ جہان انگلستان کے متعدد ڈیوک اور
لارڈ اور بڑے بڑے نامور انجنیر موجود تھے اور جبکا موضوع انجنیرنگ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ وہان جب
انجنیرون کی تقریرین ہو چکین تو سرسید نے ایک ایسے فن کے متعلق۔ جسسے وہ محض ناآشنا تھے
ایسی برجستہ تقریر کی کہ تمام اہل جلسہ اُسکی داد دیتے دیتے تھک گئے اور اس تقریر کرنے کا خیال
اُنکو اُسوقت پیدا ہوا جب جلسہ کے اختتام پر پریسیڈنٹ نے اُنکے آنے کا شکریہ اور خوشی ظاہر کی
اور اُسکا جواب دینا ضرور ہوا۔

جو لکچر کہ سرسید نے ۱۸۸۴ء مین بمقام لاہور اسلام پر دیا تھا وہ سب سے بڑی شہادت
اُنکے پیدایشی اوریٹر ہونے کی ہے۔ لاہور کے تعلیم یافتہ مسلمانون نے سرسید کی منظوری بغیر
پروگرام مین لکچر دینے کی تاریخ چھپوادی تھی اور سرسید چند وجوہ سے جنکا ذکر سفرنامہ پنجاب
مین تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے مذہب پر لکچر دینا ہرگز نہین چاہتے تھے مگر لوگون کے اصرار سے

وہ فرمایشی لکچر دینا اور فرمایشی اسپیچ کرنی بالکل نہین جانتے تھے اور وقت کی اُگنی کے سوا کوئی راگنی نہ گا سکتے تھے۔ کبھی کبھی جو بعض اشخاص اُنکو کسی ایسی تقریر کرنے پر جسکا اُنکی طبیعت مین کچھ جوش نہ ہو۔ مجبور کرتے تھے اور سرسید کو اُنکی خاطر بھی عزیز ہوتی تھی تو وہ بادل ناخواستہ صرف اُنکی ہٹ پوری کرنے کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے مگر جو تقریر وہ کرتے تھے اسمین کچھ جان نہ ہوتی تھی۔

سرسید کی طبیعت کا جوشیلا پن جیسا اُنکی اسپیچون سے ثابت ہوتا ہے ایسا اور کسی چیز سے نہین ہوتا۔ اسپیچ کرتے وقت جہان کہین ایسا موقع آجاتا تھا اُنسے طبیعت کا اُبال ضبط نہو سکتا تھا۔ لاہور مین جو سب سے آخری دفعہ اُنکا جانا ہوا اور وہان کسی موقع پر تقریر کرتے وقت اُنکو جوش آیا اُسوقت اُنکی حالت ایسی متغیر ہوگئی کہ وہ فوراً خاموش ہو کر بیٹھ گئے اور اُس روز کھانے کی طرف مطلق رغبت نہین ہوئی۔ ہمنے سنا ہے کہ ڈاکٹر نے اُنکی یہ حالت دیکھکر سخت ممانعت کردی تھی کہ آپ پبلک جلسون مین اب تقریر کرنی بالکل چھوڑ دین ورنہ جان کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ اسکے بعد اُنھون نے چند مختصر تقریرون کے سوا کہین کوئی لمبی اسپیچ نہین دی۔

سرسید مین وہ تمام اوصاف جمع تھے جو ایک اوریٹر مین ہونے ضروری ہین۔ اُنکا حافظہ فطرۃً نہایت قوی تھا۔ گو آخر عمر مین بسبب کبر سن کے نسیان پیدا ہوگیا تھا مگر بچپن اور جوانی اور کہولت کے زمانہ کے واقعات اور معلومات سب ازبر تھے اور اسلئے اُنکی جنرل انفورمیشن نہایت وسیع تھی، اور چونکہ واقعات سے نتائج استخراج کرنے کا اعلے درجہ کا مادہ خدا نے دیا تھا اسلئے اُس معلومات مین اور بھی زیادہ وسعت پیدا ہوگئی تھی۔ ہر ایک معاملہ کی نسبت جو کہ اُنکو پیش آتا تھا

اُنکی اسپیچین اخبارون مین چھپی ہوئی موجود ہین اسیقدر بلکہ شاید انسے کچھ زیادہ ایسی ہونگی جو قلمبند نہین ہوئین ۔ بار ہا لوگون نے اُنسے چاہا کہ آپ اپنی اسپیچ پہلے لکھوا لیا کرین اور جلسہ مین اُسی کو پڑھ دیا کرین مگر خاص خاص حالتون کے سوا اُنھون نے کبھی ایسا نہین کیا ۔ وہ کہا کرتے تھے کہ لکھی ہوئی اسپیچ کا جلسہ مین پڑھنا مجھے وبال معلوم ہوتا ہے، طبیعت کی آمد رُک جاتی ہے اور جوش اور ولولہ بالکل باقی نہین رہتا ۔ سفرنامۂ پنجاب مین اُنکی جسقدر اسپیچین اور لکچر چھپے ہوے ہین اُنمین ایک بھی غالباً ایسا نہین جو اُنھون نے لکھکر پڑھا ہو؛ سب برجستہ اور برمحل زبانی تقریرین کی گئی تھین جو سید اقبال علی کی حیرت انگیز زود نویسی کے سبب قلمبند ہوگئین ورنہ یہ بھی سب تلف ہوجاتین ۔

سرسید کی سب سے زیادہ زوردار اور مؤثر وہ اسپیچین ہوتی تھین جو کسی پبلک جلسہ مین اپنی رائے کے خلاف بہت سی تقریرین سنکر نہایت جوش کی حالت مین بے ساختہ اُنکے مونہ سے نکلتی تھین خصوصاً تعلیمی معاملات مین جب اُنکی رائے یا پالسی کے خلاف کسی جلسہ مین تقریرین ہوتی تھین - خواہ وہ ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہو، یا ایجوکیشن کمیشن کا، یا سنٹ کی مجلس ہو، یا سنڈیکیٹ کا جلسہ ہو - اُسوقت عنانِ صبر اُنکے ہاتھ مین نہین رہتی تھی؛ اُنکی آواز سے تمام ہال گونج اُٹھتا تھا اور فریق مخالف اُنکے رعب مین دب جاتا تھا ۔ مگر باوجود اسقدر جوش و خروش کے اُنکی تقریر کبھی تہذیب و شایستگی کی حد سے تجاوز نہ کرتی تھی ۔ بے شک اپنے قومی جلسون مین وہ اکثر مسلمانون کو نفرین و ملامت کرتے تھے مگر اُسمین دلسوزی اور ہمدردی کا پہلو اسقدر غالب ہوتا تھا کہ نفرین و ملامت کسی کو ناگوار نہ ہوتی تھی ۔

جب کہ اُس سے ثوابِ اُخروی کی توقع نہو۔ محض فضول جانتے تھے اور اسلئے انگریزی تعلیم مین جسکو وہ خلاف مذہب سمجھتے تھے۔ مدد ملنے کی اُنسے ہرگز توقع نہ تھی۔ اُنکو اس بات کا یقین دلانا قریب ناممکن کے تھا کہ قوم کی مدد کرنا بعینہ اپنی اور اپنے خاندان کی مدد کرنا ہے۔ وہ اس بات سے محض بے خبر تھے کہ انگریزی تعلیم کو قومی ترقی مین کیا دخل ہے اور سرکاری نوکری کے سوا اُس سے تجارت وصنعت اور تمدن اور معاشرت مین کیا مدد ملتی ہے۔ اُنکو اس بات کا سمجھانا نہایت مشکل تھا کہ دین کا اعزاز اور دین کی ترقی بغیر دنیوی ترقی کے ناممکن ہی۔ دولتمند اس بات کے سمجھنے سے قاصر تھے کہ ہمکو اپنی اولاد کی تعلیم کی کیا ضرورت ہے اور متوسط اور ادنے درجہ کے لوگ سرکاری مدارس کو اُنکی تعلیم کے لئے کافی سمجھتے تھے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت تو عام ذہنون سے اسقدر بعید تھی کہ ابتک بھی مستثنے شخصون کے سوا لوگ اُسکو اچھی طرح نہین سمجھے۔ گورمنٹ کالجون اور اسکولون کو چھوڑ کر خاص قوم کے روپے سے کالج قائم کرنے کی ضرورت اور مصلحت سے سب بے خبر تھے۔

یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے خیالات اُس ابتدائی حالت مین عام مسلمانون کے ذہن سے محض اجنبی اور ناآشنا تھے جنکا لوگون کے ذہن نشین کرنا خاصکر اُس شخص کو جسکی طرف سے قوم مین عموماً بدگمانی پھیلی ہوئی ہو حد سے زیادہ دشوار تھا۔ جن باتون کے سمجھانے کے لئے آج کل کی اسپیچون مین صرف اجمالی اشارے کافی ہوتے ہین اُسوقت اُنکو الف بے تے سے شروع کرنے اور اصل مقصد سے پہلے لمبی لمبی تمہیدین اُٹھانے کی ضرورت تھی۔ باوجود اسکے سرسید نے جس صفائی سے ان تمام خیالات کو اپنی ابتدائی اسپیچون مین بیان کیا ہے اُسکو

خواہ مذہب سے متعلق ہو، خواہ رسم ورواج اور معاشرت واخلاق سے، خواہ پالٹکس سے اور خواہ تعلیم سے۔ وہ ایک مستقل اور غیر مذبذب رائے اپنے ذہن مین رکھتے تھے اور اسلئے کسی معاملہ پر اُنکو زیادہ غور کرنے کی بہت ہی کم ضرورت ہوتی تھی اور اگر کبھی ایسی ضرورت ہوتی تھی تو ذہن بہت جلد نتیجہ تک پہنچ جاتا تھا۔ تصور کی قوت کا یہ حال تھا کہ تقریر کرتے وقت تمام پوائنٹس جو اُنکو اپنی اسپیچ مین بیان کرنے منظور ہوتے تھے گویا سب مسلسل اور ترتیب وار اُنکے ذہن مین موجود ہوتے تھے اسی لئے ہمنے نہین دیکھا کہ جسطرح عام سپیکر ایک پرچہ پر کچھ نوٹس قلمبند کر لیتے ہین اور تقریر کے وقت ہر ایک پوائنٹ پر اُسی ترتیب سے گفتگو کرتے ہین۔ سرسید نے کبھی ایسا کیا ہو۔ اُنکو بہ نسبت ایک کاغذ کے پرچہ کے اپنی ذہنی ترتیب پر زیادہ بھروسا ہوتا تھا۔ اسکے سوا چہرہ کی بناوٹ جو کہ وجاہت اور ہیبت و وقار کی بولتی تصویر تھی۔ اور آواز کی گونج جسمین جوش کے وقت شیر کیسی گرج محسوس ہوتی تھی۔ یہ دو بڑے معاون اُنکے بیان کی تاثیر کے تھے۔ پھر زبان پر پوری قدرت اور ہر مطلب کے دلنشین کرنے کا خداداد سلیقہ اور عین وقت پر مناسب الفاظ کا سوجھ جانا اُنکی خصوصیات مین سے تھا۔ مگر سب سے بڑی چیز جو اُنکو دیگر سپیکرون سے علانیہ ممتاز ٹھیراتی ہے وہ قومی ہمدردی کا سچا جوش اور ولولہ تھا جسکے سبب جو بات مونہ سے نکلتی تھی وہ دل ہی سے اُٹھتی تھی اور دل ہی مین جا کر بیٹھتی تھی۔

سرسید کی سحر بیانی خاصکر اُن لکچرون اور اسپیچون سے زیادہ ثابت ہوتی ہے جو اُنھون نے مدرسہ کے قیام کی ابتدائی کوششون کے وقت مختلف مقامات مین دی ہین۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ قوم اور قومیت کے اصلی مفہوم سے عموماً ناواقف تھے اور قومی کامون مین مدد دینا۔

سمجھائی ہے ”اے صاحبو! تعلیم و تربیت کی مثال کمہار کے آوے کیسی ہے کہ جب تک تمام کچے برتن بہ ترتیب ایک جگہ نہین چُنے جاتے اور ایک قاعدہ دان کمہار کے ہاتھ سے نہین پکائے جاتے وہ کبھی نہین پکتے ۔ پھر اگر تم یہ چاہو کہ ایک ہانڈی کو آوے مین رکھکر پکالو وہ ہرگز درستی سے نہین پک سکتی ۔ تم خیال کرو کہ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریا کو کسقدر دولت حشمت اور سلطنت اور اختیار حاصل ہے، اُنکے بعد اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کو دیکھو کہ کیا کچھ دولت و حکومت اُنکو حاصل ہے، یہ لوگ بھی اپنی اولاد کی پوری تعلیم اپنے گھر پر نہین کر سکتے ۔ آپ نے سنا ہو گا کہ حضور پرنس اوف ویلز فرزند ارجمند ملکہ معظمہ اور ولیعہد ہند و انگلنڈ یونیورسٹی آکسفورڈ کے ایک طالب علم ہین اور جس زمانہ مین کہ مین لنڈن مین تھا مین نے اپنی آنکھ سے حسن پاشا خدیو مصر کے فرزند کو دیکھا کہ یونیورسٹی آکسفورڈ مین تعلیم پاتے تھے ۔ لباس شاہی اور تاج خسروی سے یہ والا قدر شاہزادے طالب علمی کے لباس کو اور چغہ کو بنیا سلیپٹ ٹوپی کو جو اُس یونیورسٹی مین طالب علمون کے لئے مقرر ہے زیادہ معزز سمجھتے تھے“

ایک دوسرے موقع پر تعلیم کے اخراجات کی ضرورت اسطرح جتائی ہے ”آہ کیا افسوس کی بات ہے کہ تم اپنے عزیز بیٹے کی بسم اللہ مین ہزارون روپیہ خرچ کر دیتے ہو اس خوشی مین کہ ہمارا بیٹا پڑھنا شروع کرنے کے لائق ہوا، مگر اُس جگہ کے بنانے اور قائم کرنے کی کچھ فکر نہین کرتے جہان وہ پڑھے اور تمھاری اس خوشی کو ۔ جو قبل از وقوع تمنے اُس کو فرض کر لیا ہے ۔ پورا کرے ۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ بغیر بوئے ہم کھیتی کے کاٹنے کی توقع کرتے ہین اور جس غلطی مین پڑے ہین اُسکی درستی کی کچھ فکر نہین کرتے“

ایک موقع پر قومی امداد کی طرف لوگون کو متوجہ کرنے کے لیے یہ تمثیل بیان کی ہے ”انسان کے اعضا مین تکرار ہوئی اور ہر ایک عضو نے خود غرضی اختیار کی ۔ تھوڑی دیر کے بعد بھوک کی مارے

دیکھکر تعجب ہوتا ہے۔ جو باتین لوگون کے ذہن سے اسقدر بعید تھین انکو ایسی خوبی سے سمجھایا ہے کہ کوئی بات اجنبی نہین معلوم ہوتی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا بھولی ہوئی باتون کو ایک شخص یاد دلا رہا ہے اور جو نقش دھندلے ہو گئے تھے انکو اُجال رہا ہے۔ اُن اسپیچون پر بالکل اس شعر کا مضمون صادق آتا ہے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا — مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

پینی ریڈنگ کے جلسہ مین اُسنے اس بات کے سمجھانے کو کہ دولتمندون کی اولاد کو تعلیم کی کیا ضرورت ہے رئیسون کی طرف مخاطب ہو کر کہا " اے رئیسو اور اے دولتمندو! تم اپنی دولت و حشمت پر مغرور ہو کر یہ مت سمجھو کہ گو قوم کی بُری حالت ہو مگر ہمارے بچون کے لئے سب کچھ ہے؛ یہی اُن لوگون کا خیال تھا جو تم سے پہلے تھے مگر اب اُنھین کے بچون کی وہ نوبت ہے جسکے لئے ہم آج اس اسٹیج پر کھڑے ہین "

ایک دوسری اسپیچ مین اس مطلب کو اسطرح بیان کیا ہے " نواب خلیل اللہ خان شاہجہانی کا نام آپ لوگون نے سنا ہوگا ' انکے پرپوتے کو مین نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ لوگون کے پانو دابنے آتا تھا اور دو چار پیسے لیجاتا تھا۔ تغلق آباد کے گانو مین جسقدر مسلمان گھسیارے آباد ہین۔ جو سارے دن گھانس کھود کر شام کو بیچتے ہین۔ مین نے خوب تحقیق کیا ہے کہ سلطان محمد عادل تغلق شاہ کی اولاد مین ہین +++ دنیا مین گذرے ہوے زمانہ کے واقعات سے ہمکو عبرت اور نصیحت پکڑنی چاہئے +++ دیکھو ہوشیار ہو ' یہی حال ہماری قوم کا ہونے والا ہے ' کوئی آثار بھلائی اور بہتری کے انمین نہین دکھائی دیتے ' بلکہ برخلاف اسکے تنزل اور ادبار کی علامتین موجود ہین "

ایک اور موقع پر رئیسون کو بورڈنگ ہوس مین اولاد کے رکھنے کی ضرورت اسطرح

اور شرم کا لحاظ کرتے ہین حد سے زیادہ اُسکی تعریف کرتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ وہ پاک خون - جو مسلمانون کی نسل مین ابراہیم خلیل اللہ سے چلا آتا ہے - اُنمین بھی ہے ، مگر اُنکی مصیبت پر دل لرز جاتا ہے اور ہمکو اپنی زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے ' اور تمام عیش و آرام خاک مین ملجاتا ہے ۔ اور کون تم مین ایسا ہے کہ ایسی دردناک حالت اپنی قوم کی سنے اور اُسکا دل نہ بھر آوے ؟ اے بھائیو ! ان تمام واقعات سے مین اُن لوگون کو - جو اپنی اولاد کی اور اپنی قوم کی تربیت کی کچھ پروا نہین کرتے - خبردار کئے دیتا ہون کہ دیکھو کیا ہوا ! ! اور سمجھو کہ آیندہ کیا ہوگا ! !

اسیطرح سرسید نے اپنی ابتدائی اسپیچون مین طرح طرح سے قومی تعلیم کی طرف لوگون کو متوجہ کیا ہی ۔ کہین یوروپ کی تمام ترقیات کی جڑ تعلیم کو قرار دیکر اُسکی ترغیب دی ہی ' کہین تمام ہندوستانیون کو متفق ہوکر خود اپنی تعلیم کا بوجھ اُٹھانے کی تاکید کی ہی ' کہین ہندوستان کے اُمرا کی فیاضی کا یوروپ کے دولتمندون کی فیاضی سے مقابلہ کرکے اُنکو حقیقی فیاضی کے مفہوم سے خبردار کیا ہے ' کہین ہندوؤن اور مسلمانون کے اسلاف کی علمی ترقیات کا ذکر کرکے اُنکو غیرت دلائی ہے اور جہل و بے علمی کی حالت مین سلف کے علم و فضل پر فخر کرنے کی مذمت کی ہے ' کہین علوم قدیمہ کا علوم جدیدہ سے مقابلہ کرکے علوم جدیدہ کی ضرورت ثابت کی ہے ' غرض کہ جو کچھ زمانہ حال کے سپیکر تعلیم کے متعلق عام مجمعون مین بیان کرتے ہین اُس مین شاید ہی کوئی بات ایسی ہوگی جنکی بنیاد سرسید نے اپنے مشن کے آغاز کی اسپیچون مین نہ ڈالی ہو ' اور گو کہ اب وہ عام اسپیچون مین معمولی باتین معلوم ہوتی ہون مگر سرسید کی ابتدائی اسپیچون مین وہ عام ہندوستانیون کے لئے بالکل نئی تھین اور ایسی اہم اور ضروری تھین کہ آجتک

بے چین ہوا ؛ پانون نے کہا کہ مین کیون چلکر غذا بہم پہنچاؤن ؟ ہاتھون نے کہا کہ ہم کیون غذا کو مونہ تک پہنچاوین ؟
آنکھون نے کہا کہ ہم اُس مین کے بال مکھی کیون دیکھین ؟ ناک نے کہا کہ غذا کا سڑا بسا بسا ندا ہونا مین
کیون سونگھون ؟ مونہ نے کہا کہ مین کیون چبا کر حلق مین نگلون ؟ سب آپ آپ کو لیکر چپکے ہو رہے ۔ دو ایک
دن تو جون تون گذر گئے ؛ پھر تو پانو لڑکھڑانے لگے ، ہاتھ کانپنے لگے ، مونہ ہلانے کی طاقت نہ رہی ،
آنکھون مین اندھیرا آنے لگا ۔ تب تو سب گھبرائے کہ یہ کیا ہوا ؟ اسوقت عقل کے پاس گئے ۔ اُسنے کہا
کہ خود غرضی نے تمھارا یہحال کیا ہے ، تمنے جانا کہ دوسرے کے کام سے ہمکو کیا مطلب ہے ؟ حالانکہ وہ حقیقت مین تمھارا ہی
کام تھا اور اُسکا نقصان تمھارا ہی نقصان تھا ۔ اسیطرح سمجھو کہ اگر ہر ایک ضلع کے مسلمان یہ خیال کرین کہ دوسرے
ضلع کے کالج مین مدد کرنے سے ہمکو کیا فائدہ ہے تو نہایت بڑی غلطی اور حقیقت مین اپنا ہی نقصان ہے ''

ایک اور جگہہ گورنمنٹ مدراس نے جو تحقیقات وہان کے مسلمانون کی تعلیم کے متعلق کی تھی
اُسکا ذکر کرتے وقت اُنھون نے کہا کہ '' اُس چٹھی مین ترچناپلی کے مسلمانون کا یہ حال مندرج ہے کہ
'' خاص مانع ترقی تعلیم مسلمانانِ ترچناپلی اُنکا افلاس ہے جسمین بہت سے مسلمان مبتلا ہین ۔ گو وہ مفلس
ہین مگر مغرور ہین ، جب مین نے (یعنی صاحب چٹھی نے) مسلمانون کے لڑکون کو بلا فیس اسکول مین داخل کرنا
چاہا تو معلوم ہوا کہ کپڑے اُنکے پاس نہین ہین ، اور بغیر کپڑا پہنے وہ نہین آسکتے ۔ غریب سے غریب مسلمان
ہرگز اپنے لڑکون کو ویسے آدھے ننگے پن کی حالت مین باہر نہ آنے دیگا جیسے کہ بڑے دولتمند ہندو اپنے
لڑکون کو مدرسون مین بھیج دیتے ہین ''

'' اے عزیزو ! اب اس سے زیادہ کونسی بدبختی اور بدنصیبی ہے جسکے مسلمانون پر آنے کی تم راہ
دیکھتے ہو ؟ ---- اگرچہ ہم اپنے اُن غریب محتاج بھائیون کی غیرت پر فخر کرتے ہین اور وہ جو اپنی عزت

جب بھی یہی پیشہ ہوتا جواب تھا ؛ وہی بہادری اور اولوالعزمی جو اگلے زمانہ مین ملکون کو فتح کراتی تھی یا لوٹ مار سکھاتی تھی وہی اب دلون کو فتح کراتی ہے اور جہل و تعصب کو تاخت و تاراج کرتی ہے

سرسید کو جو صریح فوقیت اور امتیاز بہ اعتبار جسمانی اور دماغی قابلیت کے اپنے عام ہم جنسون مین تھا یہ ایک عمدہ شہادت اس بات کی ہے کہ جو پیوند یا ازدواج دو اجنبی خاندانون مین متحقق ہوتا ہے اُس سے غیر معمولی نتائج پیدا ہوتے ہین ؛ سرسید کے پردادا ہرات کے سادات مین سے تھے جو شاہجہان یا عالمگیر کے عہد مین ہندوستان مین آئے تھے اور اُنکی ننھیال کے لوگ کشمیر سے بعنوان تجارت سلطنت مُغلیہ کے اخیر زمانہ مین اس ملک مین وارد ہوے ؛ پس دونو خاندانون مین اوپر سے کوئی قرابت یا رشتہ نہ تھا ' صرف دوستی اور ملاقات کے سبب - جو سرسید کے دادا اور نانا مین تھی - اُنکے والدین کا ازدواج وقوع مین آیا تھا - اب خواہ اسکو حسنِ اتفاق سمجھو اور خواہ نواب دبیر الدولہ کی دانشمندی کا نتیجہ قرار دو کہ اُنھون نے اپنی بیٹی کے لئے ایسا بَر انتخاب کیا جسکے صلب سے ایسا عجیب و غریب شخص پیدا ہوا ۔

سرسید کا حلیہ یہ تھا ' رنگ سرخ و سفید ' پیشانی بلند ' سر بڑا اور موزون ' بھوین جدا جدا ' آنکھین روشن نہ چھوٹی نہ بہت بڑی ' ناک نسبتہً چہرہ کی شان کے مقابلہ مین کسیقدر چھوٹی ' کان لمبے ' گلے مین دائین جانب رسولی[1] جو ہمیشہ داڑھی مین چھپی رہتی تھی - چہرہ کی ہیاتِ مجموعی باوجود عبوس اور پُر رعب ہونے کے دلکش ' جسم بہت فربہ ' قد لمبا مگر جسم کی فربہی کے سبب میانہ نما ' ہڈی چکلی ' ہاتھ پانو اور تمام اعضا نہایت قوی اور زبردست اور

[1] سرسید کے والد کے گلے مین بھی رسولی تھی جسکی نسبت اُنکا بیان تھا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب کی ہمت اور توجہ سے بالکل اچھی ہو گئی تھی ۱۲

تمام سپیکر اُسی بنیاد پر عمارت چُنتے چلے جاتے ہین ۔

شکل و شمائل، اوضاع و عادات، اخلاق و خصائل اور مذہب

شکل و شمائل

سر سید کے چہرہ کی بناوٹ اور بدن کی ترکیب اور تمام ہیأت مجموعی ایسی واقع ہوئی تھی کہ صرف اُنکی صورت دیکھنے سے باطنی عظمت کا خیال پیدا ہوتا تھا ۔ جسنے کبھی اُنکو نہ دیکھا ہو وہ بھی بغیر کسی قسم کے تعارف کے جب پہلے ہی بار اُنکو دیکھتا ہوگا تو ضرور ایک گریٹ مین تصور کرتا ہوگا ۔ یہ بات مشہور ہے کہ خودداری اور تمکنت اور کسی چیز کو دیکھکر تعجب ظاہر نہ کرنا اور اپنے تئین لئے دئے رہنا انگریزون کی قومی خصلت ہے ؛ مگر ایک دوست کا بیان ہے کہ سر سید جب نینی تال گئے ہین تو مین بھی وہان موجود تھا، جسوقت اُنکا جھپّان ہوٹل مین پہنچا اکثر مسافر انگریز جو ہوٹل مین ٹھیرے ہوئے تھے اپنے اپنے کمرہ سے اُنکے دیکھنے کو باہر نکل آئے اور جب تک سر سید اپنے کمرے کے اندر نہین گئے نہایت تعجب سے اُنکو برابر دیکھتے رہے ۔

کرنل گریہم نے اُنکے چہرہ کو شیر ببر سے مشابہ لکھا ہے ۔ اس تشبیہ کو عموماً پسند اور تسلیم کیا گیا ہے ۔ بمبی گزٹ مین کرنل گریہم کی کتاب پر جسکے اول مین سر سید کی تصویر چھاپی گئی ہے ریویو کرتے وقت یہ لکّھا تھا کہ "کتاب شروع کرنے سے پہلے ہم سید احمد کی طرف ایک لطف انگیز دل کی کشش پاتے ہین ؛ تصویر کیا ہے ؟ گویا ایک شیر کیسی پُر رعب و باہیبت صورت کا بہادر اور دلیر ہمارے سامنے کھڑا ہے ؛ ہم حیران ہوکر سوچتے ہین کہ اُس قدیم جنگجوئی کے زمانہ مین اس شخص کا کیا پیشہ ہوتا جب کہ مسلمانون کی بہادری نے منجملہ انسانی ضروریات کے قوم کی تعلیم کی ضرورت کا خیال اُنکے دل مین پیدا نہین ہونے دیا تھا" ہم کہتے ہین کہ اُسکا

ارادہ کر چکے تھے اور اس مقصد کے لئے اُنھون نے ترکی لباس سے بہتر کسی لباس کو نہین سمجھا تھا۔

یورو پین طریقہ پر بود و باش رکھنا، کوٹھی بنگلون مین آبادی سے الگ رہنا، میز کرسی لگاکر کھانا کھانا اُنھون نے ولایت جانے سے پہلے ہی اختیار کر لیا تھا۔ قطع نظر اسکے کہ یہ طریقہ انگریزون کے میل جول کا ایک ذریعہ تھا۔ بڑا فائدہ اُس سے یہ تھا کہ وہ ہندوستانی سوسائٹی مین رہکر کوئی بڑا کام ہرگز انجام نہ کرسکتے تھے۔

دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ انسان جس سوسائٹی مین ہوش سنبھالتا ہے اُسکی رسمون اور طریقون سے ایسا مانوس ہوجاتا ہے کہ اُنمین صلاح کی ضرورت اُسکو کبھی محسوس نہین ہوتی اور اگر بعض کو محسوس ہوتی ہے تو یہ جرأت نہین ہوتی کہ اُنکو چھوڑ دین یا اُنمین کچھ تبدیلی کرسکین۔ مگر سرسید کی طبیعت اس قاعدہ سے مستثنیٰ تھی اور ایسی ہی طبیعت والون کی بدولت انسان وحشی چوپایون کی مت سے اس درجہ تک پہنچا ہے۔ غدر کے بعد جب سے کہ اُنکا میل جول انگریزون کے ساتھ زیادہ ہوا وہ اپنے ہان کے طریق خورو نوش کو ناپسند کرنے لگے اور اُسکو بتدریج بدلنا شروع کیا۔ چنانچہ اول اول وہ عرب کے طریقہ کے موافق فرش پر بیٹھکر اور ایک چوکی پر۔ جو زمین سے چند انچھ اونچی ہوتی ہے۔ کھانا رکھکر کھاتے تھے مگر ولایت سے واپس آنیکے بعد وہ میز کرسی پر کھانے لگے۔

دوستون اور مہمانون سے اُنکا دسترخوان بہت کم خالی ہوتا تھا۔ جس دن کوئی مہمان نہ ہوتا وہ کھانا کھاتے وقت بشاش نہین معلوم ہوتے تھے اور جس دن زیادہ مہمان ہوتے اُسدن اُنکے گھر عید ہوتی تھی۔ اگرچہ مہمانون کی خاطر و مدارات قدیم سے اُنکی ایک جبلی خصلت تھی مگر جب سے علیگڈھ مسلمانون کی تعلیم کا مرکز بنا اُسوقت سے اُنکا گھر مہمانسرا بنگیا تھا شاید ہی کوئی دن ایسا

متناسب ، بدن ٹھوس ، وزن ساڑھے تین من ، عنفوان شباب مین رسولی نہ تھی اور بدن بھی زیادہ فربہ نہ تھا ، بڑھاپے کی وجاہت دلالت کرتی تھی کہ جوانی مین بہت خوبصورت ہونگے .

اگرچہ سرسید کا چہرہ خاموشی اور فکر کے وقت نہایت عبُوس اور ڈراونا معلوم ہوتا تھا مگر بقول کرنل گریہم کے گفتگو کے وقت اُس سے مسرت اور زندہ دلی اور گرمجوشی ٹپکتی تھی . جسطرح اخلاق مین مطلق تصنع نہ تھا اسی طرح بات چیت مین بالکل بناوٹ نہ تھی . زبان دلی کی تھی مگر لب و لہجہ دلی کا سا نہین معلوم ہوتا تھا ؛ محض سیدھے سادے طور پر عام فہم بول چال مین وہ ہر قسم کی باتین کرتے تھے . زبان قینچی کی طرح جلدی نہین چلتی تھی اور نہ زیادہ محاوری یا لغت زبان پر آتے تھے .

جب کسی نئے آدمی سے پہلی ملاقات ہوتی تھی تو وہ اور لوگون کی طرح بات چیت کرنے کی تقریبین ڈھونڈ ڈھونڈ کر نہین نکالتے تھے ؛ اگر دوسرا کوئی بات پوچھتا تو جواب دیدیتے ورنہ خاموش بیٹھے رہتے . بعض اوقات اس برتاؤ سے ناواقف آدمی اُنکو مغرور سمجھتے تھے مگر وہ کسی کی بدگمانی کے خیال سے اپنا نیچر نہین بدلتے تھے .

اوضاع و عادات

ولایت جانے سے پہلے اُنکا لباس ہندوستانی وضع کا رہا مگر جب ولایت کا ارادہ کیا تو مسٹر ہیٹن نے - جو اُنکے دوست تھے - انگلستان سے اُنکو لکھا کہ یہان آؤ تو ترکی لباس پہنکر آنا ، اگر یہان ہندوستانی لباس مین آئے تو یہان کے لوگ تماشا بنا لینگے . بظاہر اُنھون نے اسی وجہ سے ترکی لباس اختیار کیا تھا مگر درحقیقت - جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہین - یہ تبدیلِ لباس کا ایک بہانہ تھا ؛ وہ پہلے ہی ہندوستان کے مسلمانون مین ایک قومی لباس کی بنیاد ڈالنے کا

صحت جسمانی

اگرچہ آخر عمر مین سرسید بتقاضاے سن بیمار رہنے لگے تھے لیکن اس سے پہلے اُنکی صحت ہمیشہ نہایت عمدہ رہی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بچپن مین صحیح المزاج ہونے کے سبب اُنکو دوا اُٹھانے پینے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تھا، یہی وجہ تھی کہ اگر دوا ذرا بدمزہ ہوتی تو وہ اس پیرانہ سالی مین بھی بچون کی طرح ناک مونہ چڑھائے بغیر نہین پیتے تھے ۔ عفت و پرہیزگاری اور محنت اور کھانے پینے مین مناسب احتیاط ان سب باتون نے اُنکے مزاج کو اَور بھی زیادہ اعتدال پر رکھا ۔ بینائی اخیر تک عمدہ رہی، اگرچہ عینک لگانے کی عادت ہوگئی تھی مگر دن ہو یا رات لکھنے پڑھنے کا کام بے تکلف مثل جوان آدمیون کے کرتے تھے ۔ البتہ نسیان بڑھ گیا تھا، دانت بھی جھوجھرے ہوگئے تھے، چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا نہایت دشواری سے ہوتا تھا، کسی جلسہ مین کھڑے ہوکر اب دو چار منٹ سے زیادہ تقریر نہین کرسکتے تھے، باوجود اسکے تصنیف اور تحریر کا کام - جو بمنزلہ تتمۂ ضروریہ کے ہوگیا تھا - اخیر دم تک برابر جاری رہا ۔

میلے تماشون سے نفرت

اگرچہ بچپن اور عنفوانِ شباب مین اُنکو میلے تماشون کا بہت شوق تھا مگر جب بڑے بھائی کا انتقال ہوا تھا یہ شوق گویا بالکل جاتا رہا تھا، صرف علمی تماشون مین مثل سرکس یا تھئیٹر وغیرہ کے کبھی کبھی شریک ہوجاتے تھے ؛ باایں ہمہ تھئیٹر کو ہندوستان کے حق مین نہایت مضر خیال کرتے تھے ۔

ظرافت

ظرافت اور خوش طبعی اُنکی جبلت مین داخل تھی مگر جسطرح اُنکی اور باتون مین بناوٹ نہ تھی اسیطرح ظرافت و خوش طبعی مین مطلق تصنع نہ تھا ۔ تحریر مین، تقریر مین، بات چیت مین جو لطیفہ یا شوخی اُنکو سوجھ جاتی تھی - اگرچہ کیسی ہی شرم و حجاب کی بات ہو - اُن سے ضبط نہ ہوسکتی تھی مگر ہر ایک امر کے بیان کرنے کا خدا نے ایسا سلیقہ دیا تھا کہ کوئی بات تہذیب کی حد سے

ہوتا ہوگا کہ اُنکے ہان کوئی مہمان نہ ہو۔ رات کے کھانے پر اُنکے ہان اکثر پر لطف صحبت ہوتی تھی؛ مذہبی، علمی، تاریخی اور سوشل ہر قسم کے مسائل پر گفتگو ہوتی تھی اور اسی کے ساتھ ہنسی اور چہل کی باتین بھی ہوتی رہتی تھین۔ کھانون مین زیادہ تعدد اور تلون نہین ہوتا تھا مگر کھانا عموماً عمدہ ہوتا تھا۔ اگر کسی موقع پر کھانا عمدہ نہین ملتا تھا تو جیسا ملجاتا تھا خوشی سے بغیر ناک موتہ چڑھائے سیر ہو کر کھا لیتے تھے۔ فصل کی ترکاریان اور فواکہ خصوصاً آم اور خربوزے نہایت مرغوب تھے۔ سنا ہے کہ پہلے خوراک زیادہ تھی مگر بڑھاپے مین بہت گھٹ گئی تھی البتہ بعد کھانا کھانے کے کوئی پاؤ پاؤ سیر دودھ دونو وقت بلاناغہ پی لیتے تھے اور اسکے بعد پیسا دو پیسا بھر چنے یا دال سیو کھا کر موتہ صاف کرتے تھے۔ ولایت جانے سے پہلے پان زردہ کھانے اور حقہ پینے کی بہت عادت تھی مگر ولایت جاتے وقت پان کھانا یک قلم ترک کر دیا تھا اور بجاے حقہ کے سگرٹ پینے لگے تھے۔

مسکرات سے پرہیز

کسی قسم کی مسکرات کا تمام عمر مین اُنھون نے کبھی استعمال نہین کیا۔ مرنے سے نو دس برس پہلے ایک دفعہ وہ سخت بیمار پڑے تھے، ڈاکٹر نے کوئی ہلکی سی شراب اُنکے لئے تجویز کی، اُنکے ایک دوست نے اُنسے ڈاکٹر کی تجویز کا ذکر کیا، اُنھون نے شراب پینے سے انکار کیا اور مومن کا یہ شعر پڑھا

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن　　آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

کرنل گریہم لکھتے ہین کہ "جب وہ (یعنی سر سید) لندن مین تھے ایک دفعہ ڈیوک اوف آرگائل کے ہان ڈنر پر بلائے گئے، جب شراب سامنے آئی تو اُنھون نے کہا "مین نوح کی شراب نہین پیتا صرف آدم کی شراب (یعنی پانی) پیتا ہون"

جو پادری تھے - میچ کھیلنے کے لئے اپنے طلبہ کو ساتھ لیکر علیگڑھ آئے تھے ۔ سرسید نے انکو ڈنر پہ بلایا - جبکہ مسٹر بک بھی اُنکے ساتھ تھے ۔ کھانے کے بعد پادری صاحب سرسید سے مخاطب ہو کر بولے کہ " بہت اچھی بات ہو کہ آپ کے کالج مین مذہبی تعلیم بھی ہوتی ہے ' کیونکہ سچا مذہب ہی ایسی چیز ہے جو انسان مین نیکی پیدا کرتا ہو " پادری صاحب اسلام کو تو جسکی تعلیم علیگڑھ کالج مین ہوتی ہو سچا مذہب کہہ ہی نہین سکتے تھے ' لامحالہ اُنکی مراد عیسائی مذہب سے تھی اور عیسائی مذہب کی بدولت جسقدر دنیا مین خونریزی ہوئی ہے اُسکی مثال کسی مذہب مین نہین مل سکتی ۔ سرسید نے پادری صاحب کی تقریر سنکر کہا کہ " دنیا مین مذہب سے زیادہ کوئی بدتر چیز اور تمام برائیوں اور جرائم کا مخزن نہین ہے ' تاریخ شاہد ہے کہ جسقدر ظلم اور بے رحمیان اور قتل اور خونریزیان دنیا مین صرف مذہب کے سبب سے ہوئی ہین وہ ایک طرف اور جو جرائم شیطان نے کرائے ہین وہ ایک طرف رکھے جائین تو بھی مذہبی جرائم اور برائیون کو غلبہ رہیگا ۔ پادری صاحب یہ سنکر چپ ہو گئے اور مسٹر بک سے مکان پر آکر کہا کہ مین نے تو اس شخص کو بڑا تھیولوجین سُنا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ یہ بالکل غلط تھا ۔

بعض اوقات سرسید کسی مسئلہ کی نسبت اپنے عقیدہ کا اظہار ظرافت کے پیرایہ مین ایسے طور پر کر جاتے تھے کہ بظاہر ایک ہنسی کی بات معلوم ہوتی تھی مگر درحقیقت وہ اُنکی اصلی رائے اُس مسئلہ کی نسبت ہوتی تھی ۔ جس زمانہ مین وہ بنارس مین تھے اُنکا ایک آرٹیکل تہذیب الاخلاق مین اس مضمون پر شایع ہوا تھا کہ اجماع - جیسا کہ اہل سنت سمجھتے ہین حجت شرعی نہین ہے ۔ شیعون مین سے ایک سید صاحب - جو بنارس مین ملازم تھے - اس آرٹیکل کو پڑھکر خوشی خوشی اُنسے ملنے کو آئے ۔ پہلے کبھی اُنسے ملاقات نہین ہوئی تھی ' سرسید سے

متجاوز نہ ہونے پاتی تھی ۔ زیادہ تر انکو ظرافت اور شوخی اُن لوگون کے مقابلہ مین سوجھتی تھی
جو اُنکی تکفیر یا تضلیل کرتے تھے ؛ وہ اِنکو کافر یا مرتد کہکر اپنا دل ٹھنڈا کرتے تھے اور یہ اِسطرح
پر اپنے دل کا بُخار نکالتے تھے ۔ پادریون سے بھی اُنکا دل بہت دکھا ہوا تھا اسلئے کبھی کبھی
بالمشافہہ اُنسے بھی نوک جھوک ہوجاتی تھی ۔

ایک دفعہ وہ ریل مین سوار تھے، کسی اسٹیشن پر دو انگریز اُنکی گاڑی مین آ بیٹھے،
ایک اُنمین سے پادری تھا، اُسکو کسی طرح سے معلوم ہوگیا کہ سید احمد خان یہی شخص ہے، سر سید سے
کہا "مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا، مین آپ سے خدا کی باتین کرنی چاہتا تھا" سر سید نے کہا "مین
نہین سمجھا آپ کس کی باتین کرنی چاہتے ہین ؟ اُسنے کہا خدا کی" سر سید نے کمال سنجیدگی سے کہا "میری
تو کبھی اُنسے ملاقات نہین ہوئی، اسلئے مین اُنکو نہین جانتا" پادری نے متعجب ہوکر کہا "ہین ! آپ
خدا کو نہین جانتے ؟ انھون نے کہا "مجھی پر کیا موقوف ہے، جس سے ملاقات نہوا اُسکو کوئی بھی نہین جانتا"
پھر کسی شخص کا نام لیکر پوچھا کہ "آپ اُسکو جانتے ہین ؟ پادری نے کہا "نہین مین اُس سے کبھی
نہین ملا" سر سید نے کہا "پھر جس سے مین کبھی نہ ملا ہون، نہ مین نے کبھی اُسکو اپنے ہان کھانے پر بلایا ہو
نہ مجھکو اُسکے ہان کھانے پر جانے کا اتفاق ہوا ہو، اُسکو مین کیونکر جان سکتا ہون" پادری یہ سنکر خاموش
ہورہا اور دوسرے انگریز سے انگریزی مین کہا کہ یہ تو سخت کافر ہے ۔ پھر سر سید سے اُسنے
کوئی بات نہین کی، اگر تقریر کا سلسلہ آگے چلتا تو اُسکو معلوم ہوجاتا کہ خود اُسکے عقیدہ کے
موافق خدا ایسا ہی ہونا چاہیئے جسکے ساتھ ملنا جُلنا کھانا پینا لین دین انسان کی مانند ہوسکے ۔
ایک دفعہ دِلّی کے مشنیری کالج اور علیگڑھ کالج کا میچ تھا اور دلّی سے کالج کو دو یہ قسمتر

اپنا نام اسطرح لکھا تھا "جانی فرید" (یعنی گنہگار فرید) سرسید نے جو اُسکا جواب لکھا اسکے عنوان پر وہی الفاظ - جو مولوی صاحب نے اپنی نسبت لکھے تھے - لکھدیے یعنی "جانی فرید"

اس قسم کے ہزارون چٹکلے سرسید کی پبلک اور پرائوٹ تحریرون مین ملتے ہین جنکو جمع کیا جائے تو ایک مستقل رسالہ لطائف و نوادر کا مرتب ہوسکتا ہے ؛ مگر اس شخص کی زندگی - ایسے مہتم بالشان واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ اُنھین کا سمیٹنا بیوگرفی کی طاقت سے باہر ہے چہ جائیکہ اُسکے لطائف و نوادر کو جمع کرنا اور اس شعر کا مصداق بننا

"بخون آلودہ دست و تیغ غازی ماندہ بےتحسین   توخواہی - زیب اسپ و زینت برگستوان بینی"

سرسید کی شوخیِ طبع جیسی جوانی اور کہولت کے زمانہ مین تھی ویسی ہی بڑھاپے مین اخیر عمر تک رہی - مرنے سے چار برس پہلے - جبکہ اُنھون نے تیسری بار تہذیب الاخلاق جاری کیا اُسکے اشتہار کے ساتھ - جو اُنھون نے ایک چھوٹا سا آرٹکل بطور تمہید کے لکھا تھا اُس کے آخر مین لکھتے ہین "گو ہمارا دل کیسا ہی ٹوٹا ہوا ہو مگر امید ہے کہ اب کا تہذیب الاخلاق اگر پہلے سے اچھا نہوگا تو بُرا بھی نہوگا - اور اگر وہ مکاتباتِ دلچسپ بھی تہذیب الاخلاق مین چھپنے لگے - جو ہم مین اور نواب محسن الملک مولوی مہدی علی مین بعض مسائل کی نسبت ہونے والے ہین اور جنسے قصۂ آدم یاد آجاویگا اور کبھی سید احمد کو حکم ملیگا کہ مہدی علی کو سجدہ کرو اور کبھی مہدی علی کو حکم ہوگا کہ سید احمد کو سجدہ کرو - تب تو تہذیب الاخلاق نہایت ہی دلچسپ ہوجاویگا - اور خدا نکرے کہ اُن دونو مین سے کوئی یہ کہے کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ"

مطالعہ کی عادت ابتدا سے اُنکی رفیق رہی - جس زمانہ مین وہ فتحپور سیکری مین منصف تھے اُسوقت مولانا نورالحسن مرحوم آگرہ مین منصف تھے، سرسید کی اُنسے نہایت گہری دوستی تھی،

اُس آرٹکل کا ذکر کر کے کہنے لگے "کیون جناب! جب آپ کے نزدیک اجماع حجت نہین تو خلیفۂ اول کی خلافت کیونکر ثابت ہوگی؟ سرسید نے کہا "حضرت! نہ ہوگی تو اُنکی نہ ہوگی، میرا کیا بگڑیگا" وہ یہ سُنکر اور بھی زیادہ خوش ہوے اور سمجھے کہ کچھ پانی مرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے "کیون جناب! اُس اختلاف کے وقت۔ جب کہ کچھ لوگ خلیفۂ اول کا ہونا چاہتے تھے اور کچھ جناب امیر کا۔ اگر آپ اُسوقت ہوتے تو کسکے لئے کوشش کرتے؟ سرسید نے کہا "حضرت! مجھے کیا غرض تھی کہ کسی کے لئے کوشش کرتا؟ مجھسے تو جہانتک ہوسکتا اپنی ہی خلافت کا ڈول ڈالتا اور سو لبسوے کامیاب ہوتا" یہ سنکر اُنکا جی چھوٹ گیا اور جوتیان پہن گھر کا رستہ لیا۔

بظاہر یہ ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اس پیرایہ مین اُنھون نے اپنی اصلی رائے مسئلۂ خلافت کے متعلق ظاہر کی ہے۔ اُنکے نزدیک۔ جیسا کہ اُنھون نے اپنی تحریرات مین جا بجا ظاہر کیا ہے۔ کوئی شخص خاتم النبیین ص کے بعد من حیث النبوۃ انکا جانشین نہین ہوسکتا تھا اور اسلئے وہ کسی کی خلافت کے ماننے یا نہ ماننے کو ضروریات دین مین سے نہین سمجھتے تھے بلکہ خلافت کو محض دنیوی سلطنت کی ایک صورت جانتے تھے اور اسی بنا پر جو کچھ خلفا نے اپنے اپنے عہد مین کیا اُسکا ذمہ دار اسلام کو نہین ٹھیراتے تھے، بلکہ خود اُنھین کو اُسکا جوابدہ اور ذمہ دار سمجھتے تھے۔

سرسید کے لطیفے خاصکر اُن آرٹکلون مین پائے جاتے ہین جنمین معترضین و مخالفین کا ذکر خیر یا اُنکی طرف خطاب ہے اور سب سے زیادہ اُنکے پرایوٹ خطون اور رقعون مین نظر آتے ہین جو وہ اپنے خالص اور بے تکلف دوستون کو وقتاً فوقتاً لکھتے تھے۔

ایک دفعہ۔ جب کہ راقم بھی علیگڑھ مین سرسید کے مکان پر ٹھیرا ہوا تھا۔ خان بہادر مولوی سید فریدالدین احمد سب آرڈنٹ جج کا رقعۂ دعوت سرسید کے نام آیا؛ رقعہ کے خاتمہ پر اُنھون نے

لطیف بات مضمون کتاب کے خلاف یا اُسکی مؤید یا اُسکے متعلق ذہن مین آجاتی اُسیوقت اُسپر کچھ لکھا اور اخبار مین چھپنے کو بھیجدیا ۔

غدر کے بعد سے پریس ہمیشہ اُنکے ہاتھ تلے رہا اسلئے یہ عادت اُنکی طبیعت ثانی بن گئی تھی کہ مضمون لکھنے کے بعد جب تک کہ وہ شایع نہ ہوجاتا۔ اُنکو چین نہ پڑتا تھا ۔ یہی حال کتاب کی تصنیف کا تھا، ادھر ایک پوائنٹ ختم ہوا اور اُدھر چھپنے کے لئے بھیجا گیا؛ مسودہ پر بار بار نظر ڈالنا اور زیادہ کاٹ چھانٹ کرنا اُنکا دستور نہ تھا، البتہ مسودہ صاف کرنے کے لئے وہ کاتب کو دیتے تھے، اور جب صاف ہوجاتا تو کتابت کی تصحیح کے ارادہ سے اُسکو ایک نظر دیکھ لیتے تھے ۔

تصنیف کی حالت مین جب کوئی مشکل مقام پیش آجاتا اور زیادہ غور کی ضرورت ہوتی تو وہ۔ تنہا ہوتے یا مجمع مین۔ بالکل اُسمین مستغرق ہوجاتے تھے، چہرہ عبوس ہوجاتا تھا ہنسی یا تبسم پاس نہ آتا تھا، لوگ آپس مین باتین کرتے مگر اُنکو کچھ خبر نہ ہوتی تھی ۔ کبھی ایسے موقع پر آنکھین بند کر کے لیٹ جاتے تھے اور جب تک طبیعت راہ نہ دیتی برابر اُسی خیال مین منہمک رہتے، جب عقدہ حل ہوجاتا فوراً چہرہ پر بشاشت آجاتی ۔ اگر اُسوقت کوئی مخاطب صحیح پاس ہوتا تو بعض اوقات اپنا سانحہ اُسکے روبرو بیان کرتے، اگر اور لوگ بھی اُسکو پسند کرتے تو خوش ہوتے، اگر کوئی اعتراض کرتا تو اسپر بحث کرتے یا خاموش ہوجاتے مگر فوراً تسلیم کبھی نہ کرتے تھے ۔

تصنیف کی حالت

خطون کا جواب دینے مین وہ نہایت فیاض تھے ۔ جو خط کہ پانی پت سے علیگڈھ بھیجا جاتا ہے اگر وہان پہنچتے ہی اُسکا جواب لکھا جائے تو تیسرے دن وہان سے جواب آجاتا ہے؛ مجھے یاد نہین پڑتا کہ میرے خط کا جواب کبھی چوتھے دن آیا ہو یا بالکل نہ آیا ہو، جبکہ اُنکا برتاؤ ہم لوگون کے ساتھ یہ تھا

مطالعہ کے وقت کتاب کے مشکل مقامات - جو سمجھ مین نہ آتے تھے - اُنکے سمجھنے کے لئے ہر اتوار کو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر فتحپور سے آگرہ مین مولانا کے پاس آتے تھے ۔ کئی برس تک بلا ناغہ اُنکا یہی دستور رہا ۔ وہ کہتے تھے کہ میرا گھوڑا رستے سے ایسا آشنا ہو گیا تھا کہ ایک بار آگرہ سے چھوٹ کر فتحپور اپنے تھان پر پہنچ گیا تھا ۔

سرسید کا مطالعہ نہ صرف دل بہلانے یا عبارت کا لطف اُٹھانے کے لئے ہوتا تھا اور نہ کتاب دانی کی غرض سے - جیسا کہ مدرس اور طلبہ کتاب کے ایک ایک لفظ اور جملہ اور ترکیب پر غائر نظر کرتے ہین ، بلکہ اُنکا مطلب صرف مصنف کے خیالات سے اطلاع حاصل کرنا ہوتا تھا ۔ جو بات کتاب مین اُنکے کام کی ہوتی تھی اُسپر پنسل سے نشان کر دیتے تھے ، اور اگر کوئی مضمون کسی اخبار مین کام کا ہوتا تھا اُس ورق کو الگ کر کے اپنے اخبار کے فائل مین - جو ہر وقت سامنے رکھا رہتا تھا - چسپان کر دیتے تھے ۔ جو مہتم بالشان سوالات ملک مین دائر و سائر ہوتے تھے اگر اُنکے متعلق کوئی عمدہ مضمون کسی اخبار مین نظر پڑ جاتا تھا اُسکو زیادہ غور سے دیکھتے تھے اور ہر ایک سوال کے متعلق اپنی ایک مستقل رائے قائم کر لیتے تھے ۔ اگر کبھی ضرورت سمجھتے تھے تو اُسپر چھوٹا یا بڑا آرٹکل لکھکر چھپنے کو بھیجدیتے تھے ۔ جو مضمون اُنکے خلاف اخبارون مین چھپتے تھے اُنکو بہت شوق اور توجہ سے دیکھتے تھے اور اکثر حاضرین کو بھی سناتے تھے ۔ انگریزی اخبارون کی بعض خبرین ، یا نوٹس یا کوئی ضروری آرٹکل کسی انگریزی دان سے پڑھوا کر سن لیتے تھے اور جو بات سمجھ مین نہ آتی اُسکا ترجمہ کرا لیتے تھے ۔

کتابین اکثر اُنکے مطالعہ مین مذہبی دیکھی گئی ہین ، تصنیف کی حالت مین صرف بقدر ضرورت یا تو کتاب خود دیکھ لیتے تھے اور یا کوئی دوسرا شخص مقام مطلوب نکالکر اُنکو دکھا دیتا تھا ۔ اگر کوئی

مگر امید ہے کہ آپ مرحمت سے دھو لینگے؛ خنزیر خود ناپاک ہے مگر جس پاک چیز کو وہ مس کرے دھونے سے پھر پاک ہو سکتی ہے"

"افسوس مین نے غلطی کی جو اپنے تئین خنزیر سے تشبیہ دی، وہ تو مجھسے بہت اعلےٰ ہے، خدا نے اُسکو یاد کیا ہی، مجھے تو سوائے مہدی علی کے اور کوئی یاد بھی نہین کرتا"

اسکے بعد مولوی مہدی علی کی تحریرات جو اخبار مین کچھ سرسید کے موافق اور کچھ مخالف چھپی ہین اُنکا ذکر کرتے ہوے لکھتے ہین کہ" جو جو مقام مجھکو اُسمین کھٹکتے ہین (یعنی جو میرے خلاف ہین) اُس سے میرا دل عجیب طرز پر خوش ہوتا ہے جیسے کوئی سوداگر یہ دیکھے کہ ایک نہایت بیش بہا و بے نظیر ہاتھی اُسکی اَوگی مین آن پھنسے اور وہ یقین کرے کہ اب وہ نکلنے والا نہین"، یہ ایک معمولی مثال ہے اُن محبت آمیز باتون کی جو سرسید کی دوستانہ تحریرون مین عموماً دیکھی جاتی ہین؛ اور اس بات کی تصدیق سید مہدی علی خان سلمہ اللہ خود کرینگے کہ وہ فی الواقع سید کی اوگی مین پھنسے تھے یا نہین اور پھنسکر اُسمین سے نکلنے کا اُنکو موقع ملا یا نہین ؟

محنت اور جفاکشی کی قابلیت بھی سرسید کے خاص اوصاف مین سے تھی۔ قطع نظر اسکے کہ ابتدا سے اُنکو کام کرنے کی عادت رہی اُنکے قوے مین فطرۃً مشکلات کے برداشت کرنے اور کسی کام سے ہمت نہ ہارنے کی لیاقت اور استعداد رکھی گئی تھی اور ظاہرا اُنکی غیر معمولی ذہانت بھی اُنکی دائمی غور و فکر اور دماغی محنت کا نتیجہ تھا کیونکہ بچپن مین۔ جیسا کہ خود سرسید کے بیان سے معلوم ہوا ہے۔ وہ باعتبار ذہانت و جودت کے اپنے ہمچشمون مین کچھ امتیاز نہ رکھتے تھے، مگر چونکہ اُنھون نے اپنے تمام قوے سے۔ جو خدا تعالی نے اُنکے نفس مین ودیعت کئے تھے۔ پورا پورا

تو دیکھنا چاہئے کہ اپنے خاص دوستون اور ہمسرون اور ہم رتبہ لوگون کے ساتھ کیسا ہوگا ؟ دوستون
کو معذوری کی حالت کے سوا وہ ہمیشہ پرائوٹ خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، البتہ مدرسہ وغیرہ کے
متعلق جو خط لکھنے ہوتے تھے وہ اکثر پیشدست لکھتا تھا اور وہ خود بتاتے جاتے تھے۔ لیکن جو فضول
تحریرین لوگ اُنکے پاس بھیجتے تھے اُنکا کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ جس خط کا جواب لکھ چکتے اُسکو
فوراً چاک کر ڈالتے تھے۔ کبھی اُنھون نے کسی کی تحریر کو۔ اس خیال سے کہ اُسکو الزام دینے یا شرمندہ کرنے
کا موقع رہے۔ اپنے پاس دستاویز بنا کر نہین رکھا۔ جب کسی خالص و مخلص دوست کی زیادہ بیماری کی
خبر آتی تو جب تک صحت نہ ہوتی وہ برابر تار پر تار یا خط پر خط بھیجتے رہتے۔ جو خط کہ وہ اپنے بے تکلف
اور خالص و مخلص دوستون کو لکھتے تھے اُنکا انداز تحریر فی الواقع ایسا دلکش اور دلنشین ہوتا تھا کہ اگر
اُسکو جادو یا افسون یا حُب کا عمل کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہوگا۔ افسوس ہے کہ ابتک کسی نے اُنکے
خطوط جمع کرنے کی طرف توجہ نہین کی، اگرچہ امید نہین ہے کہ اُنکا دسوان حصّہ بھی اب فراہم ہوسکے
لیکن جسقدر دستیاب ہون اُنکا جمع کرنا نہایت ضرور ہے۔ وہ ایک ایسا مجموعہ ہوگا جو غیرون کو
اپنا بنانا اور وحشیون کو رام کرنا سکھائیگا، وہ سچی دوستی اور سچی محبت کا نمونہ ہوگا " وہ آیندہ نسلون کو
یاد دلائیگا کہ ہمارے اسلاف کیسے بے ریا اور کیسے محبت والے ہوتے تھے ؟ کسطرح دوستون کا دل
اپنی مٹھی مین رکھتے تھے ؟ اور کیونکر اُنکے دلون کو شکار کرتے تھے۔

جب وہ ولایت سے ہندوستان آنے کو ہین اُنھون نے مولوی مہدی علی خان کو اپنے
آنے کی اطلاع دی ہے اُسمین لکھتے ہین کہ " چوتھی پانچوین کو الہ آباد پہنچکر آپ کے دیدار فرحت آثار سے
مشرف ہونگا اور آپ کے قدمون کو مثل نعلین بوسہ دونگا۔ اگرچہ آپ کے قدم میرے ناپاک لبون سے ناپاک ہو جاوینگے

ایسی محنت شاقہ کی جس سے آخر کار اُنکے پانو مین ایک مرض پیدا ہوگیا جو اخیر دم تک زائل نہین ہوا ' اُنکے پانو اور پنڈلیان سوج جاتی تھین اور تلوون مین درد ہو جاتا تھا مہینے مہینے دو دو مہینے برابر یہ تکلیف رہتی تھی ' چند روز کو افاقہ ہو جاتا تھا پھر وہی شکایت پیدا ہو جاتی تھی ۔ باوجود ان مشکلات کے اُنھون نے خطبات احمدیہ کو ولایت ہی مین پورا کیا اور وہین چھپوایا ۔

جس زمانہ مین وہ سائنٹفک سوسائٹی کا مکان بنوا رہے تھے سخت گرمی کا موسم تھا ' شام تک لُو چلتی تھی ' وہ کچہری سے آکر گھر کی ٹٹی اور پنکھا چھوڑکر سیدھے سوسائٹی پہنچتے تھے اور ظہر و عصر اور مغرب کی نمازین وہین پڑھتے تھے ۔ اُنکے دوست محمد سعید خان بیان کرتے تھے کہ اکثر مجھے بھی وہ ساتھ لیجاتے تھے ' میرا گرمی اور لُو کے مارے بُرا حال ہوتا تھا مگر وہ بے تکلف سارا دھوپ اور لو اور گرمی کا وقت وہین راج مزدورون مین بسر کرتے تھے ۔

اخیر زمانہ مین - جوکہ شیخوخت کا زمانہ تھا - اُنکی محنت جوانی اور کہولت کے زمانہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز تھی ۔ وہ اُس پیادہ سیاح کی طرح - جو سرد سیر ملک مین سیاحت کے لئے داخل ہو - جون جون آگے بڑھتے جاتے تھے اُسیقدر اُنکی چال زیادہ تیز ہوتی جاتی تھی ۔ اُنکا اس عارفانہ مقولے پر پورا پورا عمل تھا کہ " ضَاعِفْ فِی الْکِبَرِ ھِمَّتَکَ فَاِنَّ وَقْتَکَ قَدْ دَنٰی وَ عَمَّا قَلِیْلٍ تُدْعٰی "

(یعنی بڑھاپے مین اپنی ہمت دوچند کر کیونکہ تیرا وقت قریب آپہنچا ہے اور عنقریب تیری بلاؤ ہونے والی ہے)

وہ تقریباً ہمیشہ صبح کے چار بجے سے شام کے آٹھ بجے تک برابر جاگتے اور مختلف کامون مین مصروف رہتے تھے ' دوپہر کو سخت بیماری کے سوا کبھی پلنگ پر جا کر نہ لیٹتے تھے ' اگر کبھی رات کو نیند نہ آتی اور دن کو نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا تو بھی وہ اپنی نشستگاہ سے نہین اُٹھتے تھے '

کام لیا تھا اسلئے اُنکے ذہن اور حافظہ اور عقل سب کو جلا ہو گئی تھی - کہتے ہین کہ نیوٹن اسکول مین کچھ ذہین لڑکا نہین معلوم ہوتا تھا' جب اُس سے بڑے بڑے کارنمایان ظاہر ہوے اور اُس سے لوگون نے پوچھا کہ تمنے اتنی نئی باتین کیونکر نکالین تو اُسنے یہی جواب دیا کہ " مین استقلال کے ساتھ برابر غور کرتا رہا " محنت سے ایسے بڑے بڑے کام ظہور مین آئے ہین کہ بعض حکما کو شبہہ ہو گیا ہے کہ آیا ذہانت بغیر محنت کے فی نفسہٖ کوئی چیز ہے یا نہین ؟

بہرحال سرسید کے تمام قواے عقلیہ کی جلا کرنے والی اور اُنکو ترقی کے اعلے درجہ پر پہنچانے والی اُنکی دائمی محنت اور متصل غور و فکر اور استقلال تھا - سید میر محمد مرحوم امام جامع مسجد دہلی بیان کرتے تھے کہ " جس زمانہ مین سید صاحب دلی سے رہتک بدل کر گئے ہین مین بھی اُنکے ساتھ گیا تھا - وہ صبح سے دس بجے تک مولوی نوازش علی صاحب سے جنکو دلی سے ہمراہ لے گئے تھے - سبق پڑھتے تھے' بیس بیس بائیس بائیس صفحے شرح جامی اور قطبی کے وہ ہر روز پڑھ لیتے تھے' مین بھی اُنکے ساتھ پڑھنے کے لئے گیا تھا مگر اس رفتار سے اُنکے ساتھ نہ چل سکا اور واپس دلی چلا آیا - سبق کے بعد وہ کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ کرتے تھے' پھر کچہری جاتے اور شام تک کچہری کرتے' وہان سے آکر شام کے کھانے اور نمازون سے فارغ ہو کر سو رہتے' کوئی تین ساڑھے تین گھنٹے سوتے تھے' اسکے بعد ہمیشہ بلا ناغہ اُٹھ بیٹھتے اور صبح تک برابر مطالعہ کرتے تھے - جب تک مین رہتک مین رہا برابر اُنکا یہی قاعدہ دیکھا "

یہ تو اُس زمانہ کا حال ہے جب سرسید کی عمر ۳۶ برس کی تھی' اُس سے آٹھ نو برس بعد مراد آباد اور غازیپور مین بھی - جبکہ وہ تبئین الکلام لکھتے تھے - اُنکی محنت کا حال - جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے - اسی کے قریب قریب تھا - ولایت مین خطبات احمدیہ کے لکھنے مین اُنھون نے ڈیڑھ برس برابر

اور مصالح اپنی رائے اور تجویز سے منگوانا ' ہر ایک عمارت کے لئے مناسب کتبہ یا تاریخ تجویز کرنی ،
اور اُسکو اپنے اہتمام مین کندہ کرانا ' تیار شدہ عمارتون کی تا بمقدور خبر رکھنی اور اُنکے نقصانات
کا تدارک کرنا ' کالج اور تعمیر کے اخراجات کے لئے چندہ جمع کرنے کی نت نئی تدبیرین سوچنی
اور اُن تدبیرون کے موافق عمل درآمد کرنا اور اخبار اور خطوط کے ذریعہ سے چندہ کی تحریک کرنا ،
اگر روپیہ بہم نہ پہُنچے تو قرض سے مدرسہ کا کام چلانا ' کالج یا بورڈنگ ہوس کے انتظام کے
متعلق جب کوئی شکایت گذرے تا بمقدور اُسکے تدارک کی فکر کرنا اور جب کوئی مناسب یا ضروری
تجویز منظور ہو جائے اُسکے پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی تدبیر عمل مین لانا ' اُردو اخبارات جو اطراف
و جوانب سے آتے تھے اُن سب پر ایک نظر ڈالنا اور بعض انگریزی اخبارون کو کسی اپنے پیشدست
سے پڑھوا کر سننا ' ہمیشہ قوم کے اہم معاملات سے - جو اخبارون مین درج ہوتے تھے - نوٹس
لینا اور اپنے اخبار مین اُنپر بحث کرنا اور بعض ضروری مضامین کا ترجمہ انگریزی مین کرا کر کبھی
اپنے اخبار مین اور کبھی کسی معتبر انگریزی اخبار مین شائع کرانا ' ہفتہ مین دو بار اخبار کے پروفون
کا خود صحیح کرنا ' اپنی یا دوستون کی کتابین - جو فروخت کی غرض سے مدرسہ کے فائدہ کے لئے
ہمیشہ چھپتی رہتی تھین یا کانفرنس کی رپوٹین اور لکچر یا کالج کا بجٹ یا رپورٹ سالتمام
یا ٹرسٹیون کے اجلاس کی رودادین - غرض کہ جو کچھ اُنکے اہتمام مین چھپتا تھا سب کی کاپیون
یا پروفون کا اصل سے خود مقابلہ کرانا اور آپ اُنکی تصحیح کرنا اور اپنے سامنے اُنکے پیکٹ بنوا کر
مطبع مین بھیجنا ' مدرسہ کی تجارتی کتابون کے خود اشتہار چھپوا کر اُنکو آپ فروخت کرنا اور اُنکا
حساب کتاب رکھنا ' کالج کے متعلق تمام حساب کتاب کے رجسٹرون ' بجٹون ' رپوٹون

جو ایسا ہی نیند کا خمار ہوا تو وہین کرسی یا تکیہ کے سہارے سے ذرا کمر سیدھی کر لیتے تھے ، اگر
اسمین کبھی آنکھ لگ گئی تو ذراسی آہٹ سے فوراً اُکھل جاتی تھی اور پھر اپنے کام مین لگ جاتے تھے ۔
چونکہ بڑھاپے اور زیادہ فربہی کے سبب وہ اپنے مین پھرتی اور چالاکی کی قابلیت نہین دیکھتے تھے
اسلئے جن کامون مین پھرتی کی ضرورت ہوتی تھی اُنکے لئے بہت پہلے سے تیار ہو جاتے تھے ۔
ریل پر وقت سے دو دو گھنٹے پہلے جا بیٹھتے تھے ، کسی ڈنر یا دعوت یا جلسہ یا دربار مین جانا ہوتا
تو وقت معین سے بہت پہلے تیار ہو بیٹھتے تھے ، کسی حاکم اعلے کو ایڈریس دینی ہوتی تھی تو دس
دس بارہ بارہ روز پہلے سب کام لیس کر رکھتے تھے ؛ غرض کہ ہر ایک کام کی تیاری وہ اُسوقت سے
شروع کرتے تھے جب کسی کو اُسکا سان گمان بھی نہ ہوتا تھا ۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ - جو اُنکا ایک لازمی شغلہ تھا - مدرسہ کے متعلق تمام اہم اور
ضروری کام یا تو وہ خود اپنی ذات سے کرتے تھے یا اپنی نگرانی مین اپنے اسسٹنٹون سے لیتے تھے
مثلاً مدرسہ کی سالانہ آمدنی اور خرچ کا بجٹ بنانا اور اُسکا خلاصہ گورنمنٹ مین بھیجنے کے لئے
مرتب کرنا ، سالتمام کی رپوٹ لکھنی ، ہر دوسرے تیسرے مہینے اجنڈا تیار کرنا اور اُسکے تمام
کاغذات چھپوا کر ٹرسٹیون کے پاس بھیجنے اور اُنکو ووٹ بھیجنے کے لئے اکثر کئی کئی دفعہ تقاضے
کے خط لکھنے ، پھر ہر ایک جلسہ کی روئداد لکھکر اور چھپوا کر ٹرسٹیون کی پاس بھیجنی ، گورنمنٹ
سے ، سررشتہ تعلیم سے ، طالب علمون کے مربیون سے ، بینک سے ، اور ٹرسٹیون سے
وقتاً فوقتاً کتابت کرنا ، روزانہ آمدنی اور خرچ کو روزنامچہ مین درج کرنا ، عمارتون کی نقشے
تجویز کرنے اور اُنکے موافق ہر ایک عمارت کو اپنی نگرانی مین تیار کرانا ، اُنکے لئے ہر قسم کا سامان

لانے کے لئے مختلف اوقات مین ریلوے سٹیشن پر سواری بھیجتے تھے اور جب تک اُنکا قیام رہتا تھا ہر وقت اُنکا خیال رکھتے تھے ۔ سچ یہ ہے کہ جو مستعدی اور ہمت اور ہر ایک بات کی خبرداری اور ہر ایک فرض کی نگہداشت اس شخص مین بڑھاپے مین دیکھی گئی ہو وہ کسی توانا اور تندرست نوجوان مین بھی نہین پائی جاتی اور یہ کہنا کچھ مبالغہ مین داخل نہین ہے کہ ایک محض ناواقف شخص بھی صرف اُسکے روزمرہ کے کام دیکھکر اسقدر ضرور سمجھ سکتا تھا کہ اس شخص کی خلقت معمولی آدمیون کی خلقت سے جداگانہ تھی ۔ متنبّی نے کیا خوب کہا ہے

وَاِذَا کَانَتِ النُّفُوسُ کِبَارًا تَعِبَتْ فِیْ مُرَادِھَا الْاَجْسَامُ

(یعنی جب نفوس انسانی اعلےٰ درجہ کے ہوتے ہین تو اعضاے انسانی اُنکے ارادے پورے کرتے کرتے تھک جاتے ہین)

باوجود اسقدر مصروفیت اور کامون کی کثرت کے اُنکی زندہ دلی نہایت تعجب خیز تھی ۔ وہ جہانتک ممکن ہوتا تھا رنج اور افسردگی کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے اور خانگی بکھیڑون اور خرخشون سے تابمقدور الگ تھلگ رہتے تھے ۔ جسطرح اُنکے باپ گھر کے تعلقات سے آزاد تھے اسی طرح سرسید اپنے پرایوٹ معاملات سے بہت ہی کم سروکار رکھتے تھے اور یہی اثر اُنکی اولاد مین پایا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ قومی کامون کے متعلق کوئی کیسا ہی معقول عذر کرے اور مکروہات خانگی کے سبب کیسی ہی مجبوری بیان کرے وہ ہرگز نہ سنتے تھے اور جب تک سب کام چھوڑکر اُنکی فرمایش پوری نہ کیجاتی تھی وہ کسی عذر کو قابل سماعت نہ سمجھتے تھے ۔ وہ ہمیشہ جب کام سے خالی ہوتے تھے ہنسی دل لگی اور دوستون کی صحبت سے اپنے دل کو خوش کرتے تھے ۔ بچون سے، بوڑھون سے، جوانون سے، دوستون سے، ملازمون سے، انگریزون سے اور ہندوستانیون سے بشرطیکہ

اور روئدادون وغیرہ کی اور کالج لائبریری کے متعلق اور نیٹیل زبانون کی کتابون کی جلدین بندھوا کر الماریون مین اپنے سامنے احتیاط سے رکھوانا' یوروپین حاکم اور افسر اور ارکان سلطنت جو اکثر کالج کے ملاحظہ کو آتے رہتے تھے اُنکی مدارات اور استقبال و مشایعت کا خود انتظام کرنا' اُنکے دربار کے لئے ہال کو خاص اپنے اہتمام مین آراستہ کرانا' اُنکے واسطے ایڈریس تیار کرنا اور اُسکو انگریزی مین ترجمہ کرانا اور چھپوانا' اور پھر ایڈریس اور اُسکا جواب اور تمام جلسہ کی کارروائی کو اخبار کے ذریعہ سے شائع کرنا' محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر خواہ اُسکا اجلاس علیگڑھ مین ہو اور خواہ کسی دوسرے شہر مین سب کام چھوڑکر آٹھ دس روز تک برابر اُسکی کارروائی اور انتظام مین ہر وقت مصروف رہنا' یہ اور اسی قسم کے بے شمار چھوٹے بڑے کام یہ شخص اس ضعیفی کے زمانہ مین سرانجام کرتا تھا. اگر ان تمام کامون سے قطع نظر کیجائے اور صرف چندہ جمع کرنے اور اُسکی تدبیرین سوچنے ہی کے کام پر غور کیجائے تو یہی ایک ایسا کام تھا کہ اگر دوسرا شخص اسی کام کو اپنے ذمے لے لیتا تو پھر وہ اور کسی کام کا نہین رہ سکتا تھا. تعمیرات کا کام بھی کوئی آسان کام نہ تھا جسکے لئے کم سے کم ایک لائق اور سیر رکھنے کی ضرورت تھی' مگر سرسید نے یہ بوجھ بھی اپنے سر دھر لیا تھا یہانتک کہ سات آٹھ لاکھ کی عمارت صرف اپنی تجویز اور اپنے اہتمام سے بنوا ڈالی.

باوجود ان تمام بکھیڑون کے وہ اپنی خاص طرز کی تصنیف کا نہایت کٹھن اور دشوار گزار مرحلہ بھی انھین مشغلون کے ضمن مین طے کرتے تھے. دوستون کے بے شمار خطون کی جواب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے' مہمانون کی حالت کے موافق اُنکی آسایش کا انتظام کرتے تھے' اُنکے

سید صاحب نے کہا میرے گلے کی رسولی نے میری وجاہت کو بگاڑ دیا ہے اسواسطے مین بھی بدصورت ہوگیا ہون ، پس میرا خط کیونکر اچھا ہوسکتا ہے "

" ایکدن سید صاحب نے حافظ جی سے کہا بھلا صاحب ! اگر تم بادشاہ ہوجاؤ تو مجھے کیا عہدہ دو ؟ حافظ جی نے وہ تمام سلوک - جو سید صاحب اُنکے ساتھ کرتے تھے - بیان کئے کہ مین آپ کی بڑی خاطر کرون ، دونو وقت آپ کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤن ، رات کو آپ کا پلنگ اپنے پلنگ کے برابر بچھواؤن ، اور چنان کرون اور چنین کرون ؛ سید صاحب نے کہا ان باتون کو جانے دو ، یہ بتاؤ کہ مجھے عہدہ کیا دو ؟ حافظ جی نے ذرا روکھی صورت بناکر کہا حضرت ! مین مجبور ہون ، چونکہ آپ کا خط اچھا نہین اسلئے کوئی عہدہ نہ دے سکونگا ۔ سید صاحب اور ہم سب لوگ یہ گرم فقرہ سنکر پھڑک گئے اور بہت دیر تک ہنستے رہے " غرض کہ سرسید نے تابمقدور کبھی غم اور رنج کو پاس نہین آنے دیا ۔ شہر مین ، بیرونجات مین ، آبادی مین ، جنگل مین ، جہان کہین ہوے اُنھون نے اپنی خوشی اور دل لگی کا کچھ نہ کچھ سامان ضرور مہیا کر لیا ۔

وہ اپنی باتون سے نہ صرف بڑون کو بلکہ بچون کو بھی تسخیر کر لیتے تھے ، یہانتک کہ جو وحشت بچون کو بڑے بوڑھون کی صحبت سے ہوتی تھی وہ اُنہین باقی نہ رہتی تھی ۔ اُنھون نے اپنے بھتیجے کو ، اپنے بیٹون کو اور اخیر عمر مین پوتے کو اپنے سے ایسا مانوس رکھا کہ مائین بھی بچون کو اپنے ساتھ ایسا مانوس نہین رکھ سکتین ، اُنکا برتاؤ اُن سب کے ساتھ بالکل ایسا رہا جیسا یار دوستون کا ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے ۔ مراد آباد مین اُنکے بھتیجے کو کنکوے لڑانے کا شوق حد سے زیادہ بڑھ گیا سرسید چاہتے تھے کہ یہ دھت جاتی رہے مگر اُسپر جبر کرنا گوارا نہ تھا ، آخر لاچار ہو کر ایکدن کہا کہ بھئی آج تمھاری پتنگ بازی کی ہم بھی سیر دیکھینگے ، شام کو - جب کہ پیچ پڑ رہا تھا اور دونو طرف سے

دل ملا ہوا ہو اور کسی طرح کی مغایرت نہو۔ ہنسی اور چہل کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ یہی زندہ دلی
تھی جو انسی ایسی سخت محنت کراتی تھی اور تکان اور ماندگی اور ملال و کلال کو کبھی پاس آنے دیتی تھی۔
اگرچہ جس زمانہ مین ہمنے انکو دیکھا ہے اُنکی ہنسی اور چہل صرف باتون مین رہگئی تھی مگر۔
جیسا کہ سنا گیا ہے۔ ابتدا مین اُنکی شوخیان صرف بات چیت ہی مین محدود نہ تھین۔ کرنل گریہم
جو اُنکے قدیم دوست تھے لکھتے ہین کہ "وہ اسقدر خوش طبعی اور تمسخر کرتا ہے جسقدر کہ کوئی آدمی کرسکتا ہے"
کبھی رات کے وقت ایک رسّی سے سانپ سانپ کہکر حاضرین کو ڈرا دینا، کبھی نہایت بھیانک
اور ڈراؤنی آواز سے اونگھتون کو چونکا دینا، کبھی کسی سوتے ہوئے کی چھاتی پر چڑھکر اُسپر اپنا
سارا بوجھ ڈال دینا اور اسی طرح کی اور بہت سی باتین جنمین سے بعضی بیان نہین کیجا سکتین
اُنکے دوستون سے سُنی گئی ہین۔

بعض اوقات اُنکے ماتحت یا ملازم جنسے بے تکلفی تھی اُنکو ایسا جواب دیتے تھے جس سے
اُنھین شرمندہ ہونا چاہئے تھا مگر وہ کبھی بُرا نہ مانتے تھے بلکہ خوب قہقہے لگاتے تھے اور خوش
ہوتے تھے۔ منشی غلام نبی خان مرحوم نے اس امر کے متعلق ایک دلچسپ نقل بیان کی، وہ
کہتے تھے کہ "حافظ عبدالرحمن جو ۴۵ برس سید صاحب کے رفیق رہے وہ رُہتک مین بھی اُنکے ساتھ تھے، اگرچہ
وہ سرکاری نوکر تھے مگر سید صاحب قلتِ تنخواہ کے سبب اُنکو اپنے پاس رکھتے تھے، اُنسے اکثر ہنسی چہل کی باتین
ہوتی رہتی تھین، حافظ جی اپنی ترقی کے لئے اکثر کہا کرتے مگر۔ چونکہ ترقی کی گنجایش نہ تھی۔ سید صاحب ہنسی سے
یہ کہکر ٹال دیتے کہ تمھارا خط اچھا نہین اور نہ کبھی اچھا ہوسکتا ہے کیونکہ تم بدصورت ہو اور بدصورت کبھی
خوشنویس نہین ہوسکتا۔ ایکدن حافظ جی نے کہا آپ تو ماشاء اللہ بہت وجیہ ہین، آپکا خط کیون اچھا نہین؟

زمانہ کی ضرورتون نے اول مذہبی تقلید سے نجات دی جس سے اُنکو مذہبی مشکلات مین اپنی طبیعت پر زور ڈالنے اور اپنی رائے اور سمجھ پر تکیہ کرنے کی ضرورت اور عادت ہوئی ' پھر رفتہ رفتہ یہ عادت اُنکی طبیعت ثانی ہوگئی اور ہر قسم کے سوالات پر غور کرنا اور سوچنا اور اپنی مستقل رائے قائم کرنا اُنکا وتیرہ ہوگیا اور اسطرح اُنکے قُوائے عقلیہ بتدریج جلا پاتے رہے ۔

سرسید کی غیر معمولی ذہانت اور بے نظیر جینیس کا سب سے بڑا ثبوت اُنکی مذہبی تحقیقات یا وہ تدبیرین ہین جو اُنسے مدرسۃ العلوم کے قائم کرنے اور اُسکو ترقی دینے مین ظاہر ہوئین اور جنکا ذکر اس کتاب مین بقدر ضرورت اپنے اپنے موقع پر ہوچکا ہے ' اور اگر کسی کو اُنکی عالی دماغی کی مجسم تصویر دیکھنی ہو تو سید محمود کو دیکھ لینا کافی ہے جنکی نسبت مسٹر وائٹلی سٹوکس[1] لیگل ممبر لیجس لیٹیف کونسل ویسرائے کشور ہند نے کونسل مین یہ الفاظ کہے تھے " نہایت نامور باپ کا نامور بیٹا " ہم یہان صرف اُنکے بعض لطیف خیالات کا ذکر کرتے ہین جنسے اُنکی طبیعت مین ایک خاص مناسبت فنون لطیفہ کے ساتھ پائی جاتی ہے ۔

---

[1] یہ وہ مشہور اور نامور لیگل ممبر کونسل قانونی وایسرائے کشور ہند ہے جو ۲۰ برس کونسل ہند مین اول سکرٹری اور پھر قانونی ممبر رہا ۔ اینگلو انڈین کوڈ ۱۸۸۶ء مین اُنکا یہ فقرہ درج ہے کہ " مجھکو استعانت کہ زیادہ ذریعے ہائی کورٹ کے ججون کے فیصلے ہوسے ہین جو انڈین لا رپورٹ مین ۱۸۶۲ء سے ۱۸۸۶ء تک چھپے ہین ' یہ ایسے فیصلے ہین جو اہل ہند کے رسوم وخیالات ہی پر روشنی نہین ڈالتے بلکہ عموماً (اگر میرا یہ کہنا گستاخی نہو) اپنے اجکل استدلال اور علمیت کے لحاظ سے قابل تعریف ہین ۔ اور انہین سے کسی فیصلہ کے پڑھنے سے بہ نسبت اُن فیصلون کے زیادہ لطف اور زیادہ فائدہ حاصل نہین ہوسکتا جو متوسامی ایا ر ہندو ، اور سید محمود مسلمان کے ہین ۔ جن قومون مین ایسے مقنن پیدا ہوے ہون اُنکے لئے کوئی قانونی اصول ایسا باریک اور دقیق نہین ہوسکتا جو اُنکو دشوار معلوم ہو اور کوئی طریقہ عمل درآمد قانونی ایسا پیچیدہ نہین ہوسکتا کہ اُنکے فہم سے باہر ہو ۱۲

ڈھیل دی جارہی تھی۔ آپ بھی وہان پہنچے اور ہاتھ بڑھاکر چلتی ڈور کو تھام لیا اور جب پیچ
کٹ گیا تو پکار پکار کے کئی دفعہ کہا "ہم ہارے ہم ہارے" یہ دیکھکر فریق ثانی کا جوش کم ہوگیا۔ دوسرے
دن کوئی اُدھر سے پتنگ لڑانے کو نہ اُٹھا اور پتنگ بازی کا خاتمہ ہوا۔

سرسید کی ذہانت بھی۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہین۔ اُنکی لگاتار محنت اور متصل دماغی ریاضت
کا ایک نتیجہ تھا۔ ایک یوروپین مصنف نے لکھا ہے کہ "مین ایسے بہت سے لوگون سے واقف ہون جو بڑے
ذہین مشہور تھے لیکن آخر کو یہ معلوم ہوا کہ وہ اصل مین بڑے محنتی تھے" سرسید کی ذہانت کی نسبت ایک انگریز نے
سید محمود صاحب سے کہا کہ "تمھارے باپ کا دماغ کیا ہے گویا ٹائپ کے حرفون کی الماری ہے، جسطرح اُس الماری
مین جس حرف کی ضرورت ہوتی ہے وہ فوراً ملجاتا ہے اسیطرح ہر سوال کا جواب اُسکے دماغ مین ہر وقت موجود رہتا ہے"
فی الواقع سرسید کے انتقال ذہنی کا یہی حال تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ ہر ایک ضروری سوال پر
جو ملک مین دائر و سائر ہوتے تھے۔ بجاے خود غور کر کے اُسکی نسبت ایک پختہ راے قائم کر لیتے تھے۔
اسلیے جب وہ سوال معرض بحث مین آتا تو اُنکو اُسکا جواب دینے مین زیادہ تامل کرنا نہین پڑتا تھا؛
اور یا یہ کہ دماغی ریاضت اور برابر غور و فکر کرنے کی عادت نے اُنمین یہ ملکہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ اکثر سوالات
کی نسبت ادنےٰ تامل سے ایک سنجیدہ اور معقول راے ظاہر کر سکتے تھے۔

بہر حال یہ تمام نتیجے دائمی غور و فکر اور نور فطرت کے روشن رکھنے اور آپ اپنی تعلیم کرنے کے تھے۔
تقلید کی عادت۔ خواہ امور مذہبی مین ہو، خواہ مسائل علمی مین اور خواہ معاملات دنیوی مین۔
انسان کو کبھی اپنے اوپر بھروسا اور اعتماد کرنے نہین دیتی۔ وہ ہمیشہ بچون کی طرح۔ جو چلنے مین
اَورون کا سہارا ڈھونڈھتے ہین۔ ہر معاملہ مین دوسرون کا مونہ تکتا رہتا ہے۔ سرسید کو

بنوایا تھا ۔ اس بکس پر اُن جانورون کی تصویرین کھدوائی گئی تھین جنکے نام پر زمانۂ جاہلیت
مین عرب کے نام رکھے جاتے تھے اور اسلئے عرب کے بہت سے قبیلے انھین نامون سے مشہور تھے،
جیسے قَرش یا قُریش (وہیل مچھلی) ثعلب (لومڑی) کلب (کتا) جمل (اونٹ) اسد (شیر)
ذئب (بھیڑیا) وغیرہ وغیرہ ۔ پھر ان سب تصویرون کے مونہ سے بجاے سانس کے ایک ایک تار
نکالا گیا تھا اور یہ سب تار ایک مقام پر جاکر منتہی ہوئے تھے جہان انگریزی الفاظ مین یہ مطلب
ادا کیا گیا تھا کہ "ہم سب قبیلے متفق اللفظ سر جان اسٹریچی کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہین" اور اس سے
گویا تمام مسلمانون کی شکر گزاری کا اظہار مقصود تھا ۔

اسی قبیل سے کھجور اور اونٹ کی تصویر ہے جو سب سے پہلے سرسید نے انگریزی خطبات احمدیہ
کے ہر ایک خطبہ کے سرے پر ولایت مین چھپوائی تھی اور جو عرب کی خصوصیات مین شمار ہونے
کے سبب ایک علامت دین اسلام کی قرار دی گئی تھی ۔ اسمین سے کھجور کی علامت ہمنے پچھلے دنون
مین ایک چینی کی تشتری پر بنی ہوئی دیکھی تھی جس سے خیال ہوتا تھا کہ شاید اسی کتاب کو دیکھکر
ولایت کے کسی کارخانہ دار نے یہ مارک اُن ظروف کے لئے اختیار کیا ہے جو ممالک عرب مین
بھیجے جاتے ہین ۔ اور اسی قبیل کا وہ نشان ہے جسمین ہلال اور صلیب کو جو تاج قیصری مین
بنی ہوئی ہے ایک جگہ جمع کرکے مدرسۃ العلوم کے کتبون اور اُسکے کتب خانہ کی کتابون پر ثبت
کیا گیا ہے اور جس سے اسلام اور کرسچینیٹی کی مصالحت اور تاج قیصری کے ساتھ مسلمانون کی
وفاداری کا اظہار مقصود ہے ۔

ایک اور مثال سرسید کے انتقال ذہنی کی سنہ نبوی کا بجاے سنہ ہجری کے قرار دینا

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ منجملہ اُن بے شمار تدبیرون کے - جو چندہ وصول کرنے کے لئے اُنھون نے وقتاً فوقتاً اختیار کین - ایک تدبیر نواب مختار الملک مرحوم کی خدمت مین اُس تصویر کا بھیجنا تھا جسمین مسلمانون کی حالت کو ایک تباہ شدہ جہاز کی صورت مین ظاہر کیا گیا تھا اور مدرسۃ العلوم کو ایک کشتی کی شکل مین دکھایا تھا جو جہاز والون کو اُس تباہی سے نکالنے کے لئے جہاز کی طرف آ رہی تھی۔ اس تصویر کی مفصل کیفیت پہلے حصہ مین بیان ہو چکی ہے، یہان صرف یہ جتانا ہے کہ سرسید کا ذہن کیونکر اس خیال کی طرف منتقل ہوا؟ اُنھین دنون مین مدرسۃ العلوم پر ایک نظم لکھی گئی تھی جسمین ایک یہ شعر بھی تھا

ایک کشتی ڈوبتے بیڑے کو لینے آئی ہے
دور سے امید نے جھلکی سی اک دکھلائی ہے

ظاہرا سرسید کو اس تصویر کے بنوانے کا خیال اسی شعر کو دیکھکر پیدا ہوا تھا کیونکہ یہ نظم اُس تصویر کے بھیجنے سے پہلے شایع ہو چکی تھی مگر شاعر کا خیال ایک عقیم اور غیر منتج خیال تھا جسمین اس سے زیادہ کوئی کرشمہ نہ تھا کہ ایک معقول شے (یعنی تعلیم) کو ایک محسوس چیز (یعنی سفینۂ نجات) کے ساتھ تشبیہ دی گئی تھی۔ لیکن جو مضمون سرسید نے اُس سے استنباط کیا اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ - جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے - نواب مختار الملک کے دل مین - جنکو اُسوقت تک قومی معاملات سے چندان دلچسپی نہ تھی - کالج کی محبت کا بیج بویا گیا جو رفتہ رفتہ ایک گھنا اور سرسبز اور سایہ دار درخت بن گیا۔

اسی قسم کی دوسری مثال وہ بکس تھا جسمین سر جان اسٹریچی کو ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت کالج کمیٹی کی طرف سے ایڈریس دیا گیا تھا اور جسکو سرسید نے خاص اپنی تجویز سے

مگر ۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۱ء مین جو سرکلر گورنمنٹ نے اُس غلطی کے تدارک کے لئے جاری کئے اُنسے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اُسی تحقیقات کا نتیجہ تھا جو سرسید نے تاریخ بجنور مین درج کی تھی ۔

اسیطرح کی اَور بہت سی مثالین ہین جنسے اُنکے ذہن کی جودت اور بلند پروازی پائی جاتی ہی مگر یہان بطور نمونہ کے اسی بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

اخلاق اور خصائل

سب سے زیادہ گران وزن اور جامع الفاظ - جو کسی کی تعریف مین بولے جاسکتے ہین اسکے سوا خیال مین نہین آتے کہ فلان شخص اعلے درجہ کا دل و دماغ رکھتا ہے لیکن اکثر ان الفاظ کا استعمال اپنے محل پر نہین ہوتا کیونکہ لیاقت - جو دماغ سے علاقہ رکھتی ہے - اور نیکی جو دل سے علاقہ رکھتی ہی یہ دونو اکثر ایک جگہ جمع نہین ہوتین ۔ مگر سرسید مین جسطرح بعض دیگر متضاد لیاقتین جمع تھین اسیطرح اُسکو خدا تعالی نے دل اور دماغ دونو اعلے درجہ کے عنایت کیے تھے ؛ یہانتک کہ اُسکی نسبت یہ کہنا مشکل تھا کہ اُسمین نیکی زیادہ ہی یا عقل ۔ لیکن جہانتک غور کیا جاتا ہے اُسکی رایون مین تو شاید خطا کی گنجایش ہو مگر اُسکے اخلاق رذائل سے بالکل پاک معلوم ہوتے تھے ۔ اسی لئے مسٹر بک نے اُسکے مرنے کے بعد اپنی اسپیچ مین کہا تھا کہ "گو اُسکی لیاقتین بہت بڑی تھین مگر اُسکے اخلاق اُنسے بھی بڑے تھے ۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ " جو شخص بدکاری سے پاک ہو ، معاملات مین منصف ہو ، بات کا پکا ہو ، ماتحتون پر مہربان ہو ، محنتی ہو ، صاحب استقلال ہو ، اور بڑے بڑے کامون پر دلیری کے ساتھ مستعد ہو وہ شریف ہے "

اس تعریف مین اگر فیاضی کی صفت اَور بڑھا دی جائے تو کچھ شک نہین کہ وہ سرسید کے حق مین جامع و مانع ہوگی ۔ جو اختیار کہ یہ شخص محض اپنی اخلاقی طاقت سے ہزارون غیر شخصون کے دلون پر رکھتا تھا وہ کسی کو اپنے گھر کے آدمیون پر بھی حاصل نہین ہوتا ۔ جسقدر اُسکے دوست اور ملنے والے تھے

اور تہذیب الاخلاق کا سال - ماہ شوال سے شروع کرتا ہے - ظاہرا سرسید سے پہلے سنہ نبوی کا خیال کسی کے ذہن مین نہین گذرا - جس زمانہ مین کہ سرسید آئین اکبری کی تصحیح کرتے تھے اُسمین ایک جگہ سنہ ہجری کی نسبت ابوالفضل کا یہ قول اُنکی نظر سے گذرا تھا کہ " ازین سنہ بوے ناکامی مے آید " یعنی یہ سنہ آنحضرت صلعم اور تمام مہاجرین کی اُن مصائب کو یاد دلاتا ہے جنکے سبب اُنکو وطن مالوف چھوڑنا اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنا پڑا - اُس زمانہ مین سرسید نے ابوالفضل کے اُن الفاظ سے بہت بُرا مانا تھا اور اُسکے حاشیہ پر قائل کی نسبت لعنت یا اُسکا کوئی مرادف لفظ لکھا تھا - مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار ابوالفضل کے اُسی بے ادب جملہ سے اُنکے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ تہذیب الاخلاق کا سال تاریخ بعثت سے شروع کیا جائے کیونکہ " درحقیقت اسلام مین کوئی واقعہ آنحضرت صلعم کی بعثت سراپا برکت کے برابر عظیم الشان نہین ہو سکتا "

اگرچہ یہ امید نہین ہے کہ جو سنہ تیرہ سو برس تک مسلمانون مین متداول رہا ہو اُسکی جگہ کوئی دوسرا سنہ قائم ہو سکے مگر اس نظر سے - کہ سنہ نبوی تاریخ بعثت ختم المرسلین کو یاد دلاتا ہے اگر مسلمان کم سے کم سیر اور اسماء الرجال کی کتابون اور قومی میگزینون وغیرہ مین سنہ ہجری کے ساتھ سنہ نبوی بھی لکھا کرین تو بہت مناسب معلوم ہوتا ہے -

اسی طرح سب سے پہلے سرسید ہی نے اُس غلطی کو محسوس کیا تھا جو سنہ فصلی اور سنہ عملی مین فرق نہ کرنے سے سرکاری دفترون مین ہمیشہ سے چلی آتی تھی اور جیسا کہ ہم پہلے حصہ باب ۲ مین بیان کر چکے ہین - تاریخ بجنور مین اُنھون نے اُن مشکلات کو گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا جو اس غلطی سے لازم آتی تھین - اگرچہ وہ تاریخ ۵۷ء کے ہنگامہ مین تلف ہو گئی تھی

تہمتون کے سوا اُسکا دامن اخیر دم تک ہر ایک داغ اور دھبے سے پاک رہا۔ شمس العلما مولانا نذیر احمد اور نواب محسن الملک نے ٹھیک لکھا تھا کہ "علم بالانساب اگرچہ علم مظنون ہے مگر اس شخص کے بارے مین تو اُسکے افعال اُسکے نسب کی تصدیق کرتے ہین"

اگرچہ اس بات کا انکار نہین ہو سکتا کہ سرسید مین جہان بہت سی خوبیان تھین انھین کے ساتھ کچھ کچھ کمزوریان بھی پائی جاتی تھین مگر جہانتک کہ ہمکو معلوم ہے وہ اُن عیوب سے جو انسان کی خساست اور دنائت پر دلالت کرتے ہین یقیناً پاک تھا۔ اُسکے اخلاق کا اُسکے ہمنشینون اور جلیسون پر اثر پڑتا تھا، اُسکو دیکھکر قومی خدمات کا جوش دلون مین پیدا ہوتا تھا، اُسکی جفاکشی اور مستعدی اورون کو جفاکش اور مستعد بناتی تھی، اُسکی سچائی اور ہمت اور استقلال عمدہ ترین ناصح تھے جو اُسکی پیروی کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو وہ اپنے ہائی کیرکٹر سے قوم مین عمدہ اخلاق کا بیج بو گیا ہے۔

اگرچہ سرسید کی زندگی کے واقعات سے۔ جو اس کتاب مین بیان کئے گئے ہین۔ اُنکے اخلاق کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے مگر یہان ہم اُن خاص خصلتون کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر کرنا چاہتے ہین جنکو اُنکی کامیابی مین بہت بڑا دخل معلوم ہوتا ہے اور جو اُنکے تمام افعال و حرکات و سکنات مین ایسی نمایان تھین کہ اُنسے شاید ہی اُنکا کوئی دوست اور ملنے والا انکار کر سکے۔

راستبازی

اوّل راستبازی اور وہ تمام اوصاف جو ایک راستباز آدمی مین ہونے ضرور ہین۔ جیسے صدق مودت، حمیت، دلیری اور آزادی وغیرہ۔ اس شخص کی خصوصیات مین سے تھے۔ کسی حکیم کا قول ہے کہ "اگر سچائی کسی مجسم شکل مین ظاہر ہوتی تو ضرور شیر کی صورت مین ظاہر ہوتی" اس قول

سب اُسکے مداح اور ثناخوان تھے، سب اُس سے محبت رکھتے تھے، سب کو اُسپر اعتبار تھا اور سب کو اُسکا دنیا سے اُٹھ جانا ایسا ہی شاق گذرا تھا جیسے کسی خاندان کے ممبرن کو اپنے مربی اور سرپرست کا مرجانا شاق گذرتا ہی۔ اس سے زیادہ کسی شخص کے حسنِ اخلاق کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ سب سے بڑی دلیل اُسکی اخلاقی عظمت کی وہ غیر معمولی کامیابی تھی جو اُسکو اپنے مقاصد مین ہوئی، کیونکہ لیاقتین کیسی ہی اعلے درجہ کی ہون جب تک اُنکے ساتھ اعلیٰ درجہ کے اخلاق نہون کچھ کام نہین آسکتین۔

اُسنے تقریباً ساٹھ برس اپنی عمر کے۔ پبلک لائف مین بسر کئے جنمین سے اخیر کے تیس برس ایسی حالت مین گذرے کہ ایک زمانہ اُسکی عیب جوئی کی گھات مین رہا، اور دوست اور دشمن سب کو اُسکے ادنے ادنے کام دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا، مخالفین کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ کوئی ایسی بات ہاتھ آئے جس سے سرسید کا اعتبار لوگون کے دلون سے جاتا رہے اور مدرسہ کی اعانت منقطع ہوجائے باوجود اسکے کسی کو ایسا موقع نہین ملا کہ اُسکے کیرکٹر پر کوئی معقول گرفت کرتا یا اُسکے چال چلن مین کوئی فیہ نکالتا۔ سوا اسکے کہ اُسکو کافر و ملحد و نیچری و کرشٹان لکھکر دل ٹھنڈا کیا گیا اور اُسپر وہ الزام لگائے گئے جنکا علم خدا کے سوا کسی کو نہ تھا۔ کسی سے کچھ بن نہ آیا۔ جیساکہ کہا گیا ہی **رباعی**

یارون مین نہ پایا جب کوئی عیب و گناہ	کافر کہا واعظ نے اُنھین اور گمراہ
جھوٹے کو نہین ملتی شہادت جس وقت	لاتا ہے خدا کو اپنے دعوے پہ گواہ

اگرچہ انسان کے اخلاق کی تھاہ دریافت کرنی نہایت مشکل ہے مگر معاملات کی کسوٹی اور مخالفون کی چھان بین ایسے دو معیار ہین کہ سچ کو جھوٹ سے اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کئے بغیر نہین رہتے۔ اگر سرسید کی سچائی مین رائی برابر بھی فرق پایا جاتا تو مخالف اُسکو پربت بنادیتے مگر چند صریح

مقدم سچائی ہے جسکے معنی یہ ہین کہ ہم اپنے آپ کو سچا جانین ۔ اور یہ سچائی جیسی کہ قول سے متعلق ہو ویسی ہی فعل سے بھی متعلق ہے ' ایسی ہی پرائوٹ خطوط سے اور ایسی ہی اخبار سے "

اُنکے ایک نہایت عزیز اور خالص دوست کو ایک زمانہ مین ایسے افسر سے سابقہ پڑا تھا جو نماز پڑھنے پر تعرض کرتا تھا اور اس امر کی اطلاع اُنھون نے سرسید کو بھی کی تھی ۔ اُنکو اسی باب مین سید صاحب لکھتے ہین " بھائی ..... کل مین سارے دن متردد رہا ' کیونکہ تمھارا کوئی خط نہین آیا تھا ۔ آج خط آیا اور حال معلوم ہوا ۔ گو مین کسی وقت کی نماز پڑھتا ہون اور کسی وقت کی نہین پڑھتا ' اور وقت بے وقت کا بھی خیال نہین کرتا ' دو دو اکھٹی بھی ملاکر پڑھ لیتا ہون ' ریل مین جتنا سفر ہو مجھ سے ادا نہین ہوسکتی ؛ یہ سب باتین مجھ مین ہین ' اور نالایقی اور شامت اعمال سے ایسی سستی نماز مین ہے ' مگر تمھارے اس معاملہ مین ـ جو پیش آیا ـ نہایت لہو پینا کیا ـ نماز جو خدا کا فرض ہے اُسکو ہم اپنی شامتِ اعمال سے ـ جس خرابی سے ہو ـ ادا کرین یا قضا کرین ' لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تم نماز نہ پڑھو اسکا صبر ایک لمحہ بھی نہین ہوسکتا ' یہ بات سنی بھی نہین جاسکتی ـ میری سمجھ مین نماز نہ پڑھنا صرف گناہ ہے جسکے بخشے جانے کی توقع ہے اور کسی شخص کے منع کرنے سے نہ پڑھنا یا سستی مین ڈالنا میری سمجھ مین کفر ہے جو کبھی بخشا نہ جائیگا ۔ تمکو یا تو پہلے ہی خود اپنی شامتِ اعمال سے ایسا طریقہ اختیار کرنا تھا جو کبھی اس قسم کی بحث نہ آتی اور جب ایسا طریقہ اختیار نہین کیا تھا تو پھر لجلجاتا ' اور گڑگڑاتا ' اور حضور رخصت ہی دین ' تنخواہ کاٹ لین ' کہنا واہیات تھا تڑاق سانی استعفا دے دیتا تھا ' صاف کہدینا تھا کہ مین اپنے خدائے عظیم الشان قادر مطلق کے حکم کی اطاعت کرونگا نہ آپکی ـ کیا ہوتا ؟ نوکری نہ میسر ہوتی ' فاقے مرجاتے نہایت اچھا ہوتا والسلام "

کی تصدیق جیسی سرسید کو دیکھکر ہوتی تھی شاید ہی کسی دوسری صورت سے ہوتی ہو۔ اُسنے محض اپنی راستبازی کی بدولت ایک عالم کو اپنا مخالف بنایا مگر جس بات کو سچ جانا اُسکے کہنے مین کبھی تامل نہین کیا۔ جس بات پر دل سے یقین کرلیا اُسی کے موافق کہا اور ویسا ہی کیا۔ جس بات مین ملک یا قوم کی بھلائی سمجھی اُسکے کہنے اور کرنے مین کسی کی مخالفت کی کچھ پروا نہین کی۔ یہ ممکن ہو کہ سرسید سے کسی بات کے سمجھنے مین غلطی ہوئی ہو مگر جہانتک کہ اُنکی طبیعت اور جبلت کا اندازہ ہو سکتا تھا یہ بات نہایت مستبعد معلوم ہوتی تھی کہ اُنھون نے اپنے کانشنس کے خلاف کوئی کام کیا ہو۔

وہ جب کوئی بات کسی اپنے دوست سے سچائی کے خلاف سرزد ہوتی دیکھتے تھے تو اُنکو نہایت رنج ہوتا تھا اور اکثر وہ اُسکو متنبہ کئے بغیر نہین رہتے تھے۔ اُنکا ایک دوست۔ جو اخبار کا اڈیٹر تھا اُسکے اخبار مین چند خط ایک عورت کے نام سے چھپے تھے، جب وہ پرچہ سرسید کی نظر سے گذرا تو اُنھون نے اُسکو لکھا کہ "کیا آپ کو یقین دلی ہے کہ وہ خط درحقیقت کسی عورت کے لکھے ہوے ہین ؟ اگر ایسا یقین نہین ہے تو کیا یہ کانشنس کے برخلاف نہین ہے کہ جس بات کو تم صحیح نہین سمجھتے اُسکو بطور سچ کے ظاہر کرو؟ میری نصیحت یہ ہے کہ ہر ایک کام مین تم اپنے دل کو ٹٹولو کہ جو کچھ تم کہتے ہو یا کرتے ہو آپ کا دل اسکو سچ جانتا ہے یا نہین؟ اگر نہین جانتا اور اُسکو سچ کے طور پر بیان کیا تو خلاف کانشنس بلکہ خلاف ایمان داری کے کام کیا۔ آپ مجھکو معاف کیجیے گا، بہ سبب اسکے کہ آپ سے محبت ہے یہ کڑوی نصیحت کی ہے"

جب اُنکے اڈیٹر دوست نے اس نصیحت کا شکریہ لکھا تو اسکا جواب اُنھون نے اسطرح لکھا کہ "مین اس خیال سے۔ کہ آپ میری کسی تحریر کا بُرا نہ مانینگے۔ جو میرے دل مین آتا ہے لکھ بھیجتا ہون، خصوصاً اپنے خاص دوستون کی نسبت میری خواہش ہے کہ ہر اخلاق مین وہ اعلے درجہ پر ہون، اور سب اخلاق سے

بیان کئے ہین اسپر اُنکو خود یقین نہین ہے بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ قرآن پر سائنس کی رو سے کوئی اعتراض وارد نہ ہو۔ یہ حال سرسید کو بھی معلوم ہوا، اُنھون نے نہایت جوش مین آکر کہا کہ "اگر دین اسلام کے حق ہونے مین مجھے ذرہ برابر بھی شک ہوتا تو مین فوراً اسلام کو ترک کردیتا" وہ سید مہدی علی خان کو ایک خط مین لکھتے ہین "مین سچ اپنے دل کا حال لکھتا ہون، اگر خدا مجھکو ہدایت نہ کرتا اور تقلید کی گمراہی سے نہ نکالتا اور مین خود تحقیقات حقیقت اسلام پر متوجہ نہ ہوتا تو یقینی مذہب کو چھوڑ دیتا"

اُسنے اپنی راستی اور صاف گوئی سے صرف اُن مسلمانون ہی کو مخالف نہین بنایا جو پُرانے خیالات رکھتے تھے اور جنسے کسی طرح موافقت کی امید نہ تھی بلکہ جو بات اُسکو حق معلوم ہوئی اُسکے کہنے مین کبھی اس بات کا خیال نہین کیا کہ دنیا مین کوئی دوسرا شخص بھی اس بات مین میرے ساتھ اتفاق کرنیوالا ہے یا نہین۔ نیشنل کانگرس کے خلاف لکچر دینے سے پہلے تمام تعلیم یافتہ ہندو بنگالہ سے کشمیر تک سرسید کو ملک کا سچا خیرخواہ جانتے تھے، اُنکی نہایت تعریف کرتے تھے، مسلمانون کی نسبت بہت زیادہ اُنکی قدر کرتے تھے، اخبارون مین اُنکی نسبت مدحیہ آرٹکل چھاپتے تھے، اپنی قومی مجلسون کی طرف سے اُنکے سامنے ایڈریس پیش کرتے تھے، پبلک اسپیچون مین اُنکا ذکر خیر کرتے تھے؛ سرسید کو معلوم تھا کہ اگر کانگرس کے خلاف ایک حرف بھی کہا تو کم سے کم تعلیم یافتہ ہندو قاطبۃً مخالف ہو جائینگے۔ مگر جب اُنکو پختہ یقین ہوگیا کہ کانگرس کی اکثر خواہشین ناممکن الوقوع اور خاصکر مسلمانون کے حق مین مضر ہین اور مسلمانون کا اُسمین شریک ہونا پولٹکل خطرات کا باعث ہوگا، اُنھون نے نہایت زور شور سے مسلمانون کو اُسکی شرکت سے روکا اور کانگریشین گروہ کی ناراضی کا کچھ خیال نہ کیا۔ بنگالیون نے اُنکو خودغرض اور انیگلو انڈین کا

سرسید نے ایک موقع پر دلّی کے ایک نہایت مقدس عالم سے - جو اپنے شاگردون اور معتقدون کو رفع یدین کی تاکید کرتے تھے مگر خود کبھی ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے - کہا کہ "حضرت نہایت تعجب کی بات ہے کہ آپ باوجود مقتداے دین ہونے کے صرف طعن وملامت کے خوف سے جس بات کو دل سے حق جانتے ہین اُسکے موافق کبھی عمل نہین کرتے . ہم ہزارون گناہ کرتے ہین اور دنیا کے مکروہات مین پھنسے ہوے ہین ، مگر جو بات حق معلوم ہوتی ہے اُسکے کرنے مین ایک لحظہ توقف نہین کرتے اور لوگون کے طعن وملامت سے نہین ڈرتے" سرسید کے کہنے کا اُنکو ایسا اثر ہوا کہ اُنھون نے اُسی روز جامع مسجد مین جاکر علے الاعلان رفع یدین کیا ؛ لیکن معلوم نہین کہ وہ ہمیشہ اُسپر قائم رہے یا نہین .

اس شخص نے اگر سچ پوچھیے تو اپنی آزادانہ تحریرون سے اُردو لٹریچر مین سچائی اور آزادی کی بنیاد ڈالدی - اُسنے لوگون کو مجبور کیا کہ سچ بات کے کہنے مین کسی کے طعن و ملامت سے نہ ڈرین . تہذیب الاخلاق کے جاری ہونے سے پہلے جو لوگ عام راے کے خلاف کوئی بات کسی اخبار مین لکھنی چاہتے تھے اُسمین کبھی اپنا نام ظاہر نہ کرتے تھے . اُسنے تہذیب الاخلاق مین مضمون لکھنے کی یہ شرط قرار دی کہ جو لوگ ٹٹّی کے اوجھل شکار کھیلنا اور اپنا نام پبلک پر ظاہر کرنا نہین چاہتے اُنکا کوئی مضمون اُسمین درج نہوگا . چنانچہ رفتہ رفتہ لوگون کی جھجک نکلنی شروع ہوئی ؛ یہانتک کہ ہر شخص اپنے نام سے کھُلّم کھُلّا اپنے خیالات ظاہر کرنے لگا . اور بڑے بڑے لائق اور ذی علم اور دیندار لوگ صدہا مضمون عام راے کے برخلاف اپنے نام سے شایع کرنے لگے .

بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ سرسید نے جو قرآن کی تفسیر مین اکثر آیات کے معنی جمہور کے خلاف

اور جب ہندوستان مین واپس آئے تو الہ آباد مین ہز آنر سے ملکر نہین گئے سیدھے بنارس چلے گئے۔ ہز آنر کے پرایوٹ سکرٹری کی چٹھی سرسید کے نام بنارس مین پہنچی جسمین لکھا تھا کہ "نواب لفٹننٹ گورنر آپکے مع الخیر ہندوستان مین پہنچنے سے خوش ہوے ہین اور آپ کی خیریت اور سید محمود کی تعلیم کا حال معلوم کرنے کے خواہش مند ہین اور ابتک انتظار کر رہے ہین"

سرسید نے اسکے جواب مین نہایت صفائی سے تمام وجہ اپنے خط نہ بھیجنے اور ملکر نہ آنے کی اور سید محمود کی تعلیم کی کیفیت مفصل لکھ بھیجی۔ یہ چٹھی ۷۔ نومبر کی تھی، سر ولیم نے نوین نومبر کو اُسکا جواب اپنے ہاتھ سے لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے

"مائی ڈیر سید احمد! آپ کی ساتوین نومبر کی چٹھی نے مجھکو اسقدر حیران اور رنجیدہ کیا کہ مین بیان نہین کر سکتا اس بات کے کہنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کہ مین نے خواب مین بھی آپ پر کسی خلاف واقعیات کہنے کا الزام لگانے کا خیال کیا ہوگا۔ مین اُن نتائج[1] سے جو آپ نے نکالے ہین اب بھی اختلاف رکھتا ہون مگر اس سے آپ پر کوئی الزام لگانا ظاہر نہین ہوتا"

"مجھکو نہایت افسوس ہے کہ آپ نے فوراً مجھکو براہِ راست کیون نہ لکھا، آپ کے ایسا نہ کرنے سے مجھکو اور بھی رنج ہوتا ہے، گویا آپ نے اسقدر اعتبار اور بھروسا مجھپر نہ کیا جسکی مین آپ سے امید کرتا تھا اور شاید امید کرنے کا حق بھی رکھتا تھا"

"مسٹر بریلی نے اُردو الفاظ کا مطلب مجھپر ظاہر کیا تھا اور مین نے ایک نوٹ لکھا تھا جسمین ظاہر کر دیا تھا کہ مین نے

[1] سرسید نے اپنے پمفلٹ مین ایک دیہاتی مدرسہ کے معاینہ سے۔ جہان گاے بندھی ہوئی اور مدرس اور طلبہ غیر حاضر تھے۔ یہ نتیجہ نکالا تھا کہ ہندوستان کے عام دیہاتی مدارس کی یہ حالت ہے مگر سر ولیم میور اس نتیجہ کو صحیح نہین سمجھتے تھے نہ یہ کہ جس گانو کے مدرسہ کا اُنھون نے پمفلٹ مین حوالہ دیا تھا اُنکا وہ بیان غلط تھا ۱۲

خوشامدی اور ٹائم سرور سب کچھ کہا، صدہا آرٹکل بنگالی اخبارون مین اُنکے برخلاف چھپ گئے،
کے. سی. اس. آئی کا خطاب جو حضور ملکۂ معظمہ قیصر ہند نے اُنکو عنایت فرمایا اُسکو بنگالیون
نے کانگرس کی مخالفت کرنے کا صلہ قرار دیا، مسٹر ہیوم جو سرسید کے دوست تھے وہ اُنسے سخت
بدگمان ہو گئے، بعضے ایجوکیٹڈ مسلمان بھی اُنکی طرف سے کھٹک گئے۔ مگر سرسید نے کسی بات
کی کچھ پروا نہین کی اور جہانتک ممکن تھا مسلمانون کو کانگرس مین شریک ہونے نہین دیا۔

سرسید کو کوئی بات اس سے زیادہ شاق نہین گذرتی تھی کہ اُنپر راستبازی کے خلاف
کوئی الزام لگایا جائے کیونکہ یہ شخص فی الواقع راستبازی کو اپنا دین و ایمان سمجھتا تھا۔ جس
زمانہ مین وہ ولایت مین تھے اُنھون نے ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر۔ جو اُسوقت یہان جاری
تھا۔ ایک پمفلٹ لکھکر شایع کیا تھا جسمین ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر بہت کچھ نکتہ چینی،
کی تھی؛ ازانجملہ ایک دیہاتی مدرسہ کی نسبت۔ جسکا اُنھون نے ہندوستان مین خود معاینہ کیا تھا
یہ لکھا تھا کہ مکان مدرسہ مین گائے بندھی ہوئی تھی اور مدرس اور لڑکے سب غیر حاضر تھے۔ وہ
پمفلٹ جب ہندوستان مین پہنچا تو سر ولیم میور۔ جو اُسوقت شمالی مغربی اضلاع مین لفٹننٹ گورنر
تھے۔ اُنکی نظر سے بھی گذرا۔ چندروز بعد اُنھون نے ایک پبلک اسپیچ مین کہا کہ "مین نے ضلع مین
دورہ کرتے ہوے کافی طمانیت حاصل کی ہے کہ تعلیم کی حالت عمدہ ہی اور اُس محنت اور کوشش کے نشان ظاہر ہین
جو سید احمد خان کے نتایج کے مخالف ہے"

یہ اسپیچ مع اُردو ترجمہ کے اخبار مین چھپکر ولایت پہنچی اور سرسید کی بھی نظر سے گذری۔
ترجمہ کے الفاظ سے وہ یہ سمجھے کہ سر ولیم میور نے مجھپر دروغگوئی کا الزام لگایا ہے۔ اُنکو نہایت رنج ہوا

اسی طرح کا ایک معاملہ ولیم صاحب کمشنر میرٹھ کے ساتھ گذرا۔ جب سائنٹفک سوسائٹی علیگڈھ کا مکان بنکر تیار ہوا تو صاحب ممدوح کو اُسکے افتتاح کی رسم ادا کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ اُنکے دل مین عنایت اللہ خان مرحوم رئیس بھیکن پور ضلع علیگڈھ کی طرف سے ایام غدر کے متعلق کچھ شبہات تھے، اسلئے وہ افتتاح کی رسم مین انکا شریک ہونا نہین چاہتے تھے۔ اُنھون نے سرسید سے کہا کہ "اس جلسہ مین اگر عنایت اللہ خان شریک ہونگے تو ہم نہین آنے کے" سرسید نے کہا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس شخص نے نہایت فیاضی سے سوسائٹی کی امداد کی ہے اور جو اُسکا پریسیڈنٹ بھی ہو اُسکو شریک نہ کیا جائے" اُنھون نے ہرگز اس بات کو گوارا نہ کیا کہ عنایت اللہ خان مرحوم کی عدم موجودگی مین افتتاح کی رسم ادا کیجائے۔ آخر مسٹر بریلی نے۔ جو علیگڈھ مین سشن جج تھے اور سوسائٹی کے بڑے معاون اور سرسید کے دوست تھے۔ بڑی مشکل سے صاحب کمشنر کو راضی کیا اور اُنکو عنایت اللہ خان کی موجودگی مین یہ رسم ادا کرنی پڑی۔ سرسید کا اس باب مین اصرار کرنا زیادہ تر اس وجہ سے تھا کہ اُنکے نزدیک صاحب کمشنر کے شبہات محض بے اصل تھے اور وہ خود عنایت اللہ خان کو ہر ایک الزام سے پاک صاف جانتے تھے۔

جن یوروپین افسرون نے ابتدا مین مدرسۃ العلوم کی مخالفت کی تھی یا اُسکے لئے سرکاری زمین ملنے مین مزاحم ہوے تھے سرسید نے اُنسے پرائیوٹ طور پر ملنا جلنا ترک کر دیا تھا اور کبھی اُنکے ساتھ ظاہرداری کا برتاؤ نہین کیا؛ یہانتک کہ ہمنے سنا ہے کہ جب حضور سر جان اسٹریچی ہندوستان سے ولایت کو جانے لگے اور کالج کمیٹی علیگڈھ کی طرف سے اُنکو ایڈریس دینا قرار پایا تو جو مسودہ ایڈریس کا انعقاد جلسہ سے پہلے سرسید نے لکھکر جناب ممدوح کے ملاحظہ کے لئے بھیجا تھا اُسمین جہان کالج کے محسنون کا شکریہ لکھا تھا اُن افسرون کی شکایت بھی صراحۃً یا کنایۃً لکھی تھی

ایک لمحہ بھی کسی ایسے مطلب کا خیال نہین کیا تھا اور مین نے اپنی تحریر کو۔ جسطرح پر ضرورت ہو۔ استعمال کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ چونکہ اس معاملہ کا اس سے زیادہ کوئی تذکرہ نہین ہوا مین نے خیال کیا کہ وہ اظہار کافی تھا اور گزٹ سرکاری مین اُسکے شایع کرنے کی کوئی ضرورت نہین سمجھی "

" کیپٹن للنگسٹن آپ کو اس مضمون کے متعلق مندرجۂ بالا لحاظ کتابت کے حوالہ سے آیندہ لکھینگے۔ اسوقت مین صرف اتنا کہونگا کہ مین آپ کے بیٹے کے ایسے عمدہ حالات سننے سے نہایت خوش ہوا ہون، اور آپ کو اسفرت یا جب کبھی میرا کیمپ بنارس مین پہنچے تو وہان دیکھکر خوش ہونگا "

سرسید نے اس چٹھی کا فوراً شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ " آپ کے عنایت نامہ سے تمام بوجھ میرے دل پر سے اُٹھ گیا ہے "

کرنل گریہم یہ تمام واقعہ اپنی کتاب مین نقل کرکے لکھتے ہین کہ " سرولیم نے سید احمد خان کو اجازت دیدی تھی کہ میری چٹھی کو جسطرح چاہین شایع کردین۔ اگر کوئی اور دیسی جنٹلمین ہوتا تو فوراً ایسا کرتا مگر سید نے اُسکو پڑھکر ڈال دیا اور مجھکو بڑے تلاش سے وہ چٹھی ملی "

کرنل موصوف کا یہ خیال ہندوستانیون کے کیرکٹر کی ناواقفیت پر مبنی ہی۔ بے شک ایسی طبیعت اور ایسے رُتبے کے ہندوستانی جیسے کہ سرسید تھے بہت کم نکلینگے کہ ایک موہوم شبہ کہ صوبہ کے گورنر سے ناراضی کا اظہار کر بیٹھے اور گورنر کی طرف سے ایسی مہربانی کے ساتھ اُنکی دلجوئی کی گئی مگر ہندوستانی شرفا مین ایسے لوگون کی کمی نہین ہے جو محض اپنی نمود کے لئے حکام کی ایسی تحریرون کا شایع کرنا۔ جیسی کہ سرولیم کی تحریر سرسید کے نام تھی۔ نہایت سبک اور حقیر بلکہ ایک کمینہ حرکت سمجھتے ہین۔

حالت مین تھا اور امداد کی نہایت اشد ضرورت تھی۔ نواب صاحب کے دربار کا قرینہ یہ تھا کہ وہ خود پلنگڑی پر بیٹھے رہتے تھے اور جو شخص ملنے جاتا تھا اُسکو فرش پر دوزانو بیٹھنا پڑتا تھا ہمنے سُنا ہے کہ سرسید نے جب تک کرسی پر بیٹھنے اور جوتا پہنے رہنے کی اجازت حاصل نہین کر لی وہان جانے کا ارادہ نہین کیا۔

سرسید جیسے خود راستباز تھے اسیطرح راستبازون کی دل سے قدر کرتے تھے۔ جس زمانہ مین وہ مسٹر کرک کی جگہ صدر امین مقرر ہو کر رہتک گئے ہین اُسوقت خان بہادر منشی غلام نبی خان مرحوم رئیس میرٹھ وہان نوکری کے امیدوار تھے پھر چند روز بعد وہ نائب سرشتہ دار کلکٹری مقرر ہو گئے تھے۔ اُسوقت حسن اتفاق سے رہتک مین چند لائق اور ذی علم اہلکار سرکاری دفترون اور عدالتون مین موجود تھے جنکی سرسید کے ہان آمد و رفت تھی۔ خان بہادر نے اُنسے یہ خواہش کی کہ مجھے سید صاحب سے ملوا دو۔ اُنھون نے کہا بہت اچھا مگر وہ لامذہب[1] ہین۔ یہ فقہا کی اصطلاح سے ناواقف تھے اُنھون نے یہ سمجھا کہ سید صاحب قید اسلام سے آزاد ہین ایک دن سید صاحب اور دیگر اہلکار ایک جگہ جمع تھے نماز کا وقت آگیا، سب نے سید صاحب کو امام بنایا منشی غلام نبی خان چونکہ نہایت کھرے اور سچے آدمی تھے اُنکو تعجب ہوا کہ ان لوگون نے ایک لامذہب (یعنی غیر مسلم) کو کس طرح امامت پر کھڑا کر دیا۔ جوہین سرسید نے نیت باندھی اُنھون نے الگ چادر بچھا کر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ سرسید نے نماز ہی مین یہ معلوم کر کے نیت توڑ دی اور

[1] مذہب کا لفظ جو آجکل دین کے معنون مین بولا جاتا ہے فقہا کی اصطلاح مین اسکے یہ معنی نہین ہین بلکہ وہ ائمہ اربعہ مین سے ہر ایک امام کے طریقہ کو مذہب کہتے ہین اور اسی لئے وہ لامذہب اُسکو کہتے ہین جو کسی خاص امام کے طریقہ کا پابند نہو ۱۲

جو اُسمین خلل انداز ہوے تھے۔ اگرچہ جناب ممدوح کے ایماسے آخرکار وہ شکایت آمیز الفاظ سرسید کو مسودہ مین سے نکالنے پڑے مگر سرسید نے ہز آنر سے صاف صاف کہدیا کہ جسطرح ہم اپنے محسنون کا احسان نہین بھول سکتے اسیطرح نامہربان افسرون کی شکایت ہمارے دل سے فراموش نہین ہوسکتی۔

سرسید نے یوروپین ڈریس۔ جیساکہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔ محض انگریزون کی تقلید سے اختیار نہین کیا تھا، بلکہ زیادہ تر اُسکا منشا یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانون کا قومی لباس انکے ہم وطن قومون سے مختلف ہونا چاہئے؛ اور چونکہ مصر و قسطنطنیہ و ایران اور اکثر ممالک اسلامیہ مین مسلمان ٹرکش ڈریس یا اُسکے قریب قریب پہنتے ہین اسلئے اُنھون نے خود ترکی لباس اختیار کرکے اپنی قوم کے لئے ایک مثال قائم کی تھی۔ باوجود اسکے کہ اُنکو اس فیشن کے سبب اکثر مواقع پر سخت مشکلات پیش آئین مگر اُنھون نے جو وضع مسلمانون کے لئے مناسب سمجھکر اختیار کی تھی اُس سے کبھی سرِمو تجاوز نہین کیا۔ دلّی مین دربار قیصری کے موقع پر۔ جب کہ حضور نظام کو کالج کمیٹی کی طرف سے سپاس نامہ دیا گیا۔ سرسید اُسکو خود صرف اسوجہ سے پیش نہ کرسکے کہ وہان جوتا اُتار کر جانا ضرور تھا۔ چنانچہ کمیٹی کے اور ممبرون نے سپاس نامہ پیش کیا اور سرسید انکے ساتھ شریک نہین ہوے۔ بنارس کے کمشنر مسٹر پی کارمیکل سے وہ جوتا پہنکر آنے کی شرط پر ملے، حالانکہ کمشنر موصوف جوتا اُتروائے بغیر کسی ہندوستانی کو اپنے بنگلے مین نہ آنے دیتے تھے۔ مسٹر واٹسن جب تک علیگڑھ مین کلکٹر رہے ہمنے سُنا ہے کہ سرسید کبھی اُنسے نہین ملے، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ سید احمد خان جوتا اُتار کر اُنکے کمرے مین جائین، مگر اُنھون نے اسکو منظور نہین کیا۔ نواب کلب علی خان مرحوم رئیس رام پور کے ہان صرف چندے کی غرض سے وہ اُسوقت گئے تھے جبکہ مدرسہ نہایت بے سروسامانی کی

سید صاحب نے ڈاکٹر کو پھر بلایا اور رات کے دو بجے اُسنے آکر جلاب دیا، یہانتک کہ صبح کی نماز کے وقت جاکر مجھے اجابت ہوئی اور میری تکلیف بالکل رفع ہو گئی۔ سید صاحب تمام رات میرے غریب خانہ پر جاگتے رہے اور جب مجھے افاقہ ہولیا تو صبح کی نماز پڑھکر اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ جس شفقت اور بزرگانہ عنایت کے ساتھ اُنھون نے میری تیمارداری مین وہ رات بسر کی اُسکو مین تمام عمر فراموش نہ کرونگا"

منشی صاحب کہتے تھے کہ "دلّی مین مولوی امام بخش صہبائی نے سید صاحب سے پوچھا کہ تمنے غلام نبی مین کیا بات دیکھی جو اُسپر اسقدر مہربان ہو، سید صاحب نے کہا" کچھ نہین صرف اتنی بات ہے کہ جیسا مین سڑا[1] ہون ایسا ہی وہ سڑا ہے"

جس زمانہ مین کہ سرسید انگلستان مین تھے اور اُنکی آزادانہ تحریرین جو ہندوستان مین آکر بذریعۂ سوسائٹی اخبار کے شایع ہوتی تھین اُنپر چارون طرف سے اعتراضون کی بوچھار پڑتی تھی اُن دنون مین مولوی سید مہدی علی خان اُنکو برابر ممانعت کے خط بھیجتے تھے کہ ایسی تحریرین یہان نہ بھیجنی چاہئین۔ ایکدفعہ اُنھون نے گردن مڑوڑی مرغی کا ذکر نہایت صفائی اور آزادی سے لکھ بھیجا جسپر یہان بہت لے دے ہوئی اور مولوی صاحب ممدوح نے اپنے خط مین اُس تحریر پر بہت افسوس ظاہر کیا۔ اسکے جواب مین سرسید نے اُنکو ایک لطیف تحریر بھیجی ہے جسکے چند فقرے یہان نقل کئے جاتے ہین۔ وہ لکھتے ہین "جن لفظون مین مین نے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کا ذکر لکھا اور جنسے آپ کو افسوس ہوا اُسکا عذر کرتا ہون اور معافی چاہتا ہون' ہاتھ جوڑکر ہندوستانی طور پر نہ شرعی طور پر توبہ کرتا ہون۔ افسوس کہ مجھے ایسے لفظ لکھنے نہ آئے جنسے آپ کو افسوس نہ ہوتا۔ برائے خدا معاف کیجیے، جب مین

[1] چونکہ سچا آدمی مصلحت اندیش نہین ہوتا اور اپنے کھرے پن سے لوگون کو اپنا مخالف بنا لیتا ہے اسلئے اُنھون نے آپکو اور منشی صاحب کو سڑا یعنی دیوانہ قرار دیا ۱۲

منشی صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیے ۔ اُنھوں نے کہا مین امامت کی لیاقت نہین رکھتا، لیکن آپ اپنا مذہب مجھے بتلائین، اُسوقت اگر میرا دل ٹھکیگا تو مین خود آپ کا مقتدی بنونگا ورنہ مجھے معاف فرمائیے گا سید صاحب نے کہا مین شافعی مذہب رکھتا ہون ۔ منشی صاحب نے کہا تو بسم اللہ مین آپ کے پیچھے بڑی خوشی سے نماز پڑھونگا ۔ آخر سرسید ہی نے نماز پڑھائی ۔

یہ واقعہ منشی صاحب نے مجھسے خود بیان کیا تھا اور کہتے تھے کہ " اس موقع پر میری یہ صفائی دیکھکر سید صاحب مجھپر حد سے زیادہ مہربان ہو گئے تھے ۔ باوجودیکہ مین اُسوقت اُنکے ایک ادنے ماتحت اہلکار کی حیثیت رکھتا تھا ۔ جس روز مین اُنکی خدمت مین حاضر نہوتا وہ بلا تکلف میرے مکان پر تشریف لے آتے تھے ، حالانکہ اُنکی عادت کسی کی سفارش کرنے کی نہ تھی باوجود اسکے اُنھون نے گتری صاحب جنٹ مجسٹریٹ رہتک سے ایک نہایت نازک موقع پر میری سفارش کی ۔ دوسری دفعہ جو وہ ایک مہینے کے لئے رہتک بدل کر گئے تو مکان علحدہ کرایہ کو نہین لیا بلکہ صرف اس نظر سے ۔ کہ وہان کے لوگون کی نگاہ مین میری وقعت زیادہ ہو میرے ہی غریب خانہ پر آکر اُترے ، اور مہینے بھر تک وہین قیام کیا ، پہلی دفعہ جب وہ علحدہ مکان مین رہتے تھے ایک روز مین سخت بیمار ہو گیا تھا جس سے پیشاب اور پاخانہ بند ہو گیا ، مجھے نوکر ہوے چند روز گذرے تھے اور میری تنخواہ صرف تیس روپیہ ماہوار تھی اور ایک آدمی کے سوا کوئی نوکر نہ تھا غرض کہ عجیب بیکسی کی حالت تھی ، صدر امینی کے ناظر نے ۔ جو میرے مکان کے قریب رہتا تھا ۔ میرے حال کی اطلاع پاکر سید صاحب کو رات کے نو بجے جا خبر کی ۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہون کہ سید صاحب یونانی حکیم کو ساتھ لئے چلے آتے ہین اور ہوسپٹل اسسٹنٹ کو شفاخانہ سے لانے کے لئے آدمی بھیجکر آئے ہین تھوڑی دیر مین ڈاکٹر بھی آگیا مگر حکیم کو دیکھکر ڈاکٹر نے کہا کہ اگر انکے علاج سے فائدہ نہو تو مجھے پھر اطلاع دی جائے اور یہ کہکر چلا گیا ، اتفاق یہ کہ حکیم صاحب کے علاج سے کچھ نفع نہوا ،

کہ اُسنے عجب لطف مجھکو دیا ہے۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کبھی دولتِ عشق مجازی بھی تمکو نصیب ہوئی ہے یا نہین ؟ کیونکہ بغیر اُسکے آدمی مین اور مٹّی مین کچھ فرق نہین ہے "

انسان کی محبت سب سے پہلے اپنے کنبے کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے جو کہ ایک نیچرل تعلق ہے۔ کسی کا قول ہے کہ "جسکے دل مین اپنے کنبے کی محبت نہین اُسکو کسی سے بھی محبت نہین" سرسید کو ہمیشہ اپنے کنبے کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ رہا ہے۔ بھائی کی موت کا صدمہ اُنکو بیس برس تک نہین بھولا۔ سُنا ہے کہ اُنکے عزیز اُنکے سامنے بھائی کا ذکر اسلیے نہین کرتے تھے کہ اُنکا داغ تازہ ہو جائیگا۔ بہت مدت کے بعد اُنکی بھتیجی کی موسی باپ کا کچھ ذکر نکل گیا تھا، سرسید کی حالت ایسی متغیر ہوگئی کہ گویا آج ہی بھائی کا انتقال ہوا ہے۔

بھائی کے مرنے کے بعد اُنھون نے صغیر سن بھتیجے کو اسطرح پرورش کیا جیسے مائین اپنے بچون کو پرورش کرتی ہین۔ باوجودیکہ بھابی زندہ تھین بھتیجے کو کبھی اپنے سے جدا نہین کیا، سفر و حضر مین ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا، مدتون اپنے ساتھ ایک پلنگ پر سُلایا، اور ہر طرح سے اُسکی دلداری اور دلجوئی کی غدر مین جب سارا کنبا دلّی مین تھا اور آپ بجنور مین تھے اُسوقت بھی بھتیجا اُنکی جان کے ساتھ تھا۔

جب سرسید کی بی بی کا انتقال ہوا اُسوقت اُنکی عمر کچھ اوپر چالیس برس کی تھی اور تین صغیر سن بچے۔ جنکی پرورش اور رکھ رکھاؤ اکیلے باپ سے ہونا سخت دشوار تھا۔ موجود تھے۔ ہر چند دوستون نے کہا کہ دوسری شادی کرلو، تاکہ اپنی زندگی بھی آسایش سے گذرے اور بچون کی پرورش مین بھی آسانی ہو، مگر محبت اور وفاداری نے ہرگز اجازت نہ دی۔ اُن کے ایک دوست کا بیان ہے کہ " مین اُنکو ہمیشہ دوسرے نکاح کی ترغیب دیا کرتا تھا، وہ سنکر ہنسی مین ٹال دیتے تھے، ایک دن وہ برآمدہ مین ٹہل رہے تھے، مین نے پھر وہی ذکر چھیڑا، اُنھون نے دردناک لہجہ مین

دو لفظ لکھے، ہاتھا تم میرے دل مین اور میری آنکھون کے سامنے تھے، مین جانتا تھا کہ تم ناپسند کروگے . بھائی !
کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ مین برا کرون اور اُسکو اسلئے چھپاؤن کہ لوگ برا نہ کہین ؟ ہمکو اپنے خدا سے معاملہ ہے
جسکے ہاتھون سے ایسے تنگ آئے ہین کہ کچھ بیان نہین ہوسکتا، جو کام کرتے ہین وہ دیکھتا ہے، جو بات کہتے ہین
سُن لیتا ہے . جو دل مین لاتے ہین جان لیتا ہے، ایسا پیچھے چمٹا ہے کہ نہ جہاز مین چھوڑے، نہ زمین پر چھوڑے،
نہ رات کو الگ ہو، نہ دن کو الگ ہو، نہ غیر ذبح مرغی کھاتے وقت پیچھا چھوڑے . پس جب مین نے نہایت سچے دل
اور درست اعتقاد سے ایسے دوست اور سچے رفیق خدا سے شرم نہ کی تو پھر بھائی مہدی علی سے کیا ڈر کرتا ؟ مین اُسکو
قرآن مجید سے جائز سمجھتا ہون . نہ روایتِ شاذہ سے . والیِ مصر کے ساتھ بعض علماے مصر بھی تھے، سب انگریزون
کے ساتھ غیر ذبح کیے ہوے جانور چٹ کرتے تھے . بہرحال مین اسمین گفتگو نہین کرتا، شاید مین غلطی پر ہون . صرف
معافی چاہتا ہون "

محبت

دوسرے محبت اور الفت کا مادہ سرسید مین معمولی آدمیون سے بہت زیادہ تھا اور اسی لئے
اُنکے تمام تعلقات مین محبت کا ظہور بہ درجہ غایت پایا جاتا ہے . وہ اپنے ایک دوست کو ایک
دوسرے دوست کی نسبت - جس سے کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے - لکھتے ہین "وہ دوستی و محبت کے معاملات
و برتاؤ سے محض ناواقف ہین . کسی پر وہ عاشق نہین ہوے، کسی سے اُنھون نے دل نہین لگایا، اُنکو مزا دوستی اور محبت
کا مطلق معلوم نہین . سچ یہ ہے کہ جس شخص نے ایک گھڑی بھی عشق نہین برتا وہ نہ خدا کی دوستی کا مزا جانتا ہے
نہ انسان کی دوستی کا اور نہ محبت کے لائق ہے "

ایک اور خط مین - جو سید مہدی علی کا مضمون گردن مروڑی مرغی کے برخلاف اخبار مین دیکھکر
اُنکو لکھا ہے - وہ لکھتے ہین "آپ نے جو کچھ میرے مُردار مرغی کھانے کی نسبت اخبار مین لکھا آپ یقین کیجیے

اُنکو ماں کے ذکر پر رو تا دیکھکر لوگ متعجب ہو گئے ۔ بھائی کے نواسوں کی نہایت شفقت کے ساتھ اُنھوں نے سرپرستی کی اور اُنکو اعلےٰ درجہ کی تعلیم دلوائی ' اپنے خالہ زاد بھائی کے نواسوں کو اُنھوں نے بالکل اپنی اولاد کی طرح اپنے پاس رکھا اور جب تک وہ انگلستان نہیں گئے اُنکی تعلیم و تربیت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا ۔

حب وطن

اپنے وطن کے ساتھ ہر شخص کو عموماً الفت اور موانست ہوتی ہے خصوصاً ایسے وطن کے ساتھ جیسے کہ دلّی ہے جہان پردیسی بھی آکر زمین پکڑ لیتے ہین ' مگر سرسید کی محبت اپنے وطن کے ساتھ عجیب طرح کی تھی ؛ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ اُنکو دلّی کی منصفی سے دوسری جگہ ترقی پر بھیجتے تھے اور وہ وہان سے ہرگز نکلنا نہین چاہتے تھے ۔ یہ تو وہ زمانہ تھا کہ دلی مین چند خاندان نام و نمود کے باقی تھے اور ہر قسم کے اہل کمال اور اہل ہنر زمانہ کی بساط کے موافق وہان موجود تھے ' قلعہ کا چراغ اگرچہ ٹمٹما رہا تھا مگر گل نہوا تھا ' سرسید کو جو زندہ دل سوسائٹی وہان میسر تھی دوسری جگہ اُسکے ملنے کی امید نہ تھی ۔ مگر غدر کے بعد جب وہان کے مسلمان بالکل مٹ گئے اور دلّی ایک قالب بے روح رہگئی اب اُسی حُبّ وطن کا یہ تقاضا ہوا کہ جن آنکھون سے اُسکی بہار دیکھی تھی اُنھین آنکھون سے اُسکی خزان کیونکر دیکھی جائے ۔ گو بظاہر سرسید نے دلّی ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی تھی مگر آدم کو بہشت چھوڑنے کا بھی اتنا ہی افسوس ہوا ہوگا جتنا کہ سرسید کو دلّی چھوڑنے کا افسوس تھا ۔ اُنکے آرٹکلون مین یا اسپیچون اور لکچرون مین یا پرائوٹ خطون مین جہان کہین دلّی کا ذکر آگیا ہے اُنکا دل اُمڈے بغیر نہین رہا ۔

وہ اپنی کتاب راہ سنت پر ریمارک کرتے ہوے ایک جگہ لکھتے ہین " یہ باتین تو اُن صحبتون کی یادگار ہین

کہا کہ "محمود کی ماں کہاں سے آویگی" پھر مین نے یہ ذکر کرنا چھوڑ دیا"

جب وہ انگلستان گئے تو وطن سے بیٹی کی سخت بیماری کا تار پہنچا' اُنھون نے فوراً وہان سے تار دیا کہ اگر ہمارے پہنچنے تک اُسکے بچنے کی امید ہو تو ہم واپس ہندوستان آنے کو تیار ہین مگر دوسرا تار اُسکے مرنے کا پہنچا جس سے اُنکو ایسا سخت صدمہ ہوا کہ جب تک ولایت مین رہے غمگین اور افسردہ خاطر رہے اور جب ولایت سے واپس آئے تو دلی جانے کو ہرگز جی نہ چاہتا تھا' باوجودیکہ اُن دنون مین دیوانی کی بڑی تعطیل تھی۔ صرف ایک دو روز دلی مین ٹھیرے اور ساری تعطیل علیگڑھ' مرزاپور اور بنارس مین بسر کی۔

اپنی والدہ کے ساتھ جیسی اُنکو دلبستگی تھی ایسی بہت ہی کم سُنی گئی ہے اور جیسی کہ وہ جوانی مین ماں کی اطاعت کرتے تھے اور اُنکے غصہ اور خفگی کی برداشت کرتے تھے اسطرح بچے بھی اپنے ماں باپ کا کہنا نہین مانتے۔ وہ کہتے تھے کہ مجھکو ماں کے مرنے کا اتنا رنج نہین ہوا جتنا کہ بھائی کے مرنے کا ہوا تھا' کیونکہ غدر کے مصائب کا زمانہ تھا اور ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ ایسا نہو مین پہلے مرجاؤن اور میری بعد والدہ کی زندگی تلخی اور سختی مین گذرے۔ اُنھون نے مرنے سے چند سال پہلے میرٹھ مین۔ جہان اُنکی والدہ مدفون ہین۔ ایک پبلک اسپیچ مین اپنی ماں کا ذکر کیا' معاً اُنکا دل بھر آیا اور اُسی حالت مین

لہ سرسید کی بی بی۔ جیسا کہ معتبر ذریعون سے سُنا گیا ہے۔ فی الواقع ایسی نیک سرشت اور لائق بیوی تھی جسکے بعد سرسید کا دوسرا نکاح کرنا بہ نسبت نکاح نہ کرنے کے زیادہ تعجب انگیز ہوتا۔ وہ بھی اُسی نانا کی نواسی تھی جسکے سرسید نواسے تھے اور اسلئے نیکدلی اور عالی حوصلگی دونو میان بیوی مین یکسان پائی جاتی تھی۔ سرسید کے بعض احباب کا بیان ہے کہ اگر کبھی سرسید کی غیبت مین اُنکے مکان پر جانا ہو گیا ہے تو ہماری ویسی ہی مدارات ہوئی ہے جیسی اُنکی موجودگی مین ہوتی تھی' ہمکو بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سید صاحب خود مکان پر موجود ہین"

اور پندرہ بیس روز تک اُنکی حالت نہایت نازک رہی، مگر جسوقت بیٹے کا دم نکلا اور گھر مین کہرام مچا وہ شمس العلما مولوی نوکا اللہ کے مکان پر چلے گئے اور جب تک لوگ اُنکو دفن کرکے نہ آئے وہین چپ چاپ بیٹھے رہے اور پھر جو اُس روز سے علیگڑھ گئے ایک آدھ بار سے زیادہ پھر کبھی جاکر گھر کی صورت نہین دیکھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُنھون نے دلّی کا غم بھلانے کے لئے دلّی کی بود و باش ہی ہمیشہ کے لئے ترک کردی تھی۔ اُنکے بعض ہموطن کہتے ہین کہ اگر دلّی سے کچھ انس ہوتا تو وہ دلی کو چھوڑکر علیگڑھ مین مدرسۃ العلوم قائم نہ کرتے؛ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر بنی امیہ کو بغداد سے اُنس ہوتا تو وہ اندلس مین جاکر اپنی سلطنت قائم نہ کرتے۔ دلّی جو سیکڑون برس مسلمانون کا دارالحکومت رہا اور اسلئے پُرانے [خیا]لات اور قومی و مذہبی تعصبات کا مرکز تھا وہان سرسید کے منصوبون کا پورا ہونا بلا تشبیہ [ا]یسا ہی مشکل تھا جیسا مکہ مین اسلام کا نشو و نما پانا۔

اگر غور کرکے دیکھا جائے تو سرسید کے دل مین قوم کی بھلائی کا خیال اور قومی ہمدردی کا جوش زیادہ تر دلی ہی کی تباہی اور بربادی نے پیدا کیا؛ فتح دہلی کے بعد جسوقت وہ میرٹھ سے اپنی [م]ان اور خالہ کی خبر لینے کو دلّی مین پہنچے اُنھون نے تمام شہر کو بالکل ویران پایا، یہانتک کہ جیسا پہلے بیان ہوچکا ہے۔ پیاسون کے لئے پانی کی ضرورت ہوئی تو ایک صراحی پانی کے لئے اُنکو خود قلعہ جانا پڑا، جس دوست یا عزیز کا حال دریافت کیا اُسکو مقتول سُنا یا مفقود، جس قلعہ مین سلاطین کے عیش و عشرت کے سامان دیکھے تھے اُسکے در و دیوار سے اُنکے خون کی بو آتے دیکھی۔ اگرچہ اُسوقت ہزارون ایسے بھی تھے جو مرگ انبوہ کو جشن سمجھتے تھے مگر سرسید جیسے ذکی الحس آدمی کے لئے یہ انقلاب ایک تازیانہ تھا، دلّی کا وہ سناٹا دیکھکر ایک ایسی چوٹ اُنکے دل پر لگی جو رفتہ رفتہ

جنکی یاد سے آنسو بھر آتے ہین ؛ کجا وہ صحبتین ، کجا وہ مجلسین ، کہان وہ آزردہ ، کہان وہ شیفتہ اور کہان وہ صہبائی کہان وہ علما و صلحا ؛ صرف یاد ہی یاد ہے "

ایک اور آرٹکل مین - جہان اُردو اخبارون کا ذکر کیا ہے - وہ یون لکھتے ہین " اُس اُجڑے شہر کے اخبارون کا بھی جسکا نام لیتے دل بھر آتا ہے - ہم دل سے شکر ادا کرتے ہین .... ہمارے وطن کے اخبار ہمسے اسلئے ناراض ہین کہ مدرسۃ العلوم دہلی مین کیون نہ مقرر ہوا ؟ بھائی ! کہان ہے وہ دلّی اور کہان ہین وہ دلّی والے ؟ جو نقش کہ مٹ گیا اُسکا اب کیا نام لینا ہے ' مرثیہ پڑھا کرو اور دلّی والون کو رویا کرو "

جس زمانہ مین ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دلّی مین تجویز ہو رہا تھا اُنھون نے اپنے ایک دوست کو یہ لکھا تھا کہ " آپ کی سب کوششین اور تدبیرین اور خیالات بے سود ثابت ہونگے ' نہ دہلی مین کوئی انتظام کرنے والا ہے اور نہ دہلی اس لائق رہی ہے ' وہان کے مسلمانوں پر ' مسلمانون کے گھرون پر ' مسلمانون کے محلّون پر ابتک نحوست برستی ہے ' انکی طبیعت ' اُنکا اخلاق ' راہ و رسم ' سوشل حالت ایسی تبدیل ہوگئی ہے کہ جب کبھی دلّی جاتا ہون اور کسی سے ملاقات ہوتی ہے تو اُسکی باتین سنکر متعجب ہوتا ہون کہ یہ لوگ کس ملک اور کس دیس کے رہنے والے ہین ؟ خدا نے دلّی سے سب کچھ چھین لیا ؛ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم "

سرسید کی طبیعت مین ایک خاص صفت تھی جو بڑے بڑے کامون کا بوجھ اُٹھانے والون مین ہونی نہایت ضرور ہے ۔ وہ دل بجھانے والی اور ہمت توڑنیوالی تقریبون سے ہمیشہ دور دور اور الگ تھلگ رہنا چاہتے تھے ۔ اگر ایسا نہ کرتے تو جسقدر قومی اور ملکی اور مذہبی خدمات اُنھون نے انجام دی ہین اُسکا عشر عشیر بھی انسے سرانجام نہوسکتا ۔ سید حامد مرحوم کے انتقال کا صدمہ اُنپر نہایت سخت ہوا تھا ' دو وقت اُنھون نے بالکل کھانا نہین کھایا

وَتَقْرَابُكَ مِنْهُ وَتَرْفَعُ سُجُوفَ الْحِشْمَةِ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ " کرنل گریہم لکھتے ہین کہ "مین اُسکو (یعنی سرسید کو) ایک چوتھائی صدی سے جانتا ہون، میرا اور اُنکا تعلق بمنزلۂ ایک رشتہ دار کے ہے نہ کہ بطور ایک دوست کے، جتنی زیادہ اُنکی میری واقفیت بڑھتی گئی اُسیقدر اُنکی قدر و منزلت میرے دل مین زیادہ ہوتی گئی "

سرسید اپنا دشمن تو شاید ہی کسی کو سمجھتے ہون مگر جنکو وہ اپنا دوست جانتے تھے وہ بھی تعداد مین کچھ کم نہ تھے۔ قوم کی عام خیرخواہی نے ہزارون بلکہ لاکھون کے دل مین اُنکی جگہ کردی تھی۔ انھین مین بہت سے ایسے بھی تھے جنکی دوستی یارانہ کے درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ وہ اپنی اور اُنکی چیز مین کچھ فرق نہ سمجھتے تھے۔ سرسید کا گھر اُنکا ہوٹل یا سرائے تھا اور اُنکا دل سرسید کی مٹھی مین تھا۔ وہ جب اور جسقدر چاہتے اُنکے نام بغیر پوچھے چندہ لکھدیتے تھے اور اُنکو طوعاً یا کرہاً قبول کرنا پڑتا تھا۔

دوستی کے متعلق ایک کتاب مین یہ حکایت لکھی ہے کہ " ایک روز امام محمد باقرؑ نے اصحاب سے کہا کہ تم مین کوئی ایسا شخص ہے ؟ کہ دوست کی جیب مین ہاتھ ڈالکر جسقدر نقدی کی ضرورت ہو اُسمین سے نکال لے۔ سب نے عرض کیا " لا واللہ یا ابن رسول اللہ " آپ نے فرمایا " بس تو تم مین کوئی دوستی کے لائق نہین ہے " مگر سرسید کا حال اپنے دوستون کے ساتھ اور اُنکے دوستون کا حال سرسید کے ساتھ بالکل ایسا ہی تھا کہ ایک دوسرے کی جیب سے جو چاہتے نکال سکتے تھے۔

سرسید کے دوستون مین سے اُنکے ایک نہایت عزیز دوست خرچ کرنے مین کبھی اعتدال و میانہ روی سے تجاوز نہین کرتے مگر کبھی ایسا نہین ہوا کہ سرسید نے اُنسے چندہ مانگا ہو اور اُنھون نے انکار کیا ہو۔ وہ اپنی جبلی عادت کے موافق بطور ظرافت کے کہا کرتے ہین کہ قومی ہمدردی تو ہم کو

زخم اور آخرکار ناسور بن گئی۔ مسلمانون کی تعلیم کا خیال بھی اگر سچ پوچھیے تو دلی ہی کی حالت دیکھکر اُنکے دل مین پیدا ہوا۔ غدر سے پہلے جیسے دلّی کے لوگ دنیا کے حالات سے بے خبر تھے ایسے شاید ہی کسی دوسری جگہ کے لوگ ہون۔ سرسید کہتے تھے کہ "ایک دفعہ جو مین رہتک سے کسی تعطیل مین دلّی آیا تو وہان کے ایک معزز آدمی نے مجھسے پوچھا کہ آپ کہان گئے تھے؟ اور جب مین نے رُہتک کا نام لیا تو اُنھون نے تعجب سے کہا کہ کیا رُہتک بھی انگریزون کی عملداری مین ہے؟ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ" دلّی کے اکثر پڑھے لکھے آدمی ہر ایک مجسٹریٹ کو مٹکاف کہتے تھے کیونکہ پہلے مجسٹریٹ کا نام مٹکاف تھا"

دوستون کیساتھ برتاؤ

جو برتاؤ سرسید کا اپنے دوستون کے ساتھ تھا وہ اس زمانہ کے دوستون سے بالکل نرالا تھا۔ جہانتک اُنکا حال دیکھا گیا اُنکی خوشی بلکہ اُنکی زندگی کا مدار صرف دو چیزون پر معلوم ہوتا تھا: کام اور دوستون کی ملاقات۔ اُنکو شاید ہی کبھی ایسی خوشی ہوتی ہو جیسی اپنے خالص و مخلص دوستون سے ملکر ہوتی تھی۔ وہ فی الواقع دوستون کو زندگانی کا ایک عنصر سمجھتے تھے۔ اُنکا اس مقولہ پر پورا پورا عمل تھا کہ "اگر ساری دنیا قبضہ مین ہو اور کوئی دوست نہو تو وہ ہیچ ہے اور اگر ساری دنیا کے بدلے مین ایک دوست ہاتھ لگ جائے تو ارزان ہے" باوجودیکہ دن بھر مین اُنکا کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ کام سے خالی نہوتا تھا۔ اور ایسے شخص کو تنہائی زیادہ پسند ہونی چاہیے۔ بااینہمہ دوستون سے کبھی اُنکا جی نہ اُکتاتا تھا۔ ابتدائی ملاقاتون مین وہ بہت روکھے پھیکے معلوم ہوتے تھے، ناواقف آدمی اُنکو پہلی ہی بار دیکھکر نہایت عبوس اور خشک مزاج سمجھتا تھا مگر جسقدر اُنسے زیادہ ربط بڑھتا جاتا تھا اُسیقدر اس مقولہ کی تصدیق ہوتی جاتی تھی کہ "الرَّغبَۃُ اِلَی الکَرِیمِ تُخلِطُکَ"[1]

[1] یعنی کریم النفس آدمی کی طرف جسقدر تُجھکو گے اُس سے زیادہ میل جول ہوگا اور مغائرت دور ہوتی جائیگی ۱۲

جب کسی دوست کی طرف سے کوئی ایسی بات ظہور مین آتی تھی جس سے مغائرت کا خیال پیدا ہوتا ہو
تو اُنکو یہ امر نہایت شاق گذرتا تھا۔ منشی غلام نبی خان مرحوم کا بیان ہے کہ "مین رُہتک سے میرٹھ
جاتا تھا، جب دلّی پہنچا تو ایک دوست کے مکان پر ٹھیرا ہوا، وہان مین نے سُنا کہ سید صاحب بجنور سے
آئے ہوے ہین، مین اُنکی خدمت مین پہنچا، اُنھون نے فوراً میرا اسباب فرودگاہ سے منگوا لیا، اور فرمایا کہ
پانچ چار روز تمکو یہان ٹھیرنا پڑیگا، پھر ہم تم یہان سے ساتھ چلینگے، مین ٹھیر گیا، اُنھون نے شہر کے مشاہیر سے
مجھکو ملوایا، اتفاق سے محمد بخش خان صدر الصدور میرٹھ بھی وہان آئے ہوے تھے، اُنھون نے سید صاحب کو
لکھا کہ میرٹھ تک مجھے بھی اپنی گاڑی مین شریک کر لینا، سید صاحب نے اُنکو لکھ بھیجا کہ میری گاڑی مین منشی
غلام نبی شریک ہین اسلئے آپ کی گنجایش نہین، مجھے شرکت کے لفظ سے یہ خیال گذرا کہ نصف کرایہ گاڑی
کا مجھے دینا پڑیگا۔ غرض کہ مین سید صاحب کے ساتھ دلّی سے میرٹھ کو روانہ ہوا، راہ مین اپنی نالائقی سے مین نے
نصف کرایہ سید صاحب کے سامنے پیش کیا، اُنھون نے نہایت غضب آلود نگاہ سے میری طرف دیکھا اور بہت
دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ مجھے اپنی اس کمینہ حرکت سے ایسا انفعال ہوا کہ بیان نہین ہوسکتا آخر مجھکو
معافی مانگنی پڑی اور پھر کرایہ کے باب مین اُنکے سامنے دم نہین مارا" اسی طرح اُنھون نے ایک دوست کو
کسی قدر روپیہ کا چک بھیجا مگر اُسنے واپس کر دیا اور لکھا کہ مین یہ روپیہ نہ لونگا اسکے لئے مجھسے بہتر
مصرف موجود ہین۔ سر سید نے اُسکا یہ جواب لکھا کہ "آپ کا عنایت نامہ پہنچا جسمین چک مرسلہ کا ذکر
تھا اُسکو پڑھکر مین تمپر نہایت خفا ہوا، جو محبت و یکجہتی مجھکو تمسے ہے وہ اس لائق نہ تھی کہ تم ایسے کلمات
لکھتے جو ایک غیر شخص کو لکھنے زیبا ہین۔ خبردار اس قسم کے خیالات ہمارے ساتھ ہرگز مت کرو۔ اگر تم رقعہ مرسلہ کو
کام مین نہ لاؤگے تو نہایت آزردگی ہوگی اور یقین ہوگا کہ تم یکجہتی نہین سمجھتے، اب دوبارہ اس باب مین نہ لکھنا"

معلوم نہین کس چیز کو کہتے ہین ہان مگر سید احمد خان کی زبان مین ضرور جادو تھا کہ جہان
روپیہ دو روپیہ دینا مشکل معلوم ہوتا تھا وہان اُنکے ایک اشارے پر آنکھ بند کرکے سیکڑون پوجاتے تھے
سرسید ایک آرٹکل مین لکھتے ہین کہ " اگرچہ اسطرح پر متواتر امداد کی درخواست کرنے سے شرم آتی ہے
مگر ہمارے دوستون کی فیاضی ہمکو شرمندہ نہین ہونے دیتی ۔ ہمنے بھی اس مقولہ پر عمل کرنا اختیار کرلیا ہے کہ " خانۂ
دوستان بروب و درِ دشمنان مکوب " جس امر کی ضرورت ہوتی ہے دوستون ہی سے سوال کرتے ہین اور کچھ
شرم نہین کرتے ۔ اور حق یہ ہے کہ اگر دوستون ہی سے نہ مانگین توکس سے مانگین ؟ لیکن اُنکا شکریہ ہم پر واجب ہے
ایک دوست پر کالج کے کسی فنڈ کا چندہ کسی قدر باقی تھا ' ہمنے اُنسے کہا کہ تھوڑا سا روپیہ رہ گیا ہے اسکو بیباق کردو
اُنھون نے کہا بیباقی کا تو آپ نام نہ لیجئے ' جب تک زندگی ہے بیباقی تو نہ ہوگی ' آج اس چندہ کی باقی ہے
کل دوسرے چندہ کی ' اسی طرح باقیدار مرجاؤنگا ' پس بیباقی تو نہ ہوئی ہے نہ ہوگی ' مگر جسقدر روپیہ چاہوے لو "
اسکے بعد آپ لکھتے ہین کہ " درحقیقت یہی حال ہے ' کوئی زمانہ ایسا نہین ہوتا کہ ہم اپنے دوستون سے
کالج کے کسی نہ کسی فنڈ کے لئے چندہ نہ مانگتے ہون ۔ مگر ہمارے دوست بھی ہمارے اس شعر کو کبھی کبھی پڑھ لیا کرین
" گر مکرر زلبت بوسہ گرفتیم مرنج سُرخیِ لعلِ لبت بین کہ چہ زیبا بود دست "
انھین دوستون مین سے بعض کے ساتھ نہایت بے تکلفی تھی ' وہ جو کچھ چاہتے تھے سرسید
کو کہہ بیٹھتے تھے ' اُنپر رُو در رُو اعتراض کرتے تھے ' اُنکے مذہبی خیالات اور رایون پر نکتہ چینیان
کرتے تھے ' اُنسے ہر قسم کی ہنسی اور چُہل کی باتین ہوتی تھین ' وہ ہمیشہ سرسید کی جھڑکیان کھاتے تھے اور
خفگیان سہتے تھے مگر نہ کبھی سرسید کو اُنسے ملال ہوتا تھا اور نہ اُنکی خفگی یا جھڑکی کا بُرا مانتے تھے ۔ اُنکے حسب حال یہ شعر تھا

" تعزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محتسب ! بڑھتا ہے اَور ذوقِ گنہ یان سزا کے بعد "

البتہ کتابون مین بہت کچھ لکھا دیکھا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نہ بھائی سے اسقدر محبت ہو سکتی ہے اور نہ باپ سے جیسی کہ اس شخص کی محبت خدا نے ڈال دی ہے "

اسی محبت کی کشش تھی کہ محسن الملک نے حیدرآباد سے آکر وطن مالوف کی طرف رخ نہین کیا بلکہ علیگڑھ کو اپنا ہیڈکوارٹر بنایا اور کبھی ایک دو دن سے زیادہ اٹاوہ مین جاکر قیام نہین کیا، اور اگر حفظِ صحت کا خیال اُنکو مجبور نہ کرتا تو غالباً وہ سرسید کی زندگی مین علیگڑھ کو چھوڑکر کبھی بمبئی نہ جاتے ۔ نظیری نے کیا خوب کہا ہے

" درسِ ادب اگر بود زمزمۂ محبتے ۔ جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پاے را "

سرسید کی خفگی اور غصہ مین جو کشش تھی وہ کسی کی مہربانی اور عنایت مین بھی نہین دیکھی گئی ۔ سید مہدی علی کو ہمیشہ اُنکے عتاب آمیز خط جاتے تھے چنانچہ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہین کہ " مہدی علی کو سواے غصہ اور خفگی کے کبھی کچھ نہین ملا " باوجود اسکے سید مہدی علی کا معاملہ اُنکے ساتھ شمع و پروانہ کا سا تھا ۔ الہ آباد کے جلسۂ کانفرنس مین جس ذوق وشوق اور وجد کی حالت مین اُنھون نے اپنا لکچر دیتے وقت تمام حاضرین کے سامنے سرسید سے خطاب کیا تھا وہ اکثر لوگون کو یاد ہوگا خصوصًا اُسوقت کا سمان کبھی دل سے فراموش نہوگا جب کہ اُنھون نے سرسید سے مخاطب ہوکر یہ اشعار پڑھے تھے

دلبرانِ ماہ پیکر دیدہ ام ۔ در جمالت چیز دیگر دیدہ ام
این چہ نورست اینکہ تابان از تو ہست ۔ ہفت کوکب نور افشان از تو ہست
تو مکمل از کمالِ کیستی ۔ مظہرِ نورِ جمالِ کیستی

سرسید نے ایک آرٹکل مین جو غالبًا محبت پر لکھا ہے مسٹر پسٹلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

جس دوست کے ساتھ سرسید کی زیادہ خصوصیت ہوتی تھی وہی اکثر مورد عتاب رہتا تھا مگر اُس عتاب کی قدر وہی خوب جانتے تھے جو اُسکے مورد ہوتے تھے۔ خان بہادر مولوی سید زین العابدین خان جن پر سب سے زیادہ خفگی اور ناراضی رہتی تھی وہی آج سب سے زیادہ سرسید کو یاد کرتے ہین اور روتے ہین اور دنیا مین کسی دوست یا عزیز کو ویسا غمخوار اور غمگسار نہین پاتے۔ سرسید کا ایک خط ہاتھ لگا ہے جو اُنھون نے علالت کی حالت مین اپنے بیڈ رسٹ سے لکھوا کر خان بہادر کو رام پور بھیجا تھا؛ نہ اُسمین عرفی شوق و آرزو کا اظہار ہے نہ جدائی کی معمولی شکایت ہے مگر اُسکے ہر ہر لفظ سے محبت ٹپکی پڑتی ہے۔ لکھتے ہین "مکرمی زینو! ابھی تمھارا خط پہنچا' کچھ شبہ نہین کہ تمکو مجھسے جدا ہونے کا ایسا ہی رنج ہے جیسا کہ تمنے لکھا' مگر تم تو اُس رنج کو کسی قدر لکھ بھی سکے' مگر مجھکو تمھارے چلے جانے سے جو رنج ہے وہ لکھا بھی نہین جا سکتا۔ زبان کھجلاتی ہے اور کوئی یہان نہین ہے کہ اُسکو بُرا کہون' دل مین غصہ آتا ہے اور کوئی یہان نہین ہے جسپر غصہ نکالون' ہاتھ کھجلاتے ہین اور کوئی یہان نہین ہے جسکو مارون۔ حقیقت مین تمھارے جانے سے مکان سونا نہین ہوا بلکہ دل سونا ہوگیا۔ صبح کو اُٹھکر خدا یاد نہین آتا مگر تم یاد آتے ہو[1] ـــ اے کہ ہرگز فراموشت نکنم' کا نقشہ ہوگیا ہے"

نواب محسن الملک نے ایک موقع پر سرسید کا ذکر خیر کرتے وقت کہا کہ "مین نے کسی شخص کی ذات مین اسقدر خوبیان جمع نہین دیکھین؛ میری اُنسے پہلی ملاقات ۱۸۶۳ء مین ہوئی تھی؛ اُسوقت سے آج تک ایک بات بھی اُنکی ایسی نہین دیکھی جسکو بُرا کہہ سکون۔ اس شخص کیسی سچی محبت اور وفاداری دنیا مین کہین نہین دیکھی'

---

[1] خان بہادر ہمیشہ بلا ناغہ صبح کے چار بجے سرسید کی کوٹھی پر آتے تھے اور گھنٹا آدھ گھنٹا وہان ٹھیر کر پھر ہوا خوری کو جاتے تھے یہ اُس صبح کی ملاقات کی طرف اشارہ ہے ۱۲

کہ ہکو اور قومون سے محبت اور برادرانہ محبت نہین ہے ۔ ہماری قوم خراب حالت مین ہے اسلئے اُسیکا گیت گایا جاتا ہے
ورنہ ہم اور قومون سے بھی ایسی ہی محبت رکھتے ہین جیسی اپنے عزیزون سے ۔ اس وقت اسکے علانیہ دو ثبوت
موجود ہین ۔ ایک یہ کہ سید محمود اور مسٹر راس سے نہایت دوستی اور برادرانہ اور عزیزانہ محبت ہے ' جب
سید مسعود پیدا ہوا تو مسٹر راس اور اُنکی میم صاحبہ نے موافق انگریزی رسم کے ۔ جو نہایت محبت پر دلالت کرتی ہے
اپنا نام اُس مولود مسعود کو دیا اور ہمنے نہایت خوشی سے اُنکا نام اُسکے نام کے ساتھ شامل کیا اور اسی سبب سے
اُسکا نام سید راس مسعود قرار پایا ۔

" دوسرا نمونہ (راجہ جیکشن داس بہادر سی ۔ اِس ۔ آئی کی طرف نہایت جوش محبت
کے ساتھ اشارہ کر کے کہا) ہمارا یہ ڈاڑھی منڈا دوست یہان موجود ہے اور سید راس مسعود کو اپنی بغل مین
بٹھائے ہوے ہے ۔ انکو مین اپنا معزز اور محسن بھائی سمجھتا ہون اور سید محمود انکو چچا کہتے ہین اور سید راس مسعود
دادا راجہ ۔ پس ہم اپنے دوستون سے محبت رکھنے مین کچھ بھی فرق نہین کرتے "

سرسید جسکو دوست سمجھ لیتے تھے اُسکی طرف سے فی الواقع اُنکا دل ایسا صاف ہو جاتا تھا
کہ اُسکی نسبت بُرائی کا کبھی تصور بھی نہ آتا تھا ۔ کسی کی شکایت یا سعایت یا درانداز ی اُنکو دوست سے
جب تک کہ علانیہ اور متواتر اُس سے دوستی کے خلاف باتین سرزد نہ ہون ۔ بدگمان نہ کر سکتی تھی ۔
لیکن اسی کے ساتھ جب کسی کی نسبت اُنکو یقین ہو جاتا تھا کہ وہ دوست نہین پھر اُس سے مطلق
تعلق باقی نہ رہتا تھا ۔ ظاہرداری کا ملنا فی الحقیقت اس شخص کو نہ آتا تھا ۔ اُنکے حال پر بعینہ یہ شعر منطبق ہوتا تھا

مرنجان دلم را کہ این مرغ وحشی | ز بامے کہ برخاست مشکل نشیند

وہ سید صدی علی خان کو ایک خط مین لکھتے ہین کہ " مین تو اُس شخص کو کافر بے ایمان سمجھتا ہون

"انسان کو دشمن کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ رکھنا چاہیئے کہ اُسکو دوست بنا لینے کا موقع رہے اور دوست سے اسطرح برتاؤ کرنا چاہیئے کہ اگر کبھی وہ دشمن ہوجائے تو اُسکے ضرر سے بچنے کی جگہ باقی رہے" اس قول کو نقل کر کے وہ خود لکھتے ہین کہ "اسکا پہلا حصہ جو دشمن کے ساتھ برتاؤ کرنے کا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے، مگر پچھلی بات جو دوست کے ساتھ برتاؤ برتنے کی ہے اُسمین سمجھ کی کچھ بھی بات نہین بلکہ نری مکاری ہے۔ ایسے برتاؤ سے انسان زندگی کی بہت بڑی خوشی سے محروم رہتا ہے، اپنے دلی دوستون سے بھی دل کی بات نہین کہ سکتا۔ یہ سچ ہے کہ بعضے دوست دشمن ہوجاتے ہین اور دوست کے بھید کو کھول دیتے ہین مگر دنیا اُنھین کو دغاباز اور بُرا کہتی ہے، دوست پر بھروسا کرنے والے کو ناسمجھ نہین کہتے۔ ہان البتہ دوستون کے منتخب کرنے مین بڑی سمجھ چاہیے"

سرسید نے جو کچھ لکھا ہے یہ خاص اُنکے دلی خیالات تھے اور جہانتک ہمکو معلوم ہے اُنکا ہمیشہ اسی کے موافق عمل درآمد رہا۔ وہ بے شک زود آمیز اور زود پیوند نہ تھے بلکہ اس شعر کے حقیقی مصداق تھے

"نہ عیب تست کہ بیگانہ وار مے گذری — کہ ہر کہ زود گسل نیست دیر پیوند ست"

مگر جب کسی سے دل ملجاتا تھا۔ پھر خواہ وہ شخص ہندو ہو یا عیسائی یا یہودی یا مسلمان۔ اُس سے کسی طرح کی مغائرت اور بیگانگی باقی نہ رہتی تھی۔ اُنھون نے اپنے پوتے سید مسعود کی بسم اللہ کی تقریب مین بمقام علیگڈھ ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسون کے بعد تمام ممبرون اور وزیٹرون کے سامنے ایک تقریر کی تھی جسکے آخر کے چند فقرے یہان نقل کرنے مناسب معلوم ہوتے ہین۔

اُنھون نے کہا "اے حضرات! گو مین نے اسوقت قوم ہی کا گیت گایا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے

رکھتے تھے جیسے اگلے زمانہ کے وضعدار اور باوفا دوستون کے حالات سننے مین آئے ہین۔ قطع نظر پرائوٹ باتون کے پبلک معاملات مین بھی۔ جو زیادہ مہتم بالشان ہون۔ اُنکی یہ خواہش معلوم ہوتی تھی کہ دوست اُنکی رائے کے مؤید ہون اور اگر کوئی دوست اُنکی رائے سے اختلاف کرتا تھا تو اُنکو حد سے زیادہ ملال ہوتا تھا۔

جب سے اُنکو مسلمانون کی تعلیم کا خیال ہوا وہ اپنے ہر ایک دوست سے اس بات کے متوقع تھے کہ اُنکے کام مین دل سے مدد دین۔ جن قدیم دوستون نے توقع کے موافق تعلیمی معاملات مین اُنکو مدد نہین دی اُنکے ساتھ وہ ربط وضبط جو قدیم سے چلا آتا تھا قائم نہ رہا اور نئے دوست جو ان معاملات مین اُنکے مددگار تھے اُنکو وہ اپنے عزیزون اور رشتہ دارون سے بھی زیادہ عزیز اور پیارا سمجھتے تھے۔ خان بہادر برکت علی خان کی نسبت اُنکی اخیر دم تک یہ تمنا رہی کہ کالج مین ایک ممتاز مکان اُنکی یادگار مین تیار کرائین۔ سردار محمد حیات خان کو اپنا قوت بازو سمجھتے تھے۔ قاضی رضا حسین رئیس پٹنہ، خلیفہ سید محمود حسن خان وزیر پٹیالہ، مولوی چراغ علی اور میر ظہور حسین کے مرنے کا اُنکو ایسا رنج ہوا تھا کہ اپنے کسی عزیز کے مرنے کا بھی کسی کو اس سے زیادہ صدمہ نہین ہوسکتا۔ نواب انتصار جنگ سے اگرچہ وہ ٹرسٹی بل کے اختلاف کی وجہ سے کسی قدر آزردہ ہوگئے تھے مگر چونکہ مدرسہ کی امداد اُنکے برابر ایک آدھ کے سوا کسی نے نہین کی اسلئے وہ ملال چند روز بعد بالکل جاتا رہا تھا اور اُنکی ویسی ہی جگہ دل مین ہوگئی تھی جیسی قدیم سے چلی آتی تھی۔ نواب عماد الملک کو اُنکی نیکی اور راستبازی اور علم وفضل اور مدرستہ العلوم کی حقیقی خیرخواہی اور خیر اندیشی کی وجہ سے وہ ایسا ہی عزیز رکھتے تھے جیسے سید محمود کو اور اُنکی نسبت یہ کہتے تھے کہ وہ انسان نہین بلکہ ایک نور مجسم ہے۔ شمس العلما مولانا نذیر احمد کی نسبت

جو دوست کی نسبت خیال کرے کہ اُسنے خلاف دوستی و محبت کے کوئی بات کی یا کہی ہوگی۔ مین تو دوست کے گالی دینے اور بُرا کہنے کو بھی دوستی پر حمل کرتا ہون' اور درحقیقت دوستی ہی کے سبب وہ بات ہوتی ہے۔ مگر جب حقیقت مین خلاف محبت اور دوستی کے کوئی بات ہو تو پھر شیشۂ محبت۔ جو نہایت نازک ہے۔ کسی طرح ثابت نہین رہ سکتا۔ اگرچہ دوستی اور محبت ایسی سخت چیز ہے کہ ہتھوڑون اور ہزارون صدمون سے نہین ٹوٹتی؛ مگر وہ نازک بھی ایسی ہو کہ باریک سے باریک شیشے اور حباب کو بھی اُس سے نسبت نہین۔ ایک ادنے سی خلافِ محبت بات کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے اور جسقدر محبت زیادہ بڑھتی جاتی ہے اُسکی نزاکت زیادہ ہوتی جاتی ہو"

سرسید کو کسی دوست نے لکھا کہ فلان دوست سے بھی آپ چندہ طلب کرین۔ اُسکے جواب مین آپ لکھتے ہین کہ " جو ملال اُنکی طرف سے میرے دل مین ہوا ہے وہ ابتک کم نہین ہوا۔ پھوٹ جاوے وہ آنکھ جو کسی کو دیکھے اُس نگاہ سے جو اُسکے دل مین نہین ہے' گل جاوے وہ زبان جو وہ کہے جو اُسکے دل مین نہین ہو' ٹوٹ جاوے وہ ہاتھ جو وہ لکھے جو اُسکے دل مین نہین ہے "

اُنکا قول تھا کہ دوستی کے آگے رشتہ و قرابت کی کچھ حقیقت نہین۔ وہ ولایت سے سید محمد علیخان کے نام کے خط مین مولوی زین العابدین خان کی نسبت لکھتے ہین " جسقدر آپنے مولوی زین العابدین کی محبت کا میری نسبت ذکر لکھا ہے درحقیقت وہ بہت کم ہے' اُس کافر غارت کن ایمان کو۔ جیسا کہ وہ ہے۔ مین ہی خوب جانتا ہون۔ اب آپ کو میری طبیعت کا حال بخوبی معلوم ہوگیا' مین رشتے و ناتے کی سچی محبت اور دوستی کے آگے کچھ بھی حقیقت نہین سمجھتا "

اگرچہ سرسید ہر ایک معاملہ مین نہایت آزادانہ خیالات رکھتے تھے مگر دوستی کے معاملات مین بڑے کنسرویٹو معلوم ہوتے تھے۔ وہ اپنے خالص و مخلص دوستون سے اُسی قسم کی توقعات

حافظ عبد الرحمن مرحوم - جو سید محمود کے بچپن کے اُستاد تھے - ۴۵ برس سرسید کے ساتھ رہے
اور وہین اُنکا خاتمہ ہوا • مرتے وقت اُنھون نے سید محمود اور سرسید کو بلایا جب دونو کو دیکھ لیا فوراً روح
پرواز کر گئی • سرسید کو اُنکے مرنے کا ایسا قلق ہوا کہ ایک وقت کھانا نہین کھایا اور کئی دن تک اُنکے
مرنے کا رنج والم رہا • منشی ذوالفقار جو اُنکے نج کا حساب کتاب لکھتا تھا اُسکے مرنے کا بھی اُنکو کچھ
کم صدمہ نہین ہوا • اسی طرح کی اور بہت سی حکایتین ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا خمیر
مہر و محبت سے ہوا تھا •

سیر چشمی اور فراخ حوصلگی بھی سرسید کے خاص اوصاف مین سے تھی • اُنھون نے اپنی کمائی سے
نہ کبھی مال جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نہ اولاد کے لئے کوئی جائداد خریدی بلکہ جو کچھ کمایا اُسکو یا اپنی ضروری
آسایش اور سچی عزت اور نیکنامی کے ذرایع مین صرف کیا' یا کنبے کی خبر گیری' مستحقون کی امداد'
اولاد کی تعلیم' ملک اور قوم کی بھلائی اور مذہب کی حمایت مین اُٹھایا • وہ ۳۷ برس سرکاری ملازمت
مین رہے اور اس عرصہ مین سو روپیہ سے لیکر آٹھ سو روپیہ ماہوار تک تنخواہ پاتے رہے جب تک سید محمود
ہائی کورٹ کے جج رہے ایکہزار ماہوار باپ کو دیتے رہے • نوکری کے بعد اخیر دم تک چھ سو روپیہ ماہوار
پنشن کی آمدنی رہی مگر کبھی اُنکی آمدنی خرچ کو مکتفی نہین ہوئی • اُنکے ایک معزز رشتہ دار کا بیان ہے
کہ " جب دلی کی منصفی سے اُنکو ترقی کے ساتھ باہر بھیجنے لگے تو اُنکی والدہ نے - جو اُنکی طبیعت اور خصلت سے خوب واقف
تھین - صرف اس خیال سے جانے نہین دیا کہ جسقدر زیادہ آمدنی ہوگی اُسیقدر خرچ بڑھ جائیگا ' پھر اپنا گھر چھوڑکر
باہر جانے سے کیا فائدہ "

ابتدا سے اُنکا یہ حال رہا کہ جس کام کی لہر اُنکے دل مین اُٹھی اُسپر روپیہ صرف کرنے مین اُنھون نے

ایک ناواقف آدمی نے اُنکے سامنے بطور شکایت کے کہا کہ باوجود اسقدر مقدور ہونے کے اُنھون نے قومی تعلیم مین کچھ مدد نہین دی۔ سرسید نے بدمزہ ہوکر اُنکے چندون کی تفصیل بیان کی جو وہ ابتدا سے مدرسہ مین دیتے رہے ہین اور جو مقبولیت اور رونق اُنکے لکچرون سے ایجوکیشنل کانفرنس کو ہوئی اُسکا ذکر کرکے کہا کہ یہ شخص ہماری قوم کے لئے باعث فخر ہے اُسکی نسبت پھر ایسا لفظ زبان سے نہ نکالنا۔ شمس العلما مولوی ذکاءاللہ جنھون نے کالج کے چندون کے سوا سوسائٹی کے مقاصد مین اپنے ترجمون سے بے نظیر امداد دی تھی۔ اور۔ سید زین العابدین، میر تراب علی، سید مہدی علی، مولوی مشتاق حسین، راجہ جیکشن داس، حاجی اسمعیل خان اور مرزا عابد علی بیگ کو وہ مثل اپنے اعضا و جوارح کے سمجھتے تھے۔

الغرض یہ شخص دوستی و محبت کے باب مین اس عربی شعر کا حقیقی مصداق تھا

وَاِذَا رَأَیْتَ صَدِیْقَهٗ وَشَقِیْقَهٗ لَمْ تَدْرِ اَیُّهُمَا ذَوُو الْاَرْحَامِ

(یعنی تو اُسکے دوست اور سگے بھائی کو دیکھکر یہ تمیز نہین کرسکتا کہ بھائی کونسا ہے اور دوست کونسا)

نوکرون سے سلوک و تعلق

اسی جبلّی مہر و محبت کا مقتضا تھا کہ وہ اپنے رفیقون اور نوکرون اور لگے بندھون کو تا بمقدور عمر بھر اپنے ساتھ نباھنا چاہتے تھے۔ جس شخص کے قدم اُنکے ہان جم گئے پھر نہ وہ اُسکو اپنے پاس سے جدا کرنا چاہتے تھے اور نہ وہ اُنسے جدا ہونا چاہتا تھا۔ اول تو وہ کسی کی شکایت سنتے نہ تھے اور اگر کوئی کسی ملازم کی شکایت کرتا تھا تو اُسکا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اُنکے ایک قدیم ملازم کی لوگون نے اُنسے بارہا شکایت کی مگر وہ کسی طرح اُنکے دل سے نہ اُترا، ہمیشہ اُنکا معتمد علیہ اور سفر و حضر مین اُنکے ہمراہ رہا اور آخر اُنھین کی رفاقت مین مرگیا۔ اُسکے بعد چھوٹی بھائی کو داروغگی ملی جسکی آوارگی اور بدچلنی حد سے گذر گئی تھی مگر وہ بھی اخیر دم تک اُنسے نہ چھوٹ سکا۔

مولوی صاحب نے کہا کہ تمھاری تنخواہ کا روپیہ مسجد مین نہین لگایا جاسکتا' سرسید نے رجسٹری کی آمدنی مین سے وہان کئی سو روپیہ بھیجا" مگر جب وہ خیالات بدل گئے تو جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہین سہارنپور کی جامع مسجد کے لئے جب اُنسے چندہ طلب کیا گیا تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ" مین خدا کے زندہ گھرون کی تعمیر کی فکر مین ہون اور آپ لوگون کو اینٹ مٹی کے گھر کی تعمیر کا خیال ہے"

مستحقون کی امداد اور دستگیری کرنے کی بھی اُنکی نسبت بے شمار مثالین سننے مین آئی ہین؛ خصوصاً غدر کے بعد جب کہ مسلمان شرفا کے صدہا خاندان تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ اُن کے دوست محمد سعید خان کہتے تھے کہ" مرادآباد مین جو شکستہ حال اشراف صورت مسلمان اُنکے مکان کے برابر سے گذرتا اُسکو خود بُلا لیتے تھے اور علحدہ لیجا کر اُسکا حال دریافت کرتے تھے اور ایسے طور پر اُسکے ساتھ سلوک کرتے تھے کہ کسی کو خبر نہو" اُنکے ایک معزز اور ثقہ دوست کی روایت ہے کہ" مدت تک غدر کے بعد اُنکا یہ حال رہا کہ اپنی تنخواہ مین سے صرف بقدر اخراجات ضروری لیکر باقی کل روپیہ دلّی مین تقسیم کرنیکے لئے بھیجدیتے تھے۔ بعض اشخاص غدر کے آفت رسیدہ لوگون کے ساتھ سرسید کا برتاؤ دیکھکر بہ تصنّع اپنے تئین مفلوک اور مصیبت زدہ ظاہر کرتے تھے اور سرسید اُنکے اصل حال سے واقف ہونیکے بعد بھی اُنکے ساتھ اُسی طرح سلوک کرتے تھے" محمد سعید خان صاحب کا بیان ہے کہ" مرادآباد مین جبکہ نواب لفٹننٹ گورنر کا دربار ہونے والا تھا اور لوگ اطراف و جوانب سے دربار مین شامل ہونے کو آئے ہوے تھے۔ ایک شخص بظاہر معقول اور سفید پوش سید صاحب کے مکان پر آئے اور اُنکو الگ لیجا کر کہا کہ مین دربار مین شریک ہونے کے لئے آیا تھا' مگر میرا آدمی اسباب لیکر بھاگ گیا اور مین بالکل بے سروسامان رہ گیا ہون۔ سرسید نے اُنکو معقول خرچ دیا اور کھانا اپنے ساتھ کھلایا۔ جب وہ چلے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ شخص اسی نواح کا رہنے والا ہے اور اسی طرح لوگون کو جُل دیکر مانگ کھاتا ہے۔ تین چار روز بعد وہ پھر تشریف لائے اور کچھ اور طلب کیا'

کبھی پیش و پس نہین کیا - وہ اپنے کھانے پہننے کے اخراجات مین تنگی کرسکتے تھے اور کرتے تھے مگر اپنے شوق کے کامون مین اُنھون نے کبھی مضایقہ نہین کیا - جس کتاب کی اُنکو تلاش ہوئی اگر وہ بیش گین قیمت پر بھی ملی تو اُسکو لئے بغیر نہین چھوڑا - ریاضی کے متعلق آلات جمع کرنے کا اُنکو شوق ہوا صدہا روپیہ اُس مین صرف کرڈالا - کسی تصنیف کے لئے مٹیریل جمع کرنے مین، کسی کتاب کے چھپوانے کے اہتمام مین، کسی سوسائٹی یا انجمن یا مدرسہ قائم کرنے مین وہ ہمیشہ اپنی بساط سے بہت زیادہ خرچ کرتے رہے، ساری عمر تصنیف و تالیف مین گذری مگر کبھی حق تصنیف سے کچھ فائدہ نہین اُٹھایا اور کبھی کسی کتاب کی رجسٹری نہین کرائی - اُنکی کتابین اور مضامین جسکا جی چاہتا تھا چھاپ لیتا تھا اُنھون نے کبھی کسی سے تعرض نہین کیا -

جب تک مذہبی خیالات مین انقلاب پیدا نہین ہوا وہ ثواب کے معمولی کامون مین بہت شوق سے شریک ہوتے تھے - محمد سعید خان صاحب کا بیان ہے کہ "بجنور مین غدر سے پہلے تین مسجدون کے بننے مین اُنھون نے کافی مدد دی، موضع بینسوبہ جو بجنور اور دلّی کے رستے مین پڑتا تھا وہان ایک سرائے تھی جسمین سرسید آتے جاتے کھانا کھانے کے لئے ٹھیرا کرتے تھے اُس سرائے مین بھٹیارون نے ایک مسجد بنانی شروع کی تھی، اُس مسجد کی ابھی بنیادین ہی بھری گئی تھین کہ دو بھٹیارون کو وہان کے برہمنون نے مار ڈالا اور اسلئے مسجد کی تعمیر بند ہوگئی، سرسید نے اُسکی تعمیر ناتمام دیکھکر کچھ روپیہ اپنے پاس سے دیا اور کچھ دلّی سے اپنے رشتہ دارون مردون اور عورتون سے وصول کرکے اُسکو پورا کردیا - پھر خاص بجنور مین بکر قصابون نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی تھی، اُسکے بنوانے مین بھی اُنھون نے بہت مدد دی، مگر وہ ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ غدر ہوگیا، غدر کے بعد سرسید نے فوراً اسکی تعمیر جاری کرائی اور اُسکو مکمّل کرادیا - اسیطرح کاندھلہ مین ایک مسجد مولوی مظفر حسین مرحوم و مغفور بنواتے تھے، سرسید نے روپیہ بھیجنا چاہا،

شر سے بچایا جو محض مذہبی تعصب کے سبب اُنکو پھانسیان دلوانے پر کمربستہ تھے، بعض مسلمان جو سرکاری فوج کے ہاتھ سے دلی پر حملہ ہونے کے وقت بے قصور مارے گئے تھے اُن کے درماندہ وارثون کی پنشینین[1] مقرر کرائین۔ مولانا عالم علی مرحوم مرادآبادی کی صفائی کرانے مین جو کوشش سرسید نے کی وہ ہم پہلے کسی موقع پر بیان کر چکے ہین۔ غرضکہ اس شخص نے مسلمانون کو کیا من حیث القوم اور کیا من حیث الافراد فائدہ پہنچانے مین کبھی کمی نہین کی۔

غریب پیشہ ورون اور مزدورون کے ساتھ جو فیاضانہ برتاو اس شخص کا تھا اُسکا ایک ادنے ثبوت یہ ہے کہ جب سے وہ مستقل طور پر علیگڈھ مین مقیم ہوے مزدورون کی مزدوری اور گاڑیون کا کرایہ پہلے کی نسبت عموماً زیادہ ہو گیا۔ وہ ہمیشہ ان لوگون کو اُنکی توقع اور حوصلہ سے بہت زیادہ دیتے تھے اور جہان کہین انکا رہنا ہوا یہ لوگ اُنکے نہایت شکرگزار اور ثناخوان رہے۔ اُنکے ایک دوست کا بیان ہو کہ "مین بنارس مین اُنسے ملنے گیا تھا' دریا پر پہنچا تو شام ہو گئی تھی اور کشتی کی آمد و رفت بند ہو گئی تھی' ہرچند ملاحون سے کہا کہ کشتی لگادو' مگر اُنھون نے نہ مانا۔ لیکن جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ جج صاحب کے ہان جانے والے ہین فوراً کشتی لگادی اور مجھے پار اُتار دیا۔ کشتی سے اُتر کر مین نے ملاحون کو کچھ دینا چاہا مگر اُنھون نے کچھ نہ لیا اور یہ کہا کہ سرکار (یعنی سرسید) ہمکو بہت کچھ دیتے ہین ہم اُنکے مہمان سے ہرگز کچھ نہ لینگے" ایسا ہی ایک واقعہ ریل کے مزدورون کا سنا ہی جو سرسید کے نام پر بلا مزدوری کام کرتے تھے۔

سالم نام ایک یہودی صنعای مین کا رہنے والا غازی پور مین سرسید کے پاس آیا اور کہا

---

[1] مولانا صہبائی کے نواسے محمد حمید الدین کا ایک خط ہمارے سامنے تھا جو سرسید کے نام آیا تھا جسمین لکھا تھا کہ "مولانا امام بخش صہبائی مرحوم جو اس عاجز کے نانا تھے ایام غدر مین انکے بے گناہ قتل ہونے پر عالیحضرت نے جناب نانی صاحبہ و دیگر درماندگان کا وظیفہ سرکار انگریزی سے مقرر کرا دیا تھا' جب تک نانی صاحبہ زندہ رہین بدستور وظیفہ ملتا رہا۔ بندہ نے والدین سے سُنا تھا کہ جو احسانات آنجناب کے اس خاندان کے ساتھ ہوے ہین وہ بیان سے باہر ہین"

سید صاحب نے پھر کچھ خرچ دیا اور کھانا بھی ساتھ کھلایا - غرض کہ تین دفعہ دربار ہونے سے پہلے وہ اُنکے پاس آیا اور ہر دفعہ اُسکو کچھ دیا اور کھانا اسی طرح ساتھ کھلایا "

اُس زمانہ مین سرسید کو یہ خیال تھا کہ سیکڑون شریف اور خاندانی افلاس مین مبتلا ہین اور جس حیلے سے روٹی ملتی ہے حاصل کرتے ہین - مگر جب سے اُنھون نے مدرستہ العلوم قائم کیا اُن کا حال بالکل اسکے برخلاف تھا ؛ وہ سائل کو کبھی اپنے دروازے پر پھٹکنے نہ دیتے تھے اور بجاے اسکے کہ شخصی امداد کو کوئی کار خیر سمجھتے ہون - اُسکو ایک قسم کی معصیت جانتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ ایسے لوگون کی امداد کرنا اُنکو ہمیشہ کے لئے دریوزہ گر بنانا ہے - اسی لئے اُنکی تمام فیاضی اور دادودہش قوم کی تعلیم مین منحصر ہو گئی تھی - جس درشتی اور سختی کے ساتھ وہ سائل کو جھڑکتے اور اُسپر ڈور دبک کرتے تھے اُسکو دیکھکر ناواقف آدمی اُنکو سخت بداخلاق اور بدمزاج تصور کرتا تھا مگر وہ اُنکا غصہ اور ڈور دبک کرنا سراسر مصنوعی ہوتا تھا ' اُنکا یہ قول تھا کہ لوگون کے اخلاق درست کرنے کے لئے بداخلاق بننا نہایت ضرور ہے -

سرسید کی جوانمردی اور فیاضی صرف دادودہش ہی مین محدود نہ تھی بلکہ اُنکی مثال ایک پھلدار درخت کی سی تھی جو اپنے پھل سے اپنے سایہ سے اور اپنی لکڑی سے غرض کہ ہر طرح سے مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے - غدر کے بعد اُنھون نے اکثر بے گناہ مسلمانون کی - جنکی نسبت حکام کو اشتباہ ہو گیا تھا - صفائی کرائی ' بعض اشخاص جو فتح دہلی کے بعد گورنمنٹ کے خوف سے باغیون کی فوج مین شامل ہو گئے تھے ' مگر درحقیقت بے گناہ تھے - اُنکو بطور خود وہان سے بلا کر اُنکی تحقیقات کرائی اور اُنکی بریت پر خود گواہی دیکر اُنکو بری کرایا - مرادآباد کے مسلمانون کو بعض ناخداترس ہندوستانیون کے

سرسید کی اس قسم کی فراخ حوصلگی کی مثالین بے شمار ہین جنکی تفصیل کی اس کتاب مین گنجایش نہین ۔ اگرچہ یہ خصلت عام مسلمانون کے حق مین اُنکی موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت خطرناک ہے، کیونکہ اب مسلمان بغیر کفایت شعاری کے صفحۂ ہستی پر قائم نہین رہ سکتے، مگر سرسید کی حالت عام مسلمانون سے بالکل مستثنے تھی ۔

درحقِ او مدح و در حقِ تو ذم　　　　درحقِ او شہد و در حقِ تو سم

سرسید اگر گھر کے انتظام اور نون تیل لکڑی کے حساب کتاب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ تمام ملکی اور قومی اور مذہبی خدمات۔ جو اُنھون نے گذشتہ چالیس برس مین سرانجام کین وہ کون کرتا ؟ اُنھون نے ایسے کامون کے لئے۔ جو ہندوستان مین اور خاصکر مسلمانون مین بالکل نئے تھے اور جن پر خرچ کرنے کی اُنکو بالکل عادت نہ تھی۔ دس بارہ لاکھ سے کم روپیہ وصول نہ کیا ہوگا ، اگر وہ کفایت شعاری کو کام فرماتے اور اپنی پاکٹ بالکل نہ جھاڑ دیتے تو اورون کے کیسون مین کیونکر ہاتھ ڈال سکتے تھے، اگر وہ اپنے گھر کو مہمانسرا نہ بناتے تو علیگڑھ کا ایک ویران قطعہ تمام ہندوستان کے مسلمانون کی تعلیم کا مرکز کیونکر بن سکتا تھا، اگر وہ ہزارہا روپیہ اپنے پاس سے صرف کر کے اطراف ہندوستان مین چندہ کے لئے سفر نہ کرتے بلکہ اپنا سفر خرچ کمیٹی کے ذمّے ڈالتے تو مسلمانون مین جو ہر وقت اعتراض کرنے کا موقع ڈھونڈھتے تھے۔ کیونکر اپنا وقار قائم رکھ سکتے تھے ، اگر وہ یوروپین طریقہ پر ہائی لائف نہ رکھتے تو ہندوستان کے ارکان سلطنت کو اپنے کامون کی طرف کیونکر متوجہ کر سکتے تھے ۔ شمس العلما مولانا نذیر احمد نے سچ کہا تھا کہ "سید احمد خان کے ظاہر حال سے دھوکا ہو سکتا ہے کہ اونچے درجہ کے انگریزون کی طرح ماند و بود کرتے ہین، گورنرون کو مہمان رکھتے ہین، اُن کے ہمنوالہ ہین،

کہ تمام ہندوستان مین معاش کی تلاش کے لئے پھرا ہون' کہین کوئی صورت نہین نکلی سرسید نے پوچھا کہ کیا تنخواہ لوگے؟ اُسنے دس یا پندرہ روپیہ کہے' سرسید نے کہا مین تمکو پچیس روپئے مہینا دونگا' مجھے عبرانی سکھاؤ۔ سرسید کے ایک دوست کہتے تھے کہ اُسنے خوشی کے مارے بڑھکر سرسید کی داڑھی چوم لی اور یہ کہا کہ آج تک مجھے ایسا کوئی شخص نہین ملا جسنے درخواست سے زیادہ دیا ہو۔ سرسید نے اُسکو نوکر رکھ لیا' مگر چونکہ وہ مسرف اور آوارہ مزاج تھا اسلئے اُسکو بقدر ضرورت دیتے رہے اور اُسکی باقی تنخواہ جمع کرتے رہے۔ جب وہ وطن کو جانے لگا تو کئی سو روپیہ۔ جو اُسکا چڑھا ہوا تھا حساب کرکے اُسکے حوالے کردیا۔

جس زمانہ مین سرسید مولوی نوازش علی مرحوم سے دلّی مین پڑھتے تھے میر محمد مرحوم امام جامع مسجد دہلی بھی اُنکے ساتھ پڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جب سید صاحب چند روز کے لئے قائم مقام صدر امین مقرر ہو کر رہتک جانے لگے تو اُنھون نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ بھی رہتک چلیئے۔ مولوی صاحب ہنسنے لگے اور کہا کہ مین بھلا کیونکر جا سکتا ہون؟ ایک جماعت کثیر طلبہ کی مجھسے پڑھتی ہے' انکو کس پر چھوڑ کر جاؤن؟ انھون نے کہا سب طلبہ کو بھی ساتھ لے چلیئے۔ مولوی صاحب کو اور زیادہ تعجب ہوا کہ اتنے طالب علم کھائینگے کہان سے؟ سید صاحب نے کہا آپ انکے کھانے پینے کا تو فکر کیجیے نہین' خدا رازق ہے' لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ اگر آپ نہ چلینگے تو مین رہتک جانے سے انکار کردونگا اور اس سے میری آیندہ ترقی رُک جائیگی۔ آخر مولوی صاحب کو اسکے سوا کچھ بن نہ آیا کہ وہ مع طالب علمون کی جماعت کے اُنکے ساتھ ہو لئے اور جب تک رہتک رہنا ہوا سب کا خرچ سید صاحب کے ذمے رہا۔

مگر خدا کی رحمت ہے جو اُسنے ہمکو مقروض رکھکر کفر سے بچایا ہے، پس میرے دل کی تسلی کو تو یہ خیال کافی ہے"
معلوم نہین کہ سرسید کو اس حدیث کے یقین نے مال جمع کرنے سے باز رکھا تھا یا جب مال جمع نہو سکا
تب اس حدیث پر یقین ہوا ؟ درحقیقت یہ اُنکا حسن بیان تھا جس سے مخاطب کو تسلی دینا مقصود
تھا ورنہ روپیہ پیسے کی محبت سرے سے اُنکی سرشت ہی مین نہین پیدا کی گئی تھی اور وہی اثر اُنکی اولاد مین
موجود تھا کہ باوجود معقول آمدنی کے ہمیشہ مقروض اور تہیدست رہے۔

سرسید کے ایک دوست ایک زمانہ مین اُنکے خانگی اخراجات کا حساب لکھا کرتے تھے، اُنکا بیان ہے
کہ جب مہینا ختم ہوا مین تمام اخراجات کا مختصر گوشوارہ بناکر اُنکے دکھانے کو لے گیا، سرسید نے کہا
"بس مجھے دکھانے کی کچھ ضرورت نہین، یونہین چلنے دو، مین دیکھونگا تو ناحق میرے دل کو صدمہ ہوگا" حق یہ ہے
کہ جو شخص رات دن اَورون کی صلاح و فلاح کی فکر مین رہیگا وہ اپنے خانگی انتظام کی طرف کیونکر متوجہ
ہوسکتا ہے ؟ ولیم پٹ۔ جو اُن لوگون مین سے تھا جنھون نے انگلستان کو انگلستان بنایا ہے۔ اُسکی
نسبت لارڈ مکالے نے لکھا ہے کہ" نہ اُسکے بیوی تھی نہ بچے، نہ محتاج رشتہ دار تھے، اور نہ اسراف کی عادت تھی با
باوجود اسکے جب وہ مرا تو ہوس اوف کامنس کو اُسکا قرضہ ادا کرنے کے لئے چار لاکھ روپیہ منظور کرنا پڑا۔ اگر وہ ہفتہ مین
پندرہ منٹ بھی انتظام خانگی کے لئے صرف کرتا تو ان تمام اخراجات کا معقول انتظام ہوجاتا۔ اُسکے نوکرون کی لوٹ
نہایت حیرت انگیز تھی؛ ایک ہفتہ مین صرف گوشت کا بل ساڑھے بارہ من کا تھا اور اسی کے قریب
مرغ مچھلی اور چاے کا "

اگرچہ سرسید بمقابلہ وزیراعظم انگلستان کے ایک نہایت غریب اور کم حیثیت آدمی تھے مگر
خانگی انتظام کے متعلق اُنکی بے اعتنائی نسبتہً ولیم پٹ سے کچھ کم نہ تھی، صرف اتنا فرق تھا کہ ولیم پٹ کو

جسکے دل مین ایسا واہمہ گذرے اُسکو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہیئے کہ سید کو چار وناچار قبیلہ بانون کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے اور وہ بڑے پھاٹک بغیر نبھ نہین سکتی۔ اگر انگریزون کی طرح ہائی لائف نہ رکھین تو کوئی اعلےٰ درجہ کا انگریز یا اعلےٰ درجہ کا نیٹو اُنکی طرف رُخ نہ کرے اور ایسی موٹی اسامیان دام مین نہ آئین تو چندہ کی بھاری بھاری رقمین کن سے ہاتھ لگین "

بہرحال اس باب مین سرسید کی ایک خاص حالت تھی، اگر کوئی دوسرا شخص بھی گھر بار لٹا کر قوم کو اسیطرح فائدہ پہنچا سکے تو وہ بلاشبہہ قوم کا سرتاج ہے اور بے شک روپیہ صرف کرنے کا طریقہ اُس سے بہتر کوئی نہین جانتا۔ مسٹر سموئل اپنی کتاب سلف ہلپ مین لکھتے ہین کہ "جو شخص اپنے روپئے سے لوگون کو نفع نہین پہنچاتا وہ بہت ہی ذلیل آدمی ہے۔ جوانون کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جوانی کی کفایت شعاری کہین بڑھاپے مین جاکر خسّت نہ بنجائے اور جو کام (یعنی کفایت شعاری) پہلے فرض اعظم تھا وہی گناہ عظیم نہ بنجائے"

اگرچہ سرسید کی زندگی برابر آسودگی کے ساتھ گذری اور اُنکی حیثیت ایک متوسط الحال شریف ہندوستانی کی حیثیت سے بہت زیادہ رہی مگر خدا تعالےٰ نے اُنکا حوصلہ بمقابلہ اُنکی حیثیت کے زیادہ فراخ اور وسیع و بلند پیدا کیا تھا، اسلئے اُنکی آمدنی کبھی اُنکے اخراجات کو مکتفی نہین ہوتی تھی اور ہمیشہ مقروض رہنا ایک لازمی سی بات ہو گئی تھی۔ وہ اپنے ایک دوست کو جو مقروض ہو گئے تھے اسطرح لکھتے ہین "قرضہ کی پریشانی بلاشبہہ بہت رنج دہ ہے جسکے مزے سے مین خوب واقف ہون، بہت کم مسلمان ہونگے جو اس رنج مین مبتلا نہون، مگر مین تو اپنے دل کو اسطرح تسلی دے لیتا ہون کہ مقروض ہونا بھی خدا کی رحمت ہے، مین اس حدیث پر پورا یقین رکھتا ہون کہ "صَاحِبُ المَالِ کَافِرٌ" جس پر حضرت ابوذر غفاری رضؓ کا یقین اور عمل تھا۔ کافر کے لفظ سے کیا مراد ہے اس بحث کو چھوڑ دو، جو اُسکی مراد ہو وہ ہو، لیکن ہم ابوذر تو بن نہین سکتے

کہ اُنکی بُرائیان اُسکو محسوس بھی ہوتی تھین یا نہین ؟

حکایات لقمان مین ایک حکایت لکھی ہے کہ "ایک مچھر بیل کے سینگ پر آبیٹھا اور یہ سمجھکر کہ بیل پر میرا بوجھ پڑا ہوگا اُس سے کہا کہ اگر میرا بوجھ تجھپر شاق گذرا ہو تو کہدے تاکہ مین اُڑجاؤن۔ بیل نے کہا او نادان مجھے تو یہ بھی خبر نہین کہ تو مجھپر بیٹھا بھی ہے یا نہین چہ جائیکہ تیرے بیٹھنے سے مجھکو کچھ تکلیف ہوئی ہو" بعینہٖ یہی حال لوگون کی بُرائی کے مقابلہ مین اس شخص کے تحمل اور حوصلہ کا تھا۔

اُنکے ایک دوست راوی ہین کہ "مرادآباد مین۔ جبکہ سرسید وہان صدر الصدور تھے۔ محکمہ صاحب جج کے ایک ہندو کلرک کو سرسید سے کچھ رنجش تھی، وہ اکثر گمنام عرضیان اُنکی شکایت کی اعلےٰ افسرون کو لکھتا رہتا تھا۔ ایک بار۔ جبکہ پولیس کا نیا انتظام ہوا تھا۔ اُسنے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ایک عرضی لکھ بھیجی کہ صدر اعلےٰ کے بھتیجے نے ایک عورت کو مار ڈالا ہے اور اُنکے گھر مین اُسکی لاش موجود ہے، فوراً تلاشی لیجائے۔ اُسی وقت پولیس کا عملہ اُنکے مکان پر چڑھ آیا۔ سرسید نے مکان مین پردہ کرادیا اور تلاشی لی گئی۔ مگر چونکہ وہ محض اتہام تھا کوئی چیز برآمد نہین ہوئی۔ سرسید کو اسکا نہایت رنج ہوا؛ مرادآباد کا کوتوال اس جرم مین۔ کہ بغیر موجودگی مدعی کے تلاشی لی گئی۔ برخاست کیا گیا۔ سرسید اور اُنکے اکثر دوستون کو خوب معلوم ہوگیا تھا کہ فلان کلرک نے یہ عرضی لکھی تھی مگر سرسید نے اسکی کچھ پروا نہین کی۔ جب وہ غازیپور بدل گئے اور کسی وجہ سے وہ کلرک نوکری سے علٰحدہ ہوگیا تو ایک موقع پر۔ جبکہ سرسید کے ایک معزز یورپین دوست کسی اعلےٰ عہدہ پر ترقی پاکر غالباً سنٹرل انڈیا کو جاتے تھے اور جاتے ہوے غازیپور مین ٹھیرے تھے۔ اُنکو ایک لائق انگریزی دان کی ضرورت ہوئی۔ چونکہ سرسید اُس کلرک کی انگریزی لیاقت سے واقف تھے اُنھون نے اُسی کی سفارش کی اور اُسکے گھر سے بلوایا۔ چنانچہ وہ صاحب اُسکو دو سو روپیہ ماہوار کا نوکر رکھکر لے گئے" جو صاحب اس حکایت کے ناقل ہین یہ کہتے تھے

یقین تھا کہ جس سلطنت کی بہتری کے لئے وہ اخیر دم تک کوشش کرتا رہا وہ اُسکا قرضہ ادا کرنے کی متکفل ہوگی مگر غریب سید کو چار لاکھ چھوڑ چار سو کا بھی ادا کرنے والا کوئی نظر نہ آتا تھا، اور اسی لئے۔ جہانتک کہ ہمکو معلوم ہے۔ جسطرح کہ اُسنے وارثون کے لئے کوئی جائداد نہین چھوڑی اسطرح قرضہ کا بوجھ بھی کسی پر نہین ڈالا۔ اگر بالفرض کچھ قدر قلیل کسی کا دینا باقی رہ گیا ہوگا تو سید کی پولٹکل پنشن۔ جو اُنکے بعد ایک نسل تک جاری رہنے والی ہے۔ اُس قرضہ کے لئے کافی سے بہت زیادہ ہے۔

ایک دوست نے سرسید کے ایک رشتہ دار کا یہ مقولہ بیان کیا کہ سید احمد خان نے اگرچہ ناجائز طور پر کبھی ایک خرمہرہ نہین لیا مگر اُنکی تنخواہ اور رجسٹری اور پولٹکل پنشن کی اسقدر آمدنی تھی کہ اگر وہ میانہ روی اختیار کرتے اور فضول خرچ مین روپیہ برباد نہ کرتے تو آج اُنکی اولاد کے برابر دلّی مین بہت ہی کم صاحب جائداد نظر آتے۔ مین یہ سُنکر چُپ ہو رہا اور سعدی شیرازی کا یہ شعر دل ہی دل مین پڑھتا رہا

اے کہ آگاہ نۂ حالت درویشان را | توچہ دانی کہ چہ سودا وسرست ایشان را

مخالفون اور دشمنون کی بُرائیون کا تحمل کرنا اور کبھی اُنسے انتقام لینے کا ارادہ نہ کرنا یہ بھی سرسید کے اُن اوصاف مین سے تھا جو اُنکی ذات کے ساتھ مخصوص تھے۔ اس شخص کے صرف اقوال ہی سے نہین بلکہ زیادہ تر اُسکے افعال سے ثابت ہوتا ہے کہ بُرائی کا بدلا لینا تو درکنار اُسکو کسی کی بُرائی یاد بھی نہین رہتی تھی۔ بلاشبہہ محمدن کالج کی بدخواہی یا جن اصول پر سرسید نے اُسکو قائم کیا تھا اُنمین رخنہ ڈالنا اُسکو حد سے زیادہ ناگوار گذرتا تھا مگر جن لوگون کی بُرائیان اُسکی ذات تک محدود تھین اور کالج تک اُنکا علانیہ طور پر کچھ اثر نہ پہنچتا تھا اُنکی نسبت قطعی طور پر نہین کہا جاسکتا

انتقام کا خیال نہ ہونا

بُرائی سے ہمکو کیا کام ہے ؟ ہمکو اپنا دل ' اپنا کام ' اپنی زبان بھلی رکھنی چاہیئے ' بُرائی کرنیوالون پر افسوس کرنا چاہیئے ۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا خود اپنے آپ کو بھی ویسا ہی کرنا ہے ۔ جو لوگ بُرا کہنے والے ہین اُنکی نسبت ہمکو صبر و تحمل چاہیئے ۔ اگر وہ بُرائی ہم مین ہے اُسکے دور کرنے مین کوشش لازم ہے ' اگر نہین ہے تو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ وہ بُرائی ہم مین نہین ہے ۔ بُرا کہنے والے کی نسبت خیال ہی نہین چاہیئے کہ کون ہے ؟ دنیا مین ہے بھی یا نہین ؟ بس یہی آرام و آسایش کا طریقہ ہے ۔ اگر تم بھی چاہتے ہو کہ دنیا مین آرام سے رہو یہی طریقہ اختیار کرو ۔ مین یقین کرتا ہون مگر افسوس کے ساتھ ۔ کہ ...... صاحب کی طبیعت خدا نے ایسی بنائی ہے کہ اُنسے بھلائی یا سچائی کی توقع نہین ' کچھ ہی کرو آزار ہی پہنچیگا ۔ بس گلہ کیا ہے ؟ کیا تم دنیا کے بچھوون سے گلہ کرتے ہو ؟ اور کیا وہ کسی کی دشمنی سے ڈنک مارتے چلتے ہین ؟ بس اُنکے حال سے بحث مت کرو ' لوگون کا جیسا دل چاہے ویسا اُنکے ساتھ برتاؤ کرین ' اگر ہمسے معافی چاہتے ہین ہمارا اُس نے کیا گناہ کیا ؟ کیا میری ڈاڑھی مُنڈ گئی ؟ آپ آکر دیکھ لین بدستور ہے ' بلکہ جَو دو جَو بڑھ ہی گئی ہوگی ۔ مجھے تمام عمر افسوس رہیگا کہ مین نے وہ خط کیون برکت علی خان صاحب کے پاس بھیجدیا ؟ اگر خانصاحب ممدوح کی نسبت اُسمین متوحش بات نہ لکھی ہوتی تو مین ہرگز نہ بھیجتا ۔ خیر ! جو ہو گیا اُس پر افسوس سے کیا فائدہ ہے ؟ "

" میرے نزدیک منشی ...... کی کسی بات کے درپے ہونا نہین چاہیئے ' خدا کی ۔ دنیا مین بہت مختلف اقسام کی خلقت ہے ' ہر ایک اپنا کام کرتا ہے ' تم اپنا کام کرو ' مگر جان لو کہ تمھارا کیا کام ہے ؟ نیکی ' بھلائی اور اپنے کام سے مطلب ' دوسرے کے کام سے کچھ غرض نہین ۔ جس سے دل رُکا ہوا ہو اس سے مت ملو ' کیونکہ اُس سے ملکر خوشی نہ ہوگی ' یا منافقانہ طریقہ پر ظاہرداری کرنی پڑیگی ۔ نہ ملنے مین بہ نسبت ملنے کے آرام ہے ' اسی طرح اُنکی باتون کی پرواہ نہ کرنے مین بالکل آرام ہے "

کہ " مدت کے بعد وہ کلرک مجھسے ملا تو اُسنے صاف صاف بیان کیا کہ مین نے سید احمد خان کے ساتھہ بُرائی کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا، مگر اُسنے میرے ساتھہ یہ سلوک کیا کہ مجھے دوسو کا نوکر رکھوا کر بھیجدیا۔ اُسنے کہا کہ حقیقت مین سید احمد خان ایسا شخص ہے کہ جسکے سر پر اُسکی جوتیون کی خاک پڑجائے اُسکی نجات ہوجائے "

جب رفیق ہند مین سرسید کے خلاف نہایت سخت سخت آرٹکل شایع ہونے لگے اور منشی سراج الدین اڈیٹر سرمور گزٹ نے اُسکا جواب لکھنے پر قلم اُٹھایا تو سرسید اُنکو لکھتے ہین " مین نے آپ کا اخبار مورخہ ۸ جنوری پڑھا، بلاشبہہ مین آپ کی محبت کا۔ جو آپ کو مجھہ ناچیز سے ہے۔ ممنون اور احسانمند ہون اور آپ کو اُس تحریر کی نسبت۔ جو اُس پرچہ مین ہے۔ بوجہ جوش محبت معذور سمجھتا ہون؛ مگر جانے دو، جو جسکا دل چاہے کہے، ہمارا کیا بگڑتا ہو؟ اگر ہمارے بُرا کہنے سے اُنکا دل خوش ہوتا ہے خوش کر لینے دو، تم بھی اُس بُرا کہنے سے خوش ہو، کیونکہ وہ ہمارے دھوبی ہین، ہمکو گناہون سے پاک کرتے ہین۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ مین نے وہ خط[1] جناب خان بہادر برکت علی خان صاحب کے پاس بھیجدیا، اگر اُنکا ذکر نہوتا تو مین ہرگز نہ بھیجتا ..... تم میرے ساتھہ محبت رکھتے ہو اور اسکا بھی تمکو یقین ہے کہ جو لوگ میری نسبت عیب لگاتے ہین وہ مجھہ مین نہین ہین، تو تمھارے خوش رہنے کے لئے اور مجھکو خدا کا شکر کرنے کے لئے۔ کہ وہ عیب اُس شخص مین جسکو تم دوست رکھتے ہو۔ نہین ہے۔ کافی ہے۔ اس سے زیادہ کیا خوشی کی بات ہے۔ پس بُرا کہنے والون کی بُری بات کا بھی نیک پہلو نکالو اور خوش رہو۔ خدا تمکو ہمیشہ خوش رکھے "

جب منشی سراج الدین نے اسکا جواب لکھا تو پھر سرسید نے اُنکو اسی مضمون کے متعلق دوسرا خط لکھا ہے۔ اُسمین لکھتے ہین " ہمکو خدا نے دنیا مین اسلئے پیدا کیا ہے کہ سب کی بھلائی چاہین۔ بُرا کرنے والے کی

[1] یہ اُس گمنام خط کی طرف اشارہ ہے جو لاہور کے جلسۂ کانفرنس واقع ۱۸۸۸ء مین جانے سے ایک دن پہلے سرسید کے نام علیگڑھہ مین آیا تھا اور جسمین یہ سخت الفاظ لکھے تھے کہ " اگر تم لاہور مین آئے تو تمھاری ڈاڑھی جوتے سے مونڈی جائیگی اور جو حال کل سربازار تمھارے دوست (یعنی خان بہادر) کا کیا گیا ہے اُس سے بدتر تمھارا حال کیا جائیگا " ۱۲

چنانچہ ایک بار۔ جیساکہ ہم پہلے لکھ چکے ہین۔ ایک نوکر پر زیادتی کرنے کے جرم مین اُنکو گھر سے نکال دیا گیا۔ اور کئی دن کے بعد۔ جب کہ اُنھون نے نوکر سے قصور معاف کرا لیا۔ تب گھر مین آنے کی اجازت ملی۔ اگرچہ۔ جیساکہ حدیث مین آیا ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر جبلت نہین بدل سکتی۔ لیکن عمدہ تربیت جسطرح گھوڑے کی توسنی اور سرکشی کو چالاکی سے بدل دیتی ہے اسیطرح انسان کی غیظ و غضب کو اولوالعزمی اور دلیری کے سانچے مین ڈھال دیتی ہے اور وہی چیز جو پہلے درندون کی خصلت معلوم ہوتی تھی اب بڑے بڑے عظیم الشان ارادون کی شکل مین ظہور کرتی ہے۔ سرسید مین یہ انقلاب نمایان طور پر نظر آتا تھا۔ اُنکا جبلّی غیظ و غضب فی الواقع ہمجنسون کی حمایت اور جوش ہمدردی کے ساتھ بدل گیا تھا۔ اُنکو پرائوٹ معاملات مین۔ سوا اسکے کہ کبھی کبھی نوکرون پر دودھ کا سا اُبال آجاتا تھا۔ بہت ہی کم غصّے ہوتے دیکھا ہے؛ جو کچھ اُنکا غصّہ یا افسوس تھا وہ قوم کی غفلت یا نالائقی پر تھا' یا اُنکی تباہی و بربادی پر' یا قومی کامون کی مخالفت اور مزاحمت پر۔ یا قوم کے بیجا تعصبات اور اُنکی پولٹکل بے وقعتی پر۔

ممکن ہے کہ بمقتضای بشریت کسی کی طرف سے اُنکے دل مین کچھ رنج ہو مگر اُنکے ظاہر حال اور قول و فعل سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ دنیا مین کسی کو اپنا دشمن نہین سمجھتے تھے۔ کبھی اس شخص کو کسی کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرتے نہین دیکھا۔ جو لوگ اُسکو لوگون کے سامنے علانیہ گالیان دیتے تھے اُنکا نام بھی وہ ہمیشہ ادب کے ساتھ لیتا تھا۔ اُسکے دل کی صفائی کا سب سے بڑا گواہ اُسکا اخبار تھا جو چھبیس برس جاری رہا مگر کبھی کسی کی مذمت یا برائی اُسمین نہین لکھی گئی۔ وہ جسطرح اپنے اخبار کو چھیڑ چھاڑ اور ہزل و حرف گیری و کج بحثی سے پاک رکھتا تھا اسیطرح اپنے اخبار نویس دوستون کو ان لغویات سے

اگرچہ سرسید فطرۃً نہایت عالی ظرف اور عالی حوصلہ پیدا ہوے تھے اور عفو و اغماض اُنکی سرشت مین داخل تھا مگر اُنکی والدہ کی ابتدائی روک ٹوک اور حُسن تربیت سے یہ تمام ملکات اُنکی طبیعت مین اور بھی زیادہ راسخ ہوگئے تھے۔ اُسی نیک اور عاقل مان نے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ بیٹے کے دل مین یہ بات ڈالی تھی کہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ بُرون کی بُرائی سے بالکل درگذر کیجائے اور اگر بدلا ہی لینے کا خیال ہو تو اُس بڑے اور زبردست انتقام لینے والے کے انصاف پر چھوڑ دینا چاہیئے' اُسی نے لڑکپن مین یہ سبق پڑھایا تھا کہ بُرائی کرنے والون کے ساتھ بُرائی کرنا خود آپ کو ویسا ہی بنانا ہے۔ اُسی تعلیم و تلقین کا یہ نتیجہ تھا کہ جن لوگون نے اُسکے واجب القتل ہونے کے فتوے حرمین مین جاکر لکھوائے' جنھون نے اُسکو کافر و ملحد و کرسٹان اور دجال ٹھیرایا' جنھون نے گمنام خطون مین اُسکو گالیان لکھکر بھیجین اور قتل کی دھمکیان دین۔ اُنکی نسبت اُسنے علی رُوس الاشہاد یہ کہا کہ "مین اپنے کسی بھائی سے کسی ہمجنس سے نہ دنیا مین بدلا لینا چاہتا ہون نہ قیامت مین' مین نہایت ناچیز ہون مگر اُس رسول کی ذرّیت مین ہون جو رحمۃ للعالمین ہے' مین اپنے دادا کی راہ پر چلونگا اور تمام لوگون کو جنھون نے مجھکو بُرا کہا' جنھون نے مجھپر اتہام کیا یا آیندہ کہین اور کرین سب کو معاف کرونگا"

فی الحقیقۃ اچھی مان اولاد کے حق مین خدا کی رحمت ہے جو اُسمین عمدہ اخلاق کی بنیاد ڈالتی ہے اور بُرائیون کا رُخ نیکی کی طرف پھیر دیتی ہے۔ سرسید کے بچپن اور جوانی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی طبیعت غیظ و غضب پر مجبول ہوئی تھی مگر مان کے حسن تربیت نے گویا اُنکی ماہیت بالکل بدل دی تھی اُنکے رشتہ دارون کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مان نے بیٹے کو کبھی کسی ماماں یا نوکر پر بھی سختی یا بدزبانی نہین کرنے دی اور اگر کبھی کوئی ایسی حرکت اُنسے صادر ہوگئی تو اُنکو ایسی سزا دی گئی جو عمر بھر فراموش نہو۔

یہ خواہش تھی کہ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان یکدل و یک جان ہوکر اپنی تمام ہمت، طاقت اور استطاعت اُس کام کے پورا کرنے مین صرف کردین اور جب تک اُسکو منتہاے ترقی تک پہنچالین دوسرے کام کی طرف آنکھ اُٹھاکر نہ دیکھین۔ یہان ہمکو اس سے کچھ بحث نہین کہ اُنکی یہ خواہش ممکن الوقوع تھی یا نہین؟ اور آیا فی الواقع۔ جیسا کہ وہ سمجھتے تھے۔ مسلمانون کی بھلائی کا صرف یہی ایک رستہ تھا کہ سب ملکر اُنکے کام مین مدد کرین؟ مگر اسمین شک نہین کہ وہ ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر اسی کا نام خودغرضی ہے تو ہمکو اپنی قوم کی بہبودی کے لئے ایسے بہت سے خودغرضون کی ضرورت ہے، اور ہم امید کرتے ہین کہ اگر مسلمانون مین ایسے دس بیس بلکہ دو چار خودغرض بھی اَور پیدا ہوجائین تو ساری قوم کا بیڑا پار ہوجائے۔ دنیا مین ایسے نیک آدمیون کی کچھ کمی نہین ہے جو ہر ایک کے کام مین مدد دینے اور ہر ایک گاڑی مین کندھا لگانے کو موجود ہین، لیکن ایسے افراد صدیون اور قرنون کے بعد پیدا ہوتے ہین جو تمام دنیا کو اپنا معاون و مددگار بنانے کا ارادہ رکھتے ہون۔ اُنکو اپنے کام کی بڑائی کا ایسا یقین ہوتا ہے کہ اُسکو تمام دنیا کے کامون سے مقدم جانتے ہین اور چونکہ اَور لوگ بھی۔ جون جون اُنکے کام کی حقیقت کھلتی جاتی ہے۔ اُسکو ویسا ہی یقین کرتے جاتے ہین اسلئے اُنکے دل مین اپنے کام کی عظمت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

بعض اصحاب یہ بھی فرماتے ہین کہ سید احمد خان نے جو کچھ قوم کی خیرخواہی کے پردہ مین کیا اُس سے محض اپنی ناموری اور شہرت اور گورنمنٹ مین اعزاز حاصل کرنا مقصود تھا۔ یہ وہ لوگ ہین جو اس حسرت مین مرے جاتے ہین کہ ہمکو بھی ویسی ہی ناموری اور اعزاز حاصل ہوجائے مگر چونکہ اُسکا استحقاق نہین رکھتے اسلئے کبھی اپنی مراد کو نہین پہنچتے۔ وہ نہین جانتے کہ عزت چاہنے سے

بچنے کی نصیحت کرتا تھا۔ وہ ایک اخبار کے اڈیٹر کو لکھتا ہے جسمین بطور پنچ اخبارون کے کسی کا
ہزل آمیز خط چھپ گیا تھا "کیا آپ کا اخبار بھی مثل دیگر نالائق اخبارون کے نامہذب ہونے کو ہے؟ نہایت
افسوس اور کمال درجہ افسوس ہے کہ مضمون مذاق نوشتہ ۔۔۔۔ آپ کے اخبار ۳۰- اپریل مین چھپا ہے' آپ کا
اخبار روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا' لوگون کا خیال اُسطرف رجوع تھا کیا اُسکا ارادہ ہے کہ اپنی تمام عزت وقدر کھو دے"
اُسی اڈیٹر کو دوسرے خط مین لکھتے ہین "مین دوستانہ صلاح دیتا ہون کہ آپ اپنے اخبار کو مہذب
بنائین' بدگو کے ساتھ اگر بدگوئی کی تو دونو برابر ہوجاتے ہین۔ میری نسبت لوگ کیا کیا کچھ نہین لکھتے ہین؟
کیا مجھے لکھنا نہین آتا؟ ہندوستانی ریاستین ہندوستان مین غنیمت ہین۔ ہمیشہ اُنکے ساتھ دوستانہ برتاؤ چاہئے"
ایک دفعہ منشی سراج الدین احمد اڈیٹر سرمور گزٹ نے اپنے اخبار مین ریاست بھاول پور کی
شکایت لکھدی کہ وہان سے علیگڑھ کالج کے لئے کچھ چندہ نہین پہنچا۔ سرسید نے فوراً اُنکو متنبہ
کیا اور لکھا کہ "سرکار بھاول پور نے دو دفعہ ہزار ہزار روپیہ کالج کے لئے' اور چند روز ہوے کہ ایک ہزار روپیہ
واسطے تعمیر مسجد کے مرحمت کیا ہے۔ چونکہ اسکی اطلاع آپ کو ضرور تھی اسلئے فی الفور یہ مختصر نیاز نامہ روانہ کرتا ہون"
الغرض اُسکے تمام جذبات اور تمام پیشن ایک قومی ہمدردی کے جوش مین بالکل جذب
ہوگئے تھے؛ اُسکا غصہ تھا تو قوم کے لئے' شکایت تھی تو قوم کے لئے' حرص و طمع تھی تو قوم کے لئے اور
خودغرضی تھی تو قوم کے لئے؛ اپنے لئے کھانے پینے اور سونے کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا۔

خودغرضی کا الزام

سرسید پر اکثر خودغرضی کا الزام لگایا گیا ہے۔ بے شک خودغرضی کو اگر زیادہ وسیع معنون مین
لیا جائے تو ایک لحاظ سے اُنکو خودغرض کہا جاسکتا ہے۔ جو عظیم الشان کام اُنھون نے قوم کی ترقی
کے لئے اختیار کیا تھا اور جسکے بغیر وہ قوم کی حالت کا درست ہونا غیر ممکن سمجھتے تھے۔ بلاشبہ اُنکی

بڑے بڑے کام اُنسے بن آئے اُنمین سے ایک بھی ظہور مین نہ آتا۔ اُنھون نے قوم کی بھلائی کیلئے
جتنے کام اُٹھائے وہ سب قوم کے خیالات سے بالاتر اور اُنکی سمجھ سے باہر تھے؛ یہانتک کہ ولایت
مین - جیسا کہ اُنکے بعض خطوط سے معلوم ہوتا ہے - وہ اپنے منصوبون سے سید مہدی علی خان کے
سوا اپنے اَور دوستون کو بہت کم مطلع کرتے تھے؛ کیونکہ کسی سے یہ امید نہ تھی کہ اُنکی رائے سے اتفاق
کریگا اور اُنکی ہمت بند ھوائیگا۔ پھر جب ہندوستان مین آکر اُنھون نے اپنے منصوبے علے الاعلان
پورے کرنے کا ارادہ کیا تو - جیسا اُنکو خیال تھا - ہزارون مخالف کھڑے ہو گئے اور جہانتک ہو سکا
اُنکے کامون مین کھنڈت ڈالی۔ باوجود اسکے ہر ایک کام مین اُنکو توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی۔
مخالفین روز بروز کم ہوتی گئین اور آخر کار اُنکے کام نہایت عظمت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے
اگر اُنکی رائین متزلزل ہوتین اور اُنکو اپنی تجویزون اور منصوبون پر کامل وثوق نہ ہوتا تو کیونکر
ایسے کامون پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت ہو سکتی تھی جنکا سارا زمانہ مخالف ہو؛ اور کیونکر اُنکی کوششین
اس درجہ تک کامیاب ہو سکتی تھین۔ پھر جسقدر اُنکی تجویزین اور منصوبے پورے ہوتے گئے اور
جسقدر لوگون کی مخالفت بیجا اور ناواجب ثابت ہوتی گئی اُسیقدر اُنکو اپنی رایون پر زیادہ
وثوق ہوتا گیا اور اپنی ہر ایک رائے پر اُنکا اصرار روز بروز بڑھتا گیا۔ اب چاہو اس خصلت
کو اُنکی خود رائی اور ہٹیلے پن کے ساتھ تعبیر کرو اور چاہو یہ سمجھو کہ دنیا مین جتنے بڑے آدمی ہوئے ہین
اور جنسے مخلوق کو عظیم الشان فائدے پہنچے ہین وہ سب ایسے ہی قوی اور مضبوط دل والے
تھے کہ جو ارادہ کرتے تھے اُسپر ثابت قدم رہتے تھے اور جو منصوبہ باندھتے تھے اُسکو پورا کرکے چھوڑتے تھے
اُنکی رائین مستقل اور غیر متزلزل ہوتی تھین، وہ اپنی غلط رایون پر بھی ویسا ہی اصرار

عزت حاصل نہین ہوتی بلکہ عزت کے لائق کام کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے ۔ جو لوگ قوم کی خیرخواہی کی آڑ مین اپنی شہرت اور اعزاز چاہتے ہین نہ اُنسے قوم کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور نہ خود اُنکو شہرت اور عزت نصیب ہوتی ہے ۔ لیکن جو شخص سچے دل سے قوم کی بھلائی کے کام کرتا ہے ۔ عام اس سے کہ وہ اپنی شہرت و عزت کا خواہان ہو یا نہو ۔ وہ قوم کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے اور خود بھی شہرت و عزت حاصل کرتا ہے ۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "فَوِّضْ[1] مَدْحَكَ وَذَمَّكَ اِلٰی اَفْعَالِكَ فَاِنَّهَا مُعَدِّلُكَ بِصِدْقٍ اِنْ اَحْسَنْتَ وَتَذُمُّكَ بِحَقٍّ اِنْ اَسَأْتَ"

جو لوگ سرسید کی نسبت ایسے پست خیال رکھتے ہین اُنکے جواب مین اس سے زیادہ کہنا فضول ہے جو نواب عماد الملک نے سرسید کی دعوت کے جلسہ مین ۔ جو نظام کلب حیدر آباد مین ۱۸۹۱ء مین منعقد ہوا تھا کہا تھا کہ "کاش مسلمانون مین سید احمد خان کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا ہی پیدا ہو جائے جو اپنی ناموری اور شہرت کے خیال سے قوم کے لئے ایسے مفید کام کرکے دکھاوے جیسے کہ اس شخص کے ہاتھ سے سرانجام ہوئے ہین"

منجملہ اور بڑے بڑے اوصاف کے ایک وصف جسکو سرسید کے تمام کارہائے نمایان کی بنیاد سمجھنا چاہئے ۔ اُنمین یہ تھا کہ اُنکو اپنی ہر ایک رائے پر ۔ خواہ مذہبی مسائل سے متعلق ہو اور خواہ کسی اور معاملہ سے ۔ ہمیشہ ایسا وثوق معلوم ہوتا تھا کہ کسی دلیل یا برہان یا مخالف پارٹی کی مجارٹی سے اُسمین تزلزل آنے والا نہین ۔ اسی لئے اُنکو عموماً خود رائے اور ہٹیلا کہا جاتا تھا ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اُنکی ہر ایک رائے ۔ جس پر اُنکو اصرار رہتا تھا ۔ ہمیشہ صائب اور غلطی سے پاک نہین ہو سکتی تھی ؛ مگر اسمین شک نہین کہ اگر اُنکو اپنی رایون پر ایسا وثوق ۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ۔ نہ ہوتا ۔ تو جو

بقیہ ایسا وثوق (حاشیہ)

[1] یعنی اپنی تعریف اور مذمت اپنے کامون کو سونپ دو کیونکہ وہی تمھاری بھلائی کے سچے مداح اور تمھاری برائی کے سچے مذمت کرنے والے ہین

مذہب

سرسید کی مذہبی خدمات و اصلاحات اور مذہبی تحقیقات کے متعلق- جو کچھ اُنکی تصنیفات سے ثابت ہوا- بقدر ضرورت بیان ہو چکا ہے یہان ہم اُنکے وہ مذہبی خیالات دکھانے چاہتے ہین جو اُنھون نے اپنے پرائوٹ خطون مین یا کسی پبلک تقریر مین ظاہر کئے ہین اور جنسے اُنکے دل کی اصلی کیفیت اور اصلی واردات منکشف ہوتے ہین ؛ کیونکہ تصنیفات مین جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ بعد غور و خوض کے تمام پہلو اور جوانب دیکھکر لکھا جاتا ہے ؛ اور جہانتک مصنف کے امکان مین ہوتا ہے وہ اپنی تصنیف کو کم سے کم اُن لوگون کی نکتہ چینی سے بچانے مین ضرور کوشش کرتا ہے جنکو وہ اپنے نزدیک مخاطب صحیح جانتا ہے۔ برخلاف اسکے پرائوٹ خطوط جو وہ اپنے محرم اور ہمراز دوستون کو لکھتا ہے اور پبلک تقریرین جنمین سوچنے اور غور کرنے کا بہت کم موقع ملتا ہے اُن سے اُسکے دل کی ننگی تصویر آنکھون کے سامنے آجاتی ہے اور اُسکے دلی خیالات روز روشن کی طرح سب پر ظاہر ہوتے ہین پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے مذہبی خیالات جو کھلے ڈُلے طور پر اُنھون نے اپنے رازدار دوستون کو لکھے ہین یا کسی پبلک جلسہ مین بے ساختہ اور بداہۃً ظاہر کئے ہین یا جو ایسے ہی کسی اور طریق سے ہم تک پہنچے ہین اس عنوان مین کسی قدر ترتیب کے ساتھ بیان کئے جائین۔

حقیت اسلام کا یقین

جہانتک کہ سرسید کے اقوال و افعال اور خیالات سے استدلال ہوسکتا ہے اُنکو دین اسلام کی حقیت پر ایسا یقین معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے زیادہ تصور مین نہین آسکتا۔ اگرچہ اُنکے مذہبی خیالات اور مذہبی عقائد مسلمانون کے کسی خاص فرقہ کے خیالات اور عقائد کے تابع نہ تھے، مگر اُنکا ایک عقیدہ بھی شاید ایسا نہ نکلیگا جو اصولاً کسی نہ کسی اسلامی فرقہ کے عقیدہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ اُنکو اہل سنت کی قدیم اصطلاح کے موافق زیادہ سے زیادہ مبتدع کہا جاسکتا ہے جیسا کہ اکثر اکابر اسلام کو کہا گیا ہے لیکن اُنکی نسبت کافر

کرتے تھے جیسا صحیح رایون پر؛ کیونکہ وہ اُنھین رایون کو اپنے نزدیک صحیح سمجھتے تھے۔

باایہمہ اس بات سے انکار نہین ہوسکتا کہ آخر عمر مین سرسید کی خودرائی یا جو وثوق کہ اُنکو اپنی رایون پر تھا وہ حدِّ اعتدال سے متجاوز ہوگیا تھا۔ بعض آیات قرآنی کے وہ ایسے معنی بیان کرتے تھے جنکو سنکر تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر ایسا عالی دماغ آدمی ان کمزور اور بودی تاویلون کو صحیح سمجھتا ہے؟ ہرچند کہ اُنکے دوست اُن تاویلون پر ہنستے تھے مگر وہ کسی طرح اپنی رائے سے رجوع نہ کرتے تھے۔ کالج کے متعلق بھی اخیر زمانہ مین اُنسے بعض امور ایسے سرزد ہوے جنکو لوگ تعجب سے دیکھتے تھے؛ مگر درحقیقت اُنمین سے کوئی بات بھی تعجب کے قابل نہ تھی۔ جو حیرت انگیز کامیابی باوجود سخت مخالفتون اور مزاحمتون کے سرسید کو اپنے مقاصد مین ہوئی اُسکا لازمی نتیجہ تھا کہ آخر عمر مین۔ جو کہ قوٰے کے انحطاط اور فتور کا زمانہ تھا۔ اُنکو اپنی اصابت رائے پر جتنا کہ چاہئے تھا اُس سے زیادہ اعتماد ہوجائے اور وہ اپنی عقل اور سمجھ کو خطا اور غلطی سے پاک سمجھنے لگین۔ اسکے سوا اخیر عمر کے صدمات نے بھی اُنکے دل و دماغ پر کچھ کم اثر نہین کیا تھا۔ قطع نظر اسکے انسان کا منتہاے کمال یہ ہے کہ اُسمین عیب کم اور خوبیان زیادہ ہون؛ نہ یہ کہ وہ عیبون سے بالکل پاک ہو۔ پس سرسید مین باوجود بے شمار خوبیون اور حیرت انگیز اوصاف کے اس قسم کی کمزوریون کا پایا جانا۔ بجاے اسکے کہ اُنکے اخلاقی نقص کی دلیل ہو۔ اُنکے اعلےٰ درجہ کی اخلاقی فضیلت اور کاملیت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا شاعر نے سرسید ہی کی شان مین یہ شعر کہا تھا

"شَخَصَ الْاَنَامُ اِلٰی کَمَالِكَ۔ فَاسْتَعِذْ مِنْ شَرِّ اَعْیُنِهِمْ بِعَیْبٍ وَاحِدٍ"

(یعنی تیرے کمالات دیکھکر لوگون کی آنکھین کھُلی کی کھُلی رہ گئی ہین سو اُن کی نظر بد سے بچنے کیلئے کسی عیب کی پناہ لے)

متعدد ہین - اور اُسی کے استحقاق عبادت پر - جو اُسکو لازم ہے - پورا پورا یقین ہو - اُسکی ذات کا یقین تو اُسکے وجود بالذات
ازلی و ابدی وحدہ لا شریک لہ ہونے پر یقین ہوتا ہے - اُسکی صفات کا یقین اُسکے مانند صفات کا کسی دوسرے مین
نہونے پر یقین کرنا ہے - تمام صفتین جو خدا سے منسوب کیجاتی ہین - عالم، رحیم، حی، اور مثل ان کے اور جو اُنکا
مفہوم ہمارے ذہن مین آتا ہے اور جن مین اَورون کا اشتراک بھی (بوجہ ما) متصور ہوتا ہے اُس مفہوم سے اور اُس
اشتراک سے بھی خدا کی صفات کو مُبَرّا اور مُنَزّہ ماننا اُسکی صفات پر یقین ہوتا ہے - اُسکے استحقاق عبادت پر یقین
یہ ہے کہ کوئی شئے سوا خدا کے مستحق عبادت نہین - جو شخص کہ اسطرح سے خدا پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے .....
ہان ایسے شخص کی نسبت جو صرف خدائے واحد کو مانتا ہے مین یہ ضرور کہونگا کہ وہ محمدی نہین ..... محمدی ہونے
کے لئے ضرور ہے کہ ہم اُس شخص پر بھی - جسنے ہمکو توحید کی نعمت دی ..... جس کی وجہ سے ہم نے خدا کو جانا اور
اُسکی صفات کو پہچانا - یقین کرین - خود عقل ہی ہمکو ہدایت کرتی ہے کہ جس سے ہمکو ہدایت ہوئی کس طرح
ہو سکتا ہے کہ ہم اُسکے ہادی ہونے پر یقین نہ کرین اسلام جسکو مین نے ایسے استحکام سے سچا بتایا اُسکی ہدایت
محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہے - پس اُس کی تصدیق بالضرور دوسرا رکن اسلام کا ہے
جو پہلے رکن سے منفک نہین ہو سکتا "

" اس تمام تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور وحدہ لا شریک جانتا ہے اور اُسپر یقین رکھتا ہے اور کسی
نبی کی تصدیق نہین کرتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی تصدیق نہین کرتا اُس کی نسبت یہ کہنا کہ محمدی
نہین یا مرادف معنی لیکر یہ کہنا کہ وہ مسلمان نہین - بالکل صحیح ہے مگر اُسکو کافر بمعنی مشرک کہنا یا موحد نہ کہنا اسلام
کے اُصُول کی رو سے درست نہین ... موحدینِ محض کے مُخلّد فی النار ہونے یا نہونے پر قدیم سے علما مین بحث چلی آتی ہے
کوئی کہتا ہے کہ مُخلّد فی النار ہونگے، کوئی کہتا ہے کہ بعد عذاب کے نجات پاوینگے - اس بحث کو انھین علماؤن کیلئے

یا ملحد یا نیچری یعنی نیچرلسٹ کہنا اُسی قسم کا بہتان ہے جیسا کہ ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر مذہب مین محققون اور مصلحون پر کیا گیا ہے ۔

اُنھون نے جو لکچر ۱۸۸۴ء مین بمقام لاہور اسلام پر دیا تھا اُس مین اپنے عقائد صاف صاف بیان کئے تھے ۔ اسلئے اول ہم اُس لکچر کے چند مقامات اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔ لیکن ہر ایک عقیدہ کے ساتھ جو کچھ اُنھون نے بطور دلیل کے بیان کیا ہے اُسکو اُنکے لکچر مین دیکھنا چاہیئے ۔

اول اُنھون نے کہا کہ "مین ایک جاہل آدمی ہون نہ مولوی ہون' نہ مفتی' نہ قاضی اور نہ واعظ؛ نہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی شخص۔ گو وہ میرا کیسا ہی دوست ہو۔ وہ میرے خیالات کی پیروی کرے ؛ مین رسولون کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہین سمجھتا کہ۔ اُن باتون مین جو خدا اور بندون کے درمیان دلی اور روحانی امور سے متعلق ہین اور جنکو مذہب کہتے ہین۔ وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُسکی پیروی کرین ۔ یہ منصب رسولون کا تھا اور آخر کو جناب رسولخدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جنکا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قائم رکھے اور ضرور قائم رہیگا کیونکہ جیسا وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے۔ ختم ہو گیا "

توحید

پھر کہا کہ " وہ چیز جسپر یقین کرنے سے کوئی شخص مسلم یا مسلمان کہا جا سکتا ہے وہ خدا کی توحید ہے ۔ جو شخص خدا کو برحق جانتا ہے اور اُس کی توحید پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے ۔ یہی رکن اول اور رکن اعظم اسلام کا ہے اور باقی ارکان اُسکے تحت مین اور اسکے ساتھ اسطرح ملے ہوئے ہین جیسے کسی خاص دوا کی معجون ہو اور اُسی کے ساتھ اُسکے اجزا بھی ملے ہوئے ہون ۔ خدا کو واحد مطلق اور خالق تمام چیزون کا جاننا اور سمجھنا۔ نہ صرف جاننا اور سمجھنا بلکہ اُسپر یقین کرنا۔ اسلام ہے اور جو اُسپر یقین کرے وہ مسلم ہے "

پھر کہا کہ " خدا پر اور خدا کی وحدانیت پر اُس وقت یقین ہو سکتا ہے جب اُسکی ذات اور صفات پر حقیقت مین

اس حد تک پہنچ گئے ہین کہ اُنھون نے اپنی غلطی سے - نہ کہ اُنکی تقلید سے - اُنکو ارباباً من دون اللہ تک پہنچا دیا ہے
جو لوگ کہ اس مسئلہ تقلید کے برخلاف ہین اور عدم تقلید کے مسئلہ کی پیروی کرتے ہین اور اُسکے اجرا مین کوشش
کرنی چاہتے ہین اُنکی بھی مین عزت کرتا ہون ۔ مین سمجھتا ہون کہ دونو کا مقصود ایک ہے اور دونو خدا اور رسول
کی خوشنودی چاہتے ہین ۔ مگر افسوس ہے کہ ان دونو فرقون کے سبب باہم رنج و عداوت پیدا ہوئی ہے یہ شیطان
کے وسوسے ہین جو گروہ اسلام کو متفرق کرنے اور قوت کو ضعیف کرنے کی فکر مین ہے ۔ حقیقت مین اسلام
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا اور اُسپر دل سے یقین رکھنا اور سب کلمہ گویون کو بھائی سمجھنا ہے ۔ باہمی
اختلاف کی وجہ سے اسلام کے مجمع کو متفرق کرنا اصول اسلام کے برخلاف ہے ' اور اُس برکت کی ناشکری ہے جو
خدا نے دی ہے اور جسکو فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ کے لفظون سے تعبیر کیا ہے "

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر مندرجۂ ذیل تقریر کی " ایک ایسے شخص نے
جو ریتیلے کنکریلے ملک مین پیدا ہوا ' جو چھوٹی عمر مین یتیم ہوگیا ' جسنے نہ کسی دار العلم مین تعلیم پائی ' نہ سقراط اور بقراط
اور افلاطون کے مسائل کو سُنا ' نہ کسی اُستاد کے سامنے تعلیم کو بیٹھا ' نہ حکما اور فلاسفرون اور پولٹکل و مارل سائنس کے
عالمون کی صحبت اُٹھائی ' بلکہ چالیس برس اپنی زندگی کے ناتربیت یافتہ اور بداخلاق اونٹ چرانے والون مین بسر کیے '
چالیس برس تک بجز ایسی قوم کے - جو بت پرستی اور باہمی جنگ و جدال مین مبتلا تھی اور چوری اور زناکاری پر عورت مرد
کو فخر تھا - اور کسی کو نہین دیکھا ؛ وہ دفعۃً اپنی تمام قوم کے برخلاف اُٹھا ' چارون طرف سے وہ بت پرستی مین گھرا ہوا
تھا مگر اُسنے کہا تو یہ کہا کہ " لا الٰہ الا اللہ " اُسنے صرف یہ کہا ہی نہین بلکہ تمام قوم سے بھی - جو سیکڑون برس سے لات
و منات و عزّٰے کو پوجتی آتی تھی - یہی کہوا دیا ' اُن تمام بداخلاقیون اور اِم مورل عادتون کو تمام قوم سے مٹوا دیا '
بتون کو زمین پر گروا دیا ' اُنکو تُڑوا دیا ' اور خدا کے نام اور خدا کی پرستش کو تمام عرب کے جزیرہ نما مین بلند کیا ؛

چھوڑ دو اور ہمکو اپنے حبیب کے اس قول پر رہنے دو کہ ”علیٰ رغم انفِ ابی ذرؓ“

فرائض منصوصہ

پھر کہا کہ ”وحدانیت اور رسالت کی تصدیق کے بعد اور چیزین بھی اسلام کے ساتھ ہین جنکو خدا تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے؛ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ وغیرہ۔ ان فرائض کے ادا نہ کرنے والے کو ہم گنہگار اور اُنکے منکر کی نسبت وہی کہینگے جو رسالت کے منکر کی نسبت کہا ہی کہ وہ محمدی نہین یا بمعنی مرادف مسلمان نہین۔ اُسکے مُخَلَّد فی النار ہونے یا نہونے کی وہی بحث پیش آجاتی ہے جو ابھی موحد محض کی نسبت مین نے بیان کی“

شرک فی النبوۃ

پھر کہا کہ ”شرک کی بحث - جو کہ اسلام کا پورا دشمن ہے اور جس کے ساتھ اسلام جمع ہی نہین ہو سکتا - بہت بڑی ہے؛ مگر مین اس وقت ایک شمہ اُسکا بیان کرونگا۔ جسطرح خدا کو اپنی ذات و صفات مین وحدت ہے اسی طرح رسول کو تبلیغ احکام یا احکام شریعت کے قرار دینے مین وحدت ہے اور کسی کو اُس مین شرکت نہین پس جو شخص رسول کے سوا کسی اور شخص کے احکام کو دین کی باتون مین اس طرح پر واجب العمل سمجھتا ہے - کہ اسکے برخلاف کرنا گناہ ہے اور اُسی کی تابعداری کو باعث نجات یا ثواب سمجھتا ہے - وہ بھی ایک قسم کا شرک کرتا ہے جسکو مین شرک فی النبوت سے تعبیر کرتا ہون۔ خدا نے یہود و نصاریٰ دونو کو اسی بات پر ملزم ٹھیرا کر فرمایا ”اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ“ پس سطرح کی پیروی اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہ تک پہنچا دیتی ہے:

ائمہ مجتہدین

میری اس تقریر سے آپ یہ تصور نہ کرین کہ مین ائمہ مجتہدین کے برخلاف رائے رکھتا ہون۔ نہین، مین اُنکو امت کا سرتاج اور اُنکے اجتہادون اور اختلافون کو باعث رحمت سمجھتا ہون۔ یہ بھی آپ خیال نکرین کہ مین اُن کے

مقلدین

پیرو مقلدین کو بُرا کہتا ہون یا تقلید کو بُرا جانتا ہون مگر اسقدر ضرور سمجھتا ہون کہ مقلدین کے بعض افعال

لہ یہ اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسکو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہی ابوذر غفاری سے، اور جسکا مضمون یہ ہی کہ آنحضرتؐ نے ابوذر سے فرمایا "ما من عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ" اُنھون نے یہ سنکر تین بار ازراہ تعجب یہ الفاظ عرض کیے کہ وان زنی وان سرق؟ اور آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ وان زنی وان سرق اور تیسری دفعہ اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ علی رغم انف ابی ذرؓ ۱۲

اور ہدایت اُسکے مثل بے شک نہین ہوسکتی ۔ مین اسکو بھی معجزہ بلکہ اصلی معجزہ قرآن مجید کا سمجھتا ہون "

" قرآن مجید اُس زمانہ مین نازل ہوا جو جاہلون اور ناواقفون اور ناتربیت یافتہ لوگون کا زمانہ تھا ' وہ اُس زمانہ کے جاہل لوگون کی ہدایت کے لئے بھی تھا اور اُن اعلے درجہ کے تعلیم یافتہ لوگون کی ہدایت کے لئے بھی تھا جو اُس وقت کی دنیا مین تھے اور جو آیندہ دنیا مین ہونے والے تھے ' ضرور تھا کہ اُسکی ہدایتین اس طرح پر بیان کی جاوین کہ اُس سے ایک صحرائی اونٹ چرانے والا بدّو اور ایک اعلے درجہ کا حکیم سقراط اور بقراط دونو برابر فائدہ اُٹھاوین ۔ قرآن مجید ہی صرف ایسا کلام ہے جسمین یہ صفت موجود ہے اور جس سے مختلف درجون بلکہ متضاد حیثیتون کے لوگون کو یکسان ہدایت ہوتی ہے ۔ ایک جاہل بدّو ' ایک مقدس مولوی اُسکے لفظی معنون سے جیسی ہدایت پاتا ہے ایسا ہی ایک فلاسفر اُنھین الفاظ کے مقصود سے ویسی ہی ہدایت پاتا ہے اور کسی لفظ کو نیچر یا فلسفہ سے خلاف نہین پاتا ۔ کسی زبان مین ۔ فرنچ ' لیٹن ' عربی ' فارسی ' سنسکرت ' وغیرہ مین کوئی ایسی کتاب لکھدو یا اگلے زمانہ کی لکھی ہوئی بتادو جس مین اعلے سے اعلے مضامین فلسفہ اور حکمت کے بھرے ہوے ہون اور پھر نہایت دلکش اور سہل الفاظ مین اور پھر اُس سے جاہل اور عالم عامی اور فلسفی سب کو یکسان فائدہ حاصل ہو اور سب کے دل پر یکسان اثر ڈالے ؛ نہایت ناممکن ہے ۔ مگر قرآن مجید ہی ہے جسمین یہ تمام خوبیان موجود ہین اور یہی اُسکا اصلی اور سچا اور واقعی معجزہ ہے ۔ اُسکے مسائل جیسے اُس زمانہ مین سچے تھے جبکہ زمین ساکن مانی جاتی تھی ویسے ہی اب بھی سچے اور قابل تسکین ہین جبکہ سورج ساکن اور زمین گھومتی مانی جاتی ہے ۔ اور اگر یہ حکمت و فلسفہ جو اس زمانہ مین سچی مانی جاتی ہے اگر آیندہ غلط ثابت ہو جیسے یونانی حکمت اب غلط ثابت ہوئی ہے ۔ اور حکمت و فلسفہ کے بالکل نئے اصول سچے ثابت ہون تو بھی مین دعوے کرتا ہون کہ قرآن مجید ویسا ہی سچا ثابت ہوگا جیسا کہ اب سچا ہے اور غور کرنے کے بعد ثابت ہوگا کہ جو کچھ غلطی تھی وہ ہمارے علم کا نقصان تھا "

وہ جزیرہ جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے بعد سے ہزاروں ناپاکیوں سے ناپاک ہوگیا تھا پھر اُسکو اُسکی اصلی پاکی اور دین ابراہیم کی بزرگی تک پہنچا دیا۔ چالیس برس بعد کس نے یہ نور اُسکے دل میں ڈالا؟ جس نے نہ صرف جزیرۂ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو روشن کردیا"

"اُسنے لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم کے بعد جو احکام دین کے اور اخلاق کے لوگوں کو بتائے کیا کوئی فلاسفر اس سے زیادہ بتا سکتا تھا جو اُس اُمّی نے بتائے! صرف بتائے ہی نہیں بلکہ اپنے پاک دل اپنی پاک زبان کے اثر سے لوگوں کے دلوں میں بٹھلا دئے۔ یہ کام وہ تھا جو نہ کسی فلاسفر سے ہو سکتا تھا نہ کسی سلطان مقتدر سے۔

پھر کیا چیز اُس بچہ میں تھی جس نے نہ جزیرۂ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو خدائی کا کرشمہ دکھلا دیا؟ کوئی سخت سے سخت ہر ایک اور لا مذہب بھی اگر ایسے شخص کو معاذ اللہ نبی نہ مانیگا تو اُسکو یہ ماننا تو ضرور پڑیگا کہ اگر بعد خدا کے کوئی دوسرا شخص بزرگ ہے تو یہی ہے۔ روحی فداک یا رسول اللہ۔ پس جو شخص نبوت کی حقیقت کو سمجھ لیگا تو امکان سے خارج ہے کہ محمد رسول اللہ کی تصدیق نہ کرے"

اعجاز قرآن

پھر قرآن کے معجز ہونے پر مندرجۂ ذیل تقریر کی "قرآن مجید جو تیرہ سو برس سے معجز یقین کیا جاتا ہے میں بھی اُسکو معجز مانتا ہوں مگر ہمارے قدما نے صرف ایک اُوپری دلیل اُسکے معجز ہونے کی قرار دی تھی: یعنی فصاحت اور کلام کی عمدگی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ آجتک کسی بشر سے نہ کسی فصیح اور بلیغ سے اُسکی ایک یا دس آیتوں کے برابر بھی ویسا فصیح کلام نہیں کہا گیا۔ باوجودیکہ اُسنے بطور مقابلہ کے کہا گیا کہ اگر کہہ سکتے ہو تو کہہ لاؤ۔ بلاشبہہ میں بھی قرآن مجید کو ایسا ہی فصیح و بلیغ تسلیم کرتا ہوں.... لیکن یہ دلیل.... ایسی نہیں ہے جو غیر معتقد لوگوں کے مقابلہ میں پیش کیجا سکتی ہو اور اُنکے دل کو تسلی دیسکتی ہو۔ میں ایک اَور دلیل رکھتا ہوں جسکو میں اس دلیل سے زیادہ مضبوط سمجھتا ہوں۔ وہ دلیل کیا ہے؟ وہ ہدایتیں انسان کے لئے ہیں جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ کوئی

مین اس بات کو اچھا نہین سمجھتا ۔ جو شخص جس مذہب مین پیدا ہوا ہے خاموشی سے اُسمین چلے جانا دوسری بات ہے' اور اُسکی تائید پر مستعد ہونا دوسری بات ہے' پچھلی بات اُس شخص کو زیبا نہین ہے جس نے پورا یقین اُسپر خود نہ کرلیا ہو، مین نے خالی الذہن ہوکر اسلام پر بہت کچھ غور کی ہے اور نہایت غور و فکر کے بعد میرے دل مین اس بات کا یقین ہوا ہے کہ دنیا مین کوئی مذہب سچّا ہے تو وہ اسلام ہی ہے' اور مین اس دلی یقین پر اُسکی تائید کرتا ہون ۔ نہ اس وجہ سے کہ مین مسلمان کے گھر مین پیدا ہوا ہون اور مسلمان ہون"

یہان تک سرسید کی اُس تقریر کا خلاصہ تھا جسمین اُنھون نے بمقام لاہور اسلام کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کئے تھے ۔ اب ہم اُنکے بعض پرائیوٹ خطوط سے چند مقالات التقاط کرتے ہین جو اُنھون نے مذہبی خیالات کے متعلق اپنے دوستون کو لکھے ہین ۔ ان خطون مین کچھ تو وہ ہین جو ہم کو منشی سراج الدین احمد کے مسودات مین دستیاب ہوے ہین اور کچھ ہمنے اور ذریعون سے بہم پہنچائے ہین ۔

تعصب سے اسلام نفرت

اگرچہ سرسید عام لوگون کے کافر و ملحد کہنے سے کچھ ناراض نہ ہوتے تھے مگر جو لوگ اُنکے حالات سے بخوبی واقف تھے اگر وہ اُنکی نسبت ایسا خیال بھی کرتے تھے تو اُنکو سخت ناگوار گذرتا تھا ۔ جب وہ ہندوستان سے ولایت جانے کو تھے ایک خط حکیم غلام نجف خان مرحوم نے جنکے ساتھ اُنکی اور اُنکے بڑے بھائی کی دوستی اُخوت کے درجہ تک پہنچ گئی تھی ۔ اُنکے پاس بھیجا تھا جسمین غالبًا اس قسم کی کوئی بات ہوگی کہ ولایت جاکر مذہب کو نہ چھوڑ دینا یا عیسائی نہ بنجانا ۔ اُنھون نے ولایت پہنچکر اُسکا یہ جواب بھیجا

" حامد نے آپ کا عنایت نامہ مجھے دیا تھا ۔ مین نے خیال کیا تھا کہ جب مین ولایت سے پھر کر آؤنگا اور آپ سے انشاء اللہ تعالی ملونگا اُسی وقت جواب دونگا ۔ حقیقت مین وہ عنایت نامہ محبت آمیز ہنسی کی بات تھی' نہ جواب

فرائض منصوصہ

پھر نماز وروزہ وغیرہ کی نسبت اسطرح بیان کیا "غیر مشتبہ منصوص مسائل جیسے نماز روزہ حج اور زکوۃ ہین اور جو خداتعالے نے قرآن مجید مین فرض بتائے ہین۔ اُنکو مین بھی اسیطرح فرض سمجھتا ہون جیسے ایک جاہل مسلمان یقین کرتا ہے۔ لیکن جب اُنپر مخالف کا حملہ ہوتا ہے تو اُنکی لمیت اور اصلیت بتانی ضرور پڑتی ہے اگر یہ بحث پیش ہو کہ ہاتھ مونہ دھونے کو (یعنی وضو کو) عبادت سے۔ جسکا تعلق دل سے ہے۔ کیا تعلق ہے؟ حدث کے بعد بے محل مونہ مین کلی کرنے سے کیا تعلق ہے؟ نماز کو جو ایک روحانی فعل ہے اُٹھنے بیٹھنے سر نیچا اور سُرین اونچے کرنے سے کیا علاقہ ہے؟ تو بمجبوری ہمکو اسکی اصلیت اور نماز کے ارکان کی لمیت پر بحث کرنی ہوگی اور سمجھانا پڑیگا کہ وضو کیون فرض کیا گیا ہے؟ اور نماز کے ارکان کیون قرار پائے ہین"

دین اسلام

پھر دین اسلام کی نسبت اسطرح بیان کیا "میرا عقیدہ ہے کہ مذہب اسلام ایک مکمل اور آخری مذہب ہے۔ مجھکو خدا کے اس قول پر یقین کامل ہے کہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" مگر جب مفسرین (خدا اُنپر رحمت کرے) اس تکمیل کے یہ معنی بتائین کہ خدا نے فلان جانور کو حلال اور فلان جانور کو حرام بتا کر دین کو کامل کر دیا ہے۔ تو مین اُنسے مخالفت کرتا ہون گو کہ وہ فخرالدین رازی ہون' یا ملا علی نیشاپوری' یا اُنسے بڑھکر اور کوئی۔ اور اُن بزرگون کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ جناب اگر یہی معنی تکمیل دین کے ہین تو سلام! مین کہتا ہون کہ یہ تفسیر غلط ہے' دین اسلام خدا کی توحید کے کامل طور پر بتانے سے' اُس کے ہر ایک فروع واصول کو روشن کر دینے سے مکمل ہوا ہے یہی تکمیل دین کی ہے اور اسی تکمیل کے سبب وہ آخری دین ہے اور اسی تکمیل کے سبب قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی بغیر تبدیل کے قائم رہیگا"

تائید اسلام کی وجہ

پھر لکچر کے اختتام پر یہ الفاظ کہے کہ "جو تائید اسلام کی مین نے اپنی دانست مین اختیار کی ہے وہ اسوجہ سے نہین کی کہ مین مسلمان ہون اور مسلمان کے گھر مین پیدا ہوا ہون اور خواہ نخواہ مجھکو اسلام کی تائید کرنی چاہیئے

نہ چھوڑینگے اور خاص اُس روشنی کو جو قرآن و حدیث سے حاصل ہوتی ہے نہ تلاش کرینگے اور حال کے علوم سے مذہب کا مقابلہ نہ کرینگے تو مذہب اسلام ہندوستان سے معدوم ہو جایگا۔ اسی خیر خواہی نے مجھکو برانگیختہ کیا ہے جو مین ہر قسم کی تحقیقات کرتا ہون اور تقلید کی پرواہ نہین کرتا؛ ورنہ آپکو خوب معلوم ہو کہ میرے نزدیک مسلمان رہنے کے لئے اور بہشت مین داخل ہونے کے لئے ائمہ کبار تو درکنار مولوی جٹو کی بھی تقلید کافی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہ لینا ہی ایک ایسی طہارت ہے کہ کوئی نجاست باقی نہین رہتی۔ پس مین چاہتا ہون کہ بدلائل و مباحثہ مجھکو قائل کر دیا جائے کہ میری یہ رائے صحیح ہے یا غلط؟ اور مین دشمن اسلام ہون یا مثل ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دوست اسلام ہون؟ آیا مین جو اسلام کو ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ سے زیادہ دوست رکھتا ہون اور یقین کرتا ہون کہ ابو حنیفہ اور شافعی تو درکنار' ابوبکر اور عمر بھی بالفرض اگر کچھ غلطی کرین تو بھی اسلام مین کچھ نقص نہین ہو سکتا' اور میرا یہ اعتقاد کہ اگر تمام عالم کافر ہو جائے یا تمام عالم فرشتہ ہو جائے تو خدا کی خدائی مین کچھ زیادتی یا نقصان نہین ہوتا' اسی طرح اسلام کے مسائل کا حال ہے کہ اگر تمام مجتہدین صواب پر ہون یا خطا پر اصل اسلام کی جو روشنی ہے اُسمین کچھ نقص نہین ہے پس یہ اعتقاد میرا صحیح ہے یا غلط؟

پھر اسی خط مین لکھتے ہین "لوگون نے جو اخبارون مین مجھکو برا بھلا لکھا اس سے آپ کو غصہ آگیا معلوم نہین کہ آپنے آرٹکل مین کیا لکھا ہوگا؟ مگر مجھکو کہانتک بچاؤگے؟ مین تو ہدفِ تیرہای ملامت ہو گیا ہون اور روز بروز ہوتا جاؤنگا۔ شاید بعد میرے کوئی زمانہ آوے جب لوگ میری دلسوزی کی قدر کرین۔

ایک اور خط مین لکھتے ہین " مین سچ کہتا ہون کہ جسقدر نقصان اسلام کو تقلید نے پہنچایا ہی اتنا کسی چیز نے نہین پہنچایا۔ شخصِ اسلام کے حق مین تقلید سنکھیا سے بھی زیادہ زہر قاتل ہے۔ بلاشبہہ ہمنے علما کو مثل یہود و نصاریٰ کے اَرْبَاباً مِن دُونِ اللہ سمجھ لیا ہے خدا اس گناہ سے سب مسلمانون کو بچائے۔ آمین! اے میرے دوستون کو اور

لکھنے کے لائق ۔ اگرچہ مین یقینی سمجھتا تھا کہ آپ کے خیالات وہی قدیم پرانے دقیانوسی ہندوستانیون کے سے ہین،
حال کے زمانہ کی جو باتین ہین نہ وہ ذہن مین آتی ہین اور نہ پسند ہوتی ہین، مگر خاص جس امر کی نسبت آپ
نے مجھے لکھا اُس کا نہایت تعجب ہے؛ اس لئے کہ میری نسبت اس قسم کے خیالات کی البتہ جاہل ناواقف آدمی کو گنجایش
ہوسکتی ہے، یا دشمن و حاسد جو کچھ چاہین خیال کرسکتے ہین، مگر آپ کو اس قسم کا خیال کیون ہوا؟ شاید بمقتضاے
محبت ایسا خیال ہوا ہو اس لئے کہ دوست کو ہمیشہ بُرے بُرے خیالات گذرتے ہین ۔ جیسا کہ مین خود اپنی تحقیق
سے۔ نہ تقلید سے۔ دین اسلام کو حق سمجھتا ہون اُسقدر یقین آپ کے شہر کے بڑے بڑے لمبی ڈاڑھی والون کو
اور ہزار ہزار دانہ کی تسبیح والون کو اور جو مکہ و مدینہ سے پیر و خلیفہ و مرشدی کا جُبّہ و دستار لیکر آتے ہین
اُنکو بھی نہین ہے والسلام"

تقلید کی مخالفت

ایک خط مین سید مہدی علی خان کو لکھتے ہین "مین سچ اپنے دل کا حال لکھتا ہون کہ اگر خدا مجکو
ہدایت نہ کرتا اور تقلید کی گمراہی سے نہ نکالتا اور مین خود تحقیقات حقیقتِ اسلام پر متوجہ نہوتا تو یقینی مذہب کو چھوڑ دیتا
فرض کرو کہ تقلید چھوڑنے مین مین کسی مسئلہ یا عقیدہ مین غلطی مین پڑون، چندان نقصان نہین، مسلمان تو ہونگا
... جناب مذہب اسلام تو آفتاب سے بھی زیادہ روشن اور سب کی آنکھون کے سامنے ہے وہ کوئی معما اور بدر چاچ کا
شعر نہین جس کے حل کرنے کو مولوی امام بخش صہبائی اور میر حسین معمائی درکار ہون ۔ خدا فرماتا ہے "ھو الذی
بعث فی الاُمّیّین رسولاً منھم" ذرا مہربانی سے قرآن کھولکر ملاحظہ فرمائیے اُسمین یہی لفظ ہین یا بجاے اُنکے
یہ الفاظ ہین "ھو الذی بعث فی الفلسفیّین رسولاً"

تقلید کی مخالفت

ایک اور خط مین لکھتے ہین " بھائی جان سنو! اب یہ وقت نہین رہا کہ مین اپنی مکنونات ضمیر کو مخفی رکھون ۔ مین صاف کہتا ہون کہ اگر لوگ تقلید[1]

[1] یہان تقلید سے مراد ہر امر مین سلف کی پیروی کرنا ہے نہ کہ تقلیدِ مصطلح فقہا ۱۲

"مگر ایک اَور عمدہ بات مین نے یہ ثابت کی ہے کہ نام آنحضرت کا مجمل توریت مین موجود ہے، چنانچہ عبری توریت مین وہ لفظ اور نشان شمائل آنحضرت کے بجنسہ نکالے ہین مگر افسوس ہے کہ اسپر بھی مین کافر ہون اور یارانِ بادفروش وعظگو مسلمان !! کیا اُنھون نے خدا کو بھی اپنا ہی سا نابینا یقین کیا ہو ؟ ..... مین یقین کرتا ہون کہ جسقدر لوگ مجھکو بُرا کہتے ہین اگر خدا مجھے اُسپر صبر کامل عطا کرے تو میرے لئے ایک نہایت عمدہ زادِ راہ دوسری دنیا کے لئے ہے جہان ہمیشہ رہنا ہے ایسا کس کا نصیب جسکو نہایت عمدہ زادِ راہ وہان کے لئے ہاتھ آوے"

ایک اور خط مین درباب طیور منخنقۂ اہل کتاب کے لکھتے ہین "جو کچھ غُصہ آپ کو مجھ پر درباب گردن مروڑی ہوئی مرغی کے ہی وہ میری گردن پر مگر مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ علمای ترکستان (یعنی ٹرکی) نے بلا کسی تامل کے اسکو جائز کیا ہے، تمام ترک جنکی خاک پا ہونے کی بھی ہمکو لیاقت نہین ہے - سب بے تامل کھاتے ہین - ایک بہت بڑے دیندار عالم نے - جو ترکستان (یعنی ٹرکی) سے آیا تھا اور ایسا سخت مذہب مین تھا کہ باوجود میرے اصرار کے فوٹوگراف کی تصویر کھچوانے سے انکار کیا - درباب گردن مروڑی مرغی کے مجھسے کہا کہ "ھذا قصور النصارٰی لا باس لنا فی اکلہ قد احل اللہ لنا طعام اھل الکتاب" علاوہ اسکے جو شخص احتیاطاً اسکا مرتکب نہو نہایت عمدہ بات ہے، مگر اسکو مسئلہ شرعی ٹھیرانا اور اُسکے مرتکبین کو آکلِ حرام قرار دینا نہایت مضر اور اسلام کے پانو پر بیشۂ خود تیشہ زدن ہے - اس فقرہ کے معنی آپ کی سمجھ مین نہین آئینگے ؛ انشاء اللہ عنقریب خدمت عالی مین حاضر ہو کر اسکی تفسیر عرض کرونگا"

ایک شخص نے اُنسے دریافت کیا کہ جو شخص منکر خدا ہو وہ بھی - جیسے کہ بعض لوگ کہتے ہین - مہذب ہوسکتا ہے یا نہین ؟ اسکے جواب مین سرسید لکھتے ہین "سوائے توحید ذات باری تعالے کے ماننے کے تہذیب نفس انسانی اور شایستگی حاصل نہین ہوسکتی"

مولوی مہدی علی میرے پیارے دوست کو سب سے پہلے آمین ثم آمین ثم آمین "

تعصب

ایک اور خط مین لکھتے ہین " تعصب خود برخلاف شریعت ہے، ہندوستان کے مسلمان اسمین گرفتار ہین، خدا کی نامہربانی اُنکی طرف رجوع ہے .... پھر اسکا علاج کیا ہے ؟ خدا کے ساتھ لڑائی غیر ممکن ہے . دنیا مین جو کتابین تصنیف ہو رہی ہین اور ہر روز چھپتی ہین اور بکتی ہین اُن مین جو حالات مسلمانون کے لکھے جاتے ہین اُنکو دیکھکر مرجانے کو دل چاہتا ہے . بہت سی باتین اُن مین بلاشبہہ سچ ہین اور درحقیقت ہم نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہے جس سے اسلام کو بدنامی ہے ..... میری صرف ایک لفظ لکھنے سے کہ "حیوان ہین" نالائقون کو اس قدر طیش کھانے کا بہانہ ہاتھ لگ گیا ہے اور انگریزی اخبارون اور تاریخون مین جو اوصاف چھپ رہے ہین اُنسے کسی کم بخت کو غیرت نہین آتی .

اسلام کی حالت

ایک اور خط مین خطبات احمدیہ کے بعض مضامین کے متعلق لکھتے ہین " افسوس صد افسوس ہمارے ہان کے مولویون نے ایسے صاف اور روشن مذہب کو ایسی لغو اور مہمل کہانیون مین ڈالدیا ہے، اور جب کوئی چاہتا ہے کہ اُسکی تحقیقات اور اُسپر غور کیا جائے تو اُسکو کافر، لامذہب، مرتد، عیسائی، حرام خور، مری مرغی کھانے والا بتاتے ہین "

" آیۂ یاتی من بعدی اسمہ احمد کا نہایت عمدہ بیان مسٹر ہگنز نے اپنی کتاب مین لکھا ہے اور بخوبی بجنسہ اس آیت کا موجود ہونا انجیل یوحنا مین ثابت کیا ہے اور وہ وہی مشہور لفظ فارقلیط کا ہے، مگر جسطرح پر کہ اُسکو مسٹر ہگنز نے ثابت کیا ہے اُسکو پڑھکر مسلمان متعصب مولویون کو غیرت کرنی چاہیئے کہ جو کام اُنکے کرنے کا تھا اُسکو ایک غیر مذہب کے منصف شخص نے کیا ہے . مین نے اُسمین کچھ اضافہ نہین کیا، بعینہ مسٹر ہگنز کی تحریر نقل کر دی ہے "

نہین لانا چاہیے پہلے اُمورِ معظم اور اصول کو رائج کرنا چاہیے، تصاویر و تماثیل کے جائز و ناجائز ہونے کے دلائل موجود نہین، اسکی نسبت فیصلہ کرنا اور ناجوازی و جوازی کی وجہ بتانا نہایت دقیق اصول پر مبنی ہے۔ تصاویر کا رواج خود بخود ہوتا جاتا ہے، پس جو بیل کر چل رہا ہے اُسکو آر مارنے کی کچھ ضرورت نہین ہے"

کسی نے سرسید کو بذریعہ تحریر کے اطلاع دی کہ ایک مولوی صاحب نے آپ کی مصنفہ کتابون کو اپنے ایک شاگرد سے۔ جو رئیس اعظم ہے۔ چھین کر آگ مین جلادیا۔ سرسید اُسکے جواب مین لکھتے ہین "اُنکو (یعنی مولوی کو) اس عمل سے کیا فائدہ ہوا؟ اگر وہ ہمارے مطبع سے بہت سی کتابین خرید کر جلاتا تو مطبع کو بھی فائدہ ہوتا اور اُسکا بھی دل ٹھنڈا ہوتا"

مستورات کے پردہ کی نسبت اُنکی رائے تعلیم یافتہ نوجوانون کے بالکل برخلاف تھی۔ وہ ہندوستان مین مسلمانون کی حالت کو اس قابل نہین سمجھتے تھے کہ اُنکی عورتین مُنہ کھولے بے حجاب بازارون مین پھرین۔ ایک دفعہ شاید مولوی عبد الحلیم شرر نے اپنے اخبار مین اُنکی نسبت لکھدیا تھا کہ وہ پردہ کے مخالف ہین۔ اسپر منشی سراج الدین نے اُنسے اس باب مین اُنکی رائے دریافت کی۔ سرسید اُنکے خط کے جواب مین لکھتے ہین "مین پردہ کی رسم کا متعدد وجوہ سے نہایت طرفدار ہون، اور بالتخصیص ہندوستان مین۔ اسمین میرا کچھ اجتہاد نہین ہے نہ مین نے کبھی اسپر غور کیا، مگر فقہاے اسلام کا یہ مسئلہ ہے کہ مُنہ اور ہاتھ پہنچے تک اور پانو ٹخنے تک ستر مین داخل نہین ہین۔ فقہاے متاخرین نے بسبب فسادات زمانہ کے مُنہ کو بھی پردہ مین داخل کیا ہے۔ مولوی شرر نے میری نسبت غلط لکھدیا ہے، شاید مین نے کسی کے سامنے کہا ہوگا کہ شرعاً مُنہ اور ہاتھ پردہ مین داخل نہین ہین، اُنکو چاہیے کہ خود فقہ کی کتابین دیکھین"

ایک دفعہ کسی شخص نے مسئلۂ متعہ پر بحث کرتے ہوے اخبار مین سرسید کی نسبت یہ لکھدیا

فضول مذہبی بحثون سے اجتناب

سرسید مذہبی مسائل مین اُس میدان سے۔ جسکو اُنھون نے اسلام اور اہل اسلام کی حمایت کے لئے لازم پکڑ لیا تھا۔ سر مو تجاوز کرنا نہین چاہتے تھے۔ اگر کوئی نبوت بلکہ خدائی کا بھی دعوے کرتا تو اُنکو اُسکا رد لکھنے سے کچھ سروکار نہ تھا' وہ اکثر معترضین کے حملون یا اعتراضون کو ہنسی مین ٹال دیتے تھے اور اپنے دوستون کو فضول بحثون سے۔ جنسے مسلمانون مین تفرقہ پڑنے کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہو۔ ہمیشہ روکتے رہتے تھے اور کبھی کسی ایسے مسئلہ سے تعرض نہ کرتے تھے جو اُن کے دائرہ کی حدود سے باہر ہو۔

ایک شخص نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت۔ جنکو صاحب الہام اور مثیل مسیح ہونے کا دعوے ہی۔ ایک طول طویل خط سرسید کو لکھا۔ اُسکے جواب مین وہ لکھتے ہین "مخدومی! ہر شخص یہانتک کہ شہد کی مکھی بھی الہام کا دعوے کرسکتی ہے مگر اُسکا نتیجہ کیا؟ اور کسی کو کسی کے الہام سے کیا فائدہ اور نقصان پہنچ سکتا ہے؟ نادان ہین وہ جو اُنسے جھگڑا کرتے ہین والسلام"

ایک اور شخص نے مرزا صاحب کے خیالات کی مخالفت مین کچھ لکھنے کا ارادہ سرسید سے ظاہر کیا اُسکے جواب مین وہ لکھتے ہین "آپ جو رسالہ نسبت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھنا چاہتے ہین کیا آپ کو بھی کچھ مالیخولیا ہوگیا ہے؟ اس لغو حرکت سے کچھ فائدہ نہین اور مجھکو ہرگز اسقدر فرصت نہین ہے کہ نسبت حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کے۔ جو محض غلط روایات پر مبنی ہے۔ کچھ لکھون"

منشی سراج الدین نے اُنسے دریافت کیا کہ گھر مین تصویر رکھنی کیسی ہے؟ اُسکے جواب مین لکھتے ہین "اِن چیزون کو موجودہ حالت مین بحث مین لانا مسلمانون کی ترقی مین ہرج ڈالنا اور اُنکو متوحش اور زیادہ متنفر کرنا ہے۔ یہ امور نہایت جزئیات ہین جنکی بحث سے ترقی تعلیم اور ترقی تہذیب مین ہرج پڑیگا۔ پس اُسکو ہرگز بحث مین

"جہان وبا ہے وہان داخل ہونا اور وبا کے مقام سے چلا جانا دونوں یکسان حالت ہے .... اگر اسباب کی طرف توجہ ممنوع ہو تو جہان وبا ہے وہان جانے کا امتناع غلط ہو جاتا ہے اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ایسے مقام سے چلا جانا ممنوع ہوتا ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام کو جا رہے تھے اور معلوم ہوا کہ وہان وبا ہے تو صحابہ سے صلاح کی اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ مت جاؤ ! اُسوقت ابو عبیدہ نے کہا "افراراً من قدر اللہ" اُسکے جواب مین حضرت عمر نے کہا "نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ" پس اس جواب سے ٹھیک مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور یہی جواب اُس شخص کی جانب سے ہوتا ہے جو اس مقام سے جہان وبا ہے چلا جائے اور کوئی شخص اُسکو کہے کہ افراراً من قدر اللہ تو اُسکا جواب یہی ہوگا کہ نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ۔ پس جب ان تمام حدیثوں اور اُنکے الفاظ و مقاصد پر غور کرو تو یہی مطلب و حکم پایا جاتا ہے جو مین نے بطور خلاصہ کے اول لکھ دیا ہے ۔ یہ بات کہ جو عزیز اقربا جن کی تیمارداری اُسکے ذمہ ہے اور وہ مبتلا ہون اور وہ شخص وبا کے ڈر سے اُنکو چھوڑ جاوے یہ ایک دوسرا گناہ ہے ؛ عام بحث سے اسکو تعلق نہین ۔ اُس شخص کی نسبت وہ حدیث ہے جو بخاری "اجر الصابر فی الطاعون" مین مذکور ہے "

اسلام اور شعائر اسلام کا ادب

اسلام اور شعائر اسلام کا ادب ' قرآن مجید کا ادب ' اور خدا اور رسول کے نام کی تعظیم سرسید کے دل مین کسی اعلے سے اعلے درجہ کے صوفی خوش اعتقاد سے کچھ کم نہ تھی ' بلکہ بعض موقعون پر اس سے بھی کچھ بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی یہان چند شہادتین بطور نمونہ کے ذکر کیجاتی ہین ۔

بمبئی کے ایک شخص نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ اُردو تحریرون مین علامات وقف وہی مقرر کرنے چاہئین جو قرآن مجید مین لکھے جاتے ہین ۔ سرسید نے اُنکو لکھا "ہم نہین پسند کرتے کہ جو علامتین مدت سے قرآن مجید کی تحریر مین مخصوص ہو گئی ہین وہ اُردو تحریر مین مروّج کی جائین اور آیت و مطلق وغیرہ جو خاص

کہ اُنکی رائے ہو کہ حضرت علی مرتضےٰ نے متعہ کیا ہے ۔ اُنھون نے فوراً اخبار نویس کو لکھا کہ " میرا ہرگز یہ عقیدہ نہین کہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام یا ائمۂ اطہار مین سے کسی ایک نے بھی متعہ کیا ہے "

سرسید سے - جیسا کہ ہم پہلے کسی موقع پر لکھ چکے ہین - اکثر لوگ اُن مسائل مذہبی کی نسبت رائے پوچھتے تھے جن پر آج کل نئے خیالات کے لوگون کی توجہ مبذول ہے اور سرسید سب کام چھوڑ کر ایسے سولات کا جواب فوراً لکھتے تھے ۔

وبا سے بھاگنا

کسی نے اُنسے پوچھا ہے کہ جہان وبا ہو وہان سے دوسری جگہ چلا جانا جائز ہے یا نہین ؟ اُسکے جواب مین لکھتے ہین " جس شہر مین وبا ہو وہان سے چلا جانا وبا سے بچنے کو - مع اس اعتقاد کے کہ اگر خدا نے اس فعل سے ہمارا وبا سے بچنا مقدر کیا ہے تو بچینگے اور مقدر نہین کیا تو باوجود چلے جانے کے نہین بچینگے - خلاف شرع و احکام رسول خدا صلعم نہین ہے ۔ مذہب اسلام کا اصول یہ ہے کہ ہر کام کرلئے جو اسباب ہون اُن اسباب کو فاعل حقیقی نہ سمجھے بلکہ فاعل حقیقی خدا کو سمجھے جو علۃ العلل تمام افعال و واقعات کا ہے .... جسطرح کہ آدمی امراض مین دوا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ دوا مرض کے لئے مفید ہے مگر اسکے ساتھ ہی یقین کرتا ہے کہ اگر خدا نے صحت مقدر کی ہے تو صحت ہوگی - اسی طرح جہان وبا ہے وہان سے چلا جانا مثل دوا کے ہے ۔ اگر خدا نے بچنا مقدر کیا ہے تو اس دوا سے فعل سے فائدہ ہوگا نہین تو نہین ۔ بخاری مین جو حدیثین ہین اُنکا بھی یہی مطلب ہے ۔ ایک حدیث مین ہے " فلا تخرجوا منھا " مگر اس حدیث کے الفاظ پورے نہین ، اسکے بعد جو حدیثین ہین اُنکے الفاظ پورے ہین " فلا تخرجوا فرارًا منہ " جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھکر چلا جانا - کہ ہم اُس سے بھاگ کر بچ جاوینگے - منع ہے ؛ کیونکہ اگر اللہ نے مقدر نہین کیا (یعنی بچنا) تو بھاگ کر نہین بچ سکتے "

استعمال کرین جو خاص ربِ واحد معبود وغیرہ نے اپنی عبادت مین استعمال کرنے کے لئے بطور شعائر اللہ مقرر کئے ہین!
افسوس کہ جس وقت ہمارے دوست ہمکو نصیحت کرتے ہین اُس وقت اُن کو اُن الفاظ کی عظمت کا اور ہمارے کامون
کی خسّت کا خیال نہین رہتا اور چاہتے ہین کہ ہم اپنے خسیس اور ذلیل کامون مین خدا کی عظمت اور اُسکے شعائر کی حرمت
کو بھول جاوین اور انھین ذلیل دنیاوی کامون مین شعائر اللہ کو گڈمڈ کر کے اُسکی عظمت کو لوگون کے دلون سے
کھودین. کیا ہمکو زیبا ہے ؟ کہ اپنے لغو اور ذلیل دنیاوی کامون مین اُس منبر کی - جسپر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
(بابی انت و اُمی یا رسول اللہ) کھڑے ہو کر وعظ فرمایا' قرآن مجید لوگون کو سُنایا' خطبات روحانی ارشاد فرمائے
صحابہ اور ائمہ علیہم السلام نے اُس سنت کو اختیار کیا اور اب ہماری مسجدون کے لئے مخصوص ہے جسپر وہی سنت ادا کیجاتی ہے
نقل بنا کر کھڑے ہون..... یہی خیالات ہین جنکے سبب سے لوگ ایسی باتین کر بیٹھتے ہین جنسے ہمارا دل تو کانپ
جاتا ہے ؛ ایک اخبار نکالا جاتا ہے جس کا نام (توبہ توبہ) منشور محمدی رکھا جاتا ہے. کیون اُسکا دل پھٹ نہ گیا اور
کیون اس کا قلم ٹوٹ نہ گیا جو اُس نے ان لفظون کو لکھا. ایک اخبار نکالا جاتا ہے جس کا نام اسلام رکھا جاتا ہے
وہ نہین سمجھتا کہ کس مقدس نام کو کس جگہہ استعمال کرتا ہے اور اسلام کی عظمت کو دل سے بھلاتا ہے ؟ ایک اخبار نکلتا ہے
اور مخبر صادق (ہائے افسوس کس دل سے) اُس کا نام رکھا جاتا ہے. کوئی اخبار الصّدّیق کے نام سے مشہور ہے"

ایک دفعہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس مین ایک رزولیوشن اس مضمون کا پیش ہوا
کہ کانفرنس کے چندہ کی آمدنی جمع رکھنے کو (یا اور کسی غرض کے لئے) ایک شخص امینِ قوم مقرر ہونا چاہئے"
سرسید نے یہ مضمون سنکر اور آبدیدہ ہو کر دردناک آواز سے کہا کہ" امین قوم تو صرف ایک شخص تھا سو گذر گیا اب
کوئی امینِ قوم نہین ہو سکتا' ہان اس عہدہ کا نام امانت دار قوم ہو سکتا ہے" چونکہ آنحضرت صلعم ابتداے عمر
سے عرب مین امین کے لقب سے مشہور تھے اسلئے اس لقب کا اطلاق کسی دوسرے شخص پر ہونا

اصطلاحات قرآن مجید کی ہین اَور تحریرون پر بولی جائین ۔ گو شرعاً و عقلاً اس مین کچھ قباحت نہو الا تعظیماً للقرآن المجید ایسا کرنا ہم پسند نہین کرتے "

خطون پر جو اکثر لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا حامدًا و مصلیًا لکھدیا کرتے ہین اُسکی نسبت وہ ایک جگہ لکھتے ہین " ہمکو نہایت افسوس ہے کہ لوگون نے اسلام کے مقدس الفاظ و مضامین کو ایک دل لگی کی بات بنالیا ہے اور سمجھتے ہین کہ یہ نہایت دینداری اور خدا پرستی اور نہایت ہی اتقا اور ٹھیٹ سنت پر چلنے کا کام ہے ؛ حالانکہ اس سے زیادہ اسلام اور اُسکے مقدس الفاظ و مضامین کی بے ادبی نہین ہوسکتی ۔ مسلمانون کے اس قسم کے برتاؤ سے اسلام کی برکت و منزلت اُنکے دل مین نہین رہی ۔ بعوض اسکے ۔ کہ اسلام کی باتون سے اُنکے دل مین نیکی خضوع اور خشوع پیدا ہو ۔ سختی اور قساوت پیدا ہوتی ہے ۔ حدیث نبوی کا بھی ۔ جس مین خدا کے نام سے کام شروع کرنے کا حکم ہے ۔ یہی منشا معلوم ہوتا ہے ؛ کیونکہ اُسکے الفاظ یہ ہین کُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَأۡ بِبِسۡمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبۡتَرُ " اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو امر ذی بال یعنی عظمت اور شان والا نہو وہ اس حکم سے مستثنےٰ ہے "

ایک صاحب نے ایجوکیشنل کانفرنس مین یہ راے ظاہر کی تھی کہ کانفرنس کے جلسون مین تحسین کے موقع پر بجاے تالی بجانے کے سبحان اللہ یا مرحبا یا جزاک اللہ کہا جایا کرے اور اجلاس کے موقع پر ایک منبر رکھا جایا کرے جسپر کھڑے ہوکر لوگ اسپیچ کیا کرین ۔ سرسید نے اس سے سخت ناراضی ظاہر کی اور کہا " ایسے جلسون مین جیسے کہ ہمارے جلسے دنیوی اغراض کے لئے ہوتے ہین اُن الفاظ کو استعمال کرنا جو شعائر اللہ مین سے ہین اُنکی ہتک حرمت کرنا ہے اور لاتحلوا شعائر اللہ مین داخل ہے ۔ کیا یہ افسوس کی بات نہین ہے کہ ہم ایک عاشقانہ شعر پڑھین اور مے ناب کی خوبی کسی شعر مین باندھین ؛ یا ایک معشوق کے ہجر و وصل اور اُسکے خط و خال اور عشوہ و ناز توبہ شکن کو دلچسپ نظم مین ادا کرین ؛ اور سننے والے اُسکی تحسین مین اُن کلمات کو

وہ صرف اُن لوگون کے لئے ہے جو مذکورہ بالا عقائد پر پختہ یقین نہین رکھتے یا اُن پر معترض یا اُن مین متردد ہین ۔

سرسید نے ایک موقع پر اپنی تفسیر کی نسبت کہا کہ " اگر زمانہ کی ضرورت مجھکو مجبور نہ کرتی تو مین کبھی اپنے ان خیالات کو ظاہر نہ کرتا بلکہ لکھکر اور ایک لوہے کے صندوق مین بند کرکے چھوڑ جاتا اور یہ لکھ جاتا کہ جب تک ایسا اور ایسا زمانہ نہ آوے اُسکو کوئی کھول کر نہ دیکھے ۔ اور اب بھی مین اُسکو بہت کم چھپواتا ہون اور گران بیچتا ہون تاکہ صرف خاص خاص لوگ اُسکو دیکھ سکین ، سردست عام لوگون مین اُسکا شایع ہونا اچھا نہین "

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرسید کو ایک خاص تعلق اور غایت درجہ کی ارادت اور سچی محبت معلوم ہوتی تھی ۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ جس حدیث کا مضمون آنحضرت صلعم کی جلالتِ شان کے منافی ہو میرے نزدیک وہ یقینی موضوع و مفترا ہے اگرچہ تمام محدثین کا اُسکی صحت پر اتفاق ہو ۔ بعض روایتون پر جنکے ذریعہ سے مخالفون کو آنحضرت ؐ پر طعن کرنے کا موقع ملا ہے ۔ وہ بعض اوقات نہایت غیظ و غضب مین آکر یہ کہہ اُٹھتے تھے کہ اگر اسکا راوی میری حکومت مین یہ روایت کرتا تو مین اُسپر مفتری کی حد جاری کرتا ۔

منشی سراج الدین نواب انتصار جنگ سے روایت کرتے ہین کہ " سید صاحب کے کفر کا فتوے جو مولوی امداد العلی نے علما کے پاس مُہر و دستخط کے لئے بھیجا تھا ۔ جب وہ مولوی سراج احمد مرحوم سنبھلی کے پاس پہنچا تو اُنھون نے اُسکو پڑھکر یہ کہا کہ " مین ایسے شخص کی نسبت کفر کے فتوے پر کیونکر دستخط کرسکتا ہون جسکو مین نے اپنی آنکھ سے آنحضرت صلعم کے ذکر پر چشم پر آب اور زار زار روتے دیکھا ہے " ؟

سرسید نے اپنی تفسیر مین ایک موقع پر اپنے چند فارسی اشعار لکھے ہین جنمین سے دو شعر

اُنھون نے گوارا نہین کیا ۔

ایک شخص نے سرسید سے استفسار کیا تھا کہ اگر نماز مین قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لیا جاوے تو آپ کے نزدیک کچھ قباحت تو نہین اسکے جواب مین اُنھون نے یہ لکھ بھیجا " مخدومی نماز مین قرآن مجید بلفظہٖ نہ پڑھنے اور اُسکا ترجمہ پڑھ لینے مین بجز اسکے اور کچھ قباحت نہین کہ نماز نہین ہوتی "

ایک اور شخص نے اُنسے دریافت کیا تھا کہ قرآن کا ترجمہ - جو آپ نے اپنی تفسیر مین کیا ہی - اگر قرآن سے علحدہ چھاپ لیا جاوے تو آپ اس کی اجازت دیتے ہین یا نہین ؟ اسکے جواب مین اُنھون نے لکھا " اول تو یہ بتلاؤ کہ ایسے مُفرد ترجمہ کو خریدیگا کون ؟ دوسرے یہ کہ جو ترجمہ تفسیر کے ساتھ کیا گیا ہے وہ نہایت سرسری طور پر ہوا ہے اگر صرف ترجمہ چھاپا جاوے تو نظر ثانی کا محتاج ہے اُسکا اہتمام اسطرح پر کہ صرف اُردو بغیر متن قرآن کے چھاپا ہو ہرگز پسند نہین ہے ' نہ مین اُسکی اجازت اپنی زندگی مین دونگا ۔ مین اسکو نہایت عظیم گناہ سمجھتا ہون لیکن اگر مع متن قرآن مجید چھاپا جاوے تو مین نظر ثانی کرنے کی محنت گوارا کرونگا والسلام "

تفسیر قرآن لکھنے کی غایت

قرآن مجید کی تفسیر لکھنے سے سرسید کا مقصد - جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے - یہ ہرگز نہ تھا کہ اُسکے مضامین عام طور پر تمام اہل اسلام کی نظر سے گذرین ۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مولوی نہایت معقول اور ذی استعداد اُنکے پاس آئے اور کہا کہ مین آپ کی تفسیر دیکھنے کا مشتاق ہون ' اگر آپ مستعار دین تو مین دیکھنا چاہتا ہون ۔ سرسید نے اُنسے کہا کہ آپ کو خدا کی وحدانیت اور رسول خدا صلعم کی رسالت پر تو ضرور یقین ہوگا ؟ اُنھون نے کہا " الحمد للہ " پھر کہا کہ آپ حشر و نشر اور عذاب و ثواب اور بہشت و دوزخ پر اور جو کچھ قرآن مین قیامت کی نسبت بیان ہوا ہے سب پر یقین رکھتے ہونگے ؟ اُنھون نے کہا " الحمد للہ " سرسید نے کہا بس تو میری تفسیر آپ کے لئے نہین ہے '

پاک ہین آلایشون مین - بندشون مین بے لگاؤ   رہتے ہین دنیا مین سب کے درمیان سب سے الگ

سیکڑون پھندون مین یہان جکڑا ہوا ہے بند بند   پر ٹٹولے کوئی دل اُن کا تو وہان سب سے الگ

یہ شخص اپنے فرائض کے سوا - جنکو وہ اپنے اوپر لازم سمجھتا تھا - درحقیقت کسی چیز سے تعلق نہ رکھتا تھا ۔ باوجود قطعی مایوسی کے - جو اُسکو مسلمانون کی ترقی کی طرف سے تھی اور جسکو وہ اکثر پرایوٹ صحبتون مین نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا تھا - اُسکی کوشش ین اخیر دم تک برابر جاری رہین ۔ حالانکہ اُسکو یقین تھا کہ مسلمانون پر مُردنی چھا گئی ہے اور قومی زندگی کی رمق اُنمین مطلق باقی نہین رہی باوجود اسکے وہ دن رات اُنکی ترقی کی تدبیرون مین مصروف تھا اور جن کامون کو وہ بے سود و لاحاصل سمجھتا تھا اُنمین اُسکی سرگرمی و دلچسپی دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہر ایک کام مین اُسکی جان اٹکی ہوئی ہے ۔ یہ اُسی کی ہمت اور اُسی کا حوصلہ تھا جو اُسکی ذات پر ختم ہو گیا۔

وہ اپنے نہایت عزیز اور خالص دوست اور مددگار نیاز محمد خان رئیس جالندھر کو اُنکے تعزیتی تار کے جواب مین لکھتے ہین "آپ کا تار ہمدردی کا پہنچا' جو دلی محبت اور عنایت آپ کی مجھ ناچیز پر ہے اُسکا مین صرف شکرگزار ہی نہین ہون بلکہ مین بھی اُسکو نہایت محبت و قدر سے دیکھتا ہون ۔ اگرچہ سید حامد مرحوم کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا ہے لیکن خدا نے صبر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ قومی بھلائی کے کام مین زیادہ مصروف ہو' کیونکہ وقت موت معلوم نہین ہے اور تو بھی جلد آنے والا اور دنیا اور عزیز قوم کو چھوڑنے والا ہے' پس قومی بھلائی مین زیادہ کوشش کر ۔ والسلام"

وہ اُن لوگون مین سے نہ تھا جو لوگون کو دنیا سے نفرت دلاتے ہین اور خود مال و دولت جمع کرتے ہین بلکہ وہ وہ شخص تھا جو ایک امید موہوم پر - کہ شاید قوم دنیوی ذلت سے نکلے - اپنا

یہان نقل کیے جاتے ہین جنسے اُنکے دل کا لگاؤ جو آنحضرت کے ساتھ تھا ظاہر ہوتا ہے

خدا دارم، دلِ بریان زعشقِ مصطفےٰ دارم ۔۔۔ ندارد ہیچ کافر سازو سامانے کہ من دارم

زجبریلِ امین قرآن بہ پیغامے نمے خواہم ۔۔۔ ہمہ گفتارِ معشوق ست قرآنے کہ من دارم

جس زمانہ مین کہ وہ سر ولیم میور کی کتاب لائف اوف محمد کا جواب لکھنے کی تیاری کر رہے تھے اُنھون نے ولایت سے مولوی سید مھدی علی خان کو ایک خط مین یہ الفاظ لکھے تھے "معصم ارادہ کر لیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی سیر مین۔ جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا۔ کتاب لکھی جائے، اگر تمام روپیہ خرچ ہو جاوے اور مین فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤن تو بلا سے، قیامت مین یہ تو کہکر پکارا جاؤنگا کہ اُس فقیر مسکین احمد کو۔ جو اپنے دادا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر فقیر ہو کر مر گیا۔ حاضر کرو، ما را ہمین تغمۂ شاہنشاہی بس ست"

سر سید کو اس وجہ سے کہ وہ مسلمانون کی دنیوی ترقی کے لئے کوشش کرتے تھے، اُمرا سے ملتے تھے، حاکمان وقت سے میل جول رکھتے تھے اور خود دنیادارون کیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ کہا جا سکتا تھا کہ وہ دنیادار ہین لیکن اُنکی حالت پر نظر کرنے سے بمشکل اُنکو عرفی معنون مین دنیادار کہہ سکتے تھے۔ ایک بزرگ کا حال۔ جو بظاہر تعلقات مین گھرے ہوے معلوم ہوتے تھے مگر دل کو کسی چیز سے تعلق نہ تھا۔ لکھا ہے کہ وہ اپنے اصطبل کے گھوڑے دیکھ رہے تھے، کسی نے طنز کے طور پر کہا کہ جس دل مین خدا ہو اُسمین گھوڑے نہین سما سکتے۔ اُنھون نے کہا "این میخہا در گِل زدہ ام نہ در دل" سر سید کا حال دیکھکر اس مقولہ کی بخوبی تصدیق ہوتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ ایسے لوگ اب بھی دنیا مین موجود ہین جو باوجود کثرت تعلقات کے ہر ایک تعلق سے آزاد ہین اور جن کی نسبت کہا گیا ہے

تعلقات دنیوی سے بے تعلقی

کرتے ہوئے ہمیشہ اُنکے چہرہ سے ایک رقت آمیز بشاشت ظاہر ہوتی تھی۔ باوجودیکہ مدت سے یہ کوچہ چھُٹ گیا تھا وہ مرنے سے چند سال پہلے زیادہ تر اسی ارادہ سے دلی گئے کہ شاہ صاحب کے مزار پر حاضر ہون۔ اور ہمیشہ حضرت مجدد کے مزار پر جانے کے لئے سرہند جانے کا قصد رکھتے تھے۔ ایک خط مین سردار محمد حیات خان صاحب کو لکھتے ہین "مائی ڈیر حیات! آپ کا عنایت نامہ پہنچا..... بعد برسات پٹیالہ جانا ہوگا۔ آپ کی ملازمت کو بھی جی چاہتا ہے اور سرہند مین حضرت مجدد کے مزار کی زیارت کا ارادہ ہے، کیا عجب ہے کہ ملتان تک آنا ہوجائے۔ ملتان مین کن کن بزرگون کی زیارت ہے، اُنسے اجازت لے لیجئے اور یہ بھی دریافت فرمالیجے کہ کیا عنایت ہوگا"

تصورِ شیخ کے مسئلہ کے متعلق۔ جس پر طریقہ نقشبندیہ مین سالک کی ترقی کا دار و مدار ہے جو خیالات سرسید نے ۱۸۵۲ع مین اپنے رسالہ موسومہ بہ نمیقہ مین ظاہر کئے تھے وہی خیالات وہ اُسکی نسبت اخیر دم تک رکھتے تھے۔ مگر جس طرح وہ اور باتون مین کسی کے مقلد نہ تھے اسی طرح تصوف مین بھی اُنکے خیالات بالکل آزاد تھے۔ وہ کہتے تھے کہ دنیا مین رہکر دنیا سے بے تعلق رہنا اور جو قوٰے خدا تعالیٰ نے انسان مین ودیعت کئے ہین، اُنکو اپنے اپنے موقع پر بغیر افراط و تفریط کے استعمال کرنا تمام تصوف کا خلاصہ ہے یہی اُنکا قول تھا اور اسی کے موافق اُنکا عمل تھا۔

وہ ایک دوست کو اُسکے خط کے جواب مین لکھتے ہین "سب سے بڑا کام انسان کے لئے دنیا مین یہ ہے کہ دنیا کو برتے اور دل کو اُس سے تعلق نہو مولانا روم فرماتے ہین "چیست دنیا از خدا غافل بُدن" مگر میرے نزدیک اس مین کسی قدر غلطی ہے خدا سے غافل ہونا انسان کی طاقت سے باہر ہے خود خدا ایسا ہمارے پیچھے پڑا ہے کہ اگر ہم چھوڑنا بھی چاہین تو نہین چھوٹتا اسی طرح ہم بھی خدا کے ایسے پیچھے پڑے ہین کہ اگر خدا خود

دھن تن من سب قوم پر قربان کر گیا۔ اُسنے اپنے اُس بڑے فرض کے ادا کرنے کی جلدی مین جسکے لئے ولایت کا سفر اختیار کیا تھا۔ اپنی ہزارون روپیہ کی جائداد اور اثاث البیت اور ہزارون روپیہ کی کتابین ٹکے دھڑے کے بھاؤ فروخت کر دین اور اُسکے دل پر ذرا میل نہ آیا' اُسنے غدر کے بعد لاکھ روپئے سے زیادہ مالیت کا تعلقہ لینے سے ایسی بے پروائی کے ساتھ انکار کر دیا کہ کوئی دو چار بیگھہ زمین کے لینے سے بھی اسطرح انکار نہین کر سکتا' وہ اکثر ایسی تنگی کی حالت مین کہ گھر مین خرچ کرنے کو ایک پیسا نہ ہوتا تھا اپنی ساری تنخواہ خزانہ سے منگوا کر مدرسہ کی ضرورتون مین اُٹھا دیتا تھا اور جب تک مدرسہ کا روپیہ وصول نہ ہوتا آپ قرض وام کرکے گذارہ کرتا تھا' جب وہ مرض الموت مین مبتلا ہوا تو بقول مسٹر آرنلڈ کے نہ اُسکے پاس رہنے کو گھر تھا نہ مرنے کو' اور جب وہ مرا تو اُسکی تجہیز و تکفین کے لئے ایک پیسا گھر مین سے نہ نکلا۔ کیا اس سے زیادہ کوئی زاہد کوئی صوفی کوئی درویش دنیا سے بے تعلق ہو سکتا ہے ؟ اور کیا ہمکو ہندوستان کے کرورون مسلمانون مین کوئی ایسا کافر مل سکتا ہے؟

وللہ در من قال

دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

اگرچہ سرسید کی تمام زندگی دنیادارون کی زی مین بسر ہوئی مگر اس مین شک نہین کہ شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ کا رنگ جو ابتداے عمر مین اُنپر چڑھ گیا تھا وہ نفس واپسین تک بدستور چڑھا رہا۔ اُنکے بعض خوابون سے جو ضمیمہ کتاب مین نقل کئے گئے ہین اُنکی طبیعت کو ایک خاص تعلق طریقۂ نقشبندیہ کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ نیز اُنھون نے اپنی اکثر تحریرون مین مشائخ نقشبندیہ کا ذکر ایسے طور پر کیا ہے جس سے اُس تعلق کا کافی ثبوت ملتا ہے؛ خصوصاً شاہ غلام علی صاحب کا ذکر

سرسید کی مذہبی زندگی مین دو ایسی متضاد خاصیتین پائی جاتی تھین جو ایک مذہبی آدمی مین بہت ہی کم جمع ہوتی ہین ۔ حالانکہ اسلامی حمیت اُنمین کوٹ کوٹ کر بھری تھی باوجود اسکے مذہبی تعصبات سے وہ بالکل پاک تھے ۔ جس بے تعصبی سے اُنھون نے فصل خصومات کا کام انجام دیا اور جسطرح کہ ہر مذہب و ملت کے لوگون کے ساتھ اُنکا برتاؤ بحیثیت ایک جج ہونے کے یکسان اور بے طرفدارانہ رہا اُسکو۔ جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے - ہر قوم اور ہر فرقہ کے لوگون نے برابر تسلیم کیا ہے ۔ یہی حال اُنکے برتاؤ کا دوستی و ملاقات اور سوشل معاملات مین تھا اور یہی رنگ اُن مذہبی جھگڑون کے متعلق تھا جو سُنّی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد اور ہندو مسلمانون مین ہمیشہ پیش آتے تھے اور پیش آتے ہین ۔ اُنکے نہایت گاڑھے دوست جنکی دوستی اخوت کے درجہ کو پہنچ گئی تھی ہر مذہب اور ہر طریقہ کے لوگون مین موجود تھے جنکے ساتھ اخیر دم تک اُن کی یکجہتی و یکرنگی کا یکسان حال رہا ۔ گاے کی قربانی پر جو ہندو مسلمانون مین ہمیشہ تکرار رہتی ہو اُسکی نسبت وہ صاف صاف کہتے تھے کہ اگر ہم مین اور ہندوؤن مین دوستی قائم رہے تو یہ دوستی ہمارے لئے گاے کی قربانی سے بہت زیادہ بہتر ہے اور مسلمانون کا اس پر اصرار کرنا محض جہالت ہے ۔

اسی طرح وہ شیعون کی نسبت اپنے ایک دوست کو لکھتے ہین "بہت سے شیعہ ہین جنسے ہمسے نہایت دوستی ہے، وہ اپنے گھر مین ہمارے بزرگون پر تبرّا کیا کرتے ہین، کیا کرین، ہمارا کیا نقصان ہے"

ایک سال بکرید کے موقع پر کالج کے چند طالب علمون نے شریک ہوکر ایک گاے قربانی کے لئے خریدلی ۔ عین بکرید کے دن نماز عید کے بعد سرسید کو خبر ہوئی کہ کالج مین گاے کی قربانی ہونے والی ہے ۔ یہ سنکر وہ از خود رفتہ ہوگئے، فوراً سوار ہونے کے لئے گاڑی تیار کرائی اور اپنی

چاہے تو ہمکو چھوڑ نہین سکتا۔ بھلا دیکھین تو خدا ہمکو اپنے بندے اور اپنے مخلوق ہونے سے خارج تو کردے، خدا کی قدرت سے خارج ہے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

پس از خدا غافل بُدن چہ معنی دارد ؟ دنیا ہمارے برتنے کے لئے ہے ہم خوب چین سے اُسکو برتین مگر دل کو اُس سے تعلق نہ ہو۔ بس یہی سب سے بڑا کام ہے اور یہی تعلق کفر ہے جسکی نسبت رسول مقبول نے فرمایا "صاحب المال کافر"

ایک اَور دوست کو۔ جنکی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے۔ اُنکے خط کے جواب مین لکھتے ہین "آپ کا عنایت نامہ دردانگیز پہنچا جو رنج آپ کو ہے وہ بلاشبہہ ہمدردی کے لائق ہے۔ لیکن امر لاعلاج کا یہ علاج نہین ہے کہ انسان اُسی مین غلطان و پیچان رہے اور اَور سب کامون کو جنکے لئے خدا نے اُسکو پیدا کیا ہے چھوڑ بیٹھے، رضا بالقضا۔ جو اہل اللہ کا مقولہ ہے۔ نہایت عمدہ اور فلسفیانہ ہے "حتے المقدور انسان کو اُسپر عمل کرنا چاہئے" ...... میری دانست مین آپ کو اتباع والدہ صاحبہ جنکا حق جمیع امور پر مقدم ہے لازم ہے۔ آپ اُنکی صلاح کو مان لین اور شادی کرلین۔ امید ہے کہ آپ کی حالت موجودہ اور آیندہ درست ہوجائیگی۔ ایک بیوی کی وفات کے بعد دوسری بیوی کرنی کسی طرح اخلاق کے برخلاف نہین ہے۔ آنحضرت صلعم کو حضرت خدیجۂ کبرے سے نہایت محبت تھی، اُنکے بعد آپ نے نکاح فرمایا، کون شخص ہے جو کانشنس یا اخلاق مین آنحضرت صلعم سے زیادہ اپنے تئین قرار دے سکتا ہے ؟ تمام حالات و مشکلات جو آپ نے لکھی تھین وہ سب واردات حالیہ ہین جو کبھی قائم نہین رہتین۔ انسان کو چاہئے کہ اُن واردات حالیہ کو دل سے علحدہ کرکے سوچے کہ اُس کو کیا کرنا چاہئے۔ میری سمجھ مین والدہ صاحبہ کی اطاعت اور اُنکو رنج کی حالت مین نہ رکھنا تمام اخلاق اور عبادتون اور کانشنس کے جذبون سے افضل ہے۔ والسلام"

ایک دریا کا پانی پیتے ہین، مرنے جینے مین ایک دوسرے کے رنج وراحت مین شریک ہوتا ہے، ایک کو دوسرے سے بغیر ملے چارہ نہین، پس کسی چیز کو۔ جو معاشرت سے علاقہ رکھتی ہے۔ ان دونو کا علحدہ علحدہ رکھنا دونو کو برباد کر دیتا ہے"

پھر آگے چلکر اُنھون نے کہا کہ "قوم کا لفظ ملک کے باشندون پر بولا جاتا ہے، گو اُنمین بعض بعض خصوصیتین بھی ہوتی ہین۔ اے ہندو مسلمانو! کیا تم ہندوستان کے سوا اور ملک کے رہنے والے ہو؟ کیا اسی زمین پر تم دونو نہین بستے؟ کیا اسی زمین مین تم دفن نہین ہوتے یا اسی زمین کے گھاٹ پر جلائے نہین جاتے؟ اسی پر مرتے ہو اور اسی پر جیتے ہو تو یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے، ورنہ ہندو، مسلمان اور عیسائی بھی جو اسی ملک مین رہتے ہین اس اعتبار سے سب ایک ہی قوم ہین"

ایک اور موقع پر اسی باب مین اُنھون نے مندرجۂ ذیل تقریر کی "میرے نزدیک یہ امر چندان لحاظ کے قابل نہین ہے کہ اُنکا (یعنی ہندو و مسلمانون کا) مذہبی عقیدہ کیا ہے؟ کیونکہ ہم اُس کی کوئی بات نہین دیکھ سکتے، لیکن جو بات کہ ہم دیکھتے ہین وہ یہ ہے کہ ہم سب۔ خواہ ہندو ہون یا مسلمان۔ ایک ہی سرزمین پر رہتے ہین، ایک ہی حاکم کے زیر حکومت ہین، ہم سبکے فائدہ کے مخرج ایک ہی ہین، ہم سب قحط کی مصیبتون کو برابر برداشت کرتے ہین۔ یہی مختلف وجوہات ہین جنکی بنا پر مین ان دونو قومون کو۔ جو ہندوستان مین آباد ہین۔ ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہون کہ "ہندو" یعنی ہندوستان کی رہنے والی قوم"

ایک اور اسپیچ مین اُنکے یہ الفاظ تھے "اب ہندوستان ہی ہم دونو کا وطن ہے، ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونو جیتے ہین، مقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونو پیتے ہین، ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونو کھاتے ہین، مرنے مین جینے مین دونو کا ساتھ ہے، ہندوستان مین رہتے رہتے دونو کا خون بدل گیا، دونو کی رنگتین ایک سی ہو گئین، دونو کی صورتین بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئین، مسلمانون نے

کوٹھی سے کالج تک آدمیون کی ڈاک لگادی یہانتک کہ وہ گاے طالب علمون سے چھین کر اُسکے مالک کو واپس دی گئی اور طالب علمون کو سخت ملامت کی اور آیندہ کے لئے قطعی ممانعت کردی کہ کالج کے احاطہ مین کبھی کوئی ایسا نہ کرنے پائے ۔

سرسید نے انجمن پنجاب کے ایڈریس کے جواب مین جو الفاظ کہے تھے اُن سے اس باب مین اُنکے اصلی خیالات ظاہر ہوتے ہین ۔ اُنھون نے کہا "میری تمام آرزو یہ ہے کہ بلا لحاظ قوم اور مذہب کے تمام انسان آپس مین ایک دوسرے کی بھلائی پر متفق ہون ۔ مذہب سب کا بے شک علحدہ علحدہ ہے مگر اُسکے لحاظ سے آپس مین کوئی دشمنی کی وجہ نہین ہے ۔ فرض کرو کہ ایک دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہین ' اُنمین سے کوئی کسی کھانے کو پسند کرتا ہے اور کوئی کسی کو ' مگر اس اختلاف طبائع کی وجہ سے اُس دسترخوان پر بیٹھنے والون کو باہم کچھ رنج نہین ہوتا ۔ اسی طرح اس دنیا مین مختلف مذہبون کی وجہ سے مختلف مذہب والون مین کوئی وجہ باہمی رنج کی پیدا نہین ہوسکتی ۔ ہر شخص اپنے ایمان کا مختار بلکہ میری رائے مین اُسپر مجبور ہے ۔ اس لئے کہ جس چیز کا یقین اُسکے جی مین ہے اُسی کو وہ اختیار کریگا ' وہ یقین دوسرون کے دل مین اثر نہ اچھا ہے تو اُسکے لئے اور بُرا ہے تو اُسکے لئے ؛ لیکن آپس کی محبت مین ۔ جو انسانون کی راحت مین سب جزو ہے ۔ اُس سے کچھ نقصان نہین آسکتا "

یہی وجہ تھی کہ سرسید ہمیشہ پبلک جلسون مین جہان ہندو مسلمان جمع ہوتے تھے دونو قومون کو اتحاد و اتفاق اور ایک دوسرے کی خیر خواہی و خیر اندیشی کی نصیحت کرتے تھے ۔ ایک موقع پر اُنھون نے اپنی اسپیچ مین کہا " ہندوستان مین خدا کے فضل سے دو قومین اسطرح آباد ہین کہ ایک کا گھر دوسرے سے ملا ہے ' ایک کی دیوار کا سایہ دوسرے کے گھر مین پڑتا ہے ' ایک آب و ہوا مین دونو شریک ہین ؛

طرف سے ہوا اُسنے فوراً اُسکی مدافعت کی نہ اس معاملہ مین اُسکو اپنی صلح کل کی پالسی کا پاس و لحاظ تھا اور نہ اس بات کی کچھ پروا تھی کہ فریق ثانی کس رتبہ اور درجہ کا آدمی ہے۔ حالانکہ وہ ہندو مسلمانون مین ہمیشہ اتحاد و اتفاق قائم رکھنا چاہتا تھا مگر جب اُسنے دیکھا کہ ہندو اُردو زبان اور فارسی خط کو صرف اس وجہ سے مٹانا چاہتے ہین کہ وہ ہندوستان مین مسلمانون کے عہد کی یادگار ہے تو اُسنے علانیہ اُنکی مخالفت کی اور ولایت جانے سے پہلے دو برس تک برابر اُن تمام سبھاؤن اور مجلسون اور کمیٹیون کے برخلاف آرٹکل لکھتا رہا جو بنارس اور الہ آباد اور دیگر مقامات مین اُردو کی بیخ کنی کے لئے قائم ہوئی تھین۔ پھر جب ایسے ہی تنگدلی اور تعصب کے خیالات سے الہ آباد یونیورسٹی مین یہ تحریک ہوئی کہ فارسی زبان یونیورسٹی کے کورس سے خارج کردی جائے تو اُسنے محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسہ مین بمقام الہ آباد اس تحریک کے برخلاف ایک نہایت پرجوش اور زبردست اسپیچ مین اُن تمام دلائل کی تردید کی جو فارسی زبان کے خارج کرنے کی ضرورت پر پیش کی گئی تھین۔

باوجودیکہ وہ انگریزون کا دوست تھا اور اُنمین اور مسلمانون مین خلوص اور دوستی پیدا کرنا چاہتا تھا مگر جن انگریزون نے اسلام کے برخلاف کتابین لکھین اُنکا مقابلہ اُس نے نہایت آزادی اور بیباکی کے ساتھ کیا۔ اُسی نے سب سے پہلے گورنمنٹ کو اس بات سے آگاہ کیا کہ ملکی اور فوجی افسر اپنے تابعین کو مشنیریون کا وعظ سنوانے کے لئے اپنا رعب وداب کام مین لاتے ہین جس سے لوگون کو خیال ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہندوستانیون کو عیسائی بنانا چاہتی ہے۔ ضلع مراد آباد مین انتظام قحط کے موقع پر ہندو مسلمانون کے یتیم لاوارث بچون کی بابت جو کشاکشی سرسید اور مشنیریون اور کلکٹر مراد آباد کے درمیان رہی وہ پہلے حصہ مین مفصل بیان ہوچکی ہے۔ اُنھ

ہندوؤن کی سیکڑون رسمین اختیار کرلین، ہندوؤن نے مسلمانون کی سیکڑون عادتین لے لین، یہانتک ہم دونوآپس مین ملے کہ ہم دونو نے ملکرایک نئی زبان اُردو پیدا کرلی - جو نہ ہماری زبان تھی نہ اُنکی"

"اے میرے دوستو! مین نے بارہا کہا ہے اور پھر کہتا ہون کہ ہندوستان ایک دُلھن کی مانند ہے جسکی خوبصورت اور رسیلی دو آنکھین ہندو اور مسلمان ہین۔ اگر وہ دونو آپس مین نفاق رکھینگے تو وہ پیاری دُلھن بھینگی ہوجاویگی، اور اگر ایک دوسرے کو برباد کردینگے تو وہ کانڑی بنجاویگی۔ پس اے ہندوستان کے رہنے والے ہندو مسلمانو اب تمکو اختیار ہے کہ چاہو اُس دُلھن کو بھینگا بناؤ چاہو کانڑا"

اس کے علاوہ - جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے - اُنھون نے جتنے رفاہِ عام کے کام کئے اُنمین تمام ہندو مسلمانون کو شریک کیا، سوسائٹی کے اخبار مین - جو کہ پینتیس[35] برس اُنکے ہاتھ تلے رہا - کبھی بھولکر بھی کوئی آرٹکل یا نوٹ ایسا نہین لکھا جس سے کہ مذہبی تعصب کی بُو آتی ہو، کبھی گورنمنٹ سے اس بات کی شکایت نہین کی کہ مسلمانون کی تعداد بہ نسبت ہندوؤن کے سرکاری ملازمت مین بہت کم ہے، کبھی کسی ہندو عُہدہ دار کی ترقی پر اعتراض یا ناگواری کا اظہار نہین کیا بلکہ برخلاف اسکے ہمیشہ مسلمانون کو یہ نصیحت کی کہ سرکاری ملازمت کا استحقاق پیدا کرین ہمیشہ ہندو لیڈرون اور رفارمرون کا ذکر ادب اور تعظیم کے ساتھ اپنے اخبار مین اور پبلک اسپیچون مین کیا، اور ہمیشہ اُنکے مرنے پر حد سے زیادہ رنج اور افسوس ظاہر کیا۔ یہی حال اُنکی بے تعصبی کا اسلامی فرقون کے ساتھ تھا اور یہی حال عیسائیون کے ساتھ۔

اسلامی حمیت

باوجود اسکے اسلامی حمیّت جیسی اس شخص مین پائی جاتی تھی نہ وہ مولویون اور واعظون مین دیکھی گئی نہ صوفیون اور درویشون مین۔ جب کوئی بیجا حملہ اسلام یا مسلمانون پر غیر مذہب والون کی

تعریف مین کچھ تقریر کی تو اُسکے جواب مین جو کچھ اُنھون نے کہا اُس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک مشن اسکول کے تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان کی نسبت کیسے خیالات اور شبہات رکھتے تھے۔ اُنھون نے کہا "تمھارے بیان مین کئی جگہ قوم کا لفظ آیا ہے مگر یاد رکھو کہ قوم کوئی چیز نہین ہے جب تک کہ وہ قوم نہو۔ ایک ایک شخص جو اسلام کے گروہ مین داخل ہے وہ سب ملکر مسلمانون کی ایک قوم کہلاتی ہے، جب تک وہ اپنے عزیز مذہب کے پیرو اور پابند ہین تبھی تک وہ قوم ہین۔ یاد رکھو کہ اسلام جس پر تمکو جینا ہے اور جس پر تمکو مرنا ہے اُسکو قائم رکھنے سے ہماری قوم قوم ہے۔ اے عزیز بچے، اگر کوئی آسمان کا تارا ہو جائے مگر مسلمان نہ رہے تو ہمکو کیا؟ وہ تو ہماری قوم ہی نہ رہا۔ پس اسلام کو قائم رکھکر ترقی کرنا قومی بہبودی ہے۔ امید ہے کہ تم ہمیشہ اُسکو قائم رکھو گے اور اُسکے ساتھ تمام باتون مین ترقی کرتے جاؤ گے کہ یہی قومی ترقی ہوگی جو تم کو بھی فائدہ دیگی اور قوم کو بھی عزت ہوگی اور آیندہ آنے والی نسلین بھی اُس سے فائدہ اُٹھاوینگی"

اگرچہ اسلامی حمیت ہر مسلمان کے دل مین کم و بیش ضرور ہوتی ہے اور ہونی چاہیے مگر اس باب مین سرسید کے خیالات عام مسلمانون کے خیالات سے بالکل مختلف تھے۔ جو اعتراض عیسائی لوگ اسلام پر کرتے ہین یا جو مطاعن رسول خدا صلعم کی نسبت اپنی کتابون مین لکھتے ہین بعضے مسلمان تو اسی کو کمال دینداری سمجھتے ہین کہ اُسکو آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتے، بعضے غیظ و غضب مین آکر ایسی کتابون کو آگ مین جلا دیتے ہین اور بعضے گورنمنٹ سے فریاد کرتے ہین کہ فلان کتاب مین ہمارے دین یا ہمارے نبی کی توہین کی گئی ہے اُسکو گورنمنٹ تلف کرا دے اور آیندہ اسکے چھاپنے کی ممانعت ہو جائے۔ مگر درحقیقت ان باتون کو مذہبی حمیت سے کچھ علاقہ نہین ہے بلکہ ایسا کرنا گویا اس بات کو تسلیم کر لینا ہے کہ مخالفون کے اعتراضات کا ہمارے پاس

ایجوکیشن کمیشن کی شہادت مین صاف صاف کہدیا کہ مسلمانون کی عام فیلنگ مشنیری اسکولون
اور کالجون کے برخلاف ہے۔ پس اگر کہین کسی مشنیری اسکول کی موجودگی کے سبب کوئی گورنمنٹ
اسکول توڑ دیا جائیگا تو اس کی وجہ سے لوگون مین ناراضی پیدا ہوگی۔ اُسنے کمیشن مین یہ بھی ظاہر
کردیا کہ "جہان مشنیری اسکول ہین اگر وہان کے لوگ اپنی اولاد کو اُن اسکولون مین بھیجنا پسند نہ کرین اور
آپ اپنے لئے علحدہ اسکول یا کالج قائم کرین تو گورنمنٹ اُنکو گرینٹ ان ایڈ عطا فرماوے اور اس بات
کی خبر رکھے کہ وہان کے حکّام اس قسم کی لوکل کوششون مین خلل انداز نہون اور جیسا کہ بعض ضلعون مین ہے غرا
اپنی حکومت اور رعب داب کو اُنکے برخلاف عمل مین نہ لاوین"

اُس سے بڑھکر کوئی شخص اس بات کا مخالف نہ تھا کہ مسلمان اپنی اولاد کو تعلیم کے لئے
مشنیری اسکولون یا کالجون مین داخل کرین؛ نہ اسلئے کہ اُسکو عیسائی مذہب سے کچھ تعصب تھا بلکہ
صرف اس خیال سے کہ مسلمانون کو غیرت آئے اور وہ اپنی اولاد کی دینی اور دنیوی تعلیم کا خود انتظام
کرین۔ اُسنے جو لکچر ۱۸۸۳ء مین بمقام لودھیانہ دیا تھا اُسمین وہان کے مسلمانون سے مخاطب ہوکر
صاف صاف کہا تھا کہ "بڑے افسوس کی بات ہے کہ لودھیانہ سے شہر مین - جو ایک بڑا شہر ہے اور جہان
بہت سے مسلمان آباد ہین - مشنیری اسکول بہت سے ہین اور مسلمانون کو یہ شرم نہین آتی کہ مشنیری تعلیم گاہون
مین وہ اپنے لڑکون کو بھیجتے ہین اُنکو کچھ جوش پیدا نہین ہوتا اُنکو کچھ غیرت نہین آتی کہ وہ اپنے لڑکون کا
خود کچھ بندوبست کرین وہ کُتّے کی طرح اپنے لڑکون کو خیراتی روٹی پر چلاتے ہین اور ایسے خیراتی اسکولون مین
اپنی اولاد کو تعلیم کے واسطے بھیجتے ہین اور خود کوئی بندوبست اپنے بچون کی تعلیم کا نہین کرتے"

اُسی لودھیانہ کے جلسہ مین جب وہان کے مشن اسکول کے ایک مسلمان طالب علم نے سرسید کی

اسکے سوا کچھ علاج نہو ن کہ اُن اعتراضون سے اپنی آنکھیں اور کان بند کرلین یا گورنمنٹ سے فریاد کرکے ایسی کتابون کو تلف اور اُن کی اشاعت بند کرادین ۔ برخلاف اسکے سرسید کے خیالات اس باب مین یہ تھے کہ مسلمانون کے لئے اب وہ زمانہ نہین رہا کہ عیسائیون کے اعتراضون کو لغو و پوچ سمجھکر اُنکی طرف التفات نہ کیا جائے، یا گورنمنٹ مین استغاثہ کرکے اس بات کا ثبوت دیا جائے کہ مسلمان اُنکا جواب دینے سے عاجز ہین ۔ بلکہ اسلامی حمیّت کا مقتضا یہ ہے کہ اُنکے اعتراضون کو نہایت ٹھنڈے دل سے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ دیکھین اور اُن پر غور کرین، پھر جو جواب دینے کے قابل ہون اُنکا جواب دین اور جنمین بدزبانی و بے تہذیبی کے سوا کوئی بات التفات کے قابل نہو اُنکا فیصلہ پبلک کی رائے پر چھوڑدین نہ یہ کہ گورنمنٹ کو اُن کا جج قرار دین اور مذہبی مباحثون مین حکومت کی پناہ ڈھونڈین تاکہ دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ اسلام کی دلیلین باوجود اُسکے محکوم و مغلوب ہونے کے اب بھی ویسی ہی غالب ہین جیسی اُسوقت تھین جبکہ اسپین کے عیسائی مسلمانون کے زوال کے بعد اُنکو اسلئے جلاوطن کرتے تھے کہ اُن کی دلیلون کا جواب دینے سے عاجز آگئے تھے[1] ۔

الغرض اگر مسلمان سے یہ مراد ہے کہ دینِ اسلام کے حق ہونے پر اپنی ذاتی تحقیقات سے نہ کہ مان باپ کی تقلید سے یقین واثق رکھتا ہو، اسلام کو اعلےٰ ترین اخلاق کا تعلیم دینے والا،

---

[1] سرسید نے خطبات احمدیہ مین ایک آزادخیال یوروپین مصنف کا یہ قول نقل کیا ہو کہ "اگرچہ بظاہر مُور (یعنی اسپین کے مسلمان) اس وجہ سے جلاوطن کیے جاتے تھے کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہ کرتے تھے مگر مجھکو گمان ہو کہ وہ اپنی دلیلون سے عیسائیونپر اسقدر غالب آگئے تھے کہ نادان منک (راہب) یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانون کی دلیلونکا جواب صرف مذہبی عدالت کی سزا اور تلوار سے ہوسکتا ہو، اور مجھے کچھ شبہہ نہین کہ جہانتک اُنکی ناقص قوت جواب دینے کے باب مین تھی وہانتک اُنکا یہ خیال صحیح تھا"

غیر مذہب والون کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ سکھانے والا اور فتنہ و فساد و ظلم و بے رحمی کی بیخ کنی کرنے والا؛ غرض کہ اسکی تعلیم کو نوع انسانی کے حق مین سراسر رحمت اور برکت سمجھتا ہو، خدا کے سوا کسی کو مستحق عبادت اور نبی کے سوا کسی انسان کے قول کو واجب الاتباع نہ جانتا ہو، اسلام کی حمایت کو اپنی زندگی کا اعلےٰ ترین مقصد خیال کرتا ہو، مسلمانون کی عزت چاہنے والا اور اُن کی ذلت پر افسوس کرنے والا ہو، جس بات کو سچ جانے اُس کے ظاہر کرنے مین کسی کی مخالفت سے نہ ڈرتا ہو، معاملات مین راستباز ہو اور بُرائی کے عوض مین بھی بھلائی کے سوا کچھ نہ کرے تو شاید سید احمد خان جیسا مسلمان زمانہ مین مشکل سے ملیگا؛ لیکن اگر مسلمان سے یہ مراد نہین ہے بلکہ اس لفظ کے حقیقی مصداق وہ لوگ ہین جو تعصب کو دین اسلام کا رکن رکین سمجھتے ہین، جو ذرا ذرا سے اختلافات پر جماعتِ اسلام کو پراگندہ کرنا اپنا فرض جانتے ہین، جنکو ائمہ مجتہدین کی تقلید نے قرآن اور حدیث سے مستغنی کر دیا ہے، جو قرآن کو محض تلاوت کرنے کی کتاب اور حدیث کو صرف سند لینے کی چیز خیال کرتے ہین، جو احکام ظاہری پر لمبے لمبے وعظ کہتے ہین، آمین اور رفع یدین کی بحث مین عمرین گذار دیتے ہین، وضع و لباس مین غیر قومون کے تشبہ کو محاربۂ خدا اور رسول کی حد تک پہنچا دیتے ہین، مگر قوم کے اخلاق کی درستی کا۔ جسکی نسبت نبی نے کہا تھا کہ "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ" کبھی بھول کر بھی خیال نہین کرتے، جن کے وعظ و نصیحت سے۔ سوا اسکے کہ مسلمانون مین افلاس، نا اتفاقی، بُغض اور کینہ کو ترقی ہو، اہلِ قبلہ مین ہمیشہ کھٹا پٹی رہے۔ اسلام مطعون ہو، اور قوم کو دنیا مین رہنا مشکل ہو جائے۔ کوئی نتیجہ پیدا ہوتا نظر نہین آتا تو ہم تسلیم کرتے ہین

کہ ان معنوں میں سید احمد خان کو مسلمان کہنا صحیح نہ ہوگا مگر یہ ویسی ہی مسلمانی ہوگی جسکی نسبت کہا گیا ہے

اگر حقیقتِ اسلام در جہان این ست ہزار خندہ کفرست بر مسلمانی